محمد ﷺ اور قرآن

ڈاکٹر رفیق زکریا

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ نئی دہلی

محمدؐ اور قرآن

رفیق زکریا

مترجم

ڈاکٹر مظہر محی الدین

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی



ٹائٹل کور
سید غضنفر حسین زیدی

MOHAMMAD AND THE QURAN.
By: RAFIQ ZAKARIYA
TRANSLATED BY:
DR. MAZHAR MOHIUDDIN
PRICE Rs. 200/-

صدر دفتر:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی 110025

شاخیں:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اُردو بازار۔ دہلی 110006

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ پرنسس بلڈنگ۔ بمبئی 400003

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ یونی ورسٹی مارکیٹ۔ علی گڑھ 202002

پہلی بار: مارچ ۱۹۹۳

قیمت: 200/-

برقی آرٹ پریس (پروپرائٹرز: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) پٹودی ہاؤس، دریا گنج، نئی دہلی میں طبع ہوئی۔

دلی کی تہذیب کے روشن چراغ، طبیب
معلّم، صوفی، مفکر اور قوم کے ہمدرد

حکیم عبدالحمید

کی

نذر

فہرست

حرف آغاز — ڈاکٹر خلیق انجم ۷

عرض مترجم — ڈاکٹر مظہر محی الدین ۲۵

مقدمہ — رفیق زکریا ۲۹

غزوات و سرایا ۶۷

ازواج مطہرات ۹۱

باب اول

سورہ انبیاء ۱۲۶

باب دوم

چند منتخبہ آیات اور ان کا خلاصہ ۲۶۷

باب سوم

واقعات انبیاء کرام۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ۳۵۳

باب چہارم

ترتیب قرآن کریم ۴۰۶

حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم : تاریخ وار جائزہ ۴۱۴

حرفِ آغاز

۱۹۸۸ء میں سلمان رشدی کا انگریزی ناول SATANIC VERSES, شائع ہوا جس میں اسلام، قرآن اور آنحضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی بیہودہ، واہیات اور گستاخانہ انداز میں مضحکہ اڑایا گیا تھا۔

اس ناول کے خلاف مسلمانوں میں شدید ترین ردِ عمل فطری بات تھی۔ غالباً پہلی بار پوری دنیا کے مسلمانوں نے اسلام کے خلاف لکھے جانے والی کسی کتاب کے خلاف اتنے بڑے پیمانے پر احتجاج کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ اسلام کے خلاف صدیوں سے کتابیں لکھی جاتی رہی ہیں، لیکن ایسی بیہودہ اور دل آزار کتاب پہلی بار لکھی گئی۔ اس لیے مسلمانوں نے مختلف طریقوں سے اپنے غم و غصے کا اظہار کیا، جلسے منعقد کیے گئے، جلوس نکالے گئے، مظاہرے ہوئے۔ حد تو یہ ہے کہ رشدی کی موت کا فتویٰ بھی جاری کیا گیا۔ کسی اسلام دشمن مصنف کے خلاف غالباً پہلی بار موت کا فتویٰ جاری کیا گیا تھا۔

اس ناول سے ڈاکٹر رفیق زکریا کو اتنی ہی ذہنی تکلیف ہوئی، جتنی سب مسلمانوں کو ہوئی۔ لیکن زکریا صاحب کا ردِ عمل دوسروں سے مختلف تھا۔ انھوں نے سلمان رشدی کی واہیات تحریر کا جواب غم و غصے سے نہیں بلکہ ایک مفکر، مدبر، فلسفی، ماہرِ سیاسیات، ماہرِ اسلامیات اور دانشور کی حیثیت سے دیا۔ انھوں نے بہت ٹھنڈے دل کے ساتھ رشدی کا ناول پڑھا۔ چوں کہ انھوں نے اسلام

کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ اس لیے مدلل اور منطقی انداز میں انگریزی ہی میں اس ناول کا جواب دیا۔ انھوں نے اپنی کتاب کا نام MUHAMMAD AND THE QURAN رکھا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت یہ ہے کہ یہ صرف رشدی کے اعتراضات اور یاوہ گوئی کا جواب ہی نہیں، بلکہ قرآن اور پیغمبر اسلام کو صحیح پس منظر میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش بھی ہے۔ اُن کے مخاطب مسلمان بھی ہیں اور مشرق و مغرب کے وہ غیر مسلم بھی جو اسلام کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

خوشی کی بات ہے کہ ہندستان پہلا ملک ہے، جس کی حکومت نے سلمان رشدی کی کتاب پر پابندی عائد کی۔ اسی طرح ہندستان کو یہ بھی فخر حاصل ہے کہ اس کے ایک دانشور نے انتہائی مدلل اور منطقی انداز میں نہ صرف اس کتاب کی بیہودگیوں کا جواب دیا، بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں نے پچھلی کئی صدیوں میں اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں پھیلائی تھیں، انھیں بھی دور کرنے کی کامیاب کوشش کی۔

سلمان رشدی کی کتاب ممتاز بین الاقوامی پبلشرز پین گوئن بکس نے چھاپی تھی۔ ڈاکٹر زکریا کی یہ کتاب بھی اسی پبلشر نے انگلینڈ، امریکہ اور ہندستان جیسول سے ملکوں سے شائع کی ہے اور اب اس کا اُردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔ زکریا صاحب کی اس کتاب کو ہندستان اور ہندستان سے باہر بیشتر ممالک میں غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اکونومکس ٹائمز (لندن) نے اس کتاب کے بارے میں رپورٹ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"لندن اور امریکہ کے بہت سے اخباروں اور رسالوں میں زکریا صاحب کی اس کتاب پر تبصرہ شائع ہوا ہے۔ تبصرہ نگار عام طور سے غیر مسلم تھے اور بڑی بات یہ ہے کہ ہر تبصرہ نگار نے اس کتاب کو غیر معمولی اہمیت دی اور اس کی بہت تعریف کی۔"

بی۔ بی۔ سی (لندن) کے نمائندے نے ڈاکٹر رفیق زکریا کا انٹرویو لیتے ہوئے بڑی اہم بات کہی تھی۔

"زکریا صاحب کی یہ کتاب رشدی کی یاوہ گوئی کا ایسا منطقی اور مدلل جواب ہے کہ اگر رشدی کی کتاب کے چھپنے کے فوراً بعد ہی یہ چھپ جاتی

تو شاید وہ ہنگامے نہ ہوتے جو ہوئے"۔
ایک خاتون شوبھا ڈے نے ڈاکٹر رفیق زکریا کی کتاب پر انڈین ایکسپریس ۲۲ ستمبر ۱۹۹۱ء) تبصرہ کرتے ہوئے بہت صحیح لکھا ہے کہ:-

"رشدی نے شر انگیز اور بیہودہ کتاب لکھی ہے۔ جب کہ زکریا صاحب کی کتاب عالمانہ اور مستند ہے۔ رشدی کو کتاب لکھ کر روپوش ہونا پڑا، اس کے برعکس زکریا صاحب کو اپنی کتاب کی وجہ سے پوری دنیا میں غیر معمولی امتیاز اور اعزاز حاصل ہوا"۔

کیمبرج یونی ورسٹی کے پروفیسر اکبر احمد نے ایسی اہم کتاب کی تصنیف پر ڈاکٹر رفیق زکریا کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ:-

"انیسویں صدی میں سید امیر علی کی کتاب SPIRIT OF ISLAM نے مغرب میں پھیلی ہوئی اسلام کے خلاف غلط فہمیوں کو دور کرنے کا جو کام کیا تھا، وہ بیسویں صدی میں زکریا صاحب کی یہ کتاب کر رہی ہے"۔

پاکستان کے مولانا کوثر نیازی نے ایسی عالمانہ کتاب کی تصنیف کو اسلام کی صحیح خدمت قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:-

"اس کتاب کی تصنیف سے ڈاکٹر زکریا نے جنّت میں اپنے لیے جگہ محفوظ کر لی ہے"۔

اس کتاب کے بارے میں مزید کچھ اور لکھنے سے پہلے میں ڈاکٹر رفیق زکریا کے بارے میں چند اہم باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

یہ حقیقت ہے کہ علم وفن کی دنیا میں رہنے والے عملی زندگی سے کم ہی تعلق رکھتے ہیں لیکن زکریا صاحب کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ وہ گفتار ہی کے نہیں، کردار کے بھی غازی ہیں۔ ایک طرف تو ان کا شمار ملک کے بڑے سیاست دانوں میں ہوتا ہے اور دوسری طرف وہ ہمارے عہد کے ایک اہم دانشور اور مفکر بھی ہیں۔ انھوں نے قانون، تعلیم، صحافت، تاریخ، سیاست، اسلامیات اور ادب کے شعبوں میں غیر معمولی کارنامے انجام دیے ہیں۔ ڈاکٹر رفیق زکریا کے طالب علمی کا کیریر بہت شاندار رہا ہے وہ ہر امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئے، بمبئی یونی ورسٹی

کے ایم۔اے کے امتحان میں اول آنے کا امتیاز حاصل کرنے کی وجہ سے انھیں چانسلر گولڈ میڈل سے نوازا گیا تھا۔ لندن یونی ورسٹی سے پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی اور پھر لنکزان LINCOLN'S INN سے بار ایٹ لا کیا۔ ہندستان آکر انھوں نے وکالت کا پیشہ اختیار کرلیا۔ اس پیشے نے ان کی معاملہ فہمی اور دلائل پیش کرنے کی صلاحیت کو غیر معمولی طور پر جلا بخشی، جو علمی کاموں میں زندگی بھر اُن کے کام آئی۔

۱۹۶۰ء میں ڈاکٹر صاحب سیاست کے میدان میں داخل ہوئے۔ انھوں نے مہاراشٹر سے ایم۔ ایل۔ اے کے انتخاب میں حصہ لیا اور کامیاب ہوئے۔ پندرہ سال تک مہاراشٹر میں وزیر رہے اور پھر پارلیمنٹ کے رکن منتخب ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا، جب اندرا گاندھی کانگریس کی لیڈر تھیں۔ اندرا جی نے ڈاکٹر زکریا کی ذہانت، معاملہ فہمی اور سیاسی سوجھ بوجھ سے متاثر ہوکر انھیں پارلیمنٹ کا ڈپٹی لیڈر بنا دیا۔ اس طرح زکریا صاحب کو برسوں تک اندرا جی کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔

۱۹۸۴ء میں اندرا جی نے ڈاکٹر زکریا کو بہت اہم خدمت سونپتے ہوئے انھیں اپنے خاص سفیر کی حیثیت سے مسلم ممالک کے دورے پر بھیجا۔ ڈاکٹر صاحب نے اقوام متحدہ میں بھی ہندستان کی نمائندگی کی۔ ظاہر ہے کہ یہ اعزاز صرف اسی شخص کو مل سکتا ہے، جو اعلا درجے کا سیاست داں اور صفِ اوّل کا دانشور ہو۔

زکریا صاحب کا عقیدہ ہے کہ اگر ہندستان کو ترقی کرنی ہے تو مرکزی اور صوبائی حکومتوں، سیکولر اور قوم پرست ہندوؤں اور خود مسلمانوں کو ایسے حالات پیدا کرنے ہوں گے، جن سے عام مسلمانوں کی تعلیمی اور اقتصادی پسماندگی دور ہو اور وہ ترقی کرکے دوسرے مذہبی فرقوں کے دوش بدوش ہندستان کی اقتصادی اور سماجی ترقی میں حصہ لے سکیں۔ اس لیے زکریا صاحب مسلمانوں کے تعلیمی معاملات میں بہت دل چسپی لیتے ہیں۔ یہ دل چسپی صرف تقریر و تحریر تک محدود نہیں، بلکہ عملی ہے۔ انھوں نے اعلا تعلیم کے ایسے دس بارہ ادارے قائم کیے ہیں، جو اپنی اعلا کارکردگی کی وجہ سے مہاراشٹر صوبے کی آبرو بنے ہوئے ہیں۔ زکریا صاحب

تقریباً بیس سال سے جامعہ اُردو علی گڑھ جیسی اہم یونی ورسٹی کے چانسلر بھی ہیں۔ ان کی رہنمائی میں اس یونی ورسٹی نے غیر معمولی ترقی کی ہے۔ اب جامعہ اُردو سے ہر سال تقریباً پچیس ہزار طلبہ امتحان دیتے ہیں۔ اُن کا دوسرا اہم شاندار کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے بمبئی میں خلافت ہاؤس کو نئی زندگی بخشی ہے۔ علی برادران نے خلافت تحریک کے زمانے میں بمبئی میں خلافت ہاؤس کے نام سے ایک عمارت تعمیر کی تھی۔ یہ عمارت خلافت تحریک کا مرکز تھی۔ خلافت تحریک کے ختم ہونے اور علی برادران کی وفات کے بعد خلافت ہاؤس نے ایک شکستہ اور بوسیدہ عمارت کی شکل اختیار کرلی۔ ڈاکٹر رفیق زکریا نے لاکھوں روپے خرچ کرکے اس عمارت کی مرمت کرائی۔ بڑی بات یہ ہے کہ عمارت کا اصل ڈیزائن برقرار رکھا گیا۔ ۱۹۸۱ء میں وزیر اعظم ہند محترمہ اندرا گاندھی نے اس عمارت کا افتتاح کرتے ہوئے ڈاکٹر زکریا کو اس عمارت کو نئی زندگی دینے پر مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ "ایسی تاریخی عمارت کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کرکے زکریا صاحب نے بہت اہم کارنامہ انجام دیا ہے۔" آج کل خلافت ہاؤس بمبئی کے مسلمانوں کا سب سے بڑا تعلیمی اور ثقافتی مرکز بنا ہوا ہے۔

زکریا صاحب نے انگریزی اور اُردو دونوں زبانوں میں کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی انگریزی کتابوں کے نام ہیں۔

1. A STUDY OF NEHRU.
2. THE RISE OF MUSLIMS IN INDIAN POLITICS.
3. THE TRIAL OF BENAZIR: AN INSIGHT INTO THE STATUS OF WOMEN IN ISLAM.
4. THE STRUGGLE WITHIN ISLAM.
5. IQBAL: THE POET & THE POLITICIAN.
6. MOHAMMAD AND THE QURAN.
7. HUNDRED GLORIOUS YEARS- A HISTORY OF INDIAN NATIONAL CONGRESS.
8. RAZIA: QUEEN OF INDIA.
9. PRICE OF POWER.

آخری دو کتابیں فکشن کے تحت آتی ہیں۔ اس فہرست پر نظر ڈالنے سے زکریا صاحب کی کثیر الجہات شخصیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ یہ کتابیں ہندستان اور پاکستان کے سیاسی رہنماؤں، ہندستان کی سیاست، اسلامیات اور ادب کی مختلف

انواع موضوعات پر ہیں۔

زکریا صاحب کی کئی کتابوں کے اردو ترجمے بھی شائع ہوئے ہیں۔ "ارضیہ" کا ترجمہ اردو کے ممتاز ترین شاعر علی سردار جعفری نے کیا اور جامعہ اردو علی گڑھ نے چھاپا ہے۔ زکریا صاحب کی ایک اور کتاب THE RISE OF MUSLIMS IN INDIAN POLITICS کا اردو میں ترجمہ پروفیسر ثاقب انور نے کیا ہے اور ترقی اردو بورڈ نے چھاپا ہے۔

ڈاکٹر رفیق زکریا کے مختصر سوانح اور علمی خدمات بیان کر کے میں نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ "محمد اور قرآن" کے مصنف یک رخے نہیں ہیں۔ قرآن، حدیث اور اسلامی علوم کے ساتھ مشرق اور مغرب کے مختلف علوم پر بھی ان کی گہری نظر ہے اور اسی لیے انھوں نے اہم ترین اور حساس موضوع کے ساتھ انصاف کیا ہے۔ اسلام ہی دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے دوسرے مذاہب، ان کے پیغمبروں اور الہامی کتابوں کے احترام کی زبردست تلقین کی۔ اس سلسلے میں قرآن کہتا ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا (نساء - ۲۱)	اور جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کیا تو یہی لوگ ہیں جن کو ضرور خدا اجر دے گا اور اللہ بخشنے والا رحمت والا ہے۔
وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ (بقرہ - ۲۲)	اور فرشتوں پر، کتاب پر اور سب نبیوں پر ایمان لانا نیکی ہے۔
وَمَن يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا (نساء - ۲۰)	اور جس نے خدا کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں اور قیامت کا انکار کیا وہ نہایت سخت گمراہ ہوا

سورہ بقرہ کے خاتمہ میں ہے

كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ	ہر ایک خدا پر اور اس کے فرشتوں اور اس کی

وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ
رُّسُلِهٖ
(بقرہ ۔ ۴۰)

کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان
لایا ہم خدا کے رسولوں کے درمیان تفریق نہیں
کرتے

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ
(بقرہ ۱۶ ۔ وآل عمران ۹)

ہم ان پیغمبروں میں سے کسی کے درمیان
تفریق نہیں کرتے۔

اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی کہ مسلمان دوسرے مذاہب کے پیغمبروں میں تفریق کریں، کچھ کو تسلیم کریں اور کچھ کو نہ مانیں۔ پیغمبروں کو ایک دوسرے پر ترجیح دیں۔ کسی کو افضل اور کسی کو کمتر درجے کا ثابت کریں۔

جہاں تک کتب الٰہی کا تعلق ہے، اس کے بارے میں قرآن نے حضرت موسیٰؑ کی توراۃ، حضرت داؤدؑ کی زبور، حضرت عیسیٰؑ کی انجیل، حضرت ابراہیمؑ کی (صحف ابراہیم، قرآن میں اس کا اصل نام نہیں بتایا گیا) کے بارے میں تفصیلات بیان کی ہیں۔

ان آسمانی صحیفوں کے بارے میں قرآن نے واضح الفاظ میں کہا ہے کہ:

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ
اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ
اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ
رَّبِّهِمْ
(آل عمران ۔ ۹)

کہو ہم خدا پر اور جو کچھ ہم پر اتارا گیا اس پر اور جو
کچھ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب
اور خاندان یعقوب پر اتارا گیا اس پر اور جو کچھ موسیٰ
اور عیسیٰ کو دیا گیا اس پر اور دوسرے سب پیغمبروں
کو ان کے پروردگار کی طرف سے جو کچھ دیا گیا
اس پر ہم ان سب پر ایمان لائے۔

سورۃ نساء میں اس پر ایمان لانے کے حکم کے ساتھ ساتھ اس کے انکار کو کفر بھی قرار دیا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ
رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى
رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ
قَبْلُ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ
وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ
ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا الآیہ (نساء ۔ ۲۰)

اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو ایمان لاؤ خدا پر
اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے
رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری اور
جس نے خدا کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس
کی کتابوں ...... کا انکار کیا وہ نہایت سخت
گمراہ ہوا۔

اس سلسلے میں قرآن نے یہ بھی کہا کہ جو لوگ پیغمبروں کی کتابوں اور ان کے پیغام کی تکذیب کریں گے، انھیں سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا	جن لوگوں نے کتاب کو اور جو پیغام ہم نے
بِهٖ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ اِذِ الْاَغْلٰلُ	اپنے پیغمبروں کو بھیجا، اس کو جھٹلایا، وہ
فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ	عنقریب جائیں گے جب ان کی گردنوں میں
(مومن۔ ۷۰)	طوق اور زنجیریں ہوں گی وہ گھسیٹے جائیں گے۔

ظہور اسلام سے قبل لوگ اپنے مذہب کو باقی تمام مذاہب پر نہ صرف ترجیح دیتے تھے بلکہ انھیں برا بھلا بھی کہتے تھے۔ یہودیوں نے عیسائیت کی مخالفت میں انتہا کر دی۔ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے بارے میں حضرت مریمؑ پر واہیات الزامات عائد کیے گئے۔ اسی طرح عیسائی یہودیت کی مخالفت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔ قرآن نے تمام معصومین کی حمایت کی اور ان کا احترام کرنا لازمی قرار دیا۔ خدا نے مسلمانوں کو تمام مذہبی صحیفوں کے احترام کا بھی حکم دیا۔ لیکن یہ بھی کہا کہ قرآن سے پہلے کے آسمانی صحیفے تحریف و تصریف کا شکار ہو کر اپنی اصل سے بالکل بدل گئے ہیں، اسی لیے قرآن بھیجا گیا، جس کے بارے میں خدا نے کہا کہ یہ ایک کامل دین پیش کرتا ہے یہ صحیفہ پچھلے تمام صحیفوں کا احاطہ کرتا ہے اور پچھلے تمام صحیفوں پر حاوی ہے۔ خدا نے وعدہ کیا کہ قرآن ہمیشہ محفوظ اور سلامت رہے گا۔ اس میں کوئی ترمیم و تنسیخ، حذف اور اضافے نہیں ہوں گے۔ قرآن کے اسی دعوے نے یہودیوں اور عیسائیوں کو قرآن اور محمدؐ کے خلاف کر دیا۔ یہ مخالفت اسی وقت شروع ہوئی تھی، جب آنحضرتؐ نے رسالت کا دعویٰ کیا تھا اور چودہ سو سال گزرنے کے باوجود یہ مخالفت آج تک اسی طرح برقرار ہے، بلکہ اب پہلے سے بھی کچھ زیادہ ہو گئی ہے۔

ظہور اسلام کے وقت عرب اور یورپ جہالت کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اسلام نے علم حاصل کرنے پر بہت زور دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں نے یونان، روم، ہندوستان، چین اور دوسرے دور دراز ملکوں کے سفر کر کے علم حاصل کیا، اس میں غیر معمولی اضافہ کر کے یورپ تک پہنچایا۔ تقریباً سات آٹھ سو سال تک علم و دانش اور سائنس کی مشعل مسلمانوں کے ہاتھوں میں رہی، جس سے انھوں

نے دنیا کے بڑے حصے میں جہالت کی تاریکی کو دور کیا۔

مسلمانوں نے یورپ میں قرطبہ کو سب سے زیادہ مہذب شہر بنا دیا تھا۔ اسپین میں اس وقت عالیشان لائبریریاں قائم کی گئیں، جب مغرب میں کنگ الفریڈ علم الاغذیہ کو ختم کرنے کے لیے جدوجہد کر رہا تھا اور وہ یہ زمانہ تھا جب قرطبہ کے مسلمان حاکم کی ذاتی لائبریری میں چار لاکھ سے زیادہ کتابیں موجود تھیں۔ اس کے برعکس پورے یورپ کی تمام لائبریریوں میں کل ملا کر اتنی تعداد میں کتابیں نہیں تھیں۔ مسلمانوں نے چین سے کاغذ سازی کا علم حاصل کیا۔ جس کی وجہ سے یہ ممکن ہو سکا کہ لاکھوں مخطوطات تیار کیے گئے۔ یورپ والے کاغذ سازی کے علم سے مسلمانوں سے چار سال بعد واقف ہوئے۔ مغرب آج جن علوم پر فخر کرتا ہے، ان میں سے بیشتر وہ ہیں، جو مسلم ہسپانیہ کے راستے مسلمانوں کے ذریعے یورپ پہنچے تھے۔

یہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ ایک تہذیب پیدا ہوتی ہے۔ بڑھتی ہے، عروج پہ پہنچتی ہے اور پھر روبہ زوال ہو جاتی ہے۔ مسلم تہذیب کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ ساتویں صدی عیسوی میں مسلم تہذیب نے جنم لیا۔ سولہویں صدی تک پہنچتے پہنچتے یہ تہذیب روبہ زوال ہو گئی اور علم کی مشعل مغرب میں رہنے والے عیسائیوں کے ہاتھوں میں آ گئی۔ مسلمانوں نے علم اور سائنس کو اس منزل پر پہنچا دیا تھا جہاں ترقی کی رفتار بہت تیز ہو گئی تھی۔ اگر مسلمانوں کا علم اور سائنس میں یوگدان نہ ہوتا تو یورپ میں صنعتی انقلاب یا تو وجود ہی میں نہ آتا اور اگر آتا تو اس میں کئی اور صدیاں لگ جاتیں۔ صنعتی انقلاب نے کیمونیکیشن کے طریقوں اور اس کی رفتار میں غیر معمولی ترقی کی۔ میں یہاں خاص طور سے پریس کا ذکر کروں گا۔ صنعتی انقلاب کا ایک بہت بڑا کارنامہ پریس کی ایجاد ہے۔ انسانی تاریخ میں یہ بہت بڑا کارنامہ ہے۔ لیکن اس ایجاد سے مسلمانوں کو ایک بڑا نقصان یہ ہوا کہ عیسائیوں کو اسلام دشمنی کا ایک بہت بڑا ہتھیار مل گیا۔ اس سے پہلے اسلام کے خلاف جو کچھ کہا، یا لکھا جاتا تھا، وہ کچھ ہی لوگوں تک محدود رہتا تھا۔ لیکن صنعتی انقلاب نے یہ ممکن کر دیا کہ ایک شخص جو کچھ اسلام کے خلاف لکھے، اسے کتابی صورت میں شائع کرکے

چند ہی دنوں میں دنیا کے مختلف حصوں میں رہنے والے کروڑوں لوگوں تک پہنچ جاے۔ اب آیئے سلمان رشدی کی انگریزی ناول "شیطانی آیات" کی طرف۔ کسی بھی عقیدے، نظریے یا مذہب پر تہذیب کے دائرے میں رہ کر اعتراضات کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن سلمان رشدی نے قرآن اور محمدؐ کا جو مضحکہ اڑایا ہے، اس کی بنیاد بدنیتی اور خباثت پر ہے۔

جبرئیل علیہ السلام ایک ایسے فرشتے ہیں: جن کا یہودیت اور عیسائیت میں بھی اعلا مقام ہے۔ اسی لیے تمام یہودی اور عیسائی بھی ان کا بہت احترام کرتے ہیں۔ فرشتوں میں حضرت جبرئیلؑ کا مقام بہت افضل ہے۔ چوں کہ اسلام میں ان کی غیر معمولی اہمیت ہے۔ انہی کے توسط سے آنحضرتؐ پر قرآن اتارا گیا تھا۔ اس لیے رشدی نے بہت بیہودہ الفاظ میں ان کا مضحکہ اڑایا ہے۔ ڈاکٹر رفیق زکریا نے جبرئیل علیہ السلام کی اہمیت اور اسلام میں ان کے مرتبے پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔

دشمنانِ اسلام نے شروع ہی سے آنحضرتؐ کو نعوذ باللہ ایک ایسے جنگجو، ظالم اور آمر فاتح کی شکل میں پیش کیا ہے، جس نے مقصد برآری کے لیے انسانیت دشمن حرکتیں کیں اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا۔ رشدی نے اسلام کی ابتدائی جنگوں کو بنیاد بنا کر آنحضرتؐ پر سنگین الزامات عائد کیے ہیں۔ ڈاکٹر رفیق زکریا نے عالمِ دین کے انداز میں تفصیل سے وہ حالات بیان کیے ہیں، جنھوں نے آنحضرتؐ کو اپنے دفاع کے لیے ہتھیار اٹھانے پر مجبور کیا تھا۔ زکریا صاحب نے اہلِ قریش کی ان سرگرمیوں کا بھی تفصیلی ذکر کیا ہے۔ جن کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ آنحضرتؐ کو اسلام کی تبلیغ کے لیے ذہنی سکون اور وقت نہ مل سکے۔ ڈاکٹر زکریا نے جنگِ بدر، جنگِ اُحد اور جنگِ خیبر کی تفصیلات بیان کر کے ثابت کیا ہے کہ ان جنگوں کے ذمہ دار مسلمان نہیں تھے، بلکہ مشرکین نے مسلمانوں کو ہتھیار اٹھانے پر مجبور کیا تھا۔ زکریا صاحب نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرتؐ ہمیشہ جنگ اور خوں ریزی سے دامن بچاتے تھے۔ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں ڈاکٹر صاحب نے میثاقِ مدینہ اور صلح حدیبیہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ بہت سے مسلمانوں کو صلح حدیبیہ سے اتفاق نہیں تھا

بلکہ اس صلح کی وجہ سے بعض مسلمان آنحضرتؐ سے ناراض بھی ہو گئے تھے۔

زکریا صاحب نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے جب بھی کوئی جنگ کی انتہائی مجبوری کے عالم میں۔ آپ نے فتح پاکر کبھی دشمنوں کا مضحکہ نہیں اڑایا۔ کبھی اپنی کامرانی کا جشن نہیں منایا۔ یہ لڑائیاں ذاتی مفاد کے لیے نہیں، ایک عظیم مقصد کے لیے تھیں۔ اسی لیے بقول زکریا صاحب:۔

"اقتدار کے نقطۂ عروج پر بھی آپؐ نے اپنے رویے اور شخصیت میں وہی سادگی برقرار رکھی، جو آپ کے زمانۂ مصائب کا خاصہ تھا۔ آپ نے کبھی شاہانہ طور طریقے اختیار نہیں کیے۔"

ان جنگوں میں ہلاک ہونے والے لوگوں کی تعداد مبالغے کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔ زکریا صاحب نے اس مبالغہ آرائی پر بھی تنقیدی گفتگو کر کے منطقی استدلال سے اصل تعداد کے تعین کی کوشش کی ہے۔

آنحضرتؐ کے تعددِ ازواج پر دشمنانِ اسلام ہمیشہ ہی سے تنقید کرتے رہے ہیں۔ رشدی نے اپنے ناول میں ایک قحبہ خانہ پیش کیا ہے۔ جس میں بارہ طوائفوں کے نام، نعوذ باللہ وہی ہیں، جو ازواجِ مطہرات کے ہیں۔ ان طوائفوں کے جنسی افعال بھی انتہائی بیہودہ الفاظ میں پیش کیے گئے ہیں۔ تعددِ ازواج پر دشمنانِ اسلام نے بہت اعتراض کیے ہیں۔ لیکن شاید ہی کسی نے دل دکھانے والی بیہودگی کی ہو۔ رشدی نے تنقید نہیں کی، بلکہ انتہائی بدتمیزی، واہیات طریقے اور فحش الفاظ میں مسلمانوں کی دل آزاری کی ہے۔

زکریا صاحب نے آنحضرتؐ کی ہر شادی کا پس منظر بیان کر کے بتایا ہے کہ انھوں نے وہ شادی کیوں کی تھی اور ان شادیوں سے اسلام کی تبلیغ میں کیا مدد ملی۔ زکریا صاحب نے اس سلسلے میں حضرت خدیجہ، حضرت عائشہ، حضرت زینب اور حضرت ماریہ سے شادی کے حالات پر خاص طور سے روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے معترضین کے اعتراضات کے مدلل اور معقول جواب دیتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ پیغمبرِ اسلام نے کوئی بھی شادی نفسانی خواہش یا جسمانی ضرورت کے لیے نہیں کی۔ حضرت عائشہ اور حضرت ماریہ کے علاوہ

باقی سب بیوہ یا مطلقہ تھیں۔ ڈاکٹر رفیق زکریا نے ثابت کیا ہے کہ کوئی بھی شادی جنسی لذت کے لیے نہیں کی گئی، بلکہ تمام شادیاں سیاسی اور معاشرتی ضرورتوں کے زیر اثر کی گئیں جن میں سے دو تین شادیاں انسانی ہمدردی کے جذبے کے تحت کی گئی تھیں اور تمام شادیوں کا بنیادی مقصد اسلام کی ترقی اور فروغ تھا۔

سلمان رشدی نے سب سے زیادہ واہیات باتیں "شیطانی آیات" کے بارے میں کی ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ مشرکین مکہ تین دیویوں لات العزیٰ اور منات کے بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مسلمانوں کے ساتھ کچھ مشرکین بھی خانہ کعبہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے۔ گفتگو کے دوران آنحضرتؐ نے اپنے پیروؤں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے لیے ان بتوں کی تعریف میں قرآنی آیتیں سنائیں۔ جن میں کہا گیا تھا کہ یہ تینوں بت اعلا منصب پر فائز ہوئے ہیں۔ بس کہ مشرکین نے زبردست خوشیاں منائیں اور وہ اپنی دیویوں کے گن گانے لگے۔ بقول رشدی، آنحضرتؐ نے یہ بات صرف اس لیے بھی کہی کہ وہ مکے کے مشرکین سے مفاہمت کرنا چاہتے تھے۔ لیکن جب وہ اپنے اس مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے تو انھوں نے بتوں کے سامنے کھڑے ہو کر ان آیات کو رد کیے جانے کا اعلان کیا اور فرمایا کہ شیطان نے یہ آیتیں ان کے کان میں پھونک دی تھیں۔ بعد میں ان آیتوں کو قرآن شریف میں سے بھی خارج کر دیا گیا اور ان کی جگہ دوسری آیتیں شامل کرلی گئیں۔ رشدی نے اس واقعہ کی بنیاد پر آنحضرتؐ کی شان میں ناقابل برداشت گستاخی کی ہے۔

زکریا صاحب کا کہنا ہے کہ یہ وہ واقعہ ہے جو صرف اسلام دشمن مصنفین کی کتابوں ہی میں نہیں بعض مسلمان دانشوروں کی تاریخوں میں بھی ملتا ہے۔ غالباً سب سے پہلے ابن اسحاق نے اس کا ذکر کیا ہے۔ بقول زکریا صاحب "ابن اسحاق کی یہ جذباتی تحریر، ان کے غیر متوازن رویے اور واقعات کو داستانوں اور رومانوی رنگ میں پیش کرنے کے رجحان کی وجہ سے وجود میں آئی۔ یہی وجہ ہے کہ ابن اسحاق کے ہم عصر امام مالک نے غصے میں ابن اسحٰق کو ایسا شیطان کہا ہے، جو غلط واقعات

بیان کر کے لوگوں کو بہکا رہا ہے۔" ابن اسحاق کے ایک اور ہم عصر اور ممتاز عالم ہشام بن عروہ نے اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ "بدمعاش جھوٹ بولتا ہے۔"

ابن اسحاق کے بعد واقدی، ابن مسعود اور طبری نے بھی آنحضرتؐ کی ذات مقدس کے بارے میں کئی بے بنیاد واقعات اپنی تاریخوں میں شامل کر کے انھیں حقیقت کا درجہ دے دیا ہے۔ زکریا صاحب کا کہنا ہے کہ :

> "بدقسمتی سے ان تحریروں کو اسلام کے ابتدائی دور کی فن تاریخ نویسی کی بنیادی کتابوں کا درجہ حاصل ہو گیا۔"

ڈاکٹر صاحب نے اس واقعہ پر بحث کرتے ہوئے عظیم فلسفی اور مورخ اسلام ابن خلدون کا قول نقل کیا ہے :

> "لوگوں نے جنھیں تاریخ نویسی کے فن میں دخل اندازی کا حق نہیں تھا، افواہوں کو بھی اپنی تصنیفوں میں شامل کر لیا۔ بعض افواہیں اُن کی اپنی ایجاد کردہ بھی تھیں۔ بعض غلط اور غیر مصدقہ قصوں کو بھی آرائش بیان کے لیے شامل کر لیا گیا۔ ان کے بعد آنے والے مصنفوں نے ان سے یہ قصے مستعار لے کر ہم تک پہنچا دیے۔"

سر ولیم میور نے اپنی کتاب LIFE OF MOHAMET میں اس واقعہ کو بیان کر کے آنحضرتؐ اور قرآن شریف پر بیہودہ اعتراضات کیے ہیں۔ ولیم میور کے علاوہ اسپرنگر، ایچ گریبی اور روڈنس جیسے مغربی دانشوروں نے بھی اس واقعے کی بنیاد پر آنحضرتؐ کو نعوذ باللہ دروغ گو ثابت کیا ہے۔ یہاں میں خاص طور سے سر ولیم میور کا ذکر کروں گا، کیوں کہ ان کے اعتراضات کا جواب سر سید احمد خاں نے بہت معقول طریقے سے دیا تھا۔

سر ولیم میور نے چار جلدوں میں انگریزی میں LIFE OF MOHAMET لکھی، جس میں آنحضرتؐ، قرآن اور احادیث پر مدلل طریقے سے اعتراضات کیے گئے تھے۔ اس سے سر سید کو ذہنی تکلیف ہوئی۔ وہ ان اعتراضات کا جواب دینا چاہتے تھے۔ لیکن اس سلسلے کی بہت سی کتابیں اور اہم مواد ہندستان میں موجود نہیں تھا۔ اس لیے وہ لندن گئے اور وہاں انھوں نے سیرت کی عربی کتابیں، جو مصر اور فرانس میں چھپی

تھیں اور لاطینی اور انگریزی کی نایاب کتابیں قیمتاً حاصل کرکے ان کا مطالعہ کیا اور بارہ خطبات لکھے۔ ان خطبات کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ان میں جذباتیت سے کام نہیں لیا گیا۔ جو اعتراضات کیے گئے تھے، ان کا ایک ایک کرکے جواب دینے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔ بلکہ بہت ہی محققانہ اور مدلل طریقے سے آنحضرتؐ، قرآن اور اسلام کو مغرب کے سامنے پیش کیا۔ غدر سے پہلے خود ہندستان کے علمائے اسلام نے عیسائیوں کے اعتراضات کے جواب میں بڑی بڑی ضخیم کتابیں تحریر کی تھیں۔ لیکن سرسید پہلے مسلمان تھے جنھوں نے اسلام کی حمایت میں کتاب لکھنے کے لیے یوروپ کا سفر کیا اور وہاں کے اہم کتب خانوں سے مواد جمع کیا۔ جب یہ کتاب تیار ہوگئی تو سرسید نے کسی انگریز سے اس کا ترجمہ کرایا اور پھر اسے اپنے ذاتی خرچ سے شائع کیا۔ یہ غالباً پہلی کتاب ہے جو اسلام پر کیے جانے والے اعتراضات کے جواب میں انگریزی میں چھاپی گئی۔ اس کتاب کو لکھنے اور اپنی جیب سے چھپوانے کے سلسلے میں سرسید کو جس ذہنی کرب اور جسمانی تکلیفوں سے گزرنا پڑا تھا۔ اس کی تفصیل حالی نے "حیات جاوید" میں بیان کی ہے۔ (حیات جاوید ۱۹۰۱ء لاہور، جلد دوم ص ۱۳۸ - ۱۴۲)

علامہ شبلی نے بھی سیرۃ النبیؐ میں ان زیر بحث روایتوں کا جائزہ لے کر ثابت کیا ہے کہ واقدی کو سچائی اور صحت مواد کا احساس نہیں تھا۔ ان کی علیت افواہوں اور اسکینڈلوں پر پھلتی پھولتی رہی۔"

زکریا صاحب کے کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اسلام پر رشدی کے حملے تین طرف تھے ایک تو آنحضرتؐ اور اُن کے کردار پر حملہ۔ دوسرا حملہ قرآن پر کر وہ الہامی کتاب نہیں ہے بلکہ ایک معمولی تاجر کی لکھی ہوئی نعوذ باللہ، جو اس ہے۔ رشدی کا تیسرا الزام یہ تھا کہ قرآن میں کوئی خاص بات نہیں کہی گئی اور انسانیت کے لیے قرآن کے پاس کوئی غیر معمولی پیغام نہیں ہے۔ ڈاکٹر زکریا نے بہت منظم، معقول اور منطقی انداز میں ان تینوں الزامات کے انتہائی مناسب جواب دیے ہیں۔

پہلے حصے میں آنحضرتؐ کے مشن اور کردار کا بھرپور تعارف کرایا گیا ہے اور ان تمام اعتراضات کا مدلل طریقے سے جواب دیا ہے جو سلمان رشدی اور دوسرے اسلام

دشمن کرتے رہے ہیں۔ کتاب کے اس حصے کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ کتاب ایک ایسے عالم دین کی لکھی ہوئی ہے، جس کی ساری زندگی اسلامیات کے مطالعے میں گزری ہے۔ جس نے مسلم مورخین کو بھی پڑھا ہے اور مستشرقین کو بھی اور جس کی نظر میں وہ تمام اعتراضات بھی ہیں، جو اسلام دشمن مغربی دانشور اسلام پر کرتے رہے ہیں۔

۱۔ کتاب کے دوسرے حصے میں زکریا صاحب نے قرآن شریف کی چھے ہزار چھے سو چھیاسٹھ آیتوں میں سے ایک ہزار ایک سو گیارہ آیتوں کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ ان آیتوں کا پس منظر بیان کر کے بتایا ہے کہ وہ کن حالات میں وحی کی صورت میں آنحضرتؐ پر اتاری گئیں۔

۲۔ ان کے بنیادی پیغام اور مقاصد کو نہایت ہی خوبصورت طریقے سے اس طرح پیش کیا ہے کہ غیر مسلم بھی ان آیتوں کو پڑھ کر قرآن شریف کی عظمت کے قائل ہو سکیں اور انھیں یہ احساس ہو سکے کہ قرآن کسی ایک نسل یا انسانی گروہ کو نہیں بلکہ پوری دنیا کو انسانیت کا پیغام دیتا ہے۔

۳۔ مشہور انگریزی مصنف اور صحافی خشونت سنگھ نے زکریا صاحب کے انگریزی ترجمے کی غیر معمولی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انگریزی میں قرآن شریف کے بہت سے ترجمے ہو چکے ہیں۔ لیکن زکریا صاحب نے جس سادہ، سلیس اور شگفتہ زبان میں ترجمہ کیا ہے، اس نے اس ترجمے کو اب تک شائع ہونے والے تمام ترجموں میں سب سے بہتر بنا دیا ہے۔ دنیا کے ممتاز ترین اخبار، اکونومکس ٹائمز لندن' نے کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسے پڑھنے کے بعد غیر مسلموں کو اس کی روحانیت اور عظمت کا معترف ہونا پڑتا ہے۔' ایک دل چسپ بات یہ ہے کہ پینگوین پبلشرز نے سلمان رشدی کی کتاب چھاپی تھی۔ رشدی کی کتاب کی مقبولیت کے پیش نظر وہ اس کا پیپر بیک اڈیشن چھاپنا چاہتے تھے۔ لیکن زکریا صاحب کی کتاب شائع ہونے کے بعد انھوں نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔

۴۔ کتاب کے تیسرے حصے میں زکریا صاحب نے اختصار کے ساتھ قصص القرآن کو پیش کیا ہے۔ انھوں نے حضرت آدمؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ

حضرت زکریاؑ، حضرت عیسیٰؑ وغیرہ کے بارے میں قرآن نے جو کچھ بتایا ہے، اسے اختصار کے ساتھ پیش کر دیا ہے تاکہ غیر مسلموں پر یہ بات واضح ہو سکے کہ اسلام صرف اپنے پیغمبر ہی کا نہیں، تمام مذاہب کے پیغمبروں کا احترام کرتا ہے۔ وہ دنیا میں تفرقہ نہیں بلکہ انسانیت کے فروغ کے لیے آیا ہے۔ اس کتاب کی تصنیف میں زکریا صاحب نے قرآن، احادیث نبوی کے علاوہ تقریباً سو مصنفین کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ ان مصنفین میں مسلم مورخین بھی ہیں اور غیر مسلم مستشرقین بھی۔ ابن اسحاق جیسے قدیم ترین محقق بھی اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی جیسے جدید ترین عالم دین بھی ہیں۔

یہ کتاب مسلموں اور غیر مسلموں دونوں میں مقبول ہوئی۔ دنیا کی مختلف زبانوں اور خاص طور سے انگریزی کے بہت سے اہم اخباروں اور رسالوں میں اس پر تبصرے شائع ہوئے اور زکریا صاحب کا یہی مقصد تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ قرآن کے فلسفے اور اس کی تعلیمات آنحضرتؐ کی حیاتِ مقدس غیر مسلموں کے سامنے پیش کر سکیں اور زکریا صاحب اپنے اس مقصد میں پوری طرح کامیاب ہیں۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ!

ہمارے عہد کے ممتاز ترین ہندوستانی عالم اور مذہبی رہنما حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں نے ڈاکٹر زکریا کے نام ایک ذاتی خط میں اس کتاب پر تبصرہ کیا تھا جو کہ مذہبی امور میں "مستند ہے اُن کا فرمایا ہوا"! اس لیے اس خط کے اقتباسات پیش کر رہا ہوں۔ علی میاں لکھتے ہیں:

> "ڈاکٹر رفیق زکریا نے بہت معقول اور صحیح طریقے سے پیغمبر اسلام اور قرآن کے بارے میں پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان نام نہاد مستند مورخین کا پردہ فاش کیا ہے، جن کے بیانات پر مغربی مصنفوں نے انحصار کرتے ہوئے یاوہ گوئی کی ہے..... "شیطانی آیات" میں انہی بے تکی اور غلط فہمیوں کو دہرایا گیا ہے، جنھیں سلمان رشدی کے پیشروؤں نے حقائق کے طور پر اپنی تحریروں میں پیش کیا تھا۔ ضروری تھا کہ ان غلط فہمیوں کی تردید کی جائے اور سنجیدہ انداز میں معقول جواب دیا جائے۔ ڈاکٹر رفیق زکریا نے اپنی انگریزی کتاب "محمدؐ اور قرآن" میں بڑی کامیابی کے ساتھ یہ فرض انجام دیا ہے۔ انھوں نے

تمام جعلی اور بے بنیاد ماخذ اور ان پر انحصار کر کے اسلام کو بدنام کرنے والوں نے جو تنقیدی نتائج اخذ کیے ہیں، اُن کا تنقیدی جائزہ لے کر اصل حقیقت پیش کی ہے۔ زکریا صاحب نے تفصیل سے بتایا ہے کہ کس طرح رشدی اور اس کے مغربی پیشروؤں نے اسلامی تاریخ کے قابلِ اعتماد مواد (اندرونی اور خارجی طور پر) کو دانستہ طور پر نظر انداز کیا ہے۔ محمدؐ کے مشن۔ لڑائیوں اور شادیوں کے بارے میں جو الزام تراشیاں کی گئی ہیں، زکریا صاحب نے نہ صرف ان کی وضاحت کے ساتھ تردید کی ہے۔ بلکہ انھوں نے اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات کا نچوڑ بھی پیش کیا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمدؐ تک خدا کے بھیجے ہوئے تمام پیغمبروں کے وہ قصے نقل کیے ہیں جنھیں قرآن پیش کرتا ہے۔ زکریا صاحب نے قرآن کی آیتوں کا بہت صاف اور شستہ انگریزی میں ترجمہ بھی پیش کیا ہے...... انھوں نے رشدی کے الزامات کا ایسے سنجیدہ اور معقول انداز میں جواب دیا ہے کہ تصویر کا اصل رخ سامنے آجاتا ہے۔ یہ کتاب عوام و خواص اور خاص طور سے مغربی عوام کے سامنے اسلام کی صحیح تصویر پیش کرتی ہے۔

مولانا آزاد کالج، اورنگ آباد، مہاراشٹر کے پرنسپل ڈاکٹر مظہر محی الدین نے اس کتاب کا انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔ یہ ترجمہ آسان کام نہیں تھا، کیوں کہ اس کے لیے اُردو میں غیر معمولی مہارت اسلامی تاریخ پر گہری نظر اور قرآن شریف کے مفاہیم سے کماحقہٗ واقفیت ضروری تھی۔ ڈاکٹر مظہر محی الدین میں یہ تینوں خوبیاں موجود ہیں۔ اسی لیے انھوں نے اس کتاب کا ایسا شاندار اور معرکۃ الآرا ترجمہ کیا ہے۔ اس ترجمے کے لیے وہ ہمارے شکریے کے مستحق ہیں۔

خلیق انجم

عرضِ مترجم

اس کتاب کے مصنف ڈاکٹر رفیق زکریا کا شمار ملک کے ممتاز ترین دانشوروں میں ہوتا ہے۔ انھیں ایک سچے مسلمان کی طرح اپنے دین و مذہب سے ہمیشہ ہی قلبی لگاؤ رہا ہے۔ دیگر علوم کے ساتھ ساتھ وہ زندگی بھر اپنے مذہب کی تعلیمات کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ اسلام کے تاریخی اور دینی پہلوؤں پر اُن کے قلم سے نکلی ہوئی کئی انگریزی نگارشات اس امر کی غماز ہیں کہ انھیں اپنے دین و مذہب سے عشق ہے۔ اسی لیے فاضل مصنف کا حساس دل ہر اس موقع پر کرب سے تڑپ اُٹھتا ہے جب مستشرقین کی جانب سے اسلام کی تصویر کو مسخ کرنے اور پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ کردار پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ چنانچہ سلمان رشدی کی بدنام زمانہ ناول 'شیطانی آیات' نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا اور اُن کے دلوں کو سخت ٹھیس پہنچائی۔ ناممکن تھا کہ ڈاکٹر رفیق زکریا جیسا محبِ رسول اس گھناؤنی سازش پر بیقرار نہ ہو جاتا۔ چنانچہ فاضل مصنف کے جوشِ ایمانی کا تقاضا تھا کہ فوری ایک ایسی مدلل اور جامع کتاب لکھی جائے جو اپنے اختصار کے باوجود اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کر سکے اور ایسی کتاب کے ذریعے ان غلط فہمیوں کا ازالہ اور اس گمراہ کن پروپیگنڈے کا تدارک ہو سکے جو برسوں سے اہلِ مغرب نے جاری کر رکھا ہے۔ چنانچہ یہی جذبہ اس کتاب کے لکھنے کا محرک بنا۔ اس کتاب کی تدوین کے دوران فاضل مصنف کو یہ احساس بری طرح تڑپاتا رہا کہ

اسلامی دنیا کے مسلم عالموں نے گذشتہ کئی صدیوں سے اجتہاد اور آزادانہ تحقیقی جستجو کے دروازوں کو یکسر بند کر رکھا ہے۔ اس کے نتیجے میں تمام عالم اسلام فکری جمود کا شکار ہوگیا ہے۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے درست فرمایا ہے کہ،

"اجتہاد اس زمانے کی حاجت اور اس دین کی ضرورت ہے جو زندگی کے قافلے کی رہنمائی اور قیادت کرتا ہے۔ خصوصاً اس زمانے میں اور بھی اس کی ضرورت ہے جبکہ تمدن اور صنعت و تجارت نے ایسی غیر معمولی اور حیرت انگیز ترقی کرلی ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جدید تجارتی معاملات اور معاہدوں میں ایسے فقہی احکامات اور فیصلوں کی ضرورت ہوتی ہے جو اسلامی فقہ کے اصولوں اور شریعت اسلامی کے مقاصد سے ہم آہنگ ہوں۔"[1]

اجتہاد اس دین اور اس ملت کی ضرورت ہونے کے باوجود ہمارے اکثر مورخین نے اسلاف کی کتابوں میں پائی جانے والی ہر روایت کو من وعن بلا نقد و نظر نقل کر دیا ہے۔ اسلام دشمن مصنفوں کو بہت سارا مواد ہمارے اسلاف ہی کی تصانیف سے حاصل ہوگیا ہے اور اسی مواد کو بنیاد بنا کر ان اسلام دشمن لوگوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف تصانیف کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس طرح ہم خود نادانستہ طور پر دوسروں کے ہاتھوں کھلونا بن کر اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچانے کا باعث بن گئے۔ اس کتاب کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس میں ڈاکٹر ذکریا نے اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف غلط پروپیگنڈے کی تردید کے لیے نہ تو غیظ و غضب کا اظہار کیا ہے اور نہ ہی دشنام طرازیوں کا۔ اور نہ ہی مخالفین کو جوابی تنقید کا ہدف بنانے کی کوشش کی ہے بلکہ تعصب کا جواب دلیل سے، غلط فہمی کا جواب حقائق سے اور تہمتوں کا جواب ناقابل تردید تاریخی مواد کے تجزیے کے ذریعے دینے کی کوشش کی ہے۔ ہمیں قوی امید ہے کہ ڈاکٹر رفیق ذکریا کی اس پُر خلوص کوشش

---

[1] منشور کاشف، نومبر ۱۹۹۲ء شمارہ گیارہ۔

کو علمی حلقوں میں بہ نظر استحسان دیکھا جائے گا اور اس کی روشنی میں طالبانِ حق کو منزلِ صداقت تک پہنچنے میں سہولت ہوگی۔

ایک بات اور واضح کر دینا ضروری ہے کہ ڈاکٹر زکریا نے انگریزی زبان میں یہ کتاب مغربی دنیا کے لوگوں میں اسلام کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے اور اس مذہب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ کردار کی صحیح تصویر پیش کرنے کے لیے لکھی ہے۔ اس لیے بعض جگہ بہت ہی معروضی اندازِ بیان اپنایا گیا ہے۔

اب رہا اردو ترجمے کا مسئلہ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ ترجمہ از خود ایک فن ہے۔ خاص طور پر ڈاکٹر رفیق زکریا جیسے صاحبِ طرز ادیب کی جامع، بامحاورہ اور شگفتہ تحریر کو انگریزی سے اردو کے قالب میں ڈھالنا اگر مشکل نہیں تو اتنا آسان بھی نہیں ہے۔ اس کام کے لیے راقم الحروف کو بقول جمیل جالبی طویل عرصے تک "ہڈیاں چٹخانی پڑیں" تب کہیں ترجمے کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ سکا۔

قرآنی آیات کا اردو ترجمہ مولانا آزاد کے "ترجمان القرآن" اور مولانا مودودی کی "تفہیم القرآن" سے لیا گیا ہے۔

اُمید ہے قارئین کو یہ سلیس اُردو ترجمہ پسند آئے گا اور وہ فاضل مصنف کی انگریزی کتاب کی روح کو پانے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ ہمیں نہ تو زباں دانی کا دعویٰ ہے اور نہ فنِ ترجمہ پر مہارت کا۔ ہمیں اپنی کوتاہیوں اور بے بضاعتی کا پورا احساس ہے۔ لیکن ترجمے کے اس کام کا محرک جذبۂ خلوص کے سوا کچھ اور نہیں۔ اس لیے ہمیں اُمید ہے کہ قارئین ہماری کوتاہیوں کو درگزر فرماتے ہوئے پوری توجہ فاضل مصنف کے اس اعلا ترین مقصد پر مرکوز فرمائیں گے جو اس کتاب کی تالیف کا باعث بنا۔

اس کام میں تعاون کے لیے میں ڈاکٹر ثاقب انور، پروفیسر رضا اللہ خاں

ڈاکٹر مجید بیدار اور پروفیسر ادریس فاروقی کا مشکور ہوں جنہوں نے پورے مسودے کو پڑھ کر گراں قدر مشوروں سے نوازا۔

۳۱ر دسمبر ۱۹۹۳ء

ڈاکٹر مظہر محی الدین
پرنسپل مولانا آزاد کالج
اورنگ آباد، مہاراشٹر

مقدمہ

اس کتاب کے لکھنے کا خیال میرے دل میں سلمان رشدی کی کتاب "شیطانی آیات" پڑھنے کے بعد پیدا ہوا۔ غیر مسلم دانشوروں میں رشدی کی کتاب کی بے انتہا پذیرائی اور مرحوم امام خمینی کے فتوے کے بعد اس کی غیر معمولی مقبولیت نے مجھے یقین دلا دیا کہ غیر مسلم حضرات کے سامنے ایک بار پھر اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنا از حد ضروری ہو گیا ہے، تاکہ لوگوں کے ذہن میں اسلام کا جو مسخ شدہ تصور سرایت کر گیا ہے، اس کی تصحیح کی جا سکے۔ اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پھیلے ہوئے متعصبانہ نظریات کی تردید کرنے اور ان کے مشن کی نوعیت کی وضاحت کرنے کے لیے کثیر تعداد میں کتابیں لکھی گئی ہیں، لیکن اس کے باوجود اسلام کے بارے میں وہی قدیم مسخ شدہ تصور جو کچھ عرصے کے لیے دب گیا تھا دوبارہ ابھرنے لگا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار پر کیچڑ اچھالنے اور قرآن حکیم کے کلام الٰہی ہونے کی نفی کرنے کا سلسلہ دوبارہ شروع کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ آج بھی بقول کسے "پرانی شراب، نئی بوتل میں پیش کی جا رہی ہے۔"

اسلام اور پیغمبر اسلام کے متعلق ماضی میں جو کچھ لکھا گیا ہے اور آج بھی جو کچھ لکھا جا رہا ہے، ان دونوں کے تقابلی مطالعے کی میں تفصیل پیش کرنا ضروری نہیں سمجھتا کیونکہ اسلام پر لکھے جا رہے مواد پر ایک سرسری نظر ہی اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ مغربی دنیا میں اسلام دشمنی کے رجحانات میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی ہے۔ قدیم تعصبات اور غلط فہمیاں آج بھی تر و تازہ ہیں۔ تیل کی

دولت سے مالا مال کچھ عرب ملکوں نے یورپ اور امریکہ میں اسلام کی اشاعت کے لیے جو کروڑہا ڈالر خرچ کیے ہیں، اُن کا کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہوا۔ مسلمانوں کے احتجاج اور مظاہروں نے بھی انھیں متاثر نہیں کیا بلکہ ان اقدامات سے غیر مسلم حضرات کے ذہنوں میں اسلام کے خلاف تعصب مزید پختہ ہوگیا ہے اور مغرب میں اس تاثر کو عام کرنے میں مدد ملی ہے کہ مسلمانوں کے پاس ناقدینِ اسلام کی تحریروں کا کوئی جواب نہیں ہے، اس لیے وہ پُرتشدد مظاہروں کا سہارا لیتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ اس غلط پروپیگنڈے کی تردید کے لیے غیظ وغضب کا اظہار، شور وغوغا اور دشنام طرازی معقول طریقے نہیں ہیں اور نہ غیروں پر جوابی تنقید ہی دلائل کا نعم البدل بن سکتی ہے۔

میں نے تعصب کا جواب دلیل سے، غلط فہمی کا جواب حقائق سے اور تہمتوں کا جواب ناقابلِ تردید تاریخی مواد کے تجزیے کے ذریعے دینے کی کوشش کی ہے۔ یہ کتاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح نہیں ہے اور نہ ہی قرآن حکیم کی تمام آیات کا ترجمہ پیش کرتی ہے۔ بلکہ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ کے بنیادی احکامات اور ان کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپؐ کے عمل کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کتاب میں قاری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی جھلکیاں تاریخی تسلسل کے ساتھ (صفحات ۴۰۱ تا ۴۱۶) میں نظر آئیں گی۔ کتاب کے ابتدائی حصے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اُن گوشوں کو پوری تفصیل سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جن کو مخالفین نے اپنی زہر افشانی کا ہدف بنایا ہے۔ ناقدینِ اسلام نے حسبِ ذیل سوالات اُٹھائے ہیں:

نعوذ باللہ کیا محمدؐ فریبی تھے؟ کیا اُن کا مشن دھوکہ دہی پر مشتمل تھا؟ کیا قرآن حکیم اختراع ہے؟ کیا یہ کسی مجذوب ذہن کی لفاظی ہے؟ کیا پیغمبرِ اسلام کا کردار قابلِ اعتراض تھا؟ کیا وہ جنس زدہ تھے کہ ایک کے بعد ایک کئی بیویوں سے شادی کی؟ کیا وہ سازشی تھے کہ اپنے مقصد براری کے لیے اپنے ایمان کی بنیادی باتوں کا سودا کرنے کو بھی تیار ہو جاتے تھے تاکہ اپنے دشمنوں سے کچھ رعایت حاصل کر سکیں؟ کیا وہ جنگ کے شائق تھے تاکہ اسلام کو تلوار کے زور پر پھیلا سکیں؟ یہی وہ الزامات

ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صدیوں سے لگائے جاتے رہے ہیں۔ میں نے ان الزامات کا مدلل جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے حقائق کو خود بولنے کا موقع دیا ہے۔

اپنے نظریات پیش کرنے کے بجائے میں نے قابل اعتماد مسلم اور غیر مسلم دانشوروں کی تحریروں سے اقتباسات پیش کیے ہیں۔ ان قابل اعتماد و احترام دانشوروں کی شہادت ممتاز عربی دانوں کے تجزیے کو استحکام عطا کرتی ہے۔ بدقسمتی سے مسلم عالموں نے گذشتہ چند صدیوں سے اجتہاد کے تمام تر دروازے یکسر بند کر دیے ہیں۔ ماضی کی جو تحریریں ان کو دستیاب ہوئیں ان ہی کو ان عالموں نے اس طرح قبول کر لیا، گویا وہ فرمانِ الٰہی ہوں۔ مذہبی مسائل پر بحث و تمحیص کا طریقہ تقریباً ترک کر دیا گیا، حالانکہ یہی طریقہ اسلام کا نشانِ امتیاز تھا۔ جب کہ غیر ضروری مسائل پر مفسروں کی موشگافیوں کا سلسلہ جاری رہا، دنیا بھر میں اسلام کے متعلق غلط رجحان کے پنپنے کی ذمہ داری بڑی حد تک ان ہی لوگوں پر عائد ہوتی ہے، کیوں کہ یہ لوگ حقائق سے ناواقف اور ذاتی مفاد کی خاطر تاریخ کو مسخ کر کے پیش کرتے ہیں۔ اپنے تعصب اور فرقہ وارانہ منافرت کے زیر اثر حالات کا تجزیہ کرتے ہیں۔ ایسے مصنفین یہ دعوا نہیں کر سکتے کہ انھوں نے اسلام کی خدمت کی ہے۔ اس کے برعکس دانستہ یا نادانستہ طور پر یہ لوگ دوسروں کے ہاتھوں میں کھلونا بن گئے۔

اس کتاب میں منتخب قرآنی آیات بھی شامل کی گئی ہیں، جن کا انگریزی ترجمہ میں نے بول چال کی عصری زبان میں پیش کیا ہے۔ چھ ہزار چھے سو چھیاسٹھ قرآنی آیات میں سے میں نے ایک ہزار ایک سو گیارہ آیتوں کا انتخاب کیا ہے۔ قرآن مجید کی آیتیں کن مختلف اوقات اور کن مخصوص حالات میں وحی کی صورت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں، ان امور سے کماحقہ واقف ہوئے بغیر قرآن حکیم کا سمجھنا، غیر مسلم حضرات کے لیے ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے لیے بھی ممکن نہیں۔ میں نے حتی المقدور ایسی آیات کا انتخاب کیا ہے، جو بنیادی اصولوں کی تصویر کشی کرتی ہوں۔ یہ آیات اسلام کی صحیح نوعیت اور روح کو پیش کرتی ہیں اور پیغام وحدانیت

کو واضح کرتی ہیں اور خیر و شر کا اس دنیا اور آخرت میں کیا انجام ہوتا ہے اس بات کو بھی بخوبی واضح کرتی ہیں۔ کچھ آیتیں دین کی تبلیغ و اشاعت میں پیغمبرؐ کے کردار پر بھی روشنی ڈالتی ہیں۔ منتخبہ آیات کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے میں نے قرآن کے ہر سورہ کی مختصر تفسیر بھی درج کر دی ہے۔ اس طرح اس کتاب میں، میں نے حضرت محمدؐ کے مشن اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کا ایک امتزاج پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ یوں تو میں نے قرآن شریف کے کئی انگریزی ترجموں کا مطالعہ کیا ہے لیکن میں نے مشہور مفسر علامہ عبداللہ یوسف علی کے ترجمے سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ یہ ترجمہ ہر وقت میری رہنمائی کرتا رہا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کے پیغمبروں کے جو حالات قرآن حکیم میں بیان کیے گئے ہیں، انھیں اس کتاب میں ایک علاحدہ حصے میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ حالات ایک مومن کو ان مثالی کرداروں کی خوبیوں کو اپنانے کی بصیرت عطا کرتے ہیں۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تفسیر سے مجھے قرآن شریف اور اس کے پیغام کی روح کو سمجھنے میں بہت مدد ملی ہے۔ ان کی تخلیقی صلاحیت اور ذہن رسا نے بڑی خوبی سے ان پُر اسرار عقدوں کو کھولنے اور الجھا دینے والی تعبیروں سے آزادی حاصل کرنے میں بڑی مدد کی ہے جو اس کتاب کے گرد ہالہ کیے ہوئے تھیں۔ تفسیر کے میدان میں ان کی معرکۃ الآرا تفسیر "تفہیم القرآن" آج بھی عدیم المثال ہے۔

میرے لیے کتاب "محمدؐ اور قرآن" لکھنے کا کام بہت ہی دشوار گزار تھا۔ میں نہ ہی عربی زبان کا عالم ہوں اور نہ ہی میں ماہر اسلامیات ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں لیکن میں پوری زندگی اپنے مذہب کی تعلیمات کا مطالعہ کرتا رہا ہوں اور میرا مذہب مجھے ہمیشہ محبوب رہا ہے۔ میں نے اس پر بہت کام کیا ہے۔ میں اپنے مذہب کے تاریخی اور دینی پہلوؤں پر لکھتا رہا ہوں۔ میری تحریروں پر لوگوں کا ردِ عمل بہت حوصلہ افزا رہا ہے۔ اسی لیے اس کتاب کو لکھنے کی ہمت مجھ میں پیدا ہوئی۔ میرے ضمیر کی آواز نے مجھ کو مجبور کیا کہ میں ایسی کتاب لکھوں جو حضرت محمدؐ کی حیاتِ طیبہ اور قرآن کو صحیح تناظر میں پیش کر سکے اور اس کے متعلق پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کا ازالہ ہو سکے۔ میں اتنا کم عقل بھی نہیں ہوں کہ اپنی کتاب کو ان تمام

باتوں کا جواب سمجھوں جو اسلام کے خلاف لکھی یا لکھوائی جاتی رہی ہیں۔ کئی عظیم دانشوروں نے ماضی میں ایسی کتابیں لکھنے کی کوشش کی ہے۔ ان کا کام یقینی طور پر قابلِ قدر ہے۔ ہم نے ان سے بہت استفادہ کیا ہے لیکن مسلم دانشوروں اور ہمدرد غیر مسلم مستشرقین کی کوششوں کے باوجود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کردارکشی اور قرآن حکیم کو غلط انداز میں سمجھنے اور پیش کرنے کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج کے رواداری ماحول میں بھی یہ معاندانہ رویّہ اپنایا جاتا ہے۔ اس حقیقت کا اظہار ایک نو مسلم یہودی محمد اسد سے بہتر کسی نے نہیں کیا ہے، جو خود بھی ایک مشہور مصنف ہیں، وہ لکھتے ہیں:

"اسلام کے متعلق مغربی مصنفین کا رویّہ محض ناپسندیدگی پر مشتمل نہیں ہے جیسا کہ دوسرے "غیر ملکی" مذاہب اور تہذیبوں کے سلسلے میں رہا ہے بلکہ یہ ایک شدید مجنونانہ نفرت پر مبنی ہے جس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ یہ نفرت صرف عقل و دانش تک محدود نہیں ہے بلکہ جذباتی طور پر بھی دلوں میں گھر کر چکی ہے۔ مغربی ذہن بدھ مت اور ہندو مذہب کے فلسفے کو قبول نہیں کرے گا لیکن ان مذاہب کے متعلق اس کا رجحان متوازن اور سنجیدہ غور و فکر پر مشتمل ہوگا۔ اس کے برخلاف جب اسلام کا سوال آتا ہے تو یہ توازن بگڑ جاتا ہے اور ایک جذباتی تعصب در آتا ہے۔ چند ایک کو چھوڑ کر یورپ کے بہت سے مشہور اور معروف مستشرقین بھی اسلام کے متعلق اپنی تحریروں میں غیر سائنسی تعصب کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کی تحقیقی کتابوں سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا اسلام کو ایک تحقیقی موضوع کا نہیں بلکہ کٹہرے میں کھڑے ہوئے ملزم کا درجہ ہی دیا جا سکتا ہے جو اپنے منصفوں کے سامنے صفائی پیش کر رہا ہو۔ بعض مستشرقین سرکاری وکیل کا کردار ادا کرتے ہیں، جن کا مقصد ہی اسلام کو مجرم قرار دینا ہوتا ہے جبکہ دوسرے مستشرقین ایسے وکیلِ صفائی کا کردار ادا کرتے ہیں، جن کو یہ خود یقین ہوتا ہے کہ ان کا مؤکل قصوروار ہے پھر بھی وہ بے دلی سے سزا میں تخفیف کی وکالت کرتے ہیں۔

یورپی مستشرقین کے اپنائے ہوئے طرزِ استدلال سے ہمیں ان تحقیق مداولہ

کی کارروائیوں کی یاد آجاتی ہے جو عہدِ وسطیٰ میں کیتھولک چرچ نے اپنے مخالفوں کو سزا دینے کے لیے قائم کی تھیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کھلے ذہن سے تاریخی حقائق کی تحقیق کبھی نہیں کرتے بلکہ اپنے تعصب کے زیرِ اثر آغاز ہی میں نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں۔ ہر مقدمے کا ایک ہی انجام ہوتا ہے۔

مجھے اپنی کم مائیگی کا پورا احساس ہے۔ میں نے یہ کام اس لیے ہاتھ میں لیا ہے کہ بہ حیثیت مسلمان یہ میرا فرض ہے کہ اپنے مذہب کے اصلی جوہر کو ان لوگوں کے روبرو پیش کروں جو دانستہ یا نادانستہ طور پر اس کو سمجھنے سے قاصر رہے ہیں۔ لہٰذا جس جذبے نے مجھے یہ حوصلہ بخشا ہے اسے دیکھتے ہوئے میری کوتاہیوں کو نظرانداز کر دینا چاہیے کیونکہ میرے نزدیک اس کتاب کی تالیف کا اصل مقصد یہ رہا ہے کہ قرآن حکیم کی تعلیمات اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کے متعلق حقائق کو بلاکم وکاست قارئین کے روبرو پیش کرسکوں، خواہ وہ حضور اقدسؐ کی ذات گرامی سے عقیدت رکھتے ہوں یا عداوت۔ اگر میری کوشش سے اسلام کے متعلق پھیلی ہوئی غلط فہمیوں میں تھوڑی سی بھی تخفیف ہو جائے اور سوجھ بوجھ رکھنے والے لوگوں پر مشتمل دنیا کے تاریک گوشوں میں تھوڑی سی روشنی بھی پھیل جائے تو میں سمجھوں گا کہ مجھ کو میری محنت کا صلہ مل گیا۔

میرے اس کام میں کئی دوستوں نے میری مدد کی ہے۔ یہاں ان تمام کا ذکر کرنے کی گنجائش نہیں ہے لیکن ضروری سمجھتا ہوں کہ سب سے پہلے ڈاکٹر ابراہیم کلے کا شکریہ ادا کروں، جو عربی زبان پر مہارت اور اسلامی فلسفہ پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ قرآنی آیات کے جوہر کو جدید انگریزی میں پیش کرنے کی میری کوشش ان ہی کی مدد کی مرہونِ منت ہے۔ اپنے اداروں کے دو ممتاز صدور پرنسپل اے۔ اے منشی مہاراشٹر کالج بمبئی اور مولانا آزاد کالج کے پرنسپل مظہر محی الدین کا بھی مشکور ہوں، جنھوں نے صحیح حوالے مہیا کرنے میں میری مدد کی۔ سوبھا چندی رمانی نے بڑی جانفشانی سے پروف ریڈنگ کی ہے۔ میں ان کا بھی مشکور ہوں۔

ہندستانی صحافت کے مینار دانشور اور مدیر گری لال جین کا میں انتہائی مشکور ہوں جنھوں نے مسودہ کا بغور مطالعہ کیا اور اپنے ناقدانہ مشوروں سے نوازا میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ اپنی بیوی فاطمہ کا شکریہ ادا کروں، جن کا طویل صحافتی تجربہ اور مدیرانہ مہارت میرے لیے ایک عظیم اثاثہ ثابت ہوئی۔ اُن کی انتھک اور نہ ختم ہونے والی ترمیمات، اضافے اور حذف سے میں اکثر بے چین بھی ہو جاتا تھا لیکن اس کا نتیجہ بہر حال قابل قدر رہا۔

ڈاکٹر خلیق انجم کا شمار اُردو کے ممتاز ترین محققوں اور نقادوں میں ہوتا ہے۔ آزادی کے بعد وہ دہلی کے دبستان کے سب سے بڑے نمائندے ہیں۔ یوں تو ان کے کام کے بہت سے میدان ہیں۔ لیکن تین میدان ایسے ہیں، جن میں انھوں نے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ ایک تدوین متن دوسرے غالبیات اور تیسرے آثار قدیمہ۔

ان سے گفتگو کر کے اور یہ حرف آغاز پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ قرآن اور ہمارے پیارے رسول کے بارے میں ان کا مطالعہ کتنا گہرا ہے اور اسلامی تاریخ پر بھی ان کی کتنی گہری نظر ہے۔ ایسے عالمانہ حرف آغاز کے لیے میں ان کا شکر گزار ہوں۔

شاہد علی خاں صاحب بڑے فعال اور سرگرم انسان ہیں۔ ان ہی کی وجہ سے آج مکتبہ جامعہ ہندستان کا سب سے بڑا اشاعتی ادارہ ہے۔ اس کتاب کی طباعت میں انھوں نے جو دل چسپی لی ہے اور جس سلیقے کا اظہار کیا ہے، میں اس کے لیے ان کا ممنون ہوں۔

رفیق زکریا

پیغمبرِ اسلام کا مشن

قرآن مجید اسلام کی بنیاد ہے۔ اس مقدس کتاب کی آیات بیک وقت سکون بخش بھی ہیں اور دل دہلا دینے والی بھی، لطیف بھی ہیں اور ہیبت ناک بھی، پُر جلال بھی ہیں اور دل آویز بھی، حیرت افزا بھی ہیں اور دم بخود کر دینے والی بھی۔ قرنہا قرن سے یہ آیات مسلمانوں کے جذبۂ ایمان کو تازہ دم رکھتی آئی ہیں اور ان کا یہ عمل آج بھی جاری ہے۔ حضرت محمدؐ دراصل منشائے الٰہی کے اظہار کا ایک ذریعہ تھے، جیسا کہ معروف مورخ ایچ۔ آر۔ اے گب H.R.A. GIBB نے کہا ہے:

"پندرہ سو سال میں صوتی عمق کے حامل اس آلے (عربی زبان) کا استعمال دنیا کے کسی شخص نے اس قوت، اس جرأت اور ایسی اثر آفرینی کے ساتھ نہیں کیا جیسا کہ (حضرت) محمدؐ نے کیا ہے۔"

مسلمانوں کے لیے قرآن مجید اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتاب ہے۔ لیکن یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اگر حضرت محمدؐ نہ ہوتے تو قرآن مجید بھی نہ اُترتا۔ وہ نہ صرف قرآن مجید کی ترسیل کا ذریعہ ہیں بلکہ قرآنی تعلیمات کا مجسم نمونہ بھی ہیں۔ اسی لیے قرآن حکیم میں اُن کی زندگی کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ قرآن مجید میں آپ کے کام اور مشن (تحریکِ دین) کے متعلق حوالے بھی ہیں اور آپ کی جدوجہد اور سوانحی حالات کا بیان بھی۔ یہ تاریخی واقعات دنیا کی دوسری روایتوں کے مقابلے میں زیادہ معتبر سمجھے جاتے ہیں۔ آپ کے مخالفین بھی آپ کی زندگی کے واقعات کو دنیا کے

دوسرے تاریخی مواد سے زیادہ معتبر مانتے ہیں، چاہے وہ روایت پر ہی مبنی کیوں نہ ہوں۔

انگریزی زبان میں قرآن مجید کا اولین ترجمہ جارج سیل (George Sale) نے کیا۔ اس ترجمے کے ابتدا میں اُس نے ایک طویل پیش لفظ پیغمبر اسلام کی زندگی سے متعلق لکھا جس کا نام "ابتدائی مکالمہ" ہے۔ قرآن مجید کے ترجمے کے ساتھ حضور صلعم کے سوانحی حالات کی شمولیت قدیم مبصروں کے انداز تحریر کے عین مطابق ہے، کیوں کہ حضرت محمد صلعم اور قرآن حکیم کا رشتہ اتنا ہم آہنگ ہے کہ ایک کو دوسرے سے الگ کرنا مشکل ہے۔

قرآن مجید رسول اکرم حضرت محمد صلعم پر ساتویں صدی عیسوی میں نازل ہوا۔ یہ دور عام بے چینی، سیاسی عدم استحکام اور غیر یقینی حالات کا دور تھا۔ یہود و نصاریٰ اپنے اپنے داخلی جھگڑوں میں اُلجھے ہوئے تھے۔ اُن کی اخلاقی اور دینی قدریں روبہ زوال تھیں۔ یہ مذاہب ابھی تک یورپ کو اپنی لپیٹ میں نہ لے سکے تھے۔ ایرانی اور بازنطینی کی عظیم سلطنتیں خوں ریز جنگوں میں مصروف تھیں۔ ایشیا میں کہیں کہیں بدھ ازم اور کنفیوشیس کے فلسفے نے لوگوں کو متاثر کیا تھا لیکن اکثر علاقوں میں بت پرستی عام تھی۔ ایسے پُر آشوب زمانے میں تہذیب و تمدن کے مراکز سے دور سرزمین عرب کے وسطی صحرا میں سرورِ کائنات حضرت محمدؐ نے توحید کی صدا بلند کی اور لوگوں کے سامنے قرآن مجید کا تحفہ پیش کیا۔ یہ لوگ قدیم وحشیانہ رسم و رواج کے عادی تھے۔ توہم پرستی کو قابل فخر سمجھتے تھے اور جادو ٹونے پر کامل یقین رکھتے تھے۔ ان کی تمام توانائیاں نسل در نسل چلنے والی جنگوں میں ضائع ہوتی تھیں۔

مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ پر قرآن مجید نازل فرمایا۔ اس کتاب کی تخلیق میں آنحضور صلعم کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اسی لیے مسلمان اُس کتاب میں تبدیلی کی بات کسی بھی حالت میں برداشت نہیں کر سکتے۔ خود رسول اللہؐ بھی اس کتاب میں ایک بھی لفظ کا اضافہ یا تخفیف نہیں کر سکتے تھے۔ قرآن مجید میں صاف کہہ دیا گیا ہے کہ اگر حضرت محمد صلعم نے اس کتاب میں رد و بدل کی ذرا سی بھی کوشش کی تو اُن پر اللہ کا عتاب نازل ہوگا۔ پھر کسی اور شخص کو آج یا آئندہ رد و بدل

کی اجازت کس طرح دی جا سکتی ہے۔

قرآن مجید مسلمانوں کے لیے ایک ایسا آسمانی صحیفہ ہے، جس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں، یہ تبدیلی نہ استعاراتی طور پر ممکن ہے، نہ لفظی طور پر اور یہی مسلمانوں کے ایمان و ایقان کا معاملہ ہے اور عقلیت پسندی انھیں اس ایقان سے منحرف نہیں کر سکتی۔ جس طرح دنیا میں خدا کو انسانی ذہن کی تخلیق کہنے والے لوگ موجود ہیں۔ اسی طرح ایسے لوگ بھی موجود ہیں، جو قرآن مجید کو حضرت محمدؐ کی تخلیق ثابت کرنے پر بضد ہیں۔ ایسے لوگوں کو قائل کرنے کی کوشش کرنا لاحاصل ہے۔ دنیا کے عظیم مفکر اور ماہر اسلام امام غزالیؒ کے اس قول پر مسلمانوں کو یقین کامل ہے کہ "جہاں عقلیت پسندی کی حد ختم ہوتی ہے وہیں ایمان کی سرحد شروع ہوتی ہے۔"

کون سے امور روحانی ہیں اور کون سے مادی؟ آسمانی وحی کیا ہے؟ اور شخصی تخلیق کسے کہتے ہیں؟ یہ ایسے سوالات ہیں، جو صدیوں سے متجسس ذہنوں کو پریشان کرتے آئے ہیں۔ لیکن ان سوالات پر بحث کا یہ موقع نہیں ہے اور نہ مافوق الفطرت امور سے متعلق فلسفیانہ نظریات پر روشنی ڈالنے کا یہ محل ہے۔ ہمارے مخاطب وہ باایمان لوگ ہیں جن کے لیے نظر نہ آنے والا عالم روحانی نظر آنے والی مادی دنیا سے زیادہ حقیقی اور اہم ہے۔ قرآن مجید میں تاکید کے ساتھ بار بار یہ بات کہی گئی ہے کہ اس مقدس کتاب کی تخلیق میں کوئی انسان شریک نہیں ہے۔ یہ مسلمانوں کے ایمان و عقیدہ کا مرکزی نقطہ ہے کہ قرآن مجید صرف اور صرف اللہ کا کلام ہے اور اللہ کے کلام کو انسان تبدیل نہیں کر سکتا۔

عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح مسلمانوں کا بھی یہ عقیدہ ہے کہ زمین اور آسمان پر پائی جانے والی ہر چیز کا خالق صرف اللہ ہے۔ اور اس کی مرضی کے بغیر پتا بھی نہیں ہل سکتا۔ لیکن یہودی توراۃ کو اور اکثر عیسائی بائبل کو من وعن اللہ کا کلام نہیں سمجھتے۔ جب کہ مسلمان قرآن مجید کے ہر لفظ کو کلام الٰہی مانتے ہیں۔ مسلمان دوسرے مذاہب کے پیغمبروں پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور اُن کی کتابوں کو بھی قبول کرتے ہیں بشرطیکہ وہ اُسی حالت میں ہوں جیسی کہ نازل ہوئیں تھیں۔

لیکن مسلمانوں کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم المرسلین ہیں۔ آپ پیغمبر آخر الزماں ہیں اور آپ کے بعد نبوت پر مہر لگ گئی۔ وہ آخری پیغمبر کیوں ہیں اور کیوں نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا؟ ان سوالوں کا جواب علامہ اقبال نے دیا ہے:

"اسلام میں منصبِ رسالت درجۂ کمال کو پہنچ کر خود اپنے اختتام کا تقاضا کرتا ہے۔ اس بات کی اساس یہ خیال ہے کہ حیاتِ انسانی تا قیامت خارجی بیساکھیوں کے سہارے نہیں چل سکتی۔ انسان کو مکمل شعورِ ذات کے لیے خود اپنے وسائل پر انحصار کے لیے آزاد چھوڑ دینا ناگزیر ہے۔"

پیغمبری الوہیت کی خالق نہیں ہو سکتی۔ پیغمبر دراصل صفاتِ الوہیت سے متصف نہیں تھے۔ وہ صرف اللہ کے پیغام کو بندوں تک پہنچانے کا ایک ذریعہ تھے۔ اسی لیے قرآن مجید اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ دوسرے پیغمبروں کی طرح حضرت محمدؐ بھی ایک انسان تھے اور تمام انبیا علیہم السلام نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اپنے اچھے اور برے اعمال کے لیے انسان صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہے۔ جزا اور سزا کا فیصلہ صرف اسی ذاتِ مطلق کے ہاتھ میں ہے اور روزِ قیامت وہی مستحق لوگوں کو انعام سے نوازے گا اور گنہگاروں کو سزا کا مستحق قرار دے گا۔ اس لیے اسی ذاتِ واحد کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں دخل اندازی کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لفظ بہ لفظ حضرت محمد صلعم کے ذریعے ان تک پہنچا ہے جو قرآن مجید کی شکل میں آج تک محفوظ ہے۔ رسول اللہ صلعم کے پاس اس کے علاوہ کوئی مافوق الفطرت طاقت نہیں تھی۔ ایسی طاقت کی نہ کبھی آپ نے تمنا کی اور نہ ہی آپ کو اللہ کی طرف سے عطا کی گئی۔ جب آپ کے دشمنوں نے مطالبہ کیا کہ آپ پیغمبری کے دعوے کے ثبوت میں کوئی معجزہ دکھائیں تو آپ نے جواب دیا کہ قرآن مجید ہی آپ کا واحد معجزہ ہے جو آپ پر وحی کی صورت میں نازل ہوا ہے۔ خدا کے پیغام کی ترسیل ہی آپ کا مقصدِ حیات تھا۔ اور اسی مقصد کی تکمیل میں آپ کے قدم کبھی

نہیں ڈگمگائے۔ اس منزل تک پہنچنے کے لیے آپ کو بے پناہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بے شمار مصیبتیں جھیلنی پڑیں۔ پھر بھی آپ ثابت قدم رہے اور بالآخر کامیاب وکامران ہوئے۔ آپ کی کامیابی نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ ایچ۔ جی۔ ویلس (H.G. WELLS) اپنے معاندانہ رویے کے باوجود یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوا کہ:

"اسلام اس لیے غالب ہوا کہ یہ اس زمانے کا سب سے بہتر سیاسی وسماجی نظام تھا۔ یہ مذہب جہاں بھی پہنچا وہاں کے لوگوں کی اکثریت سیاسی شعور سے بے گانہ تھی۔ لوگ غیر تعلیم یافتہ اور غیر منظم تھے۔ انھیں دھمکایا جاتا تھا، ڈرایا جاتا تھا۔ لوٹا جاتا تھا اور اس وقت کی حکومتیں عوام سے لاپرواہ اور اُن کے مسائل سے ناواقف تھیں۔ اسلام ایک وسیع ترین، تازہ ترین اور صاف وشفاف سیاسی تصور پیش کرتا تھا جو تاریخ میں پہلی مرتبہ کامیابی سے برتا گیا۔ دوسرے تمام مذاہب کے مقابلے میں اسلام نے نوعِ انسانی کی بھلائی وفلاح کو زیادہ مقدم رکھی اور انھیں بہتر زندگی گزارنے کے مواقع فراہم کیے۔"

اسلامی سیاست اعلیٰ وارفع ترین معنوں میں سیاست تھی۔ جس کا مقصد غریبوں اور ناداروں کی ترقی اور کچلے ہوئے طبقوں کی بھلائی وبہبودی تھا اور حضرت محمدؐ کو یقین تھا کہ ان دونوں مقاصد کا حصول تب ہی ممکن ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار کرے۔ آپ نے لوگوں کو یہ بھی یقین دلایا کہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی انھیں حاصل ہے اور قرآن حکیم اللہ کے انھی رہنمایانہ احکامات پر مشتمل کتاب ہے۔

اسلام قبول کرلینے کے بعد جب لوگوں کو آپ کا قرب حاصل ہوا تو اُن کی نظروں میں حضور اکرمؐ کے لیے نہ صرف تعظیم وتحسین کے جذبات پیدا ہوئے، بلکہ ایک طرح کا تقدس بھی شامل ہوگیا۔ حضورصلعم خدا کے محبوب بندے ہیں اور وہ عام انسانوں سے بلند تر درجہ رکھتے ہیں۔ سرورِ کائنات اپنے صحابہ کو سرزنش کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ آپ انھیں میں سے ایک ہیں۔ سب کی طرح انسان ہیں اور اعلیٰ وارفع ترین انسان کا بھی رب جلیل سے مقابلہ نہیں کیا جاسکتا اور صرف اللہ کی

ذات ہی قابلِ پرستش ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے عجز و انکساری سے اپنا کام جاری رکھا۔ آپ نے نہ روحانی برتری ظاہر کرنے کی کوشش کی اور نہ کبھی دنیاوی شان و شوکت کا اظہار فرمایا۔ ایک انسان کی حیثیت سے آپ سے بعض بشری عمل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر تاکید بھی کی گئی۔ مثال کے طور پر ایک مرتبہ آنحضرت صلعم بہت ہی اہم قبیلوں کے سرداروں سے محوِ گفتگو تھے اور ان کو قبولِ اسلام کی طرف راغب کرنے کی کوشش فرما رہے تھے۔ اسی اثناء میں ایک اندھا آدمی دینی معاملات میں رہنمائی کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور نے اس اندھے کو واپس کر دیا۔ اس بے اعتنائی پر اللہ تعالیٰ نے فوراً وحی کے ذریعہ ارشاد فرمایا:

> "جب ایک اندھا آدمی تمہارے پاس آیا تو تمہارے ماتھے پر بل پڑ گئے اور تمہیں کیا معلوم کہ وہی سدھرنے اور سنورنے کے لیے آیا ہے۔ یا وہ نصیحت پر غور کرتا تو اس کو نفع ہوتا۔ تم اس کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہو جو لاپرواہی برتتا ہے۔ اگر وہ پاکیزہ راہ قبول نہ کرے تو تم پر کوئی الزام نہیں ہے۔ اور تم اس کی طرف توجہ نہیں کرتے جو تمہارے پاس دوڑتا چلا آتا ہے۔ اور وہ اللہ سے ڈرتا بھی ہے۔ تم اس سے بے رخی کرتے لگے۔ ایسا نہ کرو بے شک یہ ایک نصیحت نامہ ہے۔"
>
> (سورہ ۸۰ آیات ۱ سے ۱۰)

اس کے علاوہ کئی اور موقعوں پر بھی حضرت محمدؐ کی یاد دہانی کرائی جاتی رہی کہ آپ کو کن باتوں پر عمل کرنا ہے اور کن باتوں سے پرہیز۔ گویا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان ایک ربط سا قائم رہا۔ آنحضور صلعم نے ہمیشہ خود کو اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجز و حقیر ظاہر کیا۔ آپ نے اپنی امت کو خبردار فرمایا کہ اللہ اور رسول کو ایک سطح پر نہ رکھیں۔ آپ اس معاملے میں اتنے محتاط تھے کہ آپ نے کبھی اپنی تصویر یا مجسمہ بنانے کی اجازت نہیں دی۔ اور نہ ہی اپنے مزارِ مبارک پر کسی معبد کی تعمیر کی اجازت دی۔ کیوں کہ آپ کو اندیشہ تھا کہ لوگ کہیں ان چیزوں کی پرستش نہ شروع کر دیں اور اس طرح شرک کے مرتکب ہوں۔

کئی حدیثیں اس بات کی شہادت میں ملتی ہیں کہ آنحضرت صلعم نے خود کو دیوتا بنانے کی کوششوں کی سختی سے ممانعت فرمائی۔ در حقیقت قرآن مجید میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ شرک بھی کفر کی طرح ہی گناہِ عظیم ہے۔

اس کے باوجود آپ کے بیشتر پیروؤں نے اپنی بے پناہ عقیدت کے باعث غلو سے کام لیتے ہوئے آپ کے مقام کو اُلوہیت کے درجے تک پہنچانے کی کوشش کی۔ مسلمانوں کے بعض فرقے تو آپ کو اللہ سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ ماہر اسلامیات پروفیسر کینٹول اسمتھ (CANTWELL SMITH) کے الفاظ ہیں:

"مسلمان خدا کے خلاف کلمات کو برداشت کرلیں گے۔ اُن میں دہریے بھی ہیں اور دہریت پر مبنی تصانیف بھی اور عقلیت پسند سوسائٹیاں بھی موجود ہیں۔ لیکن حضرت محمدؐ کے خلاف ایک لفظ بھی مسلمانوں کو برافروختہ کرنے کے لیے کافی ہے۔ وہ چاہے کتنے ہی روشن خیال کیوں نہ ہوں۔"

یعنی "با خدا دیوانہ باشد با محمدؐ ہوشیار"

مختلف ممالک میں اسلام کی اشاعت میں گزری ہوئی کئی صدیوں کے دوران حضور اقدسؐ کے خلاف دشنام طرازیوں کے ردعمل کے طور پر مسلمانوں نے آپ کی عظیم شخصیت کے گرد ہزار رنگ داستانوں اور خیالی افسانوں کا ایک جال سا بُن دیا ہے۔ یہ مبالغہ آرائی رسول اللہ صلعم کی سخت ممانعت کے باوجود روا رکھی گئی۔ کئی حدیثوں میں ایسی مبالغہ آمیز تعظیم پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ متعدد بار رسول اللہ نے فرمایا کہ آپ بھی اپنے صحابہ کی طرح ایک انسان ہیں۔

مثال کے طور پر ایک دن آپ نے کچھ لوگوں کو کھجور کی کاشت کرتے ہوئے پایا۔ آپ نے انھیں درخت لگانے کا نیا طریقہ بتایا۔ لیکن اس سے پیداوار میں خاصی کمی واقع ہوگئی۔ جب یہ بات آپ کے علم میں لائی گئی تو آپ نے فرمایا:

"میں بھی صرف ایک انسان ہوں۔ جب میں تمھیں دینی اُمور میں اللہ کے نام پر حکم دوں تو تم اس کی تعمیل کرو۔ لیکن دنیاوی معاملات میں اپنی شخصی رائے کا اظہار کروں تو سمجھ لو کہ ان معاملات میں میری حیثیت ایک بشر سے زیادہ نہیں۔"

اسلام کے دشمنوں نے چند قرآنی آیات کو اس بہانے سے ہدف بنایا کہ حضرت محمد صلعم نے بعض حالات اور مسائل سے نمٹنے کے لیے (نعوذ باللہ) ان آیات کو اپنے ذہن سے اختراع کیا ہے۔ لیکن آیات قرآنی کا سرسری مطالعہ بھی یہ بات ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ قرآن حکیم کی اساس ہی ایسے احکامات پر مبنی ہے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ رسول کی روزمرہ زندگی میں رہنمائی فرماتا ہے۔ آپ پر قرآنی آیات پاکیزہ راستہ دکھانے کے لیے رہنمایانہ اصولوں کی صورت میں نازل ہوئیں یا پھر غلطیوں کی تصحیح کے لیے نصیحت کی صورت میں۔ لہٰذا صرف عام واقعات یا پھر صرف اخلاقی مسائل کا بیان ہی ان کا مقصد نہیں ہو سکتا۔ ان میں کچھ خاص واقعات کا بھی ذکر ملتا ہے۔ رسول اللہ کے ناقد آپ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ بعض ہنگامی حالات کے زیر اثر آپ نے (نعوذ باللہ) اختراع سے کام لیا۔ خاص طور سے ذاتی نوعیت کے معاملات میں۔ مثلاً جب حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائی گئی تو ان کی پاک دامنی کے ثبوت میں وحی نازل ہوئی۔ دوسری وحی میں حضرت زینبؓ سے شادی کی اجازت مرحمت فرمائی گئی۔ جو حضرت زیدؓ کی بیوی تھیں اور حضرت زیدؓ آپ کے متبنیٰ بیٹے تھے۔ حضور اکرم کے ازدواجی تنازعات کے سلجھانے کے لیے بھی ایک وحی نازل ہوئی۔ لیکن رسول اللہ صلعم کی زندگی کے یہ واقعات بہت ہی اہمیت اور دوررس نتائج کے حامل تھے۔ اور پوری امت کا ان سے متاثر ہونا لازمی تھا۔ ان معاملات میں آپ نے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی کی درخواست کی اور اللہ نے آپ کو صحیح راہ دکھائی۔ حضرت عائشہؓ سے متعلق وحی میں کسی پاک دامن عورت پر بہتان تراشی کی ممانعت کی گئی اور بہتان لگانے والے لوگوں کے لیے سزا تجویز کی گئی۔ ایسے واقعات کی تصدیق کے اصول بھی بتائے گئے۔ حضرت زینبؓ سے متعلق وحی میں گود لینے کی قدیم رسم کو ترک کرنے کے احکامات نازل ہوئے اور ازواج مطہرات سے متعلق وحی میں ازدواجی تعلقات کے بارے میں ضابطۂ اخلاق نازل ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں مسلمانوں کی روزمرہ زندگی سے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ مثلاً گھر میں کس طرح داخل ہونا چاہیے۔ سلام ہمیشہ پہل کرنا چاہیے۔ کس طرح کا

لباس پہننا چاہیے۔ گفتگو کا انداز کیسا ہو۔ اگر یہ واقعات چیدہ چیدہ ہوتے تو شخصی مفاد کے لیے قرآنی آیات کا استعمال سمجھ میں آسکتا تھا۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ تمام آیات قرآنی احکامات کا ایک اٹوٹ حصہ ہیں۔

قرآن مجید میں رسول اللہ کی شخصیت کو قرآنی تعلیمات کا مجسم نمونہ اور ایک مثالی انسان کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ ایسے واقعات کو حذف کر دینا ممکن نہیں تھا جو حضور اقدس اور آپ کے صحابہ کے لیے پریشانی اور الجھن کا باعث بنے ہوئے تھے کیوں کہ یہ بات قرآن مجید کے مزاج کے مطابق نہ ہوتی۔ آپ کی زندگی ایک کھلی کتاب ہے۔ قرآنی آیات کو سمجھنے اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے لیے یہ بات ضروری بھی تھی۔ اسی لیے آپ نے اپنی زندگی کے تمام حالات سے اپنے صحابہ کو واقف رکھا اور کوئی بات مخفی نہیں رکھی۔

قرآن مجید دوسرے آسمانی صحیفوں سے کئی باتوں میں مختلف ہے۔ یہ صرف اخلاقی ضابطوں، فلسفے اور مابعد الطبیعاتی امور پر مشتمل کتاب نہیں ہے بلکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو پاکیزہ اعمال کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ مقامی واقعات سے متعلق نازل شدہ آیات بھی سبق آموز ہیں۔ یہ آیات مذہبی اعتبار سے کم اور تاریخی اعتبار سے زیادہ اہمیت کی حامل ہو سکتی ہیں یا آخرت سے زیادہ مادی اُمور سے متعلق ہو سکتی ہیں۔ لیکن ہر صورت میں اُن کی اخلاق سازی کی اہمیت مسلّم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ آیات مادی اور روحانی اُمور کا حسین امتزاج ہیں۔ کہیں پر ایک پہلو حاوی ہے تو کہیں پر دوسرا۔ آنحضور صلعم کی زندگی مسلمانوں کے لیے ایک آئینہ ہے جس میں وہ قرآنی احکامات کو ثمر آور ہوتے ہوئے دیکھ سکتے ہیں۔ آپ انسانیت کی معراج کا نمونہ ہیں اور آپ کی تقلید ضروری ہے۔ پھر بھی آخری دم تک آپ اسی انسانی معاشرے کے ایک فرد رہے۔ آپ اپنے صحابہ ہی کی طرح گفتگو بھی کرتے تھے، مسکراتے بھی تھے۔ اور صدمے بھی برداشت کرتے تھے۔ سب کی طرح آپ کی آنکھیں بھی نم ہوتی تھیں۔ آپ نے سب کی طرح شادیاں بھی کیں۔ اولادیں بھی پیدا کیں۔ آنحضرت صلعم دینِ فطرت کے مبلغ بھی تھے اور ایک بہترین منتظم بھی۔ آپ ایک بہترین منصف

بھی تھے اور ایک عظیم قانون ساز بھی۔ آپ ایک بہادر سپاہی بھی تھے اور ایک بہترین پیغامبر امن بھی۔ آپ سے پہلے کسی مذہبی رہنما میں یہ تمام خوبیاں ایک ساتھ جمع نہ ہوسکی تھیں۔ آپ کی عظیم شخصیت کو کسی بنے بنائے سانچے میں سمیٹنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ذریعے حق کی ترسیل کے لیے آپ کو منتخب کیا۔

قرآن مجید مختلف سورتوں کی شکل میں نازل ہوا جن میں موقع بہ موقع ہدایتیں نازل ہوتی رہیں۔ ان ہدایات سے قدرتی طور پر اصول و ضوابط حاصل ہوتے ہیں۔ اگرچہ ہر زمانے میں اُن کی مختلف تعبیریں کی گئیں۔ چوں کہ پیغمبر اسلام اپنی امت کے لیے ایک مثالی انسان تھے اس لیے یہ ضروری تھا کہ آپ کا ہر عمل عوامی تفتیش کے لیے کھلا ہو۔ دوسرے مذاہب کے پیغمبروں کی شخصیتیں افسانوں اور داستانوں کے غبار میں دھندلائی ہوئی تصویر کی طرح ہیں۔ ان کے افعال و اقوال کو ثابت کرنے کے لیے بہت کم تاریخی شہادتیں دستیاب ہیں۔ لیکن رسول اللہ صلعم کی زندگی اس طرح نہیں گزری۔ بلکہ آپ کی حیات اور موت دونوں ہی اظہر من الشمس ہیں۔ رام چندر جی کا جنم آج سے پانچ ہزار سال قبل ہوا تھا۔ اس لیے اُن کی شخصیت کو تاریخی تناظر میں دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ یہی حال مہاتما گوتم بدھ، زرتشت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات بھی واقع طور پر دنیا کے سامنے نہیں آسکے لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے متعلق مکمل تاریخی مواد آج بھی دستیاب ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آج کے معیار کے مطابق یہ مواد مکمل نہ تسلیم کیا جائے۔ جیسا کہ مشہور مورخ فلپ ہٹی نے اپنی کتاب "عربوں کی تاریخ" میں لکھا ہے:

> "دنیا کے پیغمبروں میں وہ تنہا پیغمبر ہیں جو تاریخ کی روشنی میں پیدا ہوئے۔"

کچھ عرصہ بعد ہی آپ کی امت نے آپ کو الوہی صفات کی حامل شخصیت بنادیا۔ آپ کی حدیثوں میں تحریف کی گئی اور آپ کے افعال کو بھی غلط انداز میں

پیش کیا گیا۔ آپ نے جن مخصوص حالات میں اپنا فرض انجام دیا اُن کی روشنی میں آپ کی زندگی کو پرکھنے میں اکثر مسلم مورخ اور مبصر بھی ناکام رہے ہیں۔ یہ مورخ اس عہد کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر رہے۔ ان لوگوں نے دنیاوی اور عارضی امور کو تقدس کا درجہ دے دیا اور مادی و روحانی معاملات کا فرق نہ سمجھ سکے۔ ان لوگوں نے اسلام کو ایک جامد فلسفہ بنا دیا اور حضور اکرم کو ایک جمہوریت پسند شخصیت کی بجائے ایک آمر کے روپ میں پیش کیا۔ آپ یقیناً ایک انقلابی شخصیت کے مالک تھے۔ اور آپ کی تعلیمات زمان و مکاں کی حدود سے بالاتر ہیں۔ آپ نے اپنی امت کے عادات و خصائل کو زیر و زبر کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ قدیم رسم و رواج کی بیخ کنی کیے بغیر آپ نے ضروری ترمیم کے ساتھ انہیں برقرار رکھا۔

قرآن حکیم نے خود آپ کو اپنے کام میں احتیاط برتنے کی تلقین کی ہے۔ یہ تلقین بھی کی گئی کہ لوگوں کو زور زبردستی سے نہیں بلکہ نرمی کے ساتھ سمجھا کر اسلام کی طرف راغب کیا جائے اور بالآخر آپ ایک ایسے معاشرتی نظام کی تعمیر میں کامیاب ہوئے جس نے ایک سو سال کی قلیل مدت میں دنیا کے لاکھوں انسانوں کی تقدیر بدل دی۔ اسی لیے ون وڈ ریڈ (WIN WOOD REED) نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف "انسان کی شہادت" (MARTYRDOM OF MAN) میں لکھا ہے کہ :

"بجائے یہ شور مچانے کے کہ حضرت محمدؐ نے کچھ نہیں کیا ہمیں اس بات پر حیرت کرنی چاہیے کہ آپ نے اتنا کچھ کر دکھایا۔ ایک فرد واحد تاریخ انسانی کو کس حد تک متاثر کر سکتا ہے اس کی بہترین مثال آپ کی شخصیت ہے۔ اس فرد واحد نے چہار دانگ عالم میں اپنی قوم کی عظمت کا سکہ بٹھا دیا۔ اور نصف کرۂ ارض پر اپنی زبان کی ترویج کا باعث بنا۔"

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ آنحضرت صلعم پر مکمل قرآن بیک وقت نازل نہیں ہوا، بلکہ حسب ضرورت وقفے وقفے سے نازل ہوتا رہا۔ قرآن مجید کا نزول اُس وقت شروع ہوا جب آپ کی عمر چالیس سال تھی اور تیئس سال بعد آپ کے وصال

تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ لہٰذا آیات قرآنی کا جائزہ اُس زاویے سے لینا چاہیے جس کو اسلامی دینیات میں "شانِ نزول" کہا جاتا ہے۔ یہ حالات قرآن مجید کا ضروری حصہ ہیں۔ قرآنی آیات کے اب و لہجے میں وقت کے تقاضوں کے مطابق تبدیلی محسوس کی جاسکتی ہے۔ بعض اوقات صرف چند آیات کا نزول ہوا اور بعض مرتبہ پوری ایک سورت کا۔ قرآن مجید میں اکثر بیانات اور احکامات کی تکرار ملتی ہے۔ مختلف واقعات سے متعلق نازل ہونے والی آیات میں وقت کے تقاضے کے مطابق پہلے نازل شدہ احکامات اور رہنما اصولوں کو دہرایا جانا ناگزیر تھا۔ لیکن تمام آیات میں اللہ کی وحدانیت اور اس کے قادر مطلق ہونے کا بنیادی پیغام بار بار دہرایا گیا ہے۔ باایمان لوگوں کو مسلسل تاکید کی گئی کہ ان باتوں پر سمجھوتہ ممکن نہیں۔ ان حقائق کی روشنی میں "آیاتِ شیطانی" کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ جن کو سلمان رشدی کے ناول کی وجہ سے دنیا بھر میں شہرت حاصل ہوتی ہے۔

اپنے ناول "شیطانی آیات" میں سلمان رشدی نے اس قصے کو اپنے مخصوص انداز میں پیش کیا ہے۔ مشرکین مکہ میں تین دیویاں لات، عزیٰ اور منات بہت مقبول تھیں۔ ان کے بتوں کی پرستش کی جاتی تھی۔ سلمان رشدی کا بیان ہے کہ اپنے پیروؤں کی تعداد میں اضافے کی خاطر رسول اللہ صلعم نے (نعوذ باللہ) ان بتوں کی تعریف میں کچھ آیات سنائیں اور ان بتوں کو "اعلا منصب پر فائز پرندے قرار دیا جن کی مداخلت کی یقیناً خواہش کی جاتی ہے۔" یہ سنتے ہی خانہ کعبہ میں موجود مسلمانوں اور مشرکوں کے ملے جلے مجمع میں ہلچل مچ گئی۔ ایک شور برپا ہو گیا اور یہ چیخ و پکار ایک اسکینڈل کی شکل اختیار کر گئی۔ خوشیاں منائی گئیں اور مشرکین مکہ اپنی دیوی "لات" کے گن گانے لگے۔ رشدی کا بیان ہے کہ "جب مشرکین مکہ کے ساتھ مفاہمت کی کوشش ناکام ہو گئی تو رسول اللہ نے بتوں کے سامنے کھڑے ہو کر ان آیات کے رد کیے جانے کا اعلان کیا۔ اور فرمایا کہ یہ آیات شیطان نے آپ کے کان میں پھونک دی تھی۔ ان آیات کو قرآن مجید میں سے خارج کر دیا گیا اور اُن کی جگہ دوسری

آیات شامل کرلی گئیں۔

یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ کئی مستشرقین نے بھی اس قصّے کی اسی طرح تشہیر کی ہے۔ اس روایت کو مستشرقین نے بھی قدیم مسلم مورخوں کی تحریروں سے حاصل کیا۔ اور اس میں مزید ریشہ دوانیاں کی ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب رسول اللہ نے برملا تبلیغ دین کی ابتدا کی تھی۔ آپ کے مخالفین اور ناقدین نے اس واقعہ کو کافی نمایاں انداز میں پیش کیا ہے۔ کیوں کہ کہا جاتا ہے کہ اس سے آپ کے مشن (دینی تحریک) کے کھوکھلے پن کا اظہار ہوتا ہے۔ خصوصاً یہ دعوا مشکوک ہوجاتا ہے کہ قرآن مجید ایک آسمانی کتاب ہے اور یہی دعوا اسلام کے عقیدے کی بنیاد ہے۔ چوں کہ اس قصّے کو رسول اللہ صلعم کے پاکیزہ کردار کو بھی مشکوک بنانے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہوجاتا ہے کہ اس قصّے کی پوری چھان بین کی جائے اور اس کو صحیح تاریخی پس منظر میں سمجھا جائے۔

میں پہلے ہی واضح کرچکا ہوں کہ حضور اقدس نے اسلام کے اس بنیادی عقیدے کی اشاعت کی کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے وہ تمام کائنات کا خالق ہے۔ وہ سب کو دیکھتا ہے لیکن اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ وہ قادرِ مطلق ہے۔ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان کوئی شخص وسیلہ نہیں بن سکتا۔ یہی اسلام کے عقیدۂ توحید کی روح ہے۔ یہ عقیدہ ہر شک وشبہ سے اور ہر شرط سے بالاتر ہے۔ اور اس پر کوئی سمجھوتہ ممکن نہیں۔ خالق ومخلوق کے درمیان نہ انسان واسطہ بن سکتا ہے اور نہ ہی کوئی دیوتا۔ نہ کوئی جاندار نہ ہی کوئی بے جان۔ پیغمبر صرف اللہ کے پیغام کی ترسیل کا ذریعہ ہیں۔ کسی پیغمبر کو یہ اختیار نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں مداخلت کرسکے اور نہ ہی وہ اللہ اور بندے کے رشتے پر اثر انداز ہوسکتے ہیں۔ روزِ حشر اللہ اپنے بندوں کو نیک یا بد اعمال کی کسوٹی پر جانچے گا۔ اور جزا یا سزا کا فیصلہ سنائے گا۔ وہ لوگ جو پیغمبروں کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہوں گے اور نیک اعمال پر کاربند ہوں گے اللہ کے انعام کے حقدار قرار پائیں گے۔ اور جو لوگ پیغمبروں کی نافرمانی

کریں گے اور اعمال بد کے مرتکب ہوں گے وہ سزا کے مستحق قرار دیئے جائیں گے۔ یہی قرآنی تعلیمات کی بنیاد ہے۔

اب ہم "شیطانی آیات" سے متعلق نام نہاد روایت کا مطالعہ کریں گے کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ حضور اکرم کی نبوت کے ابتدائی دور میں پیش آیا۔ ایک دن آپ نے خانہ کعبہ (خدا کا پہلا گھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا) میں سورہ نجم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس موقع پر حضور اقدس کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے۔

"کیا کبھی تم نے لات، عزیٰ اور تیسری دیوی منات پر غور کیا ہے۔ وہ اعلا منصب پر فائز پرندے ہیں جن کی سفارش کی امید کی جا سکتی ہے؟"

اس وقت خانہ کعبہ میں موجود مسلمانوں اور مشرکوں کے ملے جلے مجمع میں ہلچل مچ گئی۔ مشرکین مکہ ان دیویوں کا بہت احترام کرتے تھے اس بات پر انھیں بے حد مسرت ہوئی کہ ان بتوں کے نام حضور صلعم کی زبان پر آ گئے۔ ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ صلعم اس طرح ان سے مصالحت کے لیے پہل کر رہے ہیں۔ ان آیات کو سنتے ہی مسلمانوں کے ساتھ مشرک بھی سجدے میں گر پڑے۔ کہا جاتا ہے کہ خدا کے فرشتے جبرئیل نے رسول اللہ سے کہا کہ یہ الفاظ شیطان نے آپ کی زبان پر جاری کر دیئے تھے۔ لہٰذا ان الفاظ کو رد کر دیا جائے۔ اسی لیے یہ الفاظ شیطانی آیات کے نام سے مشہور ہوئے۔

صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہانی قرآنی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔ قرآنی تعلیمات میں توحید بنیادی عقیدہ ہے۔ اس لیے یہ من گھڑت کہانی رسول اللہ صلعم کے مشن کے خلاف بھی ایک سازش ہے۔ رسول اللہ کی نبوت کے ابتدائی دور میں جب مشرکین مکہ کے ایک نمائندہ وفد نے جب آپ سے یہ درخواست کی کہ آپ ان کے بتوں کو مان لیں تو وہ بھی اللہ پر ایمان لے آئیں گے تو آپ نے جواب دیا تھا "اگر تم میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دو تب بھی میں اس اعلان سے باز نہیں آؤں گا کہ اللہ ایک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔"

ابن اسحاق (متوفی ۷۶۸ء) نے سب سے پہلے اس قصے کو اپنی کتاب سیرت رسول اللہؐ میں شامل کیا۔ کہا جاتا ہے کہ کئی راویوں نے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ ابن اسحاق نے اس روایت کو رسول اللہ کے چچا حضرت عباسؓ (وفات ۶۸۰ء) کے نام سے منسوب کیا ہے۔ اس کتاب کے اوراق مختلف شہروں میں بکھرے پڑے تھے۔ ابن اسحاق کی موت کے ایک سو سال بعد ابن ہشام (وفات ۸۳۴ء) نے ان منتشر اوراق کو جمع کر کے کتابی صورت میں ترتیب دیا اس طرح یہ کتاب حضور اکرمؐ کے سیرت نگاروں کے لیے بنیادی ماخذ بن گئی۔ لیکن ابن ہشام نے اپنی مرتبہ کتاب میں شیطانی آیات کی روایت کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس نے اس قصے کو دروغ گوئی پر محمول کرتے ہوئے نظر انداز کر دیا، لیکن بعد کے مورخوں نے اس قصے کو اپنی کتابوں میں شامل کر لیا۔ مثلاً واقدی (۷۴۷ تا ۸۲۳ء) ابن سعود (۷۸۴ تا ۸۴۵ء) اور طبری (۸۳۹ تا ۹۲۳ء) نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر ابن اسحاق کے حوالے سے اس قصے کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

رسول اللہؐ کی زندگی سے متعلق تفصیلات جمع کرنے میں ابن اسحاق کے کام کی بڑی اہمیت ہے۔ لیکن اکثر وہ غیر ذمہ دارانہ بیانات لکھنے پر مائل ہو جاتا ہے۔ حقائق کے جمع کرنے میں اس نے اگرچہ بہت محنت کی ہے لیکن اکثر وہ حقیقت اور افسانے میں امتیاز کرنے سے قاصر ہے۔ اسی لیے وہ اپنے کئی ہم عصر عالموں کی ملامت کا نشانہ بنا۔ اکثر علماء نے ابن اسحاق کے جذباتی طرز تحریر، غیر متوازن رویے اور واقعات کو رومانوی رنگ میں پیش کرنے کے رجحان کی مذمت کی ہے۔ اسلام کے چار مسلکوں میں سے ایک کے بانی امام مالکؒ (جو ابن اسحاق کے ہم عصر تھے) نے اس کو شیطان کہا ہے، جو غلط واقعات کے ذریعے لوگوں کو بہکا رہا ہے۔ اسی زمانے کے ممتاز عالم ہشام بن عروہ نے ابن اسحاق کے بارے میں کہا کہ "بدمعاش جھوٹ بکتا ہے۔" اسلام کے عظیم ماہر فقہ امام حنبلؒ نے بھی ابن اسحاق کی تصنیف کو ناقابل اعتبار قرار دیا۔

دیگر کئی عالموں نے بھی ابن اسحاق کی کتاب کے بارے میں ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس کے بعد آنے والے مورخوں واقدی، ابن مسعود اور طبری کا

حال بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اُن کی تحریریں بھی بہت سی افسانوی داستانوں پر مشتمل ہیں۔ بدقسمتی سے ان تحریروں کو اسلام کے ابتدائی دور کی فنِ تاریخ نویسی کی بنیادی کتابوں کا درجہ حاصل ہوگیا ہے۔ اس لیے میری رائے میں "شیطانی آیات" کی طرح کے قصوں کی تشہیر کے لیے یہی مصنف موردِ الزام قرار پاتے ہیں۔ اگرچہ اُن کی تصنیفات ایک طرح سے قابلِ قدر بھی ہیں۔ اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے یہ کتابیں نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ لکھیں۔ لیکن غیر مصدقہ روایات کو اپنی تصنیفوں میں شامل کر کے انھوں نے اسلام کو جو نقصان پہنچایا ہے اس کی تلافی ممکن نہیں۔ دنیا کے عظیم مورخ ابن خلدون (۱۳۳۲ء تا ۱۴۰۶ء) نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "مقدمہ" کے پیش لفظ میں لکھا ہے:

"نامور مسلم مورخوں نے بڑی جانفشانی سے واقعات کو جمع کر کے کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔ لیکن کچھ لوگوں نے جنھیں تاریخ نویسی کے فن میں دخل اندازی کا حق نہیں تھا، افواہوں کو بھی اپنی تصنیفوں میں شامل کرلیا۔ یہ افواہیں اُن کی اپنی ایجاد کردہ بھی تھیں۔ بعض غلط اور غیر مصدقہ قصوں کو بھی آرائش بیان کے لیے شامل کرلیا گیا۔ اُن کے بعد آنے والے مصنفوں نے بھی اُن سے یہ قصے مستعار لے کر ہم تک پہنچا دیے ہیں۔"

ابن خلدون نے اس سلسلے میں واقدی کو سب سے زیادہ موردِ الزام ٹھہرایا ہے۔

واقدی اور طبری نے اپنی کتابوں میں "شیطانی آیات" کے قصے کو جس انداز میں بیان کیا ہے اس سے سر ولیم میور (SIR WILLIAM MUIR) نے پورا فائدہ اٹھایا اور اپنی کتاب "حیاتِ محمد" (LIFE OF MOHAMET) میں پیغمبرِ اسلام کو بدنام کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اگر اس کہانی میں کچھ نہ کچھ سچائی نہ ہوتی تو اس کو کس طرح ایجاد کیا جاسکتا تھا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حبشہ سے مسلم مہاجر

واپس مکہ پہنچ گئے تھے اور اس حقیقت کو تمام لوگ تسلیم کرتے ہیں۔ یہ لوگ اسی افواہ پر واپس آئے تھے کہ مکہ مشرف بہ اسلام ہو چکا ہے۔ اس حقیقت کا قابل فہم سراغ واقدی اور طبری کے بیانات سے ملتا ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ ہم مسلمانوں کے بیان کردہ واقعات کو جوں کا توں تسلیم کرلیں یا پیغمبر اسلام کے افعال کی توضیح مافوق الفطرت مداخلت کی روشنی میں کریں، جب کہ یہ عمل پیغمبر کے ذہن کی فطری کارکردگی کا نتیجہ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ یہ لغزش کوئی اچانک حادثہ نہیں تھی۔ یہ کوئی اچنبھے میں ڈال کر حاصل کی ہوئی رعایت بھی نہیں تھی۔ ایسی بات بھی نہیں کہ نادانستہ طور پر کچھ غلط کلمات زبان سے ادا ہو گئے اور پھر فوراً ہی رد کر دیئے گئے۔ لوگوں کی مسلسل عداوت نے (حضرت) محمدؐ کے جوش وجذبے کو متاثر کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ بات راسخ العقیدہ راوی بھی مانتے ہیں کہ وہ دل ہی دل میں کسی ایسے ہی فقرے پر غور کر رہے تھے جو کہا جاتا ہے کہ شیطان نے ان کی زبان سے ادا کر دیا!"

جرمن دانشور اے اسپرنگر (A.SPERINGER) نے بھی اس قضیے کا سہارا لے کر اپنی کتاب (LEBENDES MOHAMED) میں حضور اکرمؐ کے کردار کی نام نہاد کمزوریوں کی نشان دہی پر زور دیا ہے۔ اس نے بڑی محنت اور عیاری سے مواد کو ترتیب دیا ہے۔ لیکن اسپرنگر کا رویہ بھی تاریخی حقائق کے منافی ہے۔ مسلم محدثین کے علاوہ اس نے عیسائی پادریوں سے سنی ہوئی کہانیوں کو بھی اپنی کتاب میں استعمال کیا ہے۔ لیکن رچرڈ بیل (Richard Bell) کا کہنا ہے کہ ان معاملات سے متعلق روایتیں انتہائی ناقابل بھروسہ ہیں!

دیگر کئی مغربی دانشور بھی حضور اکرمؐ کو "جھوٹے پیغمبر" ثابت کرنے میں پیش پیش تھے مثلاً ایچ گریمے (H. GRIMME) اور ایچ لامنس (H. Lemeens) وغیرہ۔ گریمے یہ مانتا ہے کہ آپ ایک عظیم مصلح قوم تھے، اور آپ نے دولت کی غیر مساویانہ تقسیم کے خلاف بغاوت کی۔ لامنس بھی یہ تسلیم کرتا ہے کہ اکثر مسلم روایتیں ناقابل بھروسہ ہیں۔ لیکن رسول اللہ کے خلاف وہ ان ہی روایتوں کا استعمال کرتا

ہے۔ اُس کی تحریروں میں وہی مخاصمانہ رویّہ دکھائی دیتا ہے جو قدیم عیسائی مورخوں کا وطیرہ رہا ہے۔

رسول اللہ صلعم کے خلاف اِن بہتان تراشیوں سے انیسویں صدی کے ایک اہم رہنما اور علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی کے بانی سر سید احمد خاں اتنے پریشان ہوئے کہ یہاں کے تمام کام ادھورے چھوڑ کر وہ لندن روانہ ہوئے اور اپنے خرچ پر وہاں دو سال قیام کیا تاکہ ان الزامات کی تردید کے لیے انڈیا آفس لائبریری اور برٹش میوزیم آرکائیوز سے تاریخی حوالے جمع کر سکیں۔ ان حوالوں کی مدد سے انھوں نے اردو میں ایک ضخیم کتاب "خطباتِ احمدیہ" لکھی، جس کا بعد میں خود ہی انگریزی میں ترجمہ بھی کیا۔ انھوں نے "شیطانی آیات" پر مبنی قصّے کا تفصیلی تجزیہ کیا ہے۔ اس ضمن میں سر سید نے کئی ماہرینِ تحقیق کے حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ اِس روایت میں رتی برابر صداقت نہیں ہے۔ سر سید نے خاص طور سے امام فخر الدین رازی اور قرآن مجید کے مشہور مفسر احمد البیہقی کی تحریروں سے کافی استفادہ کیا۔ سر سید نے اِس زمانے کے قابلِ احترام ماہرِ دینیات حافظ ابن حجر کا یہ اقتباس بھی نقل کیا ہے۔

"طبری نے جن احادیث اور روایتوں پر انحصار کیا ہے، اُن کی صحت کی کوئی اساس نہیں ہے۔ زیرِ بحث احادیث اور روایتوں کی صحت کی پوری چھان بین کرنے کے بعد "سیرت النبی" کے مشہور مصنّف مولانا شبلی نعمانی اس نتیجے پر پہنچے کہ "واقدی کو سچائی اور صحتِ مواد عزیز نہیں رہتے۔ اُس کی علیت افواہوں اور اسکینڈل پر پھلتی پھولتی رہی۔" ابن سعد نے متعلقہ روایت کو ابن اسحاق کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ "یہ توضیحی ساحری ہے۔" پھر بھی اِن غیر مصدقہ اور جھوٹے بیانات کو بنیاد بنا کر مختلف مستشرقین نے "شیطانی آیات" کی کہانی کو نہ صرف صحیح تسلیم کر لیا بلکہ اس میں مزید رنگ آمیزی بھی کی، اور اس قصّے کو آنحضور صلعم کے کردار پر کیچڑ اچھالنے کے لیے استعمال بھی کیا۔ ان لوگوں نے اپنی تحریروں میں رسول اللہ صلعم کی ایسی تصویر پیش کرنے کی کوشش کی گویا وہ ایک غیر اہم مقامی رہنما تھے جن کا کوئی پختہ عقیدہ نہیں تھا۔ اور آپ وقت کے تقاضوں کے تحت توحید

جیسے بنیادی عقیدہ پر بھی سمجھوتہ کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے تھے۔

میکسیم راڈنسن (MEXIM RODINSEN) اپنی کتاب "محمد" میں لکھتا ہے کہ "ایک واقعہ ایسا ہے جس کو صحیح تسلیم کیا جا سکتا ہے کیوں کہ مسلم محدثین اس قدر ضرر رساں نتائج کے حامل واقعہ کو ایجاد نہیں کر سکتے تھے" لیکن ان محدثین یا راویوں نے بھی کچھ کیا ہے۔ آج اس زمانے کی بہتیری شہادتیں دستیاب ہیں جو اس قصے کو غلط ثابت کرتی ہیں۔ پیغمبر اسلام سے متعلق ہمدردانہ جذبات رکھنے کے باوجود منٹگمری واٹ نے اپنی کتاب "(BELLS INTRODUCTION TO QURAN)" میں اس روایت کے بیان میں کئی صفحے سیاہ کیے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ:

"ایسا لگتا کہ بنیادی باتوں میں یہ کہانی سچی ہے۔ کیوں کہ کوئی مسلمان حضرت محمدؐ کے متعلق ایسی کہانی ایجاد نہیں کر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں اس واقعے کی تصدیق ملتی ہے۔"

واٹ کے دونوں ہی مفروضے غلط ہیں۔ لیکن باستثنائے چند اکثر مستشرقین نے بڑے ذوق وشوق کے ساتھ اپنی کتابوں میں ان مفروضوں سے استفادہ کیا ہے۔ ان کا مقصد صرف پیغمبر اسلام ؐ کے کردار کو مشکوک بنانا تھا۔

سلمان رشدی کے ناول "شیطانی آیات" میں اس واقعہ کی تصویر کشی بہت ہی صدمہ پہنچانے والے انداز میں کی گئی ہے۔ اس نے ایک وحشتناک تصویر کھینچی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ معاملہ بہت سنگین نوعیت اختیار کر گیا ہے۔ رشدی نے پرانے زخموں کو تازہ کر دیا ہے اور ساری دنیا کے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بری طرح مجروح کیا ہے۔

چنانچہ ہمارے لیے یہ اور بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم اس قصے کی تفصیلی جانچ کریں۔ کیوں کہ یہ جملہ قرآن مجید کی بنیاد ہی کو مشکوک بنا دیتا ہے۔

رسول اللہ صلعم نے "شیطانی آیات" کب، کہاں اور کیسے ادا کی تھیں؟ ان کا مسلمانوں اور منکروں پر کیا اثر ہوا تھا؟ کیا یہ آیات بعد میں رد کر دی گئیں۔ اور کیا اللہ تعالیٰ نے اس فروگذاشت پر حضور اکرم سے باز پرس کی؟ کیا یہ واقعہ رسول اللہ صلعم کی طرز زندگی اور آپ کے کردار سے مطابقت رکھتا ہے؟ ان سوالوں پر ہم

بعد از تحقیق تفصیل سے بحث کریں گے۔

حضرت محمد صلعم یتیم تھے۔ آپ ہاشمی خاندان کے چشم و چراغ تھے جو مکہ کے ممتاز قبیلے قریش سے تعلق رکھتا تھا۔ آپ نے بہت ہی سادہ زندگی گزاری اور ایک چرواہے کی حیثیت سے کام کیا۔ بعد میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے تجارتی قافلوں کے نگراں مقرر ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ ایک دولت مند بیوہ تھیں۔ حضرت خدیجہؓ آپ کی ایمانداری اور خلوص سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ آپ کی زوجیت قبول کرلی۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی۔

حضرت محمد صلعم اکثر ریاضت کے لیے پہاڑوں پر تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دن غارِ حرا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے جبرئیلؑ کے ذریعے آپ پر وحی نازل فرمائی۔ یہاں سے آپ کی زندگی نے ایک نیا رُخ اختیار کیا۔ آپ نے بت پرستی کی مخالفت شروع کردی اور اعلان فرمایا کہ 'نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے'۔ بُت پرستوں نے آپ کی مخالفت بھی کی اور مذاق بھی اُڑایا۔ اس مخالفت میں قبیلۂ قریش سے تعلق رکھنے والے آپ کے رشتے دار ہی پیش پیش تھے۔ یہ لوگ خانۂ کعبہ کے محافظ تھے۔ اس وقت خانۂ کعبہ میں سیکڑوں بُت نصب تھے۔ ان لوگوں نے حضرت محمدؐ کو سرداری کا منصب بھی پیش کیا۔ اور مال و دولت کا لالچ بھی دیا تاکہ آپ بت پرستی کی مخالفت سے باز آجائیں۔ لیکن آپ نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔

مشرکینِ مکہ نے 'شیطانی آیات' کی کہانی اس لیے ایجاد کی تاکہ اس کے ذریعے حضرت محمدؐ کو بدنام کیا جاسکے۔ اور لوگوں کو یہ باور کرایا جاسکے کہ اللہ تعالیٰ سے آپ کی عقیدت اور صرف اُسی کی عبادت کا جذبہ دونوں مشکوک ہیں۔ اس طرح یہ کوشش اسلام کی بنیاد کو ہی ڈھادینے کی ایک سازش تھی۔ کیوں کہ توحید کے عقیدے کے بغیر اسلام اپنی معنویت کھودیتا۔

جنوبی ایشیا کی ایک اہم احیا پسند تنظیم جماعتِ اسلامی کے بانی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ایک اعلا پایے کے مفسرِ قرآن ہیں۔ مولانا مودودی نے قرآن حکیم کی ایک بہت ہی بصیرت افروز تفسیر "تفہیم القرآن" لکھی ہے۔ اس تفسیر میں مولانا نے "شیطانی آیات" کی کہانی پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اور نہایت مدلل انداز میں حقائق کا

تجزیہ کیا ہے۔ انھوں نے اس موضوع سے متعلق تمام مسلم مورخین اور محدثین کی تحریریں یکجا کی ہیں۔ اور پھر یہ ثابت کیا ہے کہ ان تحریروں میں کس قدر تضاد ہے۔ مزید یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ان مورخین میں سے کسی بھی مورخ نے قابلِ اعتماد تاریخی شواہد پیش نہیں کیے۔ ہر ایک نے اپنے اپنے قیاس سے کام لیا ہے۔ اس کے بعد مولانا مودودی نے اُن حالات کا تجزیہ کیا ہے جن میں "شیطانی آیات" آپ سے منسوب کر دی گئیں تھیں اور کہا گیا تھا کہ یہ الفاظ آپ نے شیطان کے بہکانے پر پڑھ دیئے تھے۔ چوں کہ یہ الفاظ آیاتِ قرآنی کے عقیدۂ توحید سے مطابقت نہیں رکھتی تھیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلعم سے اپنی خفگی کا اظہار فرمایا اور اس نتیجے میں یہ الفاظ قرآن مجید سے "خارج" کر دیئے گئے۔

مولانا مودودی سوال کرتے ہیں کہ کیا یہ الحاقی الفاظ کچھ معنی رکھتے ہیں؟ کیا رسول اللہؐ اتنے سادہ اور بھولے تھے کہ ان کا مقصد نہ سمجھ سکے؟ سورۂ نجم کی متعلقہ آیات (۵۳: ۱۹ تا ۲۳) کو اگر "شیطانی آیات" کے ساتھ پڑھا جائے تو اس طرح کی عبارت حاصل ہوتی ہے۔

"کیا تم نے لات، عزیٰ اور تیسری دیوی منات پر غور کیا ہے۔ یہ اعلا منصب پر فائز پرندے ہیں جن کی شفاعت متوقع ہے۔ خود اپنے لیے تو بیٹوں کی تمنا کرتے ہو اور اس (اللہ) کے لیے صرف بیٹیاں؟ یہ تو یقیناً غیر منصفانہ تقسیم ہے۔"

کیا اضافہ شدہ الفاظ بعد کی آیت کے متضاد نہیں ہیں؟ مولانا مودودی ایک اور پہلو پر روشنی ڈالتے ہیں۔

"حضور اکرمؐ کے ازلی دشمن قریش کیا اتنے احمق تھے کہ انھوں نے اس تضاد کو محسوس نہیں کیا اور آپ کو سنتے ہی سجدے میں گر پڑے اور اعلان کر دیا کہ حضرت محمدؐ سے اُن کے اختلافات ختم ہو گئے۔ کیا یہ واقعات کا صحیح تجزیہ کہا جا سکتا ہے؟"

اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضورؐ کی تنبیہ کا معاملہ بھی قابلِ غور ہے کہا جاتا ہے کہ شیطانی آیات کی تلاوت کے لیے اللہ تعالیٰ آنحضرت پر خفا ہوئے، جس کی روداد

سورۂ بنی اسرائیل (۱۷: ۷۳ تا ۷۵) میں ملتی ہے۔ اس کے بعد سورۂ حج میں (۲۲: ۵۲ تا ۵۳) ان آیات کے اخراج کا ذکر ہے۔ شیطانی آیات کے چھ سال بعد خفگی کی آیات (سورۂ بنی اسرائیل) نازل ہوئیں اور اس کے بھی تین سال بعد سورۂ حج میں اخراج کی آیات نازل ہوئیں۔ لیکن یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خفگی یا تنبیہ کے لیے چھ برس تک انتظار فرمایا، جبکہ اللہ نے آدمی کے ایک معمولی سے واقعہ پر فوری خفگی کا اظہار فرمایا۔ پھر اس سنگین معاملے میں جس کے نتائج اتنے مضرت رساں تھے اتنی مدت کیوں درکار ہوئی؟

مولانا مودودی بجا طور پر یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ:

"عتاب (خفگی) کی آیات کو چھ سال تک التواء میں کیوں رکھا گیا؟ اور پھر اس کے بعد سورۂ بنی اسرائیل (۱۷: ۷۳ تا ۷۵) میں شامل کیا گیا (جن میں اللہ نے اپنے نبی پر عتاب نازل فرمایا) اور اس کے مزید تین سال بعد سورۂ حج میں شیطانی آیات کی منسوخی کی آیات (۵۲ و ۵۳) نازل ہوئیں۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ عتاب کی آیات ایک موقع پہ نازل کی گئیں اور منسوخی کی آیات دوسرے موقع پہ؟"

حقیقت بھی واضح ہے کہ ان آیات کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ مکمل طور پہ بے جوڑ ہیں۔ اور اپنے سیاق و سباق سے ہٹی ہوئی ہیں۔ اسلام دشمن مستشرقین کی توضیحات اس قدر مسخ شدہ ہیں کہ کوئی ذی فہم یا محتاط آدمی ان کو قبول نہیں کرے گا۔ موئیر اور واٹ نے قیاسی اکتساب سے کام لے کر اس قصے کو قابل اعتبار بنانے کی کوشش کی ہے۔ اُن کی تحریریں متعصب ذہن کی پیداوار ہیں۔ رشدی یہ تسلیم کرتا ہے کہ اس نے واٹ کی کتاب سے استفادہ کیا ہے۔ واٹ کی تحریر کو بنیاد بنا کر رشدی ملعون نے اپنے تخیل کو بے لگام چھوڑ دیا اور حضور اقدس کے کردار کو مضحکہ خیز انداز میں پیش کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔

مولانا مودودی نے انتہائی مدلل انداز میں اس روایت کے کھوکھلے پن کو بے نقاب کیا ہے جس پر ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد، طبری اور دیگر کئی مورخوں نے انحصار کیا تھا۔ مولانا افسوس کرتے ہیں کہ یہ مورخ اپنی نیک نیتی کے باوجود اس

کہانی کے تضاد اور لغویت کو سمجھنے میں ناکام رہے۔ یہ لوگ کافروں کی پھیلائی ہوئی افواہ کا شکار ہو گئے جس کو چند مسلمانوں نے بھی ناسمجھی میں دہرایا تھا۔

مولانا مودودی نے اس واقعہ کا ایک واضح خاکہ کھینچا ہے جو حقیقی واقعہ سے زیادہ قریب نظر آتا ہے بمقابلہ اس مسخ شدہ خاکے کے جو ابن اسحاق نے تحریر کیا ہے۔ اور جس کو بعد کے آنے والے مورخوں نے دہرایا ہے۔ مولانا مودودی کا کہنا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلعم خانہ کعبہ میں سورۂ نجم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ ان آیات کے جاہ و جلال اور اثر آفرینی کا یہ عالم تھا کہ خانہ کعبہ میں موجود مشرک بھی مسلمانوں کے ساتھ سجدہ ریز ہو گئے۔ قرآن مجید میں اپنی تین دیویوں لات، عزیٰ اور منات کے ذکر پر مشرک خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ اس جوش وخروش میں وہ آیات کو پوری طرح سُن نہیں پائے۔ مشرکین مکہ سمجھے کہ رسول اللہ صلعم نے اُن کے بتوں کی تعریف کی ہے۔ لہٰذا جب حضور اکرم سجدے میں گئے تو وہ لوگ بھی سجدے میں گر پڑے۔ کعبہ میں موجود مسلمان بھی یہ سمجھے کہ رسول اللہ صلعم اور قریش میں سمجھوتہ ہو گیا ہے لیکن جیسے ہی مشرکین مکہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انھوں نے اپنے فعل کو جائز ثابت کرنے کے لیے یہ افواہ مشہور کر دی کہ حضرت محمدؐ نے اُن کے بتوں کی مداخلت کو تسلیم کر لیا تھا اور بعد میں اپنا ارادہ بدل دیا۔ اس دوران یہ خبر عام ہو گئی کہ حضرت محمد صلعم اور قریش میں مصالحت ہو گئی ہے۔ جب یہ خبر ملک حبش تک پہنچی تو وہاں سے کئی مہاجر مکہ لوٹ آئے۔ چنانچہ اس بارے میں مولانا مودودی کا کہنا ہے کہ:

"تین واقعات کے یکے بعد دیگرے وقوع پذیر ہونے کی وجہ اس جھوٹی کہانی نے جنم لیا (۱) مشرکین مکہ کا سجدہ ریز ہو جانا (۲) اُن کی جانب سے شیطانی آیات کی غلط توجیہہ اور (۳) ملک حبش سے مسلم مہاجرین کی واپسی۔ بعض ذمہ دار لوگوں نے بھی اس پر یقین کر لیا۔ کیوں غلطی کرنا انسانی فطرت کا خاصہ رہا ہے۔ اس طرح بعض نیک اور ذی فہم مسلمان بھی اس کا شکار ہو گئے۔"

مولانا مودودی بجا طور پر کہتے ہیں کہ وہ مسلم مورخ اور مبصر بھی جو اس روایت کو

رد کرتے ہیں اس کے صحیح نتائج اور عواقب سے واقف نہیں ہیں۔ ان میں سے بعض اس روایت کو اس لیے رد کرتے ہیں کہ ایک کی بیان کردہ کہانی کو دوسرے کی تحریروں سے جوڑنے والی کڑیاں کمزور ہیں۔ جبکہ دوسرے مورخ مختلف مصنفین کی تحریروں کے تضاد کی نشاندہی کرتے ہیں اور اس لیے اس کہانی کو مشکوک قرار دیتے ہیں۔ مولانا مودودی کے الفاظ ہیں:

"اس نوعیت کا استدلال ان لوگوں کو تو مطمئن کر سکتا ہے جو ایمان لانے کے عزم پر قائم ہوں مگر ان کو نہیں جو پہلے ہی شکوک میں مبتلا ہوں یا جو تحقیق کر کے یہ فیصلہ کرنا چاہتے ہیں کہ ایمان لائیں یا نہ لائیں"

اس واقعہ کے بے بنیاد ہونے کے ثبوت میں (ورنہ قدرتی) رسول اللہ کے مجوزہ بیانات کی تردید کے لیے مزید شواہد بھی موجود ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ "شیطانی آیات" میں موجود تضادات اور ان کے وقوع پذیر ہونے کے وقت کا تعین انھیں مشکوک بنانے کے لیے کافی ہیں۔ اس کے علاوہ سورۃ بنی اسرائیل میں شامل تنبیہ کی آیات پر غور کرنا ضروری ہے۔ جن میں بیان ہوتا ہے کہ:

"اور جو کوئی یہاں ہدایت کے راستے کو دیکھنا نہ چاہے، اور آنکھ بند کر کے زندگی گزارے تو وہ آخرت میں بھی اندھا اٹھایا جائے گا۔ اس لیے کہ حق کے راستے سے بہت دور ہٹ چکا ہو گا۔ اور انھوں نے آپ کو ستانے اور پھسلانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی تھی، جو وحی ہم نے آپ پر نازل کی ہے اس سے ہٹا کر دوسری طرف آپ کو لے جاتے ہیں، یہ لوگ پورا زور لگا چکے تھے اور اگر ایسا کرنے میں کامیاب ہوتے تو آپ کو اپنا دوست بھی بنا لیتے۔"

مولانا مودودی کا بیان ہے کہ ان آیات کے سرسری مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور اکرم شیطان کے بہکانے سے متاثر ہونے اور ہتھکنڈوں کے، بلکہ اللہ نے اپنے ایمان میں آپ ثابت قدم رہے لہٰذا براہ راست یا بالواسطہ تنبیہ کی ضرورت ہی کیا تھی۔

کہا جاتا ہے کہ شیطانی آیات کو منسوخ کرنے کے لیے سورۂ حج کی حسب ذیل

آیات نازل ہوئیں۔

"آپ سے پہلے ہم نے جب کسی رسول یا نبی کو بھیجا تو ہر موقع پر شیطان نے اس کی دعوت اور کام میں خلل ڈالنے کی کوشش کی۔ اور بہت اڑنگے ڈالے تب اللہ نے شیطان کی ہر دخل اندازی کو ملیامیٹ کر دیا۔ اور اللہ کی آیات ثابت اور فیصلہ کن رہیں۔ اور اللہ ہی خوب جاننے والا اور دانا ہے۔ بس جن لوگوں کے دلوں میں بیماری تھی وہ تو شیطان کی ایسی حرکتوں سے فتنوں میں جا پڑے اور وہ لوگ بھی شیطان کا شکار بن گئے جن کے دل سخت تھے اور یقیناً ایسے لوگ حق کی مخالفت میں بہت آگے بڑھ گئے۔

ان آیات اور ان سے پہلے اور بعد کی چند آیات کا تنقیدی مطالعہ کرنے والا ایک غیر متعصب شخص بآسانی اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ یہ آیات پیغمبروں اور نبیوں سے متعلق عام نوعیت کے بیان پر مشتمل ہیں۔ ان میں کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا ہے۔ لہذا شیطانی آیات کے منسوخ کیے جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیمبرج یونیورسٹی کے پروفیسر کینتھ کریگ (KENETH CRAGG) جو اپنے پڑوسیوں کے صحیفے میں دلچسپی رکھتے ہیں، کا کہنا ہے کہ "کسی بھی حالت میں ابہام سے بھری ہوئی اس فضا میں کیا یہ بھی نظریہ قابل قبول ہے کہ دانستہ طور پر بات چیت کے ذریعے مصالحت ہو گئی تھی جو بعد میں رد کر دی گئی۔ کیا قریش اب بھی یہ سمجھتے تھے کہ حضرت محمدؐ مصالحت پر مائل ہیں؟" کریگ اس کا خود ہی جواب دیتا ہے۔ خانہ کعبہ میں یہ پہلی مثال نہیں تھی کہ مختلف عقائد کے لوگ ایک ساتھ اپنی اپنی عبادت میں مشغول ہوں۔ اس کے باوجود حضرت محمدؐ اپنے عقیدے پر ثابت قدم رہے اور بت پرست اپنی ضد پر اڑے رہے۔"

اس کے علاوہ چند آیات کو یہاں وہاں سے لے کر انھیں آپس میں مربوط کرنا ہی مقصد ہے تو سورۂ یونس کی یہ آیات بھی کیوں نہ ساتھ ہی پڑھی جائیں جو شیطانی آیات کی ضد ہیں اور توحید کے عقیدے پر رسول اللہ صلعم کے مکمل یقین کو ثابت کرتی ہیں۔

"جب اُن پر ہماری صاف صاف آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ کافی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور قرآن لاؤ یا اس میں کچھ تبدیلی کرو۔ اے محمدؐ اُن سے کہہ دو یہ میرے بس کی بات نہیں کہ اس قرآن میں ردوبدل کر سکوں۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے خوف ہے کہ میں ایک دن عذاب میں مبتلا کر دیا جاؤں۔"

قرآن حکیم میں ایک اور جگہ آنحضرت صلعم کو تاکید کی گئی ہے کہ اگر آپ اپنی طرف سے یا شیطان کے بہکانے میں آ کر قرآن میں ردوبدل کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو "داہنے ہاتھ سے پکڑ لیں گے۔ پھر تو ہم تمہاری رگِ حیات کاٹ دیں گے" اور پھر "کوئی تمہیں بچانے کے لیے نہیں آئے گا۔" (۶۹: ۴۴ تا ۴۷)
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ قرآن مجید پر اپنے مکمل ایمان کا اظہار کیا۔ اس مقدس کتاب سے ان کی وفاداری کبھی مشکوک نہیں رہی۔ لہٰذا آپ یہ بات سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ خود اپنی خواہش پر یا شیطان کے بہکانے میں آ کر کلام اللہ میں تبدیلی کریں۔ "تنسیخ" یا "منسوخ" کیے جانے کا قدیم نظریہ یہاں قطعی غیر متعلق ہے۔ بنا کسی تضاد کے ایک آیت کو دوسری آیت سے بدلنے کی وضاحت کے لیے یہ اصطلاح استعمال کی جاتی تھی۔ چند احکامات کی تنسیخ قرآن کے بتدریج ارتقا کا ایک حصہ ہے۔ شیطانی آیات کو ان کی روائتی ہیئت میں اٹلی کے دانشور سیٹانی (CETANI) نے بھی رد کر دیا ہے۔ وہ اپنی کتاب "اناّلی ڈیل اسلام" (ANNALI DELL ISLAM) میں لکھتا ہے۔

"اگر ہم اس بات کو مدنظر رکھیں کہ دیگر کئی موقعوں پر قریش مکہ نے (حضرت) محمدؐ سے اپنی دشمنی کا برملا اظہار کیا ہے اور وہ لوگ آپ کو ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے تو یہ بات بعید از قیاس لگتی ہے کہ وہ آپ سے تلاوت کلام (پاک) سنتے ہی راضی ہو گئے۔ چہ جائیکہ وہ آپ کو اللہ کا رسول مان لینے پر راضی ہو جائیں وہ تھوڑی سی رعایت کے لیے پھر آپ نے جس عقیدے کی اشاعت بڑے خلوص اور جوش و خروش سے کی اس کو اس طرح یک لخت بدل دینے سے نہ صرف آپ کے تقدس کو دھکا

پہنچتا بلکہ مسلمانوں میں آپ کی توقیر کے گھٹ جانے کا اندیشہ تھا۔ ہم یہ بھی
کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کی چند آیات میں تبدیلی کر کے قریش کے ساتھ
مفاہمت ممکن نہیں تھی۔ وہ بھی ایسے وقت جب کہ قرآن کا بیشتر حصہ مشرکین مکہ
اور ان کے دیوتاؤں کی سخت ترین مذمت پر مشتمل تھا۔"

سیٹانی کی کتاب سے حوالے دینے کے بعد ٹور آندرے (TOR ANDRAE)
اپنی کتاب "محمدؐ شخص اور عقیدہ" (MUHAMMED: THE MAN AND HIS FAITH) میں لکھتا ہے کہ "ابن سعد کی لکھی ہوئی کہانی مشکل سے ہی قابل
بھروسہ کہی جا سکتی ہے۔" وہ مزید لکھتا ہے کہ "اس ہیئت میں یہ شیطانی
آیات کی مکمل کہانی تاریخی اور نفسیاتی اعتبار سے تضادات سے پُر ہے۔"

رسول اللہؐ کے مخالفین نے آپ کو زندگی میں انتہائی بدنام کیا حتٰی کہ آپ کے
وصال کے بعد مکہ میں دشمنوں نے کہا کہ آپ "آسیب زدہ" ہیں یا آپ "کاہن" ہیں یا
کبھی کہا کہ آپ "شاعر" ہیں۔ ان لوگوں نے قرآن حکیم کو نعوذ باللہ "جعل سازی"
یا "ساحری" سے تعبیر کیا۔ جس میں قدیم قصے لکھے ہوئے ہیں۔ اور یہ قصے "چرائے"
گئے ہیں۔ قرآن حکیم میں بار بار ان الزامات کا ذکر کیا گیا ہے اور آپ سے کہا گیا کہ
آپ مایوس نہ ہوں اور یہ یقین دہانی بھی کی گئی کہ آپ حقیقتاً اللہ کے رسول ہیں۔

ان الزامات کے علاوہ آپ کو قریش کے ہاتھوں جسمانی ایذا رسانی بھی برداشت
کرنی پڑی۔ انھوں نے آپ کے پیروؤں پر ایسے ظلم ڈھائے کہ آپ نے مجبور
ہو کر کئی مسلمانوں کو حبش کی ہجرت کرنے کا مشورہ دیا۔ آپ نے بھی اپنے صحابہ
کے ساتھ مکہ سے ہجرت فرمائی اور مدینہ میں سکونت اختیار کی۔ ۶۳۰ء میں مکہ پر آپ
کی فیصلہ کن فتح کے بعد ہی سرزمین عرب میں اسلام کو عام قبولیت حاصل ہوئی۔ بعد
ازاں دنیا کے دوسرے ملکوں میں اسلام کی اشاعت نے غیر مسلم لوگوں کے دلوں میں
اسلام سے نفرت کو مزید ہوا دی۔ خصوصاً عیسائیوں کے دلوں میں نفرت کا یہ لاوا ایک
اُبھار کیوں کہ وہ پے بہ پے شکست کھا کر ایشیا اور افریقہ میں اپنے علاقے مسلمانوں
کے حوالے کرنے پر مجبور ہوئے۔ مسلم فوجیں تقریباً قلب یورپ تک پہنچ گئی تھیں۔
میک گل اور برکلے یونی ورسٹی کے پروفیسر ہشام جعیط (HICHEM DJAIT) کا

بیان ہے کہ :

"صدیوں کے جدوجہد کے بعد نصاریٰ اسلام کو ایک غیر سنجیدہ اور پریشان کن تحریک سمجھنے لگے۔ اسلام کے خلاف نفرت کا یہ جذبہ اس لیے بھی شدید ہوتا کہ مسلمانوں نے وہی علاقے فتح کیے جو پہلے عیسائیوں کے قبضے میں تھے "

مایوسی کی انتہا کو پہنچ کر عیسائی راہب حضرت محمد صلعم اور قرآن مجید کے خلاف گھٹیا قسم کی بدکلامی پر اتر آئے۔ صلیبی جنگوں کے بعد تو حالات مزید ابتر ہو گئے عیسائی مصنفوں اور شاعروں نے بھی ان کی تقلید کی قرون وسطیٰ کی اسلام دشمن تحریکوں عیسائی نے مسلمانوں کے خلاف نفرت آمیز مہم شروع کر دی۔ جو عیسائی تعصب کی بدترین اور افسوسناک مثالیں ہیں۔ اٹلی کے دانشور فرانسیسکو گیرابیلی نے بہت ہی موزوں الفاظ میں اس تعصب کو بیان کیا ہے۔ لکھتے ہیں :

"ہمیں کئی ایسی تحریریں ملتی ہیں جو تاریخی مواد کے اعتبار سے تو بے ربط دروغ گوئی کے مظہر ہیں لیکن نفرت آفرینی اور دشنام طرازی میں ایک دوسرے سے بے حد مطابقت رکھتی ہیں۔ قرون وسطیٰ کے مورخوں، اولیا کے سوانح نگار، اعتدال پسند مصنفین اور انسائیکلوپیڈیا کے مرتبین کی تحریروں میں اسلام دشمنی کا رجحان ایک عام بات ہے۔ گیارہویں صدی میں نوجنٹ کا گوئیبرٹ (GUIBERT OF NOGENT) ٹورز کا ہلڈبرٹ (HILDEBERT OF TOURS) بارہویں صدی میں قابل احترام پیٹر اور تیرہویں صدی میں جیکس ڈی ویٹری (JACQUES DE VITARY) مارٹن لس پولونس ہوانس کے ونسنٹ، اور جیکولس اور وارا جین سے لے کر برونیٹو لاٹینی (BRUNETTO LATINI) اور اس کے مقلدین، بلکہ ڈانٹے (DANTE) اور اس کے تبصرہ نگاروں تک تمام لوگ اسلام دشمنی کی مہم میں پیش پیش رہے ہیں "

ڈانٹے (DANTE) کے ڈرامے طربیہ یزدانی (DIVINE COMEDY) میں نعوذ باللہ، حضرت محمد صلعم کو آگ کے شعلوں میں جلتا ہوا دکھایا گیا ہے وہاں بدجاتور

آپ کے جسم مبارک کو نوچ رہے ہیں۔" پروفیسر گیرابیلی نے اس ڈرامے کو جہالت، ناواقفیت، تخیلی بے ضابطگی اور مذہبی جنون کے زیر اثر تخلیق شدہ بیہودہ ادبی کاوش قرار دیا ہے۔ گیرابیلی کہتا ہے کہ "ڈانتے نے گھاس پھوس کا جو بیج بویا تھا وہ اس کی زندگی کے ساتھ ختم نہیں ہوا بلکہ حضرت کے ایک پیڑ کی شکل اختیار کر گیا۔ جس کی شاخیں مشرق اور مغرب میں پھیل گئیں۔"

یورپ میں روشن خیالی کے دور کے آغاز کے بعد بھی اسلام سے متعلق عیسائی دانشوروں کے رویے میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ لوتھر نے حضرت محمدؐ اور پوپ کو ایک ہی خانے میں رکھا۔ اور دونوں کو "عیسیٰ مسیح کے دشمن" قرار دیا۔ دوسری طرف کیتھولک عقیدے کے حامل لوگوں نے مسلمانوں اور پروٹسٹنٹ فرقے کو ایک ہی سطح پر رکھا اور دونوں کو ملامت کا نشانہ بنایا۔

کبھی کبھار ساری دنیا میں پھیلے ہوئے کروڑوں مسلمانوں کے عقائد کو ٹھیک ٹھیک سے سمجھنے کی کوشش کی گئی کیوں کہ ان کی طاقت میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا۔ لہٰذا اُن کے ساتھ مفاہمت ضروری ہو گئی تھی۔ یورپ کی زبانوں میں قرآن مجید کے ترجمے چھپنے شروع ہوئے۔ ان میں سیل (SALE) کا انگریزی اور ساوری (SAVARY) کا فرانسیسی ترجمہ قابل ذکر ہیں۔ باؤلیم ولیئرز (Boulam Villiers) اور گوئٹے (GOETHE) نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مشن کو سمجھنے کی مخلصانہ کوشش کی ہے۔ جس کی وجہ سے یورپ میں اسلام سے متعلق ہمدردانہ جذبات پیدا کرنے میں مدد ملی ہے۔ لیکن اس کے بعد بھی کئی لوگ اسلام دشمنی کے قدیم رویے پر بضد ہیں۔ ان میں والٹیئر (VOLTAIRE) نمایاں ہے۔ اُس نے ۱۷۴۲ء میں اپنا ڈرامہ "محمت یا محمدؐ" لکھا۔ اس ڈرامے میں والٹیئر نے پیغمبر اسلام کی ایک بھونڈا تصویر پیش کی ہے۔ دشمنی اور تعصب کی جڑیں اتنی گہری تھیں کہ یورپ کے بہترین دماغ بھی ان کا شکار ہونے سے نہیں بچ سکے۔

یورپ میں اسلام کی بگڑی ہوئی شکل کو درست کرنے کا کام کارلائیل (CARLYLE) نے انجام دیا۔ والٹیئر کے رسول اللہؐ پر مخاصمانہ حملے کے تقریباً سو برس بعد ۱۸۴۰ء میں کارلائیل نے اپنے ایک خطبے میں آنحضور صلعم کو تمام پیغمبروں میں ایک

سرداری کی حیثیت سے روشناس کرایا۔ اس نے اعلان کیا کہ:

"محمد (صلعم) کے متعلق ہمارا موجودہ خیال یہ ہے کہ وہ ایک سازشی اور خود ساختہ پیغمبر تھے (نعوذ باللہ) یا دروغ مجسم تھے۔ اور ان کا مذہب غیر مستند اور احمقانہ عقائد کا مجموعہ ہے۔ لیکن موجودہ زمانے میں یہ نظریہ کسی ذی فہم شخص کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ ہمارے مخلصانہ مذہبی جنون نے اس شخص کے اطراف جھوٹ و افترا کا جو جال بُن دیا ہے وہ خود ہمارے لیے باعث شرم ہے۔"

قرآن مجید کو پڑھنا کارلائیل کے لیے ایک دشوار مرحلہ تھا لیکن قرآن حکیم کے بارے میں بھی وہ سوال کرتا ہے کہ:

"کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ یہ کتاب (قرآن) ایک قابل رحم روحانی شعبدہ بازی سے بھرپور تحریر ہے۔ کیا یہ کتاب جس کی ہدایات کی روشنی میں خدا کے لاکھوں بندے زندگی گزار رہے ہیں اور جس کے لیے وہ جان بھی قربان کرنے کے لیے تیار ہیں، ایسی تحریر پر مشتمل ہو سکتی ہے۔ میں شخصی طور پر اس مفروضے پر یقین نہیں کر سکتا کوئی بھی شخص اس بات پر حیران ہوگا کہ اس دنیا کو کیا ہو گیا جس میں ایسی شعبدہ بازی نہ صرف پنپتی رہی بلکہ مقبول بھی ہوتی۔"

کارلائیل نے اسلام کے صحیح معنی بھی بتائے: "اپنے آپ کو مکمل طور پر خدا کے سپرد کر دینا" اس نے گوئٹے کا حوالہ بھی دیا جس نے کہا تھا کہ "اگر یہی اسلام ہے تو ہم سب اسلامی زندگی گزار رہے ہیں۔"

اگر تعصب کی عینک اتار کر قرآن مجید کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت مزید واضح ہو جاتی ہے کیونکہ اسلام ان تمام اصولوں کی تصدیق کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعے دوسری قوموں تک پہنچائے۔ قرآن مجید اس ازلی سچائی کو دہراتا ہے کہ اللہ ایک ہے۔ اور مخلوق خدا سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اللہ پر غیر متزلزل اور مکمل ایمان لائیں۔ اور نیک اعمال اختیار کریں۔ یہی وہ اصول ہیں جن کو ماننا مسلمانوں پر لازم قرار دیا گیا ہے۔ یہی اسلام کی بنیاد ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

غزوات و سرایا (جنگیں و معرکے)

سلمان رشدی کے ناول "شیطانی آیات" کے چند کرداروں نے قرآن حکیم کی الوہیت کو اپنے مذاق اور استہزا کا نشانہ بنایا ہے۔ رسول اللہ کے مشن (تحریک) کو ابتدا ہی سے قریش نے بھی تضحیک اور استہزا کے ذریعے دبانے کی کوشش کی۔ یہود و نصاریٰ کو سب سے پہلے اس تحریک کا سامنا کرنا پڑا۔ لہٰذا ان لوگوں نے قرآنی الہامات اور پیغمبر اسلام کے کردار کو داغدار بنانے کے لیے ایک منظم مہم کا آغاز کر دیا۔ انھوں نے پیغمبر اسلام کا چین سے بیٹھنا مشکل کر دیا اور ہر موقع پر آپ کے پیروؤں کو مشتعل کرنے کی کوشش کی نتیجتاً اس پُر امن تحریک کو اکثر و بیشتر خون آشام معرکوں سے دو چار ہونا پڑا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں شکست اور مدینہ منورہ سے اخراج کے بعد بڑی حد تک یہودیوں نے مخاصمانہ رویہ ترک کر دیا۔ لیکن نصاریٰ نے اپنی مخالفانہ روش مزید شدت سے جاری رکھی۔ انھوں نے ایسے ذلیل ہتھکنڈے استعمال کیے جو یہودیوں نے بھی کبھی روا نہیں رکھے تھے۔ انھوں نے مختلف انداز میں پیغمبر اسلام کو اپنے غم و غصہ کا نشانہ بنایا۔ پہلے تو کہا کہ حضرت محمد قرآن کے الہامی کتاب ہونے کا کوئی ثبوت فراہم نہیں کر سکتے پھر یہ کہا کہ یہ آیات کسی نبی کے پیغام سے زیادہ کسی بیمار ذہن کی پیداوار معلوم ہوتی ہیں۔ کیوں کہ یہ مشہور کر دیا گیا تھا کہ حضور اکرم پر مرگی کے دورے پڑتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ قدیم انبیا کے جو قصے آنحضرت سناتے ہیں وہ عہد نامۂ قدیم (OLD TESTAMENT) سے مستعار لیے

گئے ہیں۔ وہ لوگ کہتے تھے کہ نوجوانی میں آپ جب ملک شام کے سفر پر جایا کرتے تھے تو وہاں کے بازاروں میں یہ کہانیاں سُن کر یاد کر لیتے تھے مزید یہ کہ آپ کوئی معجزہ نہیں دکھلا سکتے تھے ان لوگوں کا یہ دعویٰ تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ پر چل سکتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام لکڑی کو سانپ میں تبدیل کر سکتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ لیکن حضرت محمدؐ کے پاس ایسی کوئی مافوق الفطرت صلاحیت نہیں تھی۔

مکہ کے مشرکین بھی یہی الزامات لگاتے تھے۔ وہ حضرت محمدؐ سے کہتے تھے کہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو قدیم پیغمبروں کی طرح آپ کو بھی ہواؤں کو طوفان میں بدلنے حسب منشا بارش برسانے اور مردوں کو زندہ کرنے کے اعجاز کا حامل ہونا چاہیے۔ ان تمام باتوں کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے عجز کے ساتھ جواب دیا کہ خدا کی نازل کردہ وحی ہی میرا واحد معجزہ ہے۔ اللہ رب العزت نے کمال مہربانی اور دانائی سے مجھ کو اپنے رسول کی حیثیت سے منتخب کیا ہے۔ اس پر قریش نے آپ کی مذمت کی اور کہا کہ آپ خود ساختہ پیغمبر ہیں۔ ان الزامات کی پرواہ کیے بغیر آپ اپنے تبلیغی کام میں مصروف رہے۔ قرآن حکیم نے آپ کو حکم دیا کہ منکروں سے کہہ دیں کہ

"اللہ جو چاہتا ہے وہی ہو کر رہتا ہے۔ میں تو خود اپنے نفع ونقصان کا مختار بھی نہیں۔ اگر میں غیب جان لیا کرتا تو میں سب نفع اور ساری خوبیاں سمیٹ لیتا اور کوئی تکلیف مجھے نہیں پہنچ پاتی۔ میں تو ایمان والوں کو ڈر اور خوش خبری سنانے والا ہوں۔"

(۷: آیات ۱۸۸)

اس سے زیادہ سیدھے سادے انداز میں ایمانداری کے ساتھ آپ کے مقام کا تعین ممکن نہیں۔ دوسرے پیغمبروں کے معجزے ان کے پیروؤں کی ایجاد ہیں۔ پھر بھی وہ لائق تعظیم و تکریم قرار دیے جاتے ہیں جب کہ حضرت محمدؐ لائق ملامت۔ وہ بھی اس حقیقت کے باوجود کہ معجزوں کو نہ سائنس ہی لائق اعتناء سمجھتی ہے اور نہ فلسفہ۔ قدیم تاریخی ادوار میں بھی کئی فلسفیوں نے معجزوں کو شدید شک و شبہ کی نظر سے دیکھا۔ مثلاً سسرو (CICERO) نے کہا تھا۔ معجزوں کا کوئی وجود نہیں ہے۔ معصوم

لوگوں کی نیک خصلت کو برقرار رکھنے کے لیے ان کو ایجاد کیا گیا تھا۔ معجزوں کی تصدیق کے لیے انتہائی کمزور شہادتیں دستیاب ہیں چاہے یہ معجزے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہوں یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ان کا وجود غیر یقینی ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں بھی کئی لوگوں نے ان کی صحت پر شبہ ظاہر کیا ہے۔ اٹھارویں اور انیسویں صدی میں معجزے کے نظریے کی کھلے عام مذمت کی گئی۔ ڈیوڈ ہیوم (DAVID HUME) نے اپنی کتاب "انسانی سمجھ بوجھ سے متعلق تحقیق" میں اس نظریے کی دھجیاں اڑا دیں۔ ان کی صداقت ثابت کرنے کے لیے کوئی سائنسی شواہد موجود نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ بعض عیسائی پادریوں نے بھی معجزات کو رد کر دیا۔ مثلاً رڈالف بٹمین نے اس بات کی اشاعت کی کہ عیسائیت روحانی قوت سے زیادہ اخلاقی قدروں پر مشتمل ہے۔ اپنی زندگی کی آخری سانس تک حضرت محمد صلعم نے حامل معجزات ہونے سے انکار کیا۔ آپ نے اس بات پر زور دیا کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی معجزات دکھا سکتا ہے۔ اگرچہ بعد کے آنے والے محدثین نے آپ سے کچھ مافوق الفطرت واقعات کو منسوب کر دیا ہے۔ تاہم کئی ماہرین دینیات نے ان واقعات کو صحیح تسلیم کرنے سے انکار کیا کیوں کہ ان کے مطابق یہ واقعات قرآنی آیات اور حضور اکرم کی تعلیمات کے منافر تھے۔ جارج برنارڈ شا (GEORGE BERNARD SHAW) نے اس موضوع پر اپنے ناقابلِ تقلید انداز میں لکھا ہے کہ:

"معجزات کی کہانیاں سننے سے لوگ کبھی نہیں تھکتے۔ (حضرت) محمدؐ نے بیکار ہی ان معجزات کی تردید کی جو آپ سے منسوب کر دیے گئے تھے۔ بیکار ہی (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان لوگوں کی سخت سرزنش کی جنھوں نے ساحرانہ کمالات دکھانے کا مطالبہ کیا تھا۔ بیکار ہی سنتوں صوفیوں نے اعلان کیا کہ اللہ نے انھیں ان کے کمال کی وجہ سے نہیں بلکہ کمزوریوں کی وجہ سے چنا ہے تاکہ منکر لوگوں کو فضیلت ملے اور مغروروں کو ذلت۔ لوگ اپنے معجزات پر اپنی کہانیوں پر اپنے ہیروؤں اور ہیروئنوں پر اپنے سنتوں، صوفیوں اور شہیدوں پر یقین رکھتے رہیں گے۔ تاکہ اپنی عقیدت اپنی چاہت اپنی حیرانی اور پرستش کے پھول نچھاور کر سکیں۔ ان کا عقیدہ حق بجانب تھا۔ ان میں ہر کہانی نوعِ انسان کی مشترکہ میراث ہے۔ ان کہانیوں سے صحت مند انداز

میں لطف اندوز ہونے کی صرف ایک کڑی شرط ہے اور وہ شرط یہ ہے کہ کوئی بھی شخص انھیں حقیقت تسلیم نہیں کرے گا

یہ رویہ نہ تو عہد روشن خیالی کی آمد سے متاثر ہوا اور نہ ہی مارکس ازم (اشتراکیت) کے فروغ سے۔ برنارڈ لیوس نے ٹھیک ہی کہا ہے کہ چند ایک یورپی مارکسسٹوں کے کام کو چھوڑ دیا جائے تو دوسرے مصنفوں کی نظریاتی تحریروں میں عالمانہ تجسس اور آزادانہ مطالعہ کی خواہش کا نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ چاہے یہ مصنف عیسائی ہوں یا مارکسسٹ ان خوبیوں کو ایک نے گناہ سے تعبیر کیا تو دوسرے نے نظریاتی غلطی سے۔

رسول اللہ صلعم آسانی سے اپنے اطراف تقدس کا ہالہ بنا سکتے تھے اگر آپ ایسا کرتے تو آپ کے پیرو آپ کے اس عمل کو بڑی خوشی سے سراہتے بھی اس کے برخلاف آپ نے اس رجحان کی سختی سے مذمت کی اور اپنے پیروؤں کو تاکید کی کہ آپ کو الوہیت سے متصف نہ کریں۔ جب آپ سخت بیمار تھے۔ تو لوگوں نے اطلاع دی کہ مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی ہے کہ آپ کا وصال ہو گیا ہے جس کی وجہ سے ان میں مایوسی پھیل گئی ہے۔ حضور صلعم نے اپنی قوت مجتمع کی اور مسجد میں داخل ہوئے اور وہاں مجمع کو مخاطب فرمایا "مجھے معلوم ہوا کہ تمھارے نبی کے وصال کی اطلاع سے تم اندیشوں میں گھر گئے ہو۔ لیکن کیا مجھ سے پہلے کوئی پیغمبر ہمیشہ کے لیے زندہ رہا؟ ہر چیز خدا کی مرضی سے وقوع پذیر ہوتی ہے اور ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے جس کو نہ آگے کیا جا سکتا ہے اور نہ پیچھے ہٹایا جا سکتا ہے۔ مجھ کو میرے رب نے یہاں بھیجا تھا اور میں اسی کی طرف لوٹنے والا ہوں"

اس توضیح کے باوجود جب آپ کا وصال ہوا تو حضرت عمرؓ نے اس حقیقت کو ماننے سے انکار کر دیا اور انھیں یقین دلانے کے لیے حضرت ابوبکرؓ کو وہ قرآنی آیات سنانی پڑیں جن میں یہ مذکور تھا کہ محمد صلعم فانی ہیں اور صرف اللہ کی ذات لافانی ہے۔

حضور اکرمؐ تمام زندگی لوگوں کو سمجھاتے رہے اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے رہے لوگوں کو اپنا پیرو بنانے کے لیے آپ نے نہ تو طاقت کا استعمال کیا

نہ جادو کا اور نہ ہی مسمیریزم کا۔ آپ نے ہمیشہ عقل و دانش کی قدر کی اور انسانی کردار کے نشوو نما میں استدلال کی اہمیت پر زور دیا۔ قرآن حکیم میں ایسی متعدد آیات موجود ہیں، جن میں آپ کو یہ تاکید کی گئی کہ دین میں زبردستی نہ کریں اور صبر سے سمجھا بجھا کر لوگوں کو دین حق پر آنے کی دعوت دیں۔

"اے نبی لوگوں کو پروردگار کے راستے کی طرف دعوت دیتے رہو لیکن حکمت و دانائی کے ساتھ لوگوں کو حسن و خوبی سے سمجھاتے رہو!"

آپ نے ایک سادہ انسان کی طرح زندگی گزاری اور الوہی صفات کے حامل ہونے سے انکار کیا اور اسی بنا پر آپ کو بدنام کیا گیا۔ مسلم حکمرانوں نے درباری عالم مقرر کیے ان درباری عالموں نے اپنے آقاؤں کے افعال بد کے دفاع کے لیے نئی نئی احادیث وضع کرلیں۔ ان موضوعی احادیث سے فائدہ اٹھا کر مستشرقین نے حضور اکرم کی زندگی کا صحیح تاریخی پس منظر میں جائزہ لینے کے بجائے آپ پر بہتان تراشی میں کئی صفحے کالے کیے ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں جھوٹی حدیثیں وضع کرلی گئی تھیں، جو سالہا سال سے رائج ہیں۔ اس دوران ان میں مزید بناوٹی کہانیوں کا اضافہ ہوتا رہا۔ ایسی ہی روایتوں کو بنیاد بنا کر ابن اسحاق اور واقدی جیسے کئی مورخوں نے اپنی تواریخ لکھیں اور ان کتابوں کو افواہوں اور اسکینڈل کے مسالے سے مزین کیا۔ تقریباً دو سو سال کے بعد دو معتبر ترین محدثین امام بخاری اور امام مسلم نے ایسے ننانوے فیصد احادیث کو غلط قرار دے کر رد کردیا۔ تحقیق کی معقول سہولتوں کے فقدان کی وجہ سے ابن سعد اور طبری جیسے مورخوں نے پیغمبر اسلام کے متعلق تمام سنی سنائی باتوں کو جمع کیا اور ان قصوں کو اپنی کتابوں میں شامل کرلیا۔ اپنے جوش عقیدت کے زیر اثر حضور اکرم کو ایک طرف "الوہی صفات کے حامل" قرار دیا تو دوسری طرف "دنیوی مسرت و انبساط کے متوالے"۔ رسول اللہ صلعم کے یہودی اور عیسائی ناقدوں کو ان تحریروں میں اپنے مطلب کا کافی مواد مل گیا اور انھوں نے حضورؐ کے خلاف زہر افشانی کے لیے ان کتابوں سے حسب منشا اقتباسات منتخب کرلیے۔ ان اسلام دشمن مصنفین نے بڑی ہوشیاری سے اس مواد کو مسخ کر کے حضور اکرم کو نعوذ باللہ "نفسانی خواہشات کا شکار" "ایک موقع پرست" "بے رحم

سپاہی" اور سیاسی بازی گر کی حیثیت سے روشناس کرایا ہے۔

جارج سیل نے قرآن مجید کا جو انگریزی ترجمہ کیا ہے اس کا مقدمہ سر ایڈورڈ ڈینی سن راس نے لکھا ہے۔ اس مقدمے میں اس نے بجا طور پر لکھا کہ کئی صدیوں تک محمڈن ازم (اسلام) سے یورپ کے اکثر لوگوں کی واقفیت ان مسخ شدہ اطلاعات پر مبنی تھی جو اسلام دشمنی کے جنون میں مبتلا عیسائی مورخوں نے پیش کی تھیں۔ جس کے نتیجے میں اس مسخ شدہ مواد نے ان کے سامنے تہمتوں اور ملامتوں کا ایک پہاڑ کھڑا کر دیا تھا۔ محمڈن ازم (اسلام) کی خوبیوں کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا تھا اور ہمارا یورپ کی نظروں میں اس مذہب کی جو خامیاں تھیں ان کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا یا ان کے غلط مطالب سمجھائے گئے۔"

دلائل سے اس بات کا فیصلہ نہیں ہو سکتا کہ آیا قرآن حکیم الہامی کتاب ہے یا نہیں اور حضرت محمد خدا کے رسول ہیں یا نہیں بلکہ ان سے گتھیاں اور الجھ جاتی ہیں۔ یہ بات دوسرے صحیفوں اور پیغمبروں کے بارے میں بھی اتنی ہی سچ ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں اگر کوئی شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے تو وہ اس کے پیغمبروں سے انکار نہیں کر سکتا۔ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ اگر دنیا کے لاکھوں لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، سری کرشن، مہاتما بدھ، زرتشت جیسے پیغمبروں کا احترام کرتے ہیں جن کی تعلیمات نے نوع انسانی کو بلند منصب عطا کیا تو پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس احترام کے زیادہ مستحق ہیں کیوں کہ آپ نے تاریخ کی روشنی میں زندگی گزاری اور اپنے فرائض انجام دیئے۔

اگر ہم وحی (الہام) کی صداقت کو تسلیم کر لیں تو اس کے مرسل کا مذاق نہیں اڑا سکتے لیکن رشدی نے یہی کچھ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے اپنے ناول میں جبریل علیہ السلام کا مضحکہ خیز خاکہ کھینچا ہے اور نام بھی "جبریل فرشتہ" رکھا ہے۔ مسلمان جبریل علیہ السلام کی بہت تعظیم کرتے ہیں کیوں کہ وہی کلام الٰہی کو حضرت محمد صلعم تک پہنچاتے تھے۔ یہودی اور عیسائی مذہب میں بھی اس فرشتہ کا وہی مقام ہے، جو کہ اسلام میں ہے۔ فرشتوں میں ان کا درجہ افضل ہے اور ان کے وجود کی صداقت کو جس قدر مسلمان تسلیم کرتے ہیں اسی قدر یہود و نصاریٰ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ شیطان

بھی فرشتہ ہی تھا اور خدا کی نافرمانی کا مرتکب ہونے کی وجہ سے راندۂ درگاہ ہوا۔ دنیا میں ہر بدی کا سرچشمہ شیطان ہی ہے۔ آج بھی وہ نہ صرف مذہبی بلکہ سیکولر ادبی تحریروں کا اہم کردار ہے۔ جس طرح شیطان ہر بدی اور برائی کا نمائندہ ہے اسی طرح حضرت جبریئل تمام نیکی ہی نیکی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ وہ نوع انسانی کے بہترین مقاصد کے حصول کی تاریخ کے ارتقا کا جزو لاینفک ہیں تو شیطان ان مقاصد کی شکست کا مظہر رہا ہے۔

اقبال نے جبریئل علیہ السلام اور شیطان کے بیچ ایک مکالمے کو نظم کیا جس میں ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل کا حامل ہے تو دوسرا منکرانہ خیالات کا۔ قرآن مجید میں شیطان اور اس کے پیروؤں کے متعلق کئی حوالے موجود ہیں جن میں گناہ ثواب، خیر و شر کے درمیان ازلی جدوجہد کا عکس جھلکتا ہے۔ اللہ کی وحدانیت مرکزی عقیدہ ہے۔ اقبال نے ایک طرف جبریئل علیہ السلام کے غیر متزلزل ایمان کی تصویر کشی کی ہے تو دوسری طرف شیطان کی مسلسل نافرمانی کی۔

جبریئل فرماتے ہیں:

کھو دیے انکار سے تو نے مقاماتِ بلند
چشمِ یزداں میں فرشتوں کی رہی کیا آبرو

ابلیس (جواب دیتا ہے)

ہے مری جرأت سے مشتِ خاک میں ذوقِ نمو
میرے فتنے جامۂ عقل و خرد کا تار و پو
دیکھتا ہے تو فقط ساحل سے رزمِ خیر و شر
کون طوفاں کے طمانچے کھا رہا ہے میں کہ تو؟
خضر بھی بے دست و پا، الیاس بھی بے دست و پا
میرے طوفاں یم بہ یم، دریا بہ دریا، جو بہ جو
گر کبھی فرصت میسر ہو تو پوچھ اللہ سے
قصۂ آدم کو رنگیں کر گیا کس کا لہو

میں کھٹک ہوں دل یزداں میں کانٹے کی طرح

تو فقط اللہ ہو ، اللہ ہو ، اللہ ہو

ایک اور جگہ اقبال منکروں سے کہتے ہیں۔

؎ وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

ان تمام عقیدوں کو رشدی کے ناول میں مذاق کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ اسی لئے یہ کتاب عام گیر توجہ کا باعث بن گئی اور مسلمانوں کے غم و غصہ کا شکار بھی لیکن یہ بھی اسلام کے خلاف تہمت تراشیوں کے طویل سلسلے کی محض ایک کڑی ہے غیر مسلم لوگوں کی نظر میں چاہے وہ یہودی ہوں یا عیسائی، ہندو ہوں یا بدھسٹ، مسلمان ہمیشہ "محمڈن (نعوذ باللہ) کے پیرو رہے ہیں۔ جس کے معنی "شیطان" سمجھتے ہیں یا "ظلمات کی روح"۔ کسی خاص تبدیلی کے بغیر آج بھی یہ رویہ عام ہے۔ اگرچہ کبھی کبھی کوئی مارگریٹ تھیچر یا کوئی جارج بش مسلمانوں کو خوش کرنے کے لیے اسلام کی تحسین و تعریف میں چند کلمے کہہ دیتے ہیں۔ زمانہ ماضی کے تعصبات کی بنیاد پر اکثر غیر مسلم آج بھی مسلمانوں کو مذہبی کٹر پن کا شکار سمجھتے ہیں یا دہشت پسند ایک طویل عرصہ تک یہ سمجھا جاتا رہا کہ حضرت محمدؐ نے غیر مسلموں کے سامنے دو ہی متبادل رکھے تھے "قرآن یا تلوار" یہ نظریہ بھی عام تھا کہ اسلام تلوار کے زور پہ پھیلا۔ تھامس ارنالڈ نے بڑی جانکاہی سے حقائق و شواہد جمع کر کے اپنی معرکۃ الآرا کتاب "اسلام کی تبلیغ" لکھی۔ ارنالڈ نے ثابت کیا کہ اسلام "اس اسطوری کردار یعنی مسلم سپاہی کے ذریعے نہیں پھیلا جس کے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قرآن ہوتا تھا بلکہ قرآنی تعلیمات کے اعجاز اور حضرت محمدؐ کے پاکیزہ کردار کی وجہ سے پھیلا ہے۔" لیکن سر تھامس ارنلڈ کی آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوئی کئی دوسرے اتنے ہی ممتاز مصنف رسول اللہ کو ایک "بے رحم سپاہی" ثابت کرنے پر مصر رہے۔ ایسے لوگ اسلام کے بنیادی عقیدے کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں کہ آپ کو تشدد سے سخت نفرت تھی اور آپ نے ہمیشہ رحمدلی اور درگزر کی تعلیم دی۔ جب آپ کے مخالفین بدکلامی کرتے تو آپ جواب نہیں دیتے تھے ان کی زیادتیاں

اور ظلم آپ نے بڑے صبر سے برداشت کیں۔ جب آپ کے پیروؤں کو ایذائیں پہنچائی گئیں تو آپ نے انھیں مشورہ دیا کہ انتقامی کارروائی کی بجائے وہ لوگ حبش کو ہجرت کر جائیں۔ غرض آپ کی نرم مزاجی اور بردباری سے فائدہ اُٹھا کر آپ کے دشمن یعنی قریشِ مکّہ نے آپ کو مزید تکلیفیں پہنچائیں۔ آپ پر سنگ باری کی گئی کوڑا کرکٹ بھی پھینکا گیا اور بالآخر آپ کے قتل کا منصوبہ بنا لیا گیا۔ ان کے ناپاک ارادوں کو ناکام بنانے کے لیے آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ یثرب کو ہجرت فرمائی جو بعد میں مدینہ کہلایا۔ یہ شہر مکّہ سے تین سو میل دور واقع تھا۔ یہاں پہنچ کر آپ نے اپنی تبلیغی سرگرمیاں پُرامن ماحول میں جاری رکھیں۔ اگرچہ مدینہ کے اکثر لوگوں نے آپ کو اپنا سردار مان لیا۔ لیکن وہاں کے دیگر لوگوں پر آپ نے زبردستی اپنی مرضی مسلط نہیں کی۔ آپ نے وہاں کے مختلف مسلم، یہودی اور بت پرست قبیلوں کو ایک دوسرے کے قریب لا کر روزمرہ کے معاملات کی انجام دہی کے لیے ایک انتظامی خاکہ مرتب کیا۔

آپ نے ان تمام قبیلوں سے ایک معاہدہ کر لیا جس کو 'میثاقِ مدینہ' یا دستورِ مدینہ کہا جاتا ہے۔ اس طرح آپ نے ایک متحدہ ریاست کی بنیاد رکھی۔ اس معاہدے میں خاص طور پر یہ ضمانت دی گئی تھی کہ جو یہودی اس دولتِ مشترکہ کے رکن بن جائیں گے ان کی "پوری حفاظت کی جائے گی نہ کوئی ان کی توہین کرے گا اور نہ ہی انھیں پریشان کر سکے گا ان کو مسلمانوں کے ساتھ مساویانہ حقوق حاصل ہوں گے اور وہ ہماری مدد اور تعاون کے مستحق ہوں گے۔" اس معاہدے میں اس بات کی بھی ضمانت دی گئی کہ یہودیوں کو اپنے دین پر قائم رہنے کی پوری آزادی ہوگی اور مسلمانوں کو اپنے دین پر۔ یہودیوں کے حلیف اور ہمنوا بھی ان تمام ضمانتوں کے حقدار ہوں گے اور انھیں بھی وہی آزادی حاصل ہوگی۔ خاطیوں کا پیچھا کیا جائے گا اور انھیں سزا دی جائے گی۔ دشمنوں سے شہر مدینہ کی حفاظت میں یہودی مسلمانوں کا ساتھ دیں گے۔ اس معاہدے کے تمام شرکا مدینے کے تقدس کی حفاظت کریں گے۔ مزید یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ "جو لوگ اس معاہدے میں شریک ہوں گے وہ ہماری مدد اور یاوری کے حقدار ہوں گے۔ بشرطیکہ وہ ہمیں نقصان نہ پہنچائیں اور

ہمارے دشمنوں کی مدد نہ کریں۔"

کچھ دنوں بعد نجران اور اس کے قرب و جوار میں بسنے والے عیسائیوں کو بھی ایسے ہی تحفظات دیے گئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا کہ "آپ ان کی زندگی، ان کے مذہب اور ان کی اموال کی حفاظت فرمائیں گے اور ان کے دین میں دخل نہیں دیا جائے گا۔ انھیں اپنے مذہبی امور کی ادائیگی کی پوری آزادی ہوگی۔ ان کو حاصل شدہ حقوق اور رعایتوں کو برقرار رکھا جائے گا۔" انھیں یہ یقین بھی دلایا گیا کہ "کسی شخص کو اس کے عہدے سے نہیں ہٹایا جائے گا اور نہ ہی کسی راہب کو اس کی خانقاہ سے بے دخل کیا جائے گا اور نہ ہی کسی پادری کو اس کے منصب سے محروم کیا جائے گا۔" وہ لوگ حسب سابق اپنے حقوق سے فیضیاب ہوتے رہیں گے لیکن نہ انھیں ظلم کرنے کی اجازت ہوگی نہ ہی ان پر ظلم کیا جائے گا۔"

لیکن ان تمام یقین دہانیوں اور تحفظی وعدوں کے باوجود رسول اللہ اور ان کے پیروؤں کی مختصر جماعت کو ابتدا سے ہی ایسے دشمنوں کا سامنا کرنا پڑا جو انھیں مٹا دینے کے درپے تھے۔ یہ دشمن تشدد پہ پھلتے پھولتے تھے۔ ان کا پسندیدہ نعرہ تھا۔

> "اگر ہم کو جنگ کرنے کے لیے کوئی دشمن قبیلہ نہ ملے تو ہم حلیف قبیلوں سے جنگ کرتے ہیں۔ اس طرح ہماری خوں آشامی کی خواہش پوری ہوتی ہے۔"

۶۲۴ء میں حضرت محمدؐ پر جنگِ بدر مسلط کر دی گئی تھی۔ آپ قریش کی مخاصمت کا مقابلہ کرنے پر مجبور کر دیے گئے تھے کیوں کہ وہ خفیہ طور پر آپ کو ختم کر دینے کی سازش کر رہے تھے۔ اپنے ہم مذہبوں کے جذبۂ جہاد اور بہادری کو قابل فخر بنانے کے لیے مسلم واقعہ نویسوں نے جس مبالغہ آمیزی سے جنگ اور ماقبل جنگ کے معاملات کو قلم بند کیا ہے اس سے یہ حقیقت بدل نہیں جاتی کہ یہ ایک دفاعی جنگ تھی نہ کہ حملہ۔ مستشرقین نے واقعات کو مسخ کر کے پیش کیا ہے اور حضورؐ کو ایک "ہتھیار بند پیغمبر" ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن سچائی کچھ اور ہی ہے۔ قریش آنحضور صلعم کو پرسکون زندگی گزارنے کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔ اور جنگ کے لیے بے چین تھے۔ ان کے

ظلم و تشدد سے بچنے کے لیے آپ نے اپنے پیرووں کو حبش بھیج دیا۔ لیکن قریش نے وہاں بھی ان کا پیچھا کیا اور حبش کے بادشاہ نجاشی سے مطالبہ کیا کہ وہ مہاجرین کو ان کے حوالے کر دے۔

اسی طرح جب مسلمانوں نے یثرب میں پناہ لی تو قریش کے سردار ابوسفیان نے مدینہ کے اہم قبیلوں اوس و خزرج کے سردار کو دھمکی دی کہ اگر انھوں نے حضور اکرم اور مسلمانوں کو مدینہ سے شہر بدر نہیں کیا تو انھیں سزا دینے کے لیے کارروائی کی جائے گی۔ اس پس منظر میں کیا یہ ممکن تھا کہ قریش کے بے پناہ جنگی وسائل سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود پیغمبر اسلام قریش کی طاقت سے ٹکرانے کے بارے میں سوچ بھی سکتے ، وہ بھی ایسے وقت جبکہ مہاجرین اور انصار مدینہ میں کئی تنازعات اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ یہود و نصاریٰ سے دوستی کی مخلصانہ کوشش کے باوجود دونوں آپ کی مخالفت پر کمربستہ تھے۔ مدینہ کے انصار میں بھی کئی منافقین دھوکے سے آپ کی پیٹھ میں خنجر گھونپنے کے لیے تیار تھے۔ ان کا سردار عبداللہ بن ابی مدینہ کی حکمرانی کے خواب دیکھ رہا تھا اور حضرت محمد صلعم کی بڑھتی ہوئی طاقت کو اپنے لیے خطرہ سمجھتا تھا۔

کیا یہ بات قرین قیاس معلوم ہوتی ہے کہ ایسے حالات میں رسول اللہ مدینہ سے ۸۰ میل دور بدر کی مہم پر روانہ ہوئے اور آپ نے قریش کو اشتعال دلا کر جنگ پر مجبور کیا۔ پھر آپ کی فوج کی تعداد کیا تھی ؛ صرف تین سو غیر تربیت یافتہ مسلمان جن کے پاس پوری طرح جنگی ہتھیار بھی نہیں تھے اور ان کا مقابلہ ابوجہل کی طاقتور فوج سے تھا۔ جو ایک ہزار تربیت یافتہ اور مسلح فوجیوں پر مشتمل تھی۔ اگر حضرت محمد حملہ آور تھے تو اس حملے کا محرک کیا ہو سکتا تھا۔ آپ کے ناقد کہتے ہیں کہ مال غنیمت (لوٹ کا مال) ہی آپ کا مقصد تھا۔ لیکن حضورؐ کے کردار میں کوئی ایسی بات نہیں تھی کہ آپ پر "لٹیرے" ہونے کا الزام لگایا جا سکے۔ پھر ایسی پر خطر مہم پر تو کوئی ڈاکو بھی راضی نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ ایک معجزہ ہی تھا کہ آپ اس جنگ میں فتحیاب ہوئے۔ اسی لیے آپ نے اس فتح کو اللہ کی نصرت اور حمایت کا نتیجہ قرار دیا۔

جنگ بدر کی شکست نے قریش کی آتش غیظ کو بھڑکا دیا۔ وہ بڑی تندہی

سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کی تیاریوں میں جٹ گئے۔ اپنے وقار کی بحالی کی خاطر ان کے لیے رسول اللہ کو نیچا دکھانا ضروری ہو گیا تھا۔ اپنی آتش انتقام کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ابو سفیان اور اس کے پیروؤں نے ایک سال بعد ہی دوبار مدینہ کا رُخ کیا۔ یہ لڑائی ۶۲۵ء میں اُحد کے مقام پر لڑی گئی۔ مکہ کے سردار ابو سفیان نے قسم کھائی تھی کہ وہ اپنی بیوی ہندہ کے ساتھ نہیں سوئے گا جب تک کہ مسلمانوں سے بدلہ نہ لے لے۔ خود ہندہ نے بھی قسم کھائی تھی کہ اپنے عزیزوں کے قتل کا بدلہ لیے بغیر وہ چین سے نہیں بیٹھے گی۔ حضرت محمد صلعم کے پاس اپنے دفاع کے علاوہ کوئی راستہ نہیں تھا۔ چنانچہ معاہدے کے مطابق آپ نے یہودیوں سے مدد طلب کی۔ لیکن انھوں نے مدد سے انکار کر دیا۔ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی نے بھی رسول اللہ کو دھوکہ دیا۔ اس نے پہلے تو تین سو لوگوں کی جمعیت جٹائی۔ لیکن عین وقت پر یہ لوگ واپس چلے گئے۔ پھر حضور اکرم کے صحابہ بھی جنگ کی حکمت عملی پر متفق نہیں تھے۔ آپ کو اتفاق رائے سے ایک لائحۂ عمل طے کرنا پڑا۔ دورانِ جنگ کچھ لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ مسلمان جنگ جیت چکے ہیں لہٰذا وہ اپنے مورچے چھوڑ کر مالِ غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے۔ جس کی وجہ سے بڑی افراتفری پھیل گئی۔ فوجیوں کی نقل و حرکت کی نگرانی کرنے والے تیر انداز بھی پہاڑ کی چوٹی سے اتر آئے اور مالِ غنیمت جمع کرنے میں شریک ہو گئے۔ اس طرح رسول اللہ صلعم کی دشواریوں میں اضافہ ہو گیا پھر بھی آپ مضبوطی سے دفاع کرتے ہیں کامیاب ہوئے۔ جب تک تیر انداز اپنی جگہوں پر جمے رہے جنگ میں آپ کی فتح یقینی نظر آ رہی تھی۔ لیکن مسلمان تیر اندازوں کی بداحتیاطی اور دشمنوں کے فوجی جنرل خالد بن ولید کی جنگی حکمت عملی نے تختہ پلٹ دیا اور مسلمانوں کو شکست ہوئی۔

قریش کے لیے اتنی کامیابی کافی تھی۔ وہ اس قدر تھک چکے تھے کہ ان کے لیے مدینہ فتح کر لینا مشکل تھا۔ کیونکہ مدینہ کی فتح ایک طویل جنگ کی متقاضی تھی جس کے لیے وہ تیار نہیں تھے۔ وہ مطمئن تھے کہ انھوں نے بدر کی شکست کا انتقام لے لیا ہے۔ اس لیے وہ مکہ لوٹ گئے اور مدینے کی فتح کو آیندہ کے لیے ملتوی کر دیا۔ قریش کی اس فتح سے مدینہ کے آس پاس کے قبائل کے حوصلے اتنے بڑھ گئے کہ وہ مدینے

پر چڑھائی کرنے لگے۔ یہودیوں کی بھی اتنی ہمت بڑھ گئی کہ وہ حضرت محمد صلعم کے دشمنوں کا ساتھ دینے لگے۔ جنگ میں شکست نے کچھ دنوں کے لیے مسلمانوں کے حوصلے پست کر دیے حضرت محمد صلعم کے ناقابلِ شکست حوصلے اور عزم نے اور سردار کی حیثیت سے آپ کی بے پناہ صلاحیت نے مسلمانوں کو دوبارہ ہمت بخشی۔ بدر کی فتح اور اُحد کی شکست ہر دو واقعات نے مسلمانوں کو یقین دلایا کہ اللہ تعالیٰ اُن کا امتحان لے رہا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو وہ اُحد میں بہ آسانی جیت سکتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ فتح و شکست دونوں میں مسلمانوں کی ثابت قدمی آزمانا چاہتا تھا۔ مسلمانوں کے مشن (تحریک) کی کامیابی کا راز بھی اس بات میں پوشیدہ تھا کہ وہ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہیں اُن کو اندازہ ہوگیا تھا کہ انسان کی ترقی میں افلاس و افلاس بھی اتنے ہی اہم ہیں جتنی کہ خوش حالی، وہ یہ بھی سمجھ گئے کہ روحانی پاکیزگی کے لیے شکست بھی اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ حصولِ مقصد کے لیے فتح۔

مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ رسول اللہ کے رویے کو دشمنانِ اسلام نے اکثر اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ایسے معترضین اس بات کو فراموش کر دیتے ہیں کہ ان یہودیوں نے جنگِ اُحد میں کیا کردار ادا کیا تھا۔ واٹ (WATT) نے بغیر کسی تردد کے یہ تسلیم کیا ہے کہ "یہودی اُن تمام نظریات پر حملے کر رہے تھے جن پر حضرت محمدؐ کے مقام کا دارو مدار تھا۔" کئی یہودی قریش کو جوش دلانے میں پیش پیش تھے کہ وہ جنگِ بدر کی شکست کا بدلہ لیں۔ یہ بات ثابت کرنے کے لیے کئی تاریخی شواہد موجود ہیں یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف کئی بار مکہ پہنچا اور قریش کو اپنی حمایت کا یقین دلاتا رہا۔ اس نے ایک نغمۂ انتقام بھی لکھا تھا۔ جس میں اہلِ مکہ کو غیرت دلا کر مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارا اپنی نظم میں وہ کہتا ہے۔

بدر کے سانحے پر تمھیں رونا چاہیے
بہترین لوگ جو تیغ ہوتے
کئی شریف اور خوبصورت لوگ
جو بے گھروں کا سہارا تھے
قتل کر دیے گئے

میں نے سنا ہے کہ
الحارث ابن ہشام
مدینہ پر چڑھائی کے لیے
فوج جمع کر رہا ہے
بے شک اشراف اور بہادر لوگ ہی
اپنے بلند وقار کی حفاظت کرتے ہیں

مدینہ میں یہودیوں کے تین اہم قبائل آباد تھے۔ بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ ان میں بنو قینقاع سب سے طاقتور قبیلہ تھا جس نے رسول اللہ صلعم کی مدد کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن حضور صلعم کی سرداری کو کبھی قبول نہیں کیا۔ ان لوگوں نے قریش سے ہمیشہ ربط بنائے رکھا اور ہمیشہ قریش کی حتی المقدور مدد کی۔ اور حضور اکرم کے خلاف سازش کرتے رہے۔ اسی لیے مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات ہمیشہ کشیدہ رہے اور وقت گزرنے کے ساتھ مزید ابتر ہوتے گئے۔ ایک یہودی دکاندار کے مسلمان عورت پر دست درازی کا واقعہ دونوں کے درمیان تنازعہ کا فوری موجب بن گیا۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور مسلمانوں نے بنو قینقاع کا محاصرہ کر لیا اور بالآخر ان کو مدینہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ دونوں فرقوں کے درمیان تعلقات کتنے بگڑ چکے تھے۔

بنو نضیر کے پورے قبیلے کی جلاوطنی کا واقعہ بھی قابل ذکر ہے یہ لوگ رسول اللہ کے خلاف مہم چلانے میں پیش پیش تھے۔ اور ان لوگوں نے جنگ بدر میں قریش کی شکست پر کھلے عام اظہار افسوس کیا تھا۔ اور قریش سے اصرار کیا تھا کہ وہ حضرت محمد کو قتل کر دیں۔ یہ یہودی قریش کے ناپاک ارادوں کو کامیاب بنانے کی سازش میں عبداللہ بن ابی کے بھی شریک کار تھے۔ نتیجتاً مسلمانوں نے بنو نضیر کو سزا دینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ مسلمانوں نے ان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا اور رسد مسدود کر دی۔ ان کے مدینہ سے جلاوطنی کے واقعہ کو ابن اسحاق نے بڑے شوخ انداز میں پیش کیا۔ وہ لکھتا ہے "وہ مدینہ سے ایک جلوس کی شکل میں ایسی شان و شوکت اور مسرت کے ساتھ روانہ ہوئے کہ اس سے قبل ایسا جلوس دیکھنے کو نہیں ملا تھا!

واقدی مزید لکھتا ہے کہ اُن کی عورتیں نفیس ترین لباسوں میں ملبوس تھیں اور بہترین زیورات سے آراستہ تھیں۔ وہ واقعی پاگل ہو گئے تھے کہ اپنے گھر اور جائداد سے بے دخل ہوتے پر ایسی خوشیاں منا رہے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ خیبر میں آباد ہوتے ہی اُن لوگوں نے ذلت کا انتقام لینے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ اُن کے ہر دلعزیز شاعر سماخ (SAMAKAH) نے یہودیوں کو جنگ پر اُبھارنے کے لیے شعر کہے تھے۔

النضیر اور اُن کے حلیفوں کے قتل کے لیے
اور خراتارے بغیر کھجور کے درختوں کو کاٹنے کے لیے
اگر میں زندہ رہا تو ہم شمشیر بکف تمہاری طرف آئیں گے
اور ہر تیز تلوار کے ساتھ جو ہمارے پاس ہے
انتقام لینے کیلئے ہم آئیں گے۔

اس جنگ (جنگ خیبر) میں یہودی محفوظ مقام پر تھے۔ اُن کے پاس جنگ کے لیے تمام وسائل موجود تھے۔ اُن کے قلعے مضبوط تھے۔ اور دفاع کا معقول بندوبست تھا وہ قرب وجوار کے قبائل خصوصاً قبیلہ غطفان کی مدد حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے جو اُن کے ساتھ جنگ میں شریک ہو گئے۔ اس طرح ایک کثیر فوج کے ساتھ وہ مدینہ پر حملے کا منصوبہ بنا چکے تھے۔ مسلمان گھبرا گئے اور انھوں نے صلح کی کوشش کی لیکن یہودیوں نے صلح کی خواہش کو ٹھکرا دیا۔

رسول اللہ نے طے کیا کہ مدینہ پر حملے سے قبل ہی یہودیوں کو گھیر لیا جائے آپ فوجی دستوں کے ساتھ خیبر پہنچ گئے اور دشمنوں کے ساتھ کئی جھڑپوں کے بعد خیبر پر بالادستی حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ جب محصور یہودیوں نے امن کی درخواست کی تو رسول اللہ نے اس شرط پر صلح کر لی کہ یہودیوں کی زرخیز زمینیں اُن ہی کے قبضے میں رہیں گی۔ لیکن وہ پیداوار کا نصف حصہ مسلمانوں کو دیں گے۔ یہودیوں نے یہ شرط قبول کر لی اور صلح کا جشن منانے کے لیے حضرت محمد صلعم اور اُن کے صحابہ کو مدعو کیا۔ جب دسترخوان پر حضور کی خدمت میں گوشت پیش کیا گیا تو آپ نے پہلے ہی نوالے میں محسوس کیا کہ گوشت کا عجیب مزا ہے۔ آپ نے فوراً

ہی تھوک دیا۔ آپ کے ایک صحابی کھانا شروع کر چکے تھے۔ حضور اکرمؐ نے اُن کو آگاہ کرنے کی کوشش کی لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ صحابی کا فوراً ہی انتقال ہو گیا۔ گوشت پکانے والی عورت کو طلب کیا گیا تو اُس نے تسلیم کر لیا کہ کھانے میں زہر ملا دیا گیا تھا۔ اس پر مسلمان چراغ پا ہو گئے اور وہ چاہتے تھے کہ صلح کے معاہدے کو منسوخ کر کے دوبارہ جنگ شروع کی جائے۔ لیکن رسول اللہ صلعم نے یہودیوں کو معاف فرمایا اور صلح کے معاہدے پر کاربند رہے۔

حضرت محمد صلعم کی بہترین کوششوں کے باوجود یہودی آپ کی سرداری کو قبول کرنے پر تیار نہیں تھے۔ وہ مسلسل آپ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے۔ اس سازش میں بنو قریظہ نے سب سے زیادہ مخاصمانہ کردار ادا کیا۔ جنگ اُحد میں قریش کی فتح سے اُن یہودیوں کو یقین ہو گیا تھا کہ حضرت محمدؐ اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا ممکن ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انھوں نے نہ صرف مکہ کے سردار ابو سفیان کو اپنی سازش میں شامل کر لیا بلکہ اطراف کے قبیلوں کے سرداروں کو بھی اس بات پر تیار کیا کہ سب مل کر چاروں طرف سے مدینہ پر حملہ کریں۔ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ مدینے کو محصور کر لیا جائے اور رسول اللہ اور اُن کے پیروؤں کو گھیر کر ختم کر دیا جائے۔ لیکن شمالی جانب گہری خندق کھودنے کی حضور اکرمؐ کی حکمتِ عملی نے اُن کے منصوبوں پر پانی پھیر دیا۔ اس خندق کی وجہ سے دشمنانِ اسلام حملہ کرنے سے قاصر رہے اور قریش اور اُن کے حلیف ناکام و نامراد واپس لوٹنے پر مجبور ہوئے۔ مسلم مورخوں نے اس معرکہ کو "جنگِ خندق" کہا ہے۔ اس جنگ میں ناکامی نے دشمنانِ اسلام کی سرگرمیوں کا خاتمہ کر دیا۔ اس حملے کی منصوبہ بندی میں بنو قریظہ نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس طرح وہ غداری کے مرتکب بھی ہوئے کیونکہ میثاقِ مدینہ کی رُو سے وہ مدینہ کی حفاظت کے ضامنوں میں شامل تھے۔ ان کی اس حرکت سے مسلمان بہت ناراض ہوئے اور اُن کو سزا دینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ چنانچہ حملے کا خطرہ ٹلتے ہی مسلمانوں نے بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابنِ اسحاق لکھتا ہے کہ مدینے کے بازاروں میں خندقیں کھودی گئیں۔ مجرموں کو ٹولیوں میں لایا جاتا تھا اور قتل کر کے ان خندقوں میں پھینک دیا جاتا تھا۔ تعداد میں چھ سو یا سات سو

افراد تھے۔ اگرچہ بعض لوگ اس تعداد کو (۸۰۰) یا (۹۰۰) بتاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور محاصرہ اُٹھا لیا گیا تو یہودیوں پر مقدمہ چلایا گیا۔ یہودیوں کی خواہش پر اُن کے حلیف اور قبیلۂ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ کو ثالث بنایا گیا۔ حضرت بن سعد نے یہودیوں کی کتاب میں مندرج قانون کے مطابق فیصلہ کیا۔ اس قانون کے مطابق، "اگر دشمن صلح نہ کریں تو ان کا محاصرہ کرو اور جب تیرا خدا تجھ کو ان پر قبضہ دلا دے تو جس قدر مرد ہیں سب کو قتل کر دے۔ عورتیں اور جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں سب تیرے لیے مالِ غنیمت ہوں گی۔" بنو قریظہ پر غداری کا جرم ثابت ہوا اور حکم ہوا کہ اُن کے مردوں کو تہِ تیغ کر دیا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ تمام نو سو مردوں کو قتل کر دیا گیا۔ صرف عورتوں اور بچوں کو بخش دیا گیا۔ ایسی بھیانک داستانوں کا بیان نہ صرف ابنِ اسحاق کی کتاب میں بلکہ واقدی اور ابنِ سعد کی تحریروں میں بھی ملتا ہے۔ لیکن صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ محتاط تحقیق پر مبنی نہیں ہے۔ چند سال قبل مشہور دانشور اور مدبر برکت احمد نے اپنی کتاب "محمد اور یہود" (MOHAMMED AND THE JEWS) کی تصنیف کے لیے قدیم تاریخی ماخذ کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ انھوں نے بڑی محنت اور تحقیق کے بعد بعض چونکا دینے والے انکشافات کیے ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان مورخوں کے بیان کردہ اکثر واقعات نہ صرف خلاف واقعہ ہیں، بلکہ بے بنیاد بھی ہیں۔ برکت احمد کے تحقیق کے مطابق اس زمانے کے کئی مورخوں کی تحریروں میں ان واقعات کا ذکر نہیں ملتا۔ مثلاً الذہری اور "قتادہ" نے ان واقعات کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ ابنِ اسحاق اور دوسرے مورخوں نے جن روایات کو اپنی تحریروں کی بنیاد بنائی ہے وہ غیر معتبر ہے۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ یہودی مصنفین کی کتابوں میں ان مظالم کا ذکر نہیں ملتا۔ برکت احمد کا کہنا ہے کہ "اپنے پر ہوئے مظالم کا ذکر نہ کرنا یہودیوں کی فطرت کے خلاف ہے۔" یہودی شہیدوں کے متعلق لکھی ہوئی سموئیل عسق (SAMUAL USQUE) کی تصنیف "یہودی کی مصیبتیں تیسرا مکالمہ" میں اس واقعے کے متعلق ایک لفظ بھی درج نہیں ہے۔ پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ رسول اللہ صلعم کی زندگی میں تمام چھوٹی بڑی جنگوں میں مرنے والے مسلم اور غیر مسلم

لوگوں کی مجموعی تعداد پانچ سو افراد سے بھی کم ہے۔ تو پھر اس روایت کے مطابق ایک ہی جنگ میں بنو قریظہ کے نو سو یہودی کیسے قتل ہو سکتے ہیں؟ مزید یہ کہ اگر حضرت محمد صلعم کا مقصد بنو قریظہ کے پورے قبیلے کو نیست و نابود کرنا تھا تو پھر آپ نے خیبر کے یہودیوں کے ساتھ رعایت کیوں کی جنھوں نے آپ کو زہر دینے کی کوشش کی تھی۔

یہودیوں کے ساتھ آپ کے رویے کی ایک اور تاریخی شہادت موجود ہے جب آپ اپنے صحابہ کے ساتھ خیبر سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو ایک یہودی ربی (مذہبی پیشوا) نے آپ سے شکایت کی کہ کچھ مسلمانوں نے تورات کے چند نسخے بھی مال غنیمت میں اپنے پاس رکھ لیے ہیں۔ سرور کائنات نے فوراً حکم دیا کہ مقدس کتاب کے تمام نسخے یہودیوں کو واپس کر دیے جائیں۔ اور مسلمانوں کی اس لغزش پر آپ نے معذرت بھی چاہی۔ اس واقعہ پر مشہور یہودی دانشور اسرائیل ولفنسن (ISRAIL WELPHENSON) لکھتا ہے کہ:

"اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے دل میں یہودیوں کی مقدس کتاب کا کتنا احترام تھا۔ آپ کی رواداری اور ہمدردی کے برتاؤ سے یہودی بے حد متاثر ہوئے۔ وہ یہ کبھی نہیں بھول سکے کہ رسول اللہ صلعم نے ان کی مقدس کتاب کی بے حرمتی نہیں کی۔ یہودی جانتے تھے کہ ۷۰ قبل مسیح میں جب رومی سپاہیوں نے یروشلم (بیت المقدس) پر قبضہ کیا تھا تو انھوں نے یہودیوں کی مقدس کتابوں کو اپنے قدموں سے کچل کر نذر آتش کر دیا تھا۔ کٹر پسند عیسائیوں نے بھی اسپین میں ان کے مذہبی صحیفے آگ میں پھینک دیے تھے۔ دنیا کے دوسرے فاتحین اور پیغمبر اسلام کے رویوں کا یہی فرق ہمیں متاثر کرتا ہے۔"

میں رسول اللہ صلعم کی زندگی میں لڑی گئی دوسری جنگوں سے متعلق کچھ لکھنا نہیں چاہتا۔ کیوں کہ وہ اتنی اہمیت کی حامل نہیں ہیں۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر موقع پر آپ نے اپنے دفاع میں ہی جنگی کارروائی کی۔ آپ کا عام رجحان ہمیشہ مصالحت

پسند ان رہا۔ آپ نے کبھی حملے میں پہل کی اجازت نہیں دی۔ کیوں کہ قرآن حکیم ایمان والوں کو تاکید کرتا ہے کہ "اللہ حملہ آوروں کو عزیز نہیں رکھتا۔ نہ ہی آپ لوٹ مار کی اجازت دے سکتے تھے کہ قرآن مجید میں اس کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔

حملے میں پہل کرنے سے آپ کے اجتناب (نا پسندیدگی) کی بہترین مثال صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہے جو آپ نے مشرکین مکہ کے ساتھ کیا تھا۔ جب مشرکین مکہ اور اُن کے حلیف مدینہ منورہ کو فتح کرنے میں ناکام ہوئے تو حضور اکرم ۱۰۰۰ مسلمانوں کی جمعیت کے ساتھ حج کے لیے مکہ پہنچے اُن کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھے اور وہ لوگ حج کے لیے احرام باندھے ہوئے تھے۔ مکہ معظمہ سے نو میل دور واقع مقام حدیبیہ پر جب آپ پہنچے تو آپ نے قریش سے مکے میں داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ لیکن قریش کے سرداروں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ کافی تقاضوں کے بعد قریش معاہدہ صلح پر دستخط کرنے کے لیے تیار ہوئے۔ اس معاہدے کی شرائط مسلمانوں کے لیے بہت ہی اہانت آمیز تھیں۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ حج کئے بغیر مدینہ واپس چلے جانے سے اُن کا وقار مجروح ہو سکتا تھا۔ حضرت محمد صلعم نے قریش کی یہ شرط قبول فرمائی کہ مسلمان حج کے لیے اگلے سال آئیں۔ اس معاہدے کی ایک شرط بظاہر قریش مکہ کے حق میں بہتر محسوس ہوتی تھی لیکن اس شرط نے بالآخر اسلام کی تحریک کو مضبوط کیا۔ یہ شرط حمل و نقل کی آزادی سے متعلق تھی۔ قریش مکہ اور مدینے کے مسلمان دونوں ہی کو یہ حق مل گیا کہ وہ آزادی کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ آ جا سکتے تھے۔ مہاجرین کو مکہ واپس آنے کی اجازت مل گئی جس کی وجہ سے مکہ میں اپنے عزیز و اقارب سے تعلقات اور دیگر اہل مکہ سے ربط و ضبط نے اسلام کی اشاعت میں مدد کی۔ اسی طرح اہل مکہ کے مدینہ آنے سے قبولیت اسلام کے لیے راہیں ہموار ہوئیں اور کئی لوگ ایمان لائے۔ ایمان لانے والوں میں خالد بن ولید اور عمرو بن العاص جیسے اہم اور بہادر سپاہی بھی شامل تھے۔

صلح حدیبیہ سے حضور اکرم کے کئی صحابہ ناخوش تھے اور رنج و ملال کے ساتھ مدینہ پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے اس کو "توہین آمیز" معاہدہ کہا لیکن حضرت محمد صلعم دور رس

نگاہ رکھتے تھے۔ آپ جانتے تھے کہ اس معاہدے سے اسلام کی اشاعت میں مدد ملے گی۔ اور ایسا ہی ہوا بھی اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن پاک میں عظیم فتح سے تعبیر فرمایا۔ اگلے ہی سال حضرت محمدؐ کی رہنمائی میں مسلمان مکہ پہنچے اور بڑا امن ماحول میں فرائض حج انجام دے کر مدینہ واپس پہنچے۔ اہل مکہ شہر سے باہر خیموں میں مقیم تھے۔ وہاں سے انھوں نے دو ہزار سے بھی زیادہ مسلمانوں کے حج کا منظر دیکھا۔ مسلمانوں کے پروقار اور منظم انداز میں حج کی ادائیگی کا اہل مکہ پر بہت اچھا اثر ہوا۔ یہ بڑا ہی روح پرور نظارہ تھا۔ اسلام کی دنیاوی سادگی اور روحانی بلندی کا موثر اور دلکش منظر تھا۔ ایک سال بعد ہی مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ پر قریش مکہ کے حلیف قبیلہ بنو بکر نے بلا وجہ حملہ کر دیا۔ معاہدہ کے مطابق بنو خزاعہ نے رسول اللہ صلعم سے مدد اور حفاظت کی درخواست کی۔ حضور اکرمؐ نے قریش سے مطالبہ کیا وہ اپنے وعدے پورے کریں یا معاہدہ صلح کو منسوخ کریں۔ قریش نے نادانی سے موخر راستہ اختیار کیا۔ رسول اللہ کو احساس ہو گیا کہ اُن کی نیت میں فتور ہے۔ آپ نے لوگوں کو دشمن سے حتمی اور فیصلہ کن جنگ کے لیے تیار کیا۔ آپ نے اپنے دس ہزار پیروؤں کو جمع کیا۔ اُن کو ہتھیاروں سے پوری طرح لیس کیا اور ضرورت کی ہر چیز مہیا کی اور اس تیاری سے مکہ کی طرف کوچ فرمایا۔ آپ کی فوج شہر مکہ سے کچھ فاصلے پر خیمہ زن ہو گئی۔ مسلمانوں کے جذبۂ ایمانی اور مقصد جہاد نے اُن کی فتح کو یقینی بنا دیا تھا۔ دوسری طرف مشرکین مکہ بے ترتیبی اور افراتفری کا شکار تھے۔ اُن کے چند سپہ سالار بھی اسلام کی آغوش میں آ گئے تھے۔ حتیٰ کہ اُن کے سردار ابوسفیان بھی ہمت ہار بیٹھے تھے اور پیغمبر اسلام سے مصالحت و مفاہمت کی کوششوں میں مصروف تھے۔ صرف اُن کی بیوی ہندہ ثابت قدم رہی اور کسی طرح جھکنے پر راضی نہ تھی۔ لیکن اس کی سرکشی کی تائید کرنے والا کوئی نہ تھا۔ بت پرستوں کے کسی بھی طبقے میں لڑائی کی ہمت نہیں تھی اور سب لوگ حضرت محمد صلعم کو عربوں کا نجات دہندہ سمجھنے لگے تھے۔ اُن کو یقین ہو گیا تھا کہ مسلمان اب ناقابل شکست طاقت بن چکے ہیں۔ اسی لیے ابوسفیان نے امن کی درخواست کی سرور کائنات نے بہت ہی فراخ دلی سے اس کی درخواست

قبول کی. چند ایک غداروں کو چھوڑ کر تمام مشرکوں کو امان دے دی گئی. حضور اکرم نے حکم جاری فرمایا کہ کوئی گھر نہ لوٹا جائے. کسی بھی شخص کا نہ مال چھینا جائے اور کسی عورت سے دست درازی نہ کی جائے. سب کے لیے عام معافی کا اعلان کیا گیا. دوست و دشمن کے ساتھ مساویانہ سلوک کی ضمانت کا بھی اعلان کیا گیا. مہاجرین کو بھی یہ اجازت نہیں دی گئی کہ وہ مکے میں چھوڑے ہوئے اپنے گھر بار اُن پر قابض لوگوں سے واپس لے سکیں. نہ صرف ابو سفیان بلکہ حضور اکرم کے خلاف سازشیں کرنے والی اُن کی بیوی ہندہ کو بھی معاف کر دیا گیا. اس تعلق سے قرآنی احکامات بہت واضح تھے:

"جب اللہ کی مدد اور نصرت سے فتح نصیب ہوئی اور تم نے دیکھ لیا کہ انسانوں کی بڑی افواج اللہ کے دین میں داخل ہوتی جا رہی ہے، تو اپنے رب کی حمد کرو. اس کی عظمت اور جمال کا اعلان کرو اور اس سے مغفرت کی درخواست کرتے رہو. بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے."

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیروؤں کے ہمراہ بڑی متانت کے ساتھ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے. اور اللہ کے گھر کو بتوں سے پاک کیا. وہاں نماز پڑھی اور اپنی فیصلہ کن فتح پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا. خانہ کعبہ میں جمع اہل مکہ سے آپ نے خطاب فرمایا:

"نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے کوئی اس کا شریک نہیں. اس نے اپنا وعدہ پورا کیا. اُس نے اپنے بندے کی مدد فرمائی اور صرف اسی نے مشرکین کی جماعت کو شکست دے کر بھگا دیا. ہاں سنو آج سے دورِ جہالت (اسلام کے قبل کے) کے تمام مالی اور فوجداری مطالبات (خون کا بدلہ خون) کے دعوے میرے قدموں تلے روند کر رکھ دیے گئے (یعنی کہ وہ ناقابلِ سماعت تھے) لیکن خانہ کعبہ کی موزوں حفاظت کی جائے گی اور حاجیوں کو مفت پانی مہیا کیا جائے گا. اے قریش! آج سے اللہ نے جاہلیت کی نخوت اور برتری ختم کر دی. حسب و نسب کا غرور رخصت

کر دیا گیا۔ سنو ہر انسان آدم کی اولاد ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔"

آپ نے اعلان فرمایا کہ تمام انسان برابر ہیں اور قرآن کی حسب ذیل آیات سنائیں۔

" لوگو! ہم نے تم سب کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا۔ اور پھر تمہاری ذاتیں اور قبیلے بنائے۔ (ہمارے ہاں ٹھہرائیں) تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو ورنہ اللہ کے نزدیک تم میں وہی بڑا شریف (قابل احترام) ہے۔ جو بڑا پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا اور باخبر ہے۔"

پھر آپ نے قریش کے سب چھوٹے بڑے سرداروں کو بلایا اور انہیں عام معافی دی اور یقین دلایا کہ اگر وہ لوگ اسلام قبول کر لیں تو ان کا درجہ دیگر مسلمانوں سے مختلف نہیں رہے گا بلکہ انہیں مساویانہ حقوق حاصل ہو جائیں گے۔

ہر پیغمبر کی کارکردگی کا اپنا الگ انداز تھا، الگ طریقہ تھا۔ پیغمبران دین مختلف اوقات میں مختلف قوموں (ملکوں) میں بھیجے گئے۔ ایک پیغمبر کا دوسرے سے مقابلہ کرنا ممکن نہیں۔ اور قرآن حکیم میں بھی اس بات کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔ یہ سچ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی جنگ نہیں لڑی مگر ان کو جنگ کی ضرورت بھی پیش نہیں آئی۔ لیکن ہم دیکھ چکے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دین بقا کے لیے جنگ کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ لہٰذا ایک وسیع تاریخی پس منظر میں ان جنگوں کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ مذہبی جنگیں تھیں لیکن یہ بات اس لیے ضروری تھی کہ آپ کا مذہب (دین) ہی مسلسل حملوں کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں مذکور ہے۔

خیال و عمل کے اعتبار سے مقدس جنگیں آج ہمیں کتنی ہی قابل نفریں معلوم ہوں، لیکن اسلام کے پس منظر میں یہ بدی کے خلاف شدید جنگ کا شاخسانہ تھا اور یہ احساس بھی کہ برائی و بدی کے خلاف پورے خلوص کے ساتھ صف آرا ہونا اس پر فتح پانا ضروری ہے۔ ایک قوی اور قادر مطلق اللہ کی اطاعت کے ذریعے مسلمانوں نے

نوعِ انسانی کی ایک نئی تاریخ ترتیب دی۔ اسلام نے اس نکتے کی وضاحت کر ضروری نہیں کہ تقدیرِ الٰہی پر ایقان مجہول احساسِ شکست خوردگی کا حامل بھی ہو۔

حضورِ اکرم اور آپ کے جاں بازوں نے جن معرکوں میں حصّہ لیا اُن کو موجودہ جنگوں کی اصطلاح میں "جنگ" کا نام دینا بھی مناسب نہیں ہے۔ حقیقت میں اُن کو معرکے بھی مشکل ہی سے کہا جا سکتا ہے۔ وہ تو صرف جھڑپیں ہی کہی جا سکتی ہیں۔ اگر ۶۲۲ء اور ۶۳۲ء کے درمیان وقوع پذیر ہونے والے مقابلوں کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ دونوں طرف پانچ سو سے بھی کم لوگ مارے گئے۔ مثال کے طور پر "جنگِ خندق" میں دس ہزار مشرکین اور ان کے حلیف مدینہ پر حملے کے لیے آئے تھے اور مسلمانوں کی بھی اتنی تعداد شہر کے دفاع پر مامور تھی۔ یہ معرکہ ایک مہینے تک جاری رہا۔ لیکن جیسا کہ ایچ لامینس (H. LAMMENS) لکھتا ہے کہ "دونوں حریفوں کے مارے جانے والے افراد کی مجموعی تعداد بیس تک بھی نہیں پہنچی" قرونِ وسطیٰ کی جنگوں میں دونوں حریفوں کے ہزاروں لوگ مارے جاتے تھے۔ حسبِ بالا اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ حضرت محمد صلعم کس صبر و ضبط اور رحم دلی سے کام لیتے تھے اور آپ کی نظر میں انسانی زندگی کی کتنی زیادہ قدر و قیمت تھی۔ اسی لیے آپ کو جنگ پسند نہیں کہا جا سکتا۔ آپ ہر زندگی کو مقدس سمجھتے تھے۔ آپ بلا ضرورت خون بہانے سے نفرت کرتے تھے۔ آپ کی زندگی امن و امان کے لیے وقف تھی۔

آپ کے اقتدار کے انتہائی عروج کے وقت بھی جب مکہ آپ کے رحم و کرم پر تھا اور کافر یکے بعد دیگرے حلفِ وفاداری اُٹھانے کے لیے آ رہے تھے۔ تو آپ کی نظر ایک بوڑھے آدمی پر پڑی جو لڑکھڑاتے قدموں سے آپ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ آپ نے اُس سے دریافت فرمایا "تم اتنی حیرانی سے کس کو دیکھتے ہو؟ میں بھی تمھاری ہی طرح ایک معمولی آدمی ہوں۔ تمھاری ہی طرح مجھ کو بھی ایک ماں نے جنم دیا ہے۔ جو دھوپ میں سکھایا ہوا گوشت کھاتی تھی۔"

واشنگٹن ارونگ (WASHINGTON IRVING) اپنی کتاب حیاتِ محمد (LIFE OF MOHAMMED) میں لکھتا ہے۔

"فوجی فتح نے بھی آپ میں نہ تکبّر کو جگایا اور نہ ہی بے جا شان کو اگر

یہ محض ذاتی مفاد کے لیے ہوتی تو ممکن تھا کہ ایسی باتیں ظاہر ہوتیں۔ اپنے اقتدار کے نقطۂ عروج پر بھی آپ نے اپنے رویے اور شخصیت میں وہی سادگی برقرار رکھی جو آپ کے زمانۂ مصائب کا خاصہ تھی۔ آپ نے شاہانہ طور طریقے اختیار نہیں کیے بلکہ آپ کی آمد پر اگر کوئی شخص حد سے زیادہ تعظیم سے پیش آتا تو آپ ناپسندیدگی کا اظہار کرتے تھے۔ اگر آپ کی منزل کوئی عظیم سلطنت تھی تو وہ صرف دین کی سلطنت تھی۔ دنیاوی اقتدار کی باگ ڈور جب ہاتھ میں آئی تو آپ نے اسے کسی غلط طریق کے لیے استعمال کیا اور نہ ہی آپ نے اس اقتدار کو اپنے خاندان میں موروثی بنانے کے لیے کوئی قدم اٹھایا۔

ازواجِ مطہرات

جنگوں کی طرح ہی تعددِ ازواج بھی دشمنانِ اسلام کی تنقید کا موضوع رہے ہیں۔ موجودہ دور میں ایک نکاح کے حامی افراد اس عمل کو قابلِ ملامت سمجھتے ہیں۔ تعددِ ازواج نے ناقدوں کو آپ کے کردار پر کیچڑ اچھالنے کے لیے کافی مواد فراہم کیا ہے۔ رشدی نے بھی اس مواد سے فائدہ اُٹھا کر ایک قحبہ خانے کی تصویر کشی کی ہے۔ اور یہاں کی بارہ طوائفوں کے نام بھی (نعوذ باللہ) ازواجِ مطہرات کے ناموں پر رکھے ہیں اور ان کے عادات و اطوار کی بھی نقل کی۔ ان طوائفوں کے بیہودہ جنسی افعال کی بھی تفصیل لکھی ہے۔ اس حرکت نے بجا طور پر مسلمانوں کے احساسات کو مجروح کیا ہے۔ مسلمانوں کے لیے ازواجِ مطہرات ام المومنین ہیں۔ اگرچہ کچھ مغربی مصنفین بھی الزام تراشیوں میں اس سے پیچھے نہیں رہے۔ ایک مثال موئیر (MUIR) کی یہ تحریر ہے۔

"بیویوں کی کثیر تعداد بھی (حضرت) محمد (صلعم) کو اپنے حرم تک محدود رکھنے میں ناکام رہی بلکہ اس کی وجہ سے ضبط کا بندھن کمزور ہو گیا اور حسن وجمال کی طرف رغبت میں اضافہ ہوا۔"

موئیر کو اس زمانے میں مسلمانوں کی سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا پھر بھی موئیر کی تحریر میں دل دکھانے والی ایسی فحش نگاری نہیں ملتی جیسی کہ رشدی نے اپنے ناول میں پیش کی ہے۔

ازواج مطہرات کے متعلق مواد کا ماخذ بھی مسلم محدثین اور مورخوں کی تحریریں ہی ہیں۔ ان مورخوں میں سے اکثر حضور اکرمؐ کو ایک مافوق الفطرت اور بے پناہ جنسی قوت کے حامل انسان کے طور پر پیش کرنا چاہتے تھے۔ ابن سعد نے اپنی کتاب "طبقات" میں ایک حدیث بھی نقل کی ہے (جو شاید خلیفۂ وقت کی جنسی بے راہ روی کو جائز قرار دینے کے لیے وضع کی گئی تھی) جس کے مطابق سرورِ عالم ایک ہی رات میں اپنی تمام ازواج کو مطمئن کر سکتے تھے۔ لیکن واٹ (WATT) لکھتا ہے کہ "یہ حدیث بعد کی ایجاد معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ تاریخی شواہد سے پتا چلتا ہے کہ آپ باری باری ہر بیوی کے ساتھ ایک رات گزارا کرتے تھے۔"

یہ حرکت نہ صرف اختراع سے بھی بدتر ہے بلکہ ایک ایسے شخص کے متعلق ہتک وتوہین آمیز کلمات ہیں جو انتہائی نیک اور پاکیزہ کردار کے مالک تھے۔ آپ نے سادہ ترین زندگی گزاری۔ سخت محنت کی اور اپنی قوم کی فلاح کے لیے خود کو وقف کر دیا۔ کارلائل (CARLYLE) نے درست لکھا ہے کہ:

> "حضرت محمدؐ (نعوذ باللہ) بوالہوس نہیں تھے۔ ہم ایک فاش غلطی کے مرتکب ہوں گے اگر ہم یہ سمجھیں کہ آپ صرف جنسی لذت کے متوالے تھے اور سستی تفریحات میں وقت گزارتے تھے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے کسی بھی قسم کی تفریح میں حصہ نہیں لیا۔"

اب ہم موجودہ شواہد کی روشنی میں اس بیان کا جائزہ لیتے ہیں۔ حالیہ تحقیق نے کئی گتھیوں کو سلجھا دیا ہے۔

ابتدا ہی میں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ اخلاقی ضوابط کے نفاذ کے لیے عیسائیوں میں صرف ایک شادی کا رواج ایک حالیہ تصور ہے۔ قرون وسطیٰ میں دنیا کے اکثر و بیشتر معاشروں میں ایک سے زیادہ شادیوں کا رواج عام تھا۔ سیکڑوں بیویوں کو اپنے حرم میں شامل کرنا ایک اعلیٰ سماجی رتبے کا نشان امتیاز سمجھا جاتا تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام ہی تنہا مجرد پیغمبر تھے۔ ان کو چھوڑ کر دوسرے تمام انبیاء نے کئی شادیاں کی تھیں۔ حتیٰ کہ سینٹ اور پادری بھی کئی کنیزیں رکھتے تھے۔ عرب میں تو عورتوں کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ والدین اپنی نوزائیدہ بچیوں کو

زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اپنی سماجی سہولتوں کی خاطر شادیوں کے معاہدے کیے جاتے تھے۔ طلاق دینا ایک عام بات تھی اور اس کو برا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ لہٰذا اس وسیع تاریخی پس منظر میں حضور اکرم کی شادیوں کا جائزہ لینا چاہیے۔ ہر زمانے میں اخلاقی قدریں بدلتی رہی ہیں۔ قدیم مصر میں بھائی اپنی بہنوں سے شادی کرتے تھے۔ آج مغربی ممالک میں جنسی آزادی ایک عام رواج بن گئی ہے۔ ساتویں صدی میں سرزمینِ عرب میں شادیاں مختلف قبیلوں میں مفاہمت کا ذریعہ تھیں۔

یہ سچ ہے کہ حضور اکرم کی کئی بیویاں تھیں۔ ان کی صحیح تعداد آج بھی ایک متنازعہ مسئلہ ہے۔ قدیم ترین سیرت نگاروں کے بیان کے مطابق ازواجِ مطہرات کی تعداد گیارہ ہے۔ ان میں یہودی شہزادی ریحانہ اور عیسائی ماریا شامل نہیں ہیں۔ بنو قریظہ کی شکست کے بعد ریحانہ کو جنگی قیدی کی حیثیت سے آپ کے حضور میں پیش کیا گیا تھا۔ یہ بڑی ضدی، گرم مزاج اور مغرور خاتون تھیں۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان (ریحانہ) کو آزاد کر دیا گیا تھا اور وہ اپنے خاندان میں واپس پہنچ گئی تھیں۔ انھوں نے بقیہ زندگی گوشۂ تنہائی میں گزاری۔ مولانا شبلی نعمانی نے اس روایت کو بہت ہی مصدقہ قرار دیا ہے۔ ابن سعد کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ان سے شادی کر لی تھی۔ لیکن اس نے کوئی تاریخی شواہد کا حوالہ نہیں دیا ہے۔

حضرت ماریا کا واقعہ اس سے مختلف ہے۔ انھوں نے حضرت محمدؐ کے فرزند ابراہیم کو جنم دیا تھا جن کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔ کئی ماہرینِ فقہ ان کو حضور اقدس کی بیوی ہی مانتے ہیں۔ زمانۂ حاضر کے مشہور و محترم سیرت نگار محمد حسین ہیکل (M.H. HAYKAL) نے کہا ہے "ابراہیم کی پیدائش کے بعد ان (حضرت ماریا) کے مقام سے متعلق تمام شکوک رفع ہو گئے تھے۔"

یہ نکتہ اہم نہیں ہے کہ ازواجِ مطہرات کی تعداد کیا تھی۔ اہم بات یہ ہے کہ آپ نے ان سے نکاح کیوں کیا۔ اور عورتوں سے متعلق آپ کا کیا رویہ تھا۔

سرورِ کائنات کے وصال کے دو سو سال بعد کئی ایسی روایتیں مشہور ہو گئیں۔ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جسمانی کشش نے آپ کو عورتوں کی طرف متوجہ کیا۔ ان مفروضات میں کوئی سچائی نہیں ہے۔ میں یہ بات ماننے کے لیے تیار ہی نہیں کہ اپنی

ازواج کے علاوہ بھی نعوذ باللہ آپ کے تعلقات دیگر عورتوں سے رہے ہوں۔ یہ بات نہ آپ کے کردار سے میل کھاتی ہے اور نہ ہی آپ کی تعلیمات سے کئی مسلم حکمراں اپنے حرم میں کنیزیں رکھتے تھے۔ ایسے حکمرانوں نے مومنوں کی نظر میں اپنی بداعمالیوں کو جائز قرار دینے کے لیے پیغمبر اسلام کے نام سے ایسی من گھڑت روایتیں منسوب کردیں۔

قرآن حکیم نے ازواج کی تعداد کو چار تک محدود کردیا ہے۔ اور اس کے لیے بھی کڑی شرطیں مقرر کی گئی ہیں۔ اپنی تمام بیویوں کے ساتھ محبت اور شفقت (انس) میں مساویانہ سلوک ضروری قرار دیا گیا ہے اور یہ بھی واضح کردیا گیا ہے کہ ایسا کرنا ناممکن نہیں ہے۔ چار سے زیادہ شادیوں کی ممانعت کے بعد حضور اقدس نے کوئی شادی نہیں کی۔ لہٰذا یہ الزام بے بنیاد ثابت ہوتا ہے۔ آپ نے تو گیارہ یا بارہ شادیاں کیں۔ جبکہ آپ کی امت کو صرف چار شادیوں کی اجازت دی گئی یقیناً آپ کے ناقد یہ توقع نہیں رکھتے ہوں گے کہ ازواج مطہرات کی تعداد چار تک گھٹانے کے لیے آپ چند کو طلاق دے دیتے۔ اگرچہ یہ تعداد چار سے زیادہ تھی لیکن یہ بہ آسانی ثابت کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے یہ نکاح نہ شخصی مفاد کے لیے کیے تھے اور نہ ہی مسرت وانبساط کے لیے بلکہ ہر نکاح ایک خاص مقصد کے تحت کیا گیا تھا۔ یا انصاف کے تقاضے کے زیر اثر۔

حضور اکرم سے نکاح سے پہلے حضرت خدیجہؓ دو یا تین بار بیوہ ہو چکیں تھیں۔ نکاح کے وقت ان کی عمر چالیس تھی جبکہ آنحضور صلعم کی عمر صرف پچیس سال تھی، لیکن ان کے ساتھ آپ کی ازدواجی زندگی ہر اعتبار سے پر مسرت اور خوشی سے بھرپور زندگی تھی۔ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے رسول اللہ صلعم کے چھے بچے پیدا ہوئے، چار بیٹیاں اور دو بیٹے دونوں بیٹوں کا انتقال بچپن ہی میں ہوگیا۔

حضرت محمد صلعم نے پہلے حضرت خدیجہؓ کے تجارتی قافلوں کے نگراں کی حیثیت سے کام کیا۔ لیکن آپ کے پاکیزہ کردار خلوص نیت اور دیانت سے متاثر ہو کر حضرت خدیجہؓ نے آپ کی زوجیت اختیار کی۔ اگر آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے لیے اطمینان بخش سہارا تھے تو وہ بھی آپ کے لیے حوصلے اور قوت کا سرچشمہ ثابت ہوئیں۔

جب غار حرا میں آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ بہت پریشان ہوئے۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ نے ہی آپ کی ہمت بندھائی اور سب سے پہلے آپ پر ایمان لائیں۔ اپنے وصال تک آپ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ گزرے ہوئے خوشگوار دنوں کو یاد کرتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ کی زندگی تک آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ آخری چند سالوں میں جب حضرت عائشہؓ نے حضرت خدیجہؓ سے آپ کی لافانی محبت پر رشک و حسد کا اظہار کیا تو آپ بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ "ان (خدیجہؓ) کی مجھ سے وفاداری کے سبب مجھ کو ان کی یاد مرغوب ہے۔ جب لوگوں نے میری نبوت کا انکار کیا تو وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ جب لوگ میری مدد کرنے سے ڈرتے تھے تو وہ میرے ساتھ چٹان کے مانند کھڑی رہیں۔ وہ میری بہترین ساتھی تھیں اور میرے بچوں کی ماں بھی" کیا اب بھی آپ کو جنس زدہ شخص کہا جاسکتا ہے؟ ان تمام دلائل سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ایک مشفق شوہر تھے۔

حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد آپ بہت پریشان کن حالات سے دوچار ہوئے۔ ایک طرف آپ کا گھریلو سکون غارت (رخصت) ہوگیا۔ تو دوسری طرف بت پرست قریش کے سرداروں کے ظلم و ستم کا سامنا کرنا پڑا۔ بچے ابھی چھوٹے تھے اور ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ دوسرے نکاح کے لیے دوستوں کے تقاضے بڑھتے گئے پہلے تو آپ گریز فرماتے رہے لیکن آپ کے دوست آپ کو راضی کرنے میں کامیاب ہوئے۔ آپ کی دوسری بیوی حضرت سودہؓ بھی بیوہ تھیں۔ حضرت سودہؓ نے اپنے شوہر کے ساتھ اسلام قبول کرلیا تھا۔ اور حضور اکرم کے مشورہ پر دونوں ہجرت کرکے حبش چلے گئے۔ حبش سے واپسی میں شوہر کا انتقال ہوگیا جب رسول اللہ صلعم نے اپنی بچیوں کی دیکھ بھال کے لیے اُن سے نکاح کیا تو اس وقت حضرت سودہؓ کی عمر چالیس سال سے زیادہ تھی۔ اُن کے پہلے شوہر سے ایک بیٹا بھی تھا۔ لیکن حضور اکرم سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

آپ کی تیسری بیوی حضرت عائشہ صدیقہؓ تھیں۔ جو آپ کے قریب ترین دوست اور مسلمانوں کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ سے اپنی دوستی کو مزید مستحکم بنانے کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ چاہتے تھے کہ شادی

ہو جائے لیکن اظہار مدعا سے جھجکتے تھے کیونکہ حضرت عائشہؓ بہت کمسن تھیں حضور اکرم کو بھی پہلے تامل تھا۔ لیکن پھر آپ اس شادی پر راضی ہو گئے۔ ابن سعد کے مطابق نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر نو سال تھی اور رخصتی حضرت عائشہ کے سن بلوغت کو پہنچنے کے بعد عمل میں آئی۔ اس وقت حضرت عائشہ کی عمر ۱۰ سال تھی نہ کہ گیارہ سال جیسا کہ کچھ مورخوں نے بتایا ہے۔ آنحضور صلعم حضرت عائشہؓ کی خوبصورتی سے زیادہ اُن کی ذہانت سے خوش تھے۔

ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہؓ حضورؐ کے قافلے کے ساتھ سفر کر رہی تھیں۔ جب قافلہ روانہ ہوا تو آپ قضائے حاجت کے لیے گئی ہوئی تھیں۔ قافلے کی طرف واپسی کے وقت آپ کا ہار کہیں گر گیا۔ آپ اس کی تلاش میں واپس گئیں۔ اس دوران قافلہ روانہ ہو گیا اور کسی کو گمان نہ ہوا کہ آپ راستہ کے کنارے کھڑی ہوئی تھیں۔ حضرت صفوان نے آپ کو پہچان لیا اور اپنے اونٹ کو آپ کے قریب لاکر آپ سے سوار ہونے کی التجا کی۔ دشمنوں نے یہ خبر اڑا دی کہ آپ جان بوجھ کر پیچھے رہ گئی تھیں۔ آپ پر جھوٹی تہمتیں لگائی گئیں۔ ان افواہوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت رنج ہوا۔ ایک مہینے تک حضور اقدس نے اُن سے بات بھی نہیں کی۔ پھر حضرت عائشہؓ کی پاک دامنی سے متعلق وحی نازل ہوئی۔ ان آیات میں نہ صرف زنا کے متعلق سزا متعین کی گئی بلکہ پاک دامن عورت کو بدنام کرنے کی کوشش کرنے والے لوگوں کے لیے سزا کا حکم بھی نازل ہوا۔ اس قصے نے رسول اللہ صلعم کی زندگی کو ایک بحران سے دوچار کر دیا۔ اس قصے کے نتائج اتنے سنگین تھے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے مومنوں کی رہنمائی فرمائی۔

رسول اللہ صلعم کے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے تعلقات کی نوعیت دیگر ازواج مطہرات سے مختلف تھی۔ آپ حضرت عائشہؓ سے جسمانی سطح کے مقابلے ذہنی سطح پر زیادہ قریب تھے۔ محدثین حضرت عائشہؓ کو حضورؐ کی عزیز ترین بیوی قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ بات غلط ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم یہ شرط عائد کرتا ہے کہ تمام بیویوں سے مساویانہ سلوک کیا جائے۔ حضرت عائشہؓ کو آپ اس لیے پسند فرماتے کہ وہ آپ سے دینی امور میں سوالات کرتیں اور بحث و مباحثے کے ذریعے اپنے علم میں اضافہ کرتی

تھیں۔ وہ علم کی شوقین طالبہ تھیں۔ وہ فخر فرماتی تھیں کہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلعم پر اکثر آیات اس وقت نازل ہوئیں، جب حضورؐ اُن کی معیت میں تھے۔ اس کو وہ اللہ تعالیٰ کا فضل قرار دیتی تھیں۔ انھوں نے رسول اللہؐ کی دو ہزار سے بھی زیادہ حدیثیں اور روایتیں بیان کی ہیں، جو اسلام کی تاریخ میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں۔ آپ آہنی ارادے اور مضبوط قوت ارادی کی مالک تھیں۔ آپ کا کردار انتہائی پاکیزہ تھا جس کی حفاظت آپ نے حضور اکرمؐ کے وصال کے بعد بھی کی۔

اسی لیے سلمان رشدی کے ناول میں آپ کے کردار کی تصویر کشی نہ صرف بے بنیاد اور غیر منصفانہ ہے بلکہ ارذل درجے کی کردار کشی پر مشتمل بھی ہے۔ آپ بعض وقت اضطراری صورت میں تلخ نوائی پر بھی مجبور ہو جاتی تھیں۔ اور کبھی کبھی آپ کی ذکاوت اور طنز و مزاح کی حس آپ کی ذہانت اور دانائی پر حاوی ہو جاتی تھی۔ لیکن آپ حضور اکرمؐ کی بہترین رفیق بھی تھیں اور وفادار و جاں نثار بیوی بھی اور حضور اکرمؐ کے وصال کے بعد بھی حضرت عائشہؓ مسلمانوں کے لیے طاقت کا سرچشمہ اور ایمانی تحریک کا منبع بنی رہیں۔ آپ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ۶۶ سال کی عمر میں آپ مالکِ حقیقی سے جا ملیں۔ مشہور مستشرق ڈی۔ ایس۔ مارگولیتھ (D.S. MARGOLIOUTH) لکھتا ہے کہ حضور اکرمؐ کے حرمِ مبارک میں تنہا (حضرت) عائشہؓ نے اپنی ذہانت اور پاکیزہ کردار کے بل بوتے پر اسلام کی سیاسی اور دینی تاریخ میں اپنے لیے خاص مقام بنا لیا ہے۔ حضور اقدسؐ کی چوتھی بیوی کے حضرت حفصہؓ تھیں۔ آپ دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت عمرؓ آپؐ کے قریب ترین اور قابل بھروسہ صحابی تھے۔ جنگ بدر میں شدید زخمی ہونے کی وجہ سے حضرت حفصہؓ کے پہلے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا۔ حضرت عمرؓ آپ کو بہت چاہتے تھے۔ آپ نے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنیؓ سے درخواست کی تھی کہ وہ حضرت حفصہؓ سے شادی کر لیں۔ اُن کے انکار پر آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے بھی درخواست کی لیکن انھوں نے بھی معذرت چاہی۔ اپنے صحابی (حضرت عمرؓ) کی پریشانی دیکھتے ہوئے حضور اکرمؐ نے حضرت حفصہؓ سے نکاح کر لیا۔ حضرت حفصہ بہت تیز مزاج تھیں اور رشک حسد و غصہ پر جلد مائل ہو جاتی

تھیں۔ مزاج کے اعتبار سے ان میں کوئی خوبی نہیں ملتی۔ دیگر ازواج مطہرات سے آپ کے تعلقات کشیدہ رہے۔ بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی غم و غصہ کا اظہار کرنے سے نہیں چوکتی تھیں۔ حدیث کی معتبر ترین کتاب صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ "ایک دفعہ کسی معاملے پر میری بیوی مجھ سے بحث کرنے لگیں۔ میں نے اس سے پوچھا مجھ کو نصیحت کرنے والی تم کون ہوتی ہو، تو اس نے جواب دیا کہ آپ ایک معمولی معاملے میں بھی مجھ کو بولنے کی اجازت نہیں دیتے۔ جبکہ آپ کی بیٹی رسول اللہ صلعم پر اپنے غصہ کا اظہار کرتی ہے اور ہر وقت حضور اقدس کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ میں یہ سنکر سیدھا حفصہؓ کے پاس پہنچا اور اس سے دریافت کیا کہ کیا یہ صحیح ہے کہ تم رسول اللہ صلعم کے ساتھ غصے سے گفتگو کرتی ہو۔ اس نے جواب دیا۔ ہاں یہ درست ہے۔ میں نے کہا: میں تمہیں ایسا کرنے پر تنبیہ کرتا ہوں۔ اللہ تعالی اس کے لیے تمہیں سزا دے گا۔ تمہیں اپنا مقابلہ (حضرت) عائشہؓ سے نہیں کرنا چاہیے۔"

حضور اکرم کی پانچویں بیوی ام المومنین حضرت زینبؓ بنت خزیمہ تھی۔ یہ بھی بیوہ تھیں۔ آپ کے شوہر جنگ اُحد میں اللہ کی راہ میں شہید ہوئے۔ اس جنگ میں قریش کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانی پڑی تھی۔ وہ بہت رحم دل اور نیک بی بی تھیں اور انھوں نے اپنی زندگی غریبوں کی امداد کے لیے وقف کر دی تھی۔ وہ اپنا زیادہ تر وقت غریبوں اور مصیبت زدہ لوگوں کے کھانے پینے کے انتظام میں گزارتی تھیں۔ اسی لیے اُن کو "ام المساکین" کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ آپ کے دل میں مصیبت زدہ مسلمانوں کے لیے جذبۂ ہمدردی سے آنحضور صلعم بہت متاثر تھے۔ آپ نے اُن کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ لیکن شادی کے تین مہینے بعد ہی اُن کا انتقال ہو گیا۔ جب اُن کی عمر صرف تیس سال تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھٹی بیوی ام سلمہؓ بھی بیوہ تھیں۔ آپ کے پہلے شوہر نے بھی جنگ اُحد میں زخمی ہو کر شہادت پائی۔ آپ بنی قریش کے ایک ممتاز قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ اسلام قبول کرنے والے پہلے چند لوگوں میں شامل تھیں۔ آپ اپنے شوہر کے ساتھ اس لیے مدینہ نہ جا سکیں کہ قریش نے آپ کے

لڑکے کو ساتھ لے جانے کی اجازت نہیں دی تھی۔ یہ بھی دشمنانِ رسول کے ظلم و ستم کا ایک طریقہ تھا۔ کچھ دنوں بعد بچ بچا کر آپ مدینہ پہنچنے میں کامیاب ہوئیں۔ لیکن آپ کی ہجرت کے چند روز بعد ہی آپ کے شوہر کا انتقال ہو گیا۔ وہ بھی اسلام کی راہ میں شہید ہوئے۔ اس وقت ام سلمہ حمل سے تھیں۔ اُن کے لیے یہ سانحہ بہت پریشان کن اور تکلیف دہ تھا۔ حضور اکرم نے ہمدردی کا اظہار کیا اور نکاح کی پیش کش کی۔ حضرت سلمہ کو اپنے وقار کا پورا احساس تھا۔ اپنے مرحوم شوہر کے بچوں کی وجہ سے پہلے انھوں نے اپنے تردد کا اظہار کیا۔ لیکن جب حضورِ اقدس نے انھیں یقین دلایا کہ آپ اُن کے بچوں کی پرورش اپنی اولاد کی طرح کریں گے تو آپ کے ہمدردی کے جذبے سے متاثر ہو کر حضرت ام سلمہؓ نکاح کے لیے راضی ہو گئیں۔ خوبصورت ہونے کے باوجود حضرت ام سلمیٰؓ نے کبھی اپنے حُسن کی آرائش یا مادی آرائش کی طرف دھیان نہیں دیا۔ تقویٰ ہی آپ کی زندگی کا واحد مقصد تھا۔ آپ اکثر وقت عبادت میں مصروف رہتی تھیں اور مہینے میں تین دن روزہ رکھتی تھیں۔ آپ حضور اکرم کی باتیں بہت توجہ اور احترام سے سنتی تھیں اور آپ کے احکامات کی فوراً تعمیل کو فرض سمجھتی تھیں۔ ایک مرتبہ والدین کا دیا ہوا ہار پہنے ہوئے تھیں۔ اس پر جب رسول اللہ صلعم نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو حضرت ام سلمیٰ نے اس ہار کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور یہ سونا غریبوں میں تقسیم کر دیا۔

حضرت سلمہ بہت صاف گو تھیں۔ ایک مرتبہ کسی دوست نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خانگی زندگی کے بارے میں کچھ سوالات کیے تو آپ نے جواب دیا کہ حضورِ اقدس کی خانگی زندگی اور عام سماجی زندگی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ تمام ازواجِ مطہرات کے بعد آپ کا انتقال ہوا اور عالمِ اسلام کی آپسی خانہ جنگیوں کو آپ نے اپنی زندگی میں دیکھا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ساتویں بیوی حضرت زینبؓ بنت جحش تھیں۔ آپ ایک کم عمر بیوہ تھیں۔ جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شادی اپنے گود لیے بیٹے زید بن حارثؓ سے کر دی۔ اُن کی طلاق کے بعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت زینبؓ سے شادی کرلی۔ اس وقت حضرت زینبؓ کی عمر اڑتیس سال تھی۔ اس شادی پر حضور کے مخالفین الزامات لگاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ حضرت زینبؓ حضور کے متبنّی بیٹے زیدؓ کی بیوی تھیں لہٰذا وہ ان کی بیٹی کے برابر تھیں۔ دوسرے یہ کہ حضور اکرمؐ نے (نعوذ باللہ) کوشش فرماکر حضرت زینبؓ کو حضرت زیدؓ سے طلاق دلائی تاکہ خود ان سے شادی کرسکیں۔ لیکن غیر جانبدارانہ تجزیہ کیا جائے تو یہ دونوں ہی الزام بے بنیاد ثابت ہوتے ہیں۔

حضرت زیدؓ حضور اقدس کی خدمت میں ایک غلام کی حیثیت سے پیش ہوئے تھے۔ آپ نے ان کو آزاد فرمایا اور اپنا متبنّی ہونے کا اعلان کیا۔ آپ حضرت زیدؓ کو اتنا چاہتے تھے کہ آپ نے ان کی شادی اپنے چچا ابو طالب کی خوبصورت نواسی حضرت زینبؓ سے کرادی۔ بعد میں پتا چلا کہ شوہر و بیوی کے سماجی رتبے میں فرق کی وجہ سے حضرت زینبؓ اپنے شوہر سے خوش نہ تھیں۔

یہ الزام کہ طلاق کے لیے رسول اکرمؐ ذمہ دار تھے ایک نہایت ہی بے بنیاد روایت پر مبنی ہے۔ اس روایت کے مطابق ایک دن آنحضرتؐ بغیر اطلاع حضرت زیدؓ کے گھر پہنچ گئے۔ حضرت زیدؓ گھر میں موجود نہ تھے۔ حضرت زینبؓ نے آپ کا استقبال کیا۔ اس وقت وہ پرتکلف پوشاک پہنے ہوئے تھیں۔ انھیں ایسے لباس میں دیکھ کر آنحضرتؐ کو رغبت ہوگئی۔ اور آپ بے چین ہوکر فوراً وہاں سے لوٹ گئے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت زینبؓ سے شادی کا خیال آپ کے دل میں جاگزیں ہوگیا۔ اس سے زیادہ دروغ گوئی اور افترا کی مثال ملنا مشکل ہے حضرت محمد صلعم کے لیے حضرت زینبؓ کوئی اجنبی خاتون نہیں تھیں۔ وہ آپ کی پھوپھی کی صاحبزادی تھیں۔ اور آپ انھیں بچپن ہی سے جانتے تھے۔ حضرت زینبؓ کے بیوہ ہوجانے کی وجہ سے آپ ان کی زندگی کی بحالی کے لیے خواہش مند تھے اگر آپ اُن کے حسن و جمال سے متاثر ہوتے تو حضرت زیدؓ سے ان کی شادی کرنے کی بجائے خود اپنے نکاح میں لاسکتے تھے۔ حضرت زینبؓ ہمیشہ اس بات پر افسوس کرتی تھیں کہ ان کی شادی ایک غلام کے ساتھ کردی گئی تھی۔ وہ اپنے شوہر کو

کمتر درجے کا آدمی سمجھتی تھیں اور اُن سے اسی طرح کا برتاؤ روا رکھتی تھیں حضرت زیدؓ نے کئی بار حضور اکرمؐ سے ان کی توہین آمیز رویہ کی شکایت بھی کی لیکن حضور اقدس نے ان کو ہمیشہ صبر کی تلقین فرمائی۔ حضرت زینبؓ ہنیز رسول اللہ صلعم کو اپنی ذلت کے لیے ذمہ دار قرار دیتیں۔ اور خواہش کرتی تھیں کہ حضور اقدس اُن سے شادی کرلیں تاکہ ان کے قبیلے میں ان کا مقام بحال ہو سکے۔ حضرت زیدؓ بھی حضرت زینبؓ کے احساس برتری سے اتنے تنگ آ گئے تھے کہ ایک دن غصہ میں آکر انھوں نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔ حضرت زینبؓ کے رشتہ داروں نے حضور اکرمؐ کو مجبور کیا کہ آپ ان سے نکاح کرلیں۔ آپ نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ میں ایسا سوچ بھی نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ آپ کے متبنّٰی کی بیوی ہے کیوں کہ بت پرستوں میں متبنّٰی بیٹے کی حیثیت بھی حقیقی بیٹے کے برابر ہوتی تھی۔

تب آپ پر وحی نازل ہوئی۔ جس میں وضاحت کی گئی تھی کہ گود لیا ہوا لڑکا (متبنّٰی) بیٹا نہیں ہو سکتا۔ اولاد کے رشتے قدرتی ہوتے ہیں بنائے نہیں جا سکتے۔ اس طرح اللہ تعالٰی نے حضور اقدس کو حضرت زینبؓ سے شادی کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آخری دم تک حضرت زینبؓ نے اپنے وقار کے احساس برتری کو برقرار رکھا انھوں نے کبھی کسی اعانت کو قبول نہیں کیا۔ حتیٰ کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کی مدد بھی قبول نہیں کی۔ اور کپڑے سی کر اپنی گزر بسر کرتی رہیں۔ آپ کی آٹھویں بیوی حضرت جویریہؓ تھیں اور حارث بن ابی ضرار کی صاحبزادی تھیں۔ جو بنو مصطلق جیسے طاقتور قبیلے کے سردار تھے۔ حضرت جویریہؓ اسی قبیلے کے ایک مقتدر شخص کی بیوی تھیں۔ اُن کے شوہر اور والد دونوں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائمی دشمن تھے۔ ان کے والد جنگ خندق میں مشرکین کی فوج میں شامل تھے اسی جنگ میں حضرت جویریہ کو غلام بنا کر لایا گیا تھا۔ ان کی رہائی کے لئے اُن کے والد حارث زرِ فدیہ لے کر کئی صحابہ کے پاس پہنچے لیکن کسی نے ان کی پذیرائی نہیں کی۔ بالآخر جھجکتے ہوئے وہ آنحضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے محمدؐ! ایک قبیلے کے سردار کی حیثیت سے ہوتے ہوئے مناسب نہیں ہے کہ میری دختر ایک کنیز کی طرح رہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اُسے آزاد فرمادیں

میں زرِ فدیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہوں۔" حضور اکرمؐ نے حضرت جویریہؓ سے پوچھا کیا تمھاری بھی یہی مرضی ہے؟" حارث نے اپنی بیٹی سے کہا کہ وہ کوئی ایسی بات تسلیم نہ کرے جس سے اس کے خاندان کی عزت پر حرف آتا ہو۔ حضرت جویریہؓ نے جواب دیا کہ "تب تو سب سے بہتر راستہ یہی ہوگا کہ حضرت محمدؐ مجھ سے شادی کرلیں۔" اس جواب سے حارث بہت خوش ہوئے۔ اور فوراً ہی زرِ فدیہ ادا کر دیا۔ تب حضور اکرمؐ نے حضرت جویریہ کو اپنی زوجیت میں قبول فرمایا۔ اس شادی نے مسلمانوں کے دل میں اُن کے قبیلے کے لیے ایسے خیر سگالی کے جذبات پیدا کر دیے کہ اُن کے تمام جنگی قیدی آزاد کر دیے گئے۔ حضرت عائشہؓ بھی حضرت جویریہؓ کو بہت چاہتی تھیں۔ اور اسلامی تعلیمات سیکھنے میں اُن کی مدد کرتی تھیں۔ حضرت جویریہؓ نے سیکھنے میں بہت تیزی دکھائی اور بہت جلد اس دین کی حامی اور معتقد بن گئیں۔ اُن کی شخصیت کے بارے میں حضرت عائشہؓ نے کہا تھا: "اُن کے حسن وجمال کی زد سے کوئی دامن نہیں بچا سکتا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نویں بیوی رملہؓ تھیں جو اُمِ حبیبہؓ کے نام سے مشہور تھیں۔ یہ مشرکین کے سردار اور حضور اقدس کے ازلی دشمن ابوسفیان اور ورہیدہ بن ہندہ کی بیٹی تھیں۔ اپنے والدین کی مرضی کے خلاف رملہ اور ان کے شوہر نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اپنے والدین کی زیادتیوں سے بچنے کے لیے وہ اپنے شوہر کے ساتھ حبش ہجرت کر گئیں۔ وہاں ان کے شوہر نے عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ لیکن حضرت اُمِ حبیبہؓ نے اسلام چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ اسی دوران اُن کے شوہر نے لہو ولعب کی زندگی اپنالی۔ وہ کثرت سے شراب پینے لگا۔ جس کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ اُن کے مکہ واپس آنے پر سرورِ کائنات کو اُن کی حالت پر رحم آیا اور آپ نے اُن سے نکاح کر لیا۔ آپ کو یہ احساس بھی تھا کہ اس شادی سے اسلام کے مقصد کو فائدہ پہنچے گا۔

آپ حضرت ام حبیبہؓ کے عقیدے کی پختگی سے بہت متاثر تھے۔ وہ آنحضرتؐ کے تقدس کا اتنا خیال رکھتی تھیں کہ اپنے والد کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے سے منع کر دیا اور اس طرح حضور اکرمؐ سے مسلسل دشمنی کی بنا پر اپنے والد

سے بیزاری کا اظہار کیا۔ شادی کے وقت ام حبیبہؓ کی عمر اڑتیس سال تھی۔ انھوں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ رسول اللہ صلعم کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ وہ آپ کے وصال کے بیس سال بعد تک زندہ رہیں اور اپنے بھائی حضرت معاویہؓ کی خلافت کے زمانے میں ۳۰ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ حضرت رملہؓ کے پہلے شوہر سے دو بیٹے تھے۔ حضور اکرم سے اُن کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

رسول اللہ صلعم کی دسویں بیوی حضرت صفیہؓ تھیں اُن کو جنگ خیبر میں جنگی قیدی بنایا گیا تھا اُن کے والدین یہودی تھے اور یہودیوں کے ممتاز قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن کے باپ خود کو حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے بتاتے تھے۔ جبکہ ماں کا تعلق مشہور یہودی قبیلہ قریضہ سے تھا۔ حضرت صفیہؓ کا پہلا نام زینت تھا۔ اور وہ ایک مشہور یہودی شاعر سالم بن مشکان کی بیوی تھیں۔ لیکن میاں بیوی میں تعلقات کے بگاڑ کی وجہ سے شوہر نے انھیں طلاق دے دی تھی حضرت صفیہؓ نے ایک مشہور یہودی سپاہی سے دوسری شادی کر لی وہ بھی جنگ خیبر میں ہلاک ہوگئے۔ ہلاک ہونے والوں میں حضرت صفیہ کے والد اور دوسرے رشتہ دار بھی شامل تھے۔ حضرت صفیہ قید کر لی گئیں اور آنحضرت کے ایک صحابی کی کنیز بنادی گئیں۔ دوسرے صحابہ نے اس پر اعتراض کیا کہ حضرت صفیہ بھی قبیلہ کے سردار کی بیٹی ہیں۔ اس لیے وہ صرف حضور اکرم کی خدمت میں ہی پیش کی جا سکتی ہیں حضرت زینت (صفیہؓ) نے بھی اسلام قبول کرنے اور مسلمانوں کے سردار سے شادی کرنے کی خواہش کی اُن کا کہنا تھا کہ یہی اقدام ان کے قبیلے میں اُن کے وقار کو بحال کر سکتا تھا۔ حضور اکرم نے بھی ان کو اپنے اونٹ پر سوار کر کے ایک کمبل سے ڈھک دیا۔ اور انھیں اپنے نکاح میں قبول فرمایا۔ اسی موقع پر آپ نے اُن کا نام صفیہؓ رکھا۔ گھر پہنچنے پر حضور نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ کیا تمھیں صفیہ پسند آئی؟ حضرت عائشہؓ نے کہا، "مگر یہ تو یہودی ہے" اس پر حضور نے ڈانٹ کر کہا، "تو کیا ہوا وہ بھی اتنی ہی اچھی مسلمان ہیں جتنا کوئی اور ہو سکتا ہے۔"

ایک دن حضرت عمرؓ نے حضرت صفیہؓ سے دریافت کیا کہ وہ اب بھی یہودیت

کا پاس رکھتی ہیں، تو حضرت صفیہؓ نے جواب دیا کہ میں اتوار کی بجائے جمعہ کا اہتمام کرتی ہوں لیکن میرے یہودی رشتہ داروں سے مجھے آج بھی محبت ہے اسلام میں اس کی ممانعت نہیں ہے۔"

اس صاف جواب پر حضرت عمرؓ دنگ رہ گئے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت صفیہؓ حضور اکرم کی صاحبزادی اور چوتھے خلیفہ حضرت علیؓ کی بیوی حضرت فاطمۃ الزہرؓا سے بہت قریب تھیں۔ ان کی حضور اقدس سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ ساٹھ سال کی عمر میں اُن کا انتقال ہوا۔ دوسری روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت صفیہؓ نے حضرت علیؓ کے مقابلے میں حضرت عثمان غنیؓ کا ساتھ دیا تھا۔ حضرت صفیہؓ ایک صاحب رائے خاتون تھیں۔ اور آخر دم تک انھوں نے اپنا وقار برقرار رکھا۔

میمونہ بنت حارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہویں بیوی تھیں۔ ان کے پہلے شوہر نے انھیں طلاق دے دی تھی۔ اور جب وہ اکیاون سال کی تھیں تو اُن کے دوسرے شوہر کا انتقال انتہائی نامساعد حالات میں ہوا۔ اس طرح اُن کی حالت قابل رحم ہوگئی تھی۔ وہ آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباسؓ کی سالی تھیں جو حضور اکرم کے وفادار اور عقیدت مند تھے۔ حضرت عباسؓ شادی کا پیغام لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہؐ نے تردد کا اظہار فرمایا۔ لیکن اپنے چچا کے چہرے پر مایوسی کے آثار دیکھ کر رضامندی ظاہر فرمائی۔ اسلام کے جاں باز سپاہی حضرت خالد بن ولیدؓ جن کو سیف اللہ کا خطاب دیا گیا تھا حضرت میمونہؓ کے رشتے کے بھتیجے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ بھی چاہتے تھے کہ حضرت میمونہؓ کا گھر دوبارہ بس جائے۔ قریش کے دو ممتاز قبیلوں کے اس ملاپ سے مشرکین مکہ کی صفوں میں تشویش پھیل گئی۔ اس لیے انھوں نے مکہ میں اس شادی کی مزاحمت کی۔ چنانچہ مکہ سے پندرہ میل دور ایک مقام پر حضورؐ نے حضرت میمونہؓ سے شادی کی۔ سیاسی اعتبار سے یہ شادی نہایت اہم واقعہ تھی۔ کیوں کہ ان کی وجہ سے مختلف قبیلوں کے درمیان حائل دیواریں ڈھ گئیں۔ اس اتحاد کی وجہ سے حضرت عباس کے کئی سسرالی عزیز و اقارب اور حضرت میمونہؓ کے مرحوم شوہر ابو رہم

کے کئی قرابت داروں نے اسلام قبول کر لیا اور مسلمانوں کی صفوں میں اضافہ کیا۔ ان میں سے بیشتر لوگ بڑے جنگجو سپاہی تھے اور پھر حضرت میمونہؓ بہت ہی رحم دل اور فیاض مزاج خاتون تھیں۔ انھوں نے کئی غلاموں کو آزاد کیا۔ اس طرح وہ ایک ترقی یافتہ معاشرے کے قیام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مددگار ثابت ہوئیں۔

حضرت ماریہ قبطیہ کی کہانی نے بھی رسول اللہؐ کے ناقدین ناہنجار کے لیے کافی مواد فراہم کیا ہے۔ حضرت ماریہؓ کو اسکندریہ کے اسقف اعلا (آرچ بشپ) نے ایک کنیز کی حیثیت سے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ ان سے حضور اکرم نے بعد میں شادی کر لی۔ سر ولیم موئیر (SIR WILLIAM MUIR) اپنی کتاب "لائف آف محمد" (حیات محمدؐ) میں لکھتا ہے کہ

"اسکندریہ کے گورنر مقوقس (MUCKOUKAS) نے (حضرت) محمدؐ کی خدمت میں دو قبطی کنیزیں شیریں اور ماریہ کو بطور تحفہ روانہ کیا تھا۔ وہ مزید لکھتا ہے کہ ماریہ کے حسن کو اُن کے رنگ کی صباحت، نقوش کی نزاکت اور گھنے کالے بالوں نے اور بھی جاذب نظر بنا دیا تھا۔ اُن کے حسن و جمال سے (حضرت) محمدؐ مسحور ہوگئے۔" یہ پتا نہیں چلتا کہ حضرت ماریہؓ کے حسن کی یہ تفصیل موئیر نے کس ماخذ سے حاصل کی۔ نہ ہی اس بات کا کوئی ثبوت ملتا ہے کہ ماریا اور شیریں اسکندریہ کے گورنر کا تحفہ تھیں۔ یہ بھی واقدی کی ایک ایجاد کردہ روایت ہے۔ مصر کے بہت ہی معتبر سیرت نگار محمد حسین ہیکل نے اپنی تحقیق میں ابتدائی ماخذوں کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات ثابت کی ہے کہ شیریں اور ماریا ایک اہم قبطی سردار سیمن (SIMON) کی لڑکیاں تھیں اور اسکندریہ کے اسقف اعلا نے انھیں اس درخواست کے ساتھ حضور اکرم کی خدمت میں روانہ کیا تھا کہ انھیں اسی احترام کے ساتھ رکھا جائے جس کی وہ مستحق تھیں۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت ماریا سے شادی کر لی اور شیریں کو اپنے صحابی حسن بن ثابت کے نکاح میں دیا۔ (ماریہ کا نام ماریا تھا شادی کے بعد ماریہ رکھ دیا گیا تھا) آنحضرت صلعم ان دونوں بہنوں کو اگر کنیزوں کی طرح رکھتے تو آپ پر بد اخلاقی کا الزام لگایا جا سکتا تھا۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت ماریہ ہی

کے بطن سے آپ کے بیٹے ابراہیم پیدا ہوئے، جن کا دو مہینے بعد ہی انتقال ہو گیا۔

ان حقائق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضور اکرم نے کوئی بھی شادی جنسی لذت کے لیے نہیں کی تھی۔ آپ کی پہلی بیوی آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں۔ اپنی چار بیٹیوں کی دیکھ بھال کے لیے جب آپ نے حضرت سودہؓ سے نکاح کیا، اس وقت ان کی عمر تقریباً چالیس برس تھی۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ آپ کے قریب ترین صحابہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادیاں تھیں جو عرب کے قدیم رواج کے مطابق حضور اکرم سے اپنے رشتے مزید استوار کرنا چاہتے تھے۔ حضرت زینب بنت خزیمہ جنگ اُحد کے شہیدوں میں سے ایک کی دختر تھیں۔ اس جنگ میں ستر مسلم خواتین بیوہ ہو گئی تھیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کے لیے ایک مثال قائم کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ بھی بیوہ عورتوں سے شادی کر لیں۔ حضرت حفصہؓ مدینے کو ہجرت کرنے والی پہلی خاتون تھیں۔ آپ کے شوہر بھی جنگ اُحد میں شہید ہوئے تھے اور ان کے پہلے لڑکے کو مشرکین نے بہت ایذائیں پہنچائی تھیں۔ زینبؓ بنت جحش حضورؐ کی پھوپی زاد بہن تھیں اور حضرت زیدؓ کے نکاح میں دی گئی تھیں وہ شوہر کے ساتھ نباہ نہ کر سکیں اور بضد تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے شادی کر لیں تاکہ اُن کا مجروح وقار بحال ہو سکے۔ حضرت جویریہؓ اور حضرت صفیہؓ دونوں یہودیوں کے ممتاز قبیلوں سے تعلق رکھتی تھیں، اور جنگی قیدی کی حیثیت سے لائی گئی تھیں۔ رملہ یا اُم حبیبہ قریش کے سردار ابوسفیان کی دختر تھیں۔ حضرت میمونہؓ آپ کے چچا حضرت عباسؓ کی سالی تھیں اور اسلام کے عظیم سپہ سالار کی پھوپھی تھیں۔ حضرت ماریہؓ اسکندریہ کے آرچ بشپ کا تحفہ اور اہم قبطی سردار کی دختر تھیں۔ ان میں سے اکثر خواتین حضور اکرم سے شادی کے وقت چالیس یا پچاس سال کی عمر کی تھیں اور اپنی جوانی کا بہترین زمانہ پار کر چکی تھیں۔ وہ دو یا تین بار بیوہ بھی ہو چکی تھیں اور اکثر کو اُن کے سابقہ شوہروں سے بچے بھی تھے۔ حضرت خدیجہؓ اور حضرت ماریہ قبطیہؓ کو چھوڑ کر ازواج مطہرات میں سے کسی سے بھی حضورؐ کے اولاد نہیں ہوئی۔

ان حقائق سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں

سیاسی اور معاشرتی ضرورتوں کے زیرِ اثر کی گئیں تھیں یا انسانی ہمدردی کے جذبے کے زیرِ اثر اور اس مقصد کی ترقی کے لیے کی گئیں تھیں جو آپ کا مقصدِ حیات تھا۔

ازواجِ مطہرات کے ساتھ آپ بہترین سلوک کرتے تھے۔ ہر ایک کے لیے ایک دن مختص تھا۔ وہ مدینہ سے باہر اپنے سفر میں بھی باری باری ہر بیوی کو لے جاتے تھے۔ آپ نے مسلمانوں کے لیے یہ مثال قائم کر دی کہ اپنی بیوی کے ساتھ کس طرح مساویانہ سلوک کیا جا سکتا ہے جس کا قرآنِ حکیم مطالبہ کرتا ہے۔

ازواجِ مطہرات آپ کے ساتھ مٹی کے گھروں میں رہتی تھیں اور پانی و کھجور پر گزارہ کرتی تھیں۔ اکثر و بیشتر گھر میں کھانے کے لیے کچھ بھی نہ ہوتا آپ فرماتے تھے کہ اگر وہ آرام و آسائش کی زندگی گزارنا چاہتی ہوں تو آپ انھیں شادی کے بندھن سے آزاد کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن تمام ازواجِ مطہرات نے مادی آسائشوں کی بجائے آپ کی رفاقت پسند کی۔

پروفیسر ہٹی (HITTI) لکھتا ہے "حضرت محمدؐ نے اپنے اقتدار کے انتہائی عروج کے زمانہ میں بھی اتنی ہی سادہ زندگی گزاری جیسی کہ زمانہ عسرت میں۔ آپ کو اکثر اپنے کپڑے خود رفو کرتے دیکھا گیا۔ لوگ جب چاہتے آپ کے پاس پہنچ سکتے تھے" تو پھر مادی مسرت اور انبساط کے لیے آپ کے پاس وقت کہاں تھا؟

واٹ جیسے ناقد کو بھی مجبوراً تسلیم کرنا پڑا کہ بعد کے آنے والے مسلم مصنف نسوانی حسن سے آپ کی رغبت کی کتنی ہی کہانیاں کیوں نہ ایجاد کر لیں یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ آپ کو اپنے جذبات پر پوری طرح قابو حاصل تھا۔ اگرچہ آپ نے حسن و جمال کی کشش کو انسانی حیات سے بالکلیہ خارج نہیں کیا (یعنی راہبانہ زندگی کی تلقین نہیں کی) آپ نے کوئی شادی ایسی نہیں کی جو سیاسی اور معاشرتی ضرورت سے بری ہو۔

ایسے مقدس مآب شخصیت پر یہ الزام لگانا کہ آپ بوالہوس تھے سراسر ظلم و زیادتی ہے۔ جو تاریخی شواہد دستیاب ہیں ان سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ

تمام ازواج مطہرات نفیس ترین اور پاکیزہ کردار کی حامل تھیں جو نہ صرف تقویٰ کے اعتبار سے اعلیٰ ترین کردار کا نمونہ تھیں بلکہ حسب و نسب کے اعتبار سے بھی بلند مقام رکھتی تھیں۔ حضور اکرم صلعم کے وصال کے بعد بھی انھوں نے سادگی اور پرہیزگاری سے زندگی گزاری۔ اُن میں سے کسی کے بھی متعلق کوئی اسکنڈل کا پتا نہیں چلتا اس کے باوجود ملعون رشدی اُن کے مبارک نام ایک قحبہ خانے سے جوڑنے میں شرم محسوس نہیں کرتا۔ اس کو ہم آزادیِ اظہار کا نام دیں گے یا ان لوگوں کی دل آزاری کی کھلی چھوٹ کا نام دیں جو ان پاکباز، متقی اور پرہیزگار بی بیوں کو ام المومنین سمجھ کر دل سے اُن کا احترام کرتے ہیں۔

یہ بڑی افسوس ناک بات ہے کہ رشدی ملعون نے اُن مسلم محدثین اور مورخین کی من گھڑت تحریروں سے ناجائز فائدہ اُٹھایا جو یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر معمولی قوت مردانہ کے حامل تھے۔ اُن میں سے اکثر مورخ تو اپنے حکمرانوں کی جنسی بے راہ روی کو جائز قرار دینے کے لیے ایسی من گھڑت حدیثیں اور روایتیں وضع کر لیتے تھے۔ ایسی روایات نہ تو حضور اکرم کی شادیوں کی نوعیت سے مطابقت رکھتی ہیں اور نہ ہی حضورؐ کے اپنی ازواج کے ساتھ تعلقات کی نوعیت سے ہی۔ اُن من گھڑت کہانیوں نے مستشرقین کے لیے اپنے مخاصمانہ جذبات کے اظہار کا راستہ ہموار کر دیا۔ ان اسلام دشمن تحریروں پر مسلمانوں نے اپنے سخت ردِ عمل کا اظہار کیا ہے۔ سعودیہ کے مشہور عالم دین امام راشد خلیفہ نے ابتدائی ماٰخذات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہاں تک کہہ دیا ہے کہ "انتہائی عام حدیثوں اور سنتوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" انھوں نے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ "ان حدیثوں اور سنتوں پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے آخری پیغمبر کے احکامات کی صریح خلاف ورزی ہے۔"

امام راشد خلیفہ نے اپنے دعوے کے ثبوت میں قرآن حکیم کی چھٹے سورہ کی ایک سو بارہویں آیت اور پچیسویں سورہ کی اکتیسویں آیت کا حوالہ دیا ہے اور کہا ہے کہ "یہ حدیثیں شیطانی ایجادات ہیں۔" یہ الزام انتہائی لغو ہے کہ رسول اللہ صلعم

کے پاس کنیزیں بھی تھیں۔ یہ بات قرآنی تعلیمات کے منافی ہے جو ناجائز جنسی تعلقات کو انتہائی گھناؤنا گناہ قرار دیتی ہیں۔ حتیٰ کہ غلام عورتوں سے جنسی اختلاط کے لیے بھی نکاح ضروری قرار دیا گیا ہے۔ بعض ماہرین فقہ قرآن حکیم کی ابتدائی آیات (سورہ ۲۳ آیت ۶ اور سورہ ۷۰ آیت ۲۹ اور ۳۰) کا سہارا لے کر باندیوں کو مباح قرار دیتے ہیں۔ لیکن اکثر ماہرین فقہ اس بات پر متفق ہیں کہ بعد کی آیات میں ان کی تصحیح کر دی گئی ہے۔ جن میں ہر قسم کے ناجائز جنسی تعلقات کو قابل سزا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ حسب ذیل آیت تو بہت واضح ہے۔

"زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین کے معاملے میں تم کو دامن گیر نہ ہو اگر تم اللہ تعالیٰ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو اور ان کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود رہے۔"

اسلام کے لیے بڑی بدنصیبی کی بات ہے کہ جن تعلیمات کا حکم قرآن مجید میں دیا گیا ہے اور جن پر رسول اللہ صلعم نے پوری زندگی عمل کیا۔ مسلم حکمرانوں نے بڑی آزادی کے ساتھ اُن کے خلاف عمل کیا اور اپنے ضمیر کے اطمینان کے لیے من گھڑت حدیثیں وضع کروالیں۔ ان من گھڑت حدیثوں اور روایتوں نے اسلام کے تصور کو کافی نقصان پہنچایا اور دشمنان اسلام کو مزید رنگ آمیزی کرنے کا موقع فراہم کیا۔

ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ قرآن حکیم نہ صرف حالات حاضرہ کا احاطہ کرتا ہے بلکہ بنیادی اور لافانی اہمیت کے حامل مسائل کا بھی احاطہ کرتا ہے۔ جیسا کہ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ قرآنی آیات کی "شان نزول" بھی اُس وقت پیش آنے والے واقعات کو سمجھنے میں کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کو بھی اس زمانے کے حالات اور رواجوں کے سیاق و سباق میں دیکھنا ضروری ہے۔

برطانوی سیرت نگار آر۔ وی۔ سی۔ باڈلی (R.V.C. BODLEY) کہتا ہے کہ،

حضرت محمدؐ کی ازدواجی زندگی کو نہ ہی مغربی معیار سے جانچنا چاہیے اور نہ ہی عیسائی عقائد کی روشنی میں وہ لوگ ایسے ملک اور ایسے زمانے میں اپنی زندگی گزار رہے تھے جہاں اُن کی اپنی اخلاقی قدریں موجود تھیں۔

باڈلی یہ سوال بھی کرتا ہے کہ امریکہ اور یورپ کے ضابطۂ اخلاق کو ایشیا اور افریقہ سے بہتر کیوں سمجھا جائے؟ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ

"جب تک مغربی ممالک کے لوگ یہ ثابت نہیں کر دیتے کہ وہ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں ایک بلند اخلاقی سطح پر زندگی گزار رہے ہیں اُس وقت تک دوسرے ممالک اور مذاہب کے متعلق اپنے فیصلوں کو محفوظ رکھنا چاہیے" مشکل یہ ہے کہ آج بھی جب جدید ترین تحقیقات کی روشنی میں معروضی انداز میں ہمدردانہ تصانیف شائع ہو رہی ہیں۔ اس کے باوجود عام غیر مسلم لوگوں کے ذہن قدیم تعصبات سے آزاد نہیں ہو سکے۔ خصوصی طور پر عیسائی حضرات آج بھی یہ بات ماننے کو تیار نہیں ہیں کہ حضرت محمد صلعم واقعی اللہ کے رسول تھے۔ وہ آج بھی یہ سمجھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) مجرد تھے جبکہ (حضرت) محمدؐ نے کئی شادیاں کیں۔ حضرت عیسیٰؑ مخلص تھے جبکہ (حضرت) محمدؐ نے نفرت اور جنگ کی!

حضرت مسیح نے نوع انسانی کی نجات کے لیے اپنی جان قربان کر دی۔ جبکہ (حضرت) محمدؐ نے اپنے دشمنوں کو دبانے کے لیے تشدد کا راستہ اپنایا۔ رشدی نے ان تعصبات کو مزید پختہ کر دیا اور اُن کو ایک نئی اور رنگین توجیہ دے دی ہے۔

ان تعصبات کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عیسائی پادریوں نے انسانی زندگی کی رنگارنگی کو اہمیت دینے کی بجائے بعض قدروں کو بے جا اہمیت دی ہے۔ مثلاً محبت، رحمدلی اور مجرد و راہبانہ زندگی کو مبالغہ آمیز تقدس کا سرچشمہ ٹھہرایا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بہترین قدریں ہیں لیکن صدیوں کا انسانی تجربہ یہ بھی بتاتا ہے کہ ان کے اضداد کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ نوع انسانی کی ترقی میں انسانی کردار کی طاقت کے ساتھ اس کی کمزوریاں بھی ہم قدم رہی ہیں۔ اُن کے باہمی ربط کا نام ہی تاریخ ہے۔ کئی عظیم سپہ سالاروں نے اپنی فتوحات سے

نہ صرف اپنے ملک وقوم کو عظمت بخشی ہے بلکہ اپنی فتوحات کے ذریعے مختلف قوموں کے درمیان تعلقات بھی استوار کیے ہیں۔ اسی لیے دنیا میں بعض عظیم تہذیبیں بے رحم اور خالمانہ جنگوں کے نتیجے میں اُبھری ہیں۔

اگر ہم اپنے مفروضہ اخلاقی سانچوں کے ذریعہ لوگوں کی زندگیوں کا جائزہ لیں تو کئی شاعر، ادیب، محقق اور سائنس داں بداخلاقی کے لیے مورد الزام قرار پائیں گے۔

مغربی ممالک کے لوگ جہاں ایک طرف انسانی مساوات اور اخوت پر عمل پیرا ہونے کا دعوا کرتے ہیں تو دوسری طرف خود بدترین نسلی تعصب اور اُس سے پھوٹنے والی برائیوں کا شکار ہیں۔ اس بات سے انکار کرنا بھی مشکل ہوگا کہ امریکہ اور یورپ میں وسیع پیمانے پر آزادانہ جنسی اختلاط کی ایک وجہ عیسائیوں کا ایک ہی شادی پر اصرار بھی ہے جس کو وہ ایک اعلا اخلاقی ضابطہ سمجھتے ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خود عیسائی لوگ مسیحی عقائد کی خلاف ورزیوں کے زیادہ مرتکب ہو رہے ہیں بہ مقابلہ غیر عیسائیوں کے کیتھولک راہبوں کے مجردانہ زندگی گزارنے کے طریقے پر آج کافی اعتراضات کیے جا رہے ہیں۔ اسی طرح اسقاطِ حمل اور ضبطِ تولید کی مسلسل مخالفت پر خود ویٹیکن کے رویے کو ناپسند کیا جا رہا ہے۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ دو ہزار سال کے تجربات اور دوسری تہذیبوں سے ارتباط کے باوجود مسیحی مبلغ یہ بات ماننے پر تیار نہیں ہیں کہ مادہ اور روح ایک دوسرے کے متضاد نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ ہیں اور دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں۔ اس کے نتیجے میں ابھی مغرب میں آج بھی یہ نظریہ عام ہے کہ جب تک روح اپنے مادی بندھنوں سے آزاد نہیں ہو جاتی انسان کی نجات ممکن نہیں ہے۔

سینٹ پیٹر نے اس عقیدے کی اشاعت کی تھی کہ انسانی جسم رگوشت ہی سارے گناہوں کی جڑ ہے۔ لیکن جسم کے بغیر انسان کا وجود ہی باقی نہیں رہتا اور اگر مادہ واقعی تمام بُرائیوں کا ماخذ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اُسے پیدا ہی کیوں کرتا؟ کئی قدیم مسیحی مفکروں کی طرح ای بارکر (E.BARKER) اور آر پریسٹن نے کہا ہے کہ عہد نامہ جدید میں

جن معیاروں کو مقرر کیا گیا ہے وہ ناقابلِ حصول ہیں اور وہ ہمارے روز مرہ کے معاملات پر عائد نہیں کیے جا سکتے۔ لیکن اسلام زندگی کے تمام رنگوں سمیت اس کی کلیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے زندگی کا ایک حقیقت پسندانہ نظریہ رکھتا ہے۔ اسلام "مقدس گناہ" کے نظریے اور اس کے متعلقات کو مکمل طور پر رد کرتا ہے۔ رسول اللہؐ نے خود اس طرح زندگی گزاری کہ آپ مسلمانوں کے لیے نمونہ بن سکیں اور وہ آنحضرتؐ کی سنتوں پر عمل کر سکیں۔

ایک روایت ہے آپ کے چند اصحاب نے اپنے تقویٰ پر فخر کا اظہار کیا۔ ایک نے کہا کہ انھوں نے شادی نہیں کی۔ دوسرے نے کہا کہ وہ گوشت نہیں کھاتے تیسرے نے کہا کہ وہ زمین پر سوتے ہیں۔ چوتھے صحابی نے کہا کہ وہ ہمیشہ روزے سے رہتے ہیں۔ رسول اللہؐ نے ان سے فرمایا: "یہ تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ میں شادی شدہ ہوں اور تقویٰ کی زندگی گزارتا ہوں۔ میں گوشت بھی کھاتا ہوں اور روزہ بھی رکھتا ہوں۔ میں جاگتا بھی ہوں اور سوتا بھی ہوں۔"

اس طرح آپ نے زندگی میں ایک توازن برقرار رکھنے پر زور دیا۔ آپ نے اس بات پر بھی زور دیا کہ دینی سرگرمیوں کو مادی تقاضوں سے بھی مربوط ہونا چاہیے۔ آپ نے نہ تو مادیت کو زیادہ اہمیت دی اور نہ ہی روحانی سعادت اور مسرت کی اہمیت کو کم ظاہر کیا۔ آپ نے مال و دولت کے بے جا اضافے اور دنیاوی شان و شوکت کو ناپسند فرمایا۔ لیکن رہبانیت اور ترکِ دنیا کو بھی پسند نہیں فرمایا۔ آپ نے دنیا کو اللہ اور قیصرِ روم کے درمیان تقسیم نہیں کیا۔ حضرت محمدؐ اور حضرت عیسیٰ کے بتائے ہوئے راستوں میں یہی بنیادی فرق ہے۔ اسلام انسانی رویے میں انتہاپسندی کی ہمت افزائی نہیں کرتا۔ نہ وہ جسمانی لذت کی ہمت افزائی کرتا ہے اور نہ ہی جسمانی ایذا پسندی کی۔ اسلام ایک زوجگی کو پسند کرتا ہے لیکن اس پر اصرار نہیں کرتا۔ حالتِ مجبوری میں اسلام جنگ کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن اس کا بنیادی پیغام خود کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے پر اور امن و امان پر مبنی ہے۔ مختصر یہ انسانی رویوں کو ان کی شخصی صلاحیتوں، ضروریات اور مجبوریوں کے مطابق منظم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن وہ انسانی فطرت کو مکمل طور پر بدل دینے پر اصرار نہیں کرتا کیونکہ

یہ عمل نہ طبعی طور پر ممکن ہے اور نہ ہی روحانی طور پر پسندیدہ ہے۔ جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے ریمنڈ سے تالینڈو کے مارک تک راجر بیکن (ROGER BACAN) سے ولیم میور (WILLIAM MUIR) تک اور ڈانٹے (DANTE) سے والٹیئر (MELTAIRE) تک تمام دانشوروں اور مورخوں نے پیغمبر اسلام کے الوہی مشن پر شک و شبہ کا اظہار کیا ہے اور آپ کے کردار کی بدترین تصویر کشی کی ہے۔ ان میں سے اکثر کے لیے وہ پیغمبر تو کجا خدا رسیدہ بزرگ بھی نہیں تھے اور نہ ہی ایک پسندیدہ انسان تھے۔ آپ کے ناقدوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ ان میں مغربی دنیا کے بعض بہت عظیم نام بھی شامل ہیں۔ ان کے حملوں کے باوجود حضرت محمد صلعم اور دین اسلام دونوں ہی سربلند رہے ہیں۔ گذشتہ پندرہ سو سال میں ہر ملک اور ہر زمانے میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد دوسرے مذاہب سے کہیں زیادہ رہی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جتنا اسلام کو دبانے کی کوشش کی گئی اتنا ہی یہ مضبوط ہوتا گیا۔ حیات انسانی کو اعلا مدارج سے روشناس کرانے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کردار ادا کیا ہے اس پر فرانس کے بہت ہی معتبر اور محترم دانشور ریگس بلاشیئر (REGIS BLACHERE) نے اپنی کتاب "دی پرابلم ڈی محمدؐ" (محمدؐ کا مسئلہ) میں اپنا شاندار نذرانۂ عقیدت اس طرح پیش کیا ہے۔

> "لاتعلقی سے نظر انداز کر دیے جانے کا غم آپ نے سہ لیا۔ عزت نفس کو پہنچائے ہوئے زخم آپ نے برداشت کر لیے۔ سازشوں اور دھمکیوں کی آپ نے پرواہ نہیں کی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مشرکین مکہ نے مفاہمت کے لیے جو فراخ دلانہ پیشکش کی تھی اس کو آپ نے ٹھکرا دیا۔ غرض ان میں سے کوئی بھی بات آپ کو اپنے مشن سے منحرف نہیں کر سکی۔ قرآن اس بات کا شاہد ہے کہ نازک ترین موقعوں پر بھی آپ اپنے متوازن قوت فیصلہ کو برقرار رکھنے پر قادر تھے۔ اپنے ساتھیوں کی ہمت اور حوصلے کو دوبارہ بحال کر سکتے تھے۔ آپ لوگوں کی معمولی لغزشوں سے چشم پوشی فرماتے تھے تاکہ غداری کے رجحان کو بڑھاوا نہ مل سکے۔ دنیا کے بہترین رہنما کی حیثیت سے آپ اپنے مشیروں کا صحیح انتخاب کر سکتے تھے۔ آپ حضرت علیؓ کی وفاداری، حضرت ابوبکر صدیقؓ

کی اعتدال پسندی، حضرت عمر فاروقؓ کی طاقت و توانائی اور حضرت عثمان غنیؓ کی مستعدی کی قدر و قیمت کا پورا احساس رکھتے تھے۔ اپنے لوگوں کے متعلق آپ کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں تھے۔ اسی لیے لوگوں کو بار بار اُن کے فرائض کی یاد دہانی کراتے رہتے تھے۔ جن لوگوں میں آپ پیدا ہوئے اُن کی خوبیوں اور خامیوں سے پوری طرح واقف تھے۔ ایمان کے جذبے سے سرشاری کے باوجود آپ نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ خدا کی نصرت اور مدد کے بغیر آپ کبھی کامیاب ہوسکیں گے۔ پھر بھی آپ مستقبل کے پردے میں جھانک سکتے تھے۔ اپنے دشمنوں کی طاقت اور کمزوری کا صحیح اندازہ کرسکتے تھے۔ دنیا آپ کے بارے میں چاہے کچھ کہے لیکن آپ نیک اور سچّے انسان تھے۔ فتح مکّہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان سیاسی مصلحت سے کہیں زیادہ بلند و بالا اقدام تھا۔ سیرت نگاروں نے دیگر پیغمبروں کی طرح آپ کے ساتھ بھی انصاف نہیں کیا۔ فنِ سیرت نگاری کی مجبوری یہ ہے کہ عوامی ذوق کی تسکین کے لیے وہ اپنے ممدوح کے ساتھ معجزات کی توقع وابستہ کردیتا ہے۔ حالاں کہ قرآن میں بار بار یہ صراحت کی گئی ہے کہ آپ بھی دوسروں کی طرح ایک انسان ہیں۔ اگر حضرت محمدؐ دمِ وصال اپنے آپ سے اپنے مشن کی کامیابی کے بارے میں سوال کرتے تو آپ اپنے ہی جواب سے مسرور اور مطمئن اپنے مالکِ حقیقی سے جاملتے کہ میں نے اپنا کام مکمل کرلیا ہے۔"

اس کام کی تکمیل کا بہترین ذریعہ قرآن مجید رہا ہے جو آپ نے اپنی امّت کے لیے چھوڑا تاکہ وہ اس کی تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگی کو ڈھال سکیں۔ لیکن افسوس کہ یہی وہ کتاب ہے جس کو ہاتھ میں لے کر برطانیہ کے وزیر اعظم ولیم گلیڈ اسٹون (WILLIAM GLADSTONE) نے ایوانِ زیریں میں کہا تھا کہ جب تک یہ کتاب موجود ہے دنیا میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔ اس کا غصہ عثمانی ترکوں پر تھا جن کی طاقت یورپ کے عیسائی حکمرانوں

کو للکار رہی تھی، لیکن یہ غصہ اس نے قرآن مجید پر اُتارا، اور یہ اقرار بھی کیا کہ اس نے "یہ کتاب نہیں پڑھی"۔ تعصبات فنا نہیں ہوتے۔ وہ دشمنی کی غذا پر پھلتے پھولتے ہیں اور بہترین ذہنوں کی قوتِ فیصلہ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

پہلا باب

سورہ ۲۱: الانبیاء

(تعداد آیات ۱۱۲)

اس سورہ میں بتایا گیا ہے کہ ہر دور میں انبیاء کرام کو اپنے مخالفین کے طنز و استہزا کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ حضور اکرمؐ کے ساتھ بھی آپ کے مخالفین کا یہی سلوک رہا ہے۔ آپ پر بھی قریش مکہ "ساحر" یا "شاعر" ہونے کا الزام لگایا کرتے تھے یا پھر آپ کو "خواب دیکھنے والے" کے نام سے پکارتے تھے۔ لیکن بالآخر ان کو اپنے اعمال کی سزا بھگتنی پڑی۔ ماضی میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کو تباہ کر دیا جو کفر اور شرک کی مرتکب ہوئی تھیں۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو نور کی روشنی عطا فرمائی تاکہ وہ لوگوں کو صحیح راستہ دکھا سکیں۔ حضرت ابراہیمؑ پر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی برکتیں نازل فرمائیں کیوں کہ آپ تمام مصیبتوں اور دشواریوں کے باوجود اپنے عقیدے میں ثابت قدم رہے۔ حضرت لوطؑ نے بدکاریوں پر لعنت و ملامت کرنے میں بے انتہا ہمت سے کام لیا اسی لیے اللہ کی نصرت اور نعمتوں سے سرفراز ہوئے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایمان والوں کو سیلاب عظیم سے بچا لیا۔ حضرت داؤدؑ نے تمام دشواریوں کے باوجود انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ حضرت سلیمانؑ نے اپنی عقل و دانش کی مدد سے اللہ کے دشمنوں پر غلبہ حاصل کیا۔ حضرت ایوبؑ نے بڑی بڑی مصیبتوں میں بھی صبر سے کام لیا۔ لیکن اپنے عقیدے سے نہیں ہٹے۔ حضرت اسماعیلؑ، حضرت ادریسؑ اور حضرت ذوالکفلؑ نے دنیاوی لالچ کو ٹھکرا دیا اور اللہ پر ایمان کو مستحکم رکھا۔ اسی لیے خدا کی رحمتیں ان پر نازل ہوئیں۔ حضرت یونسؑ خدا کی رحمتوں کے

خواہاں رہے۔ حضرت زکریا ہمیشہ اللہ کی یاد میں مگن اور اس کی مہربانیوں کے متمنی رہے۔ حضرت مریم نے کھلے عام بدنامی کے خوف کے باوجود اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھا۔ یہ تمام لوگ اللہ کے منتخب بندے تھے اور انبیا کی برادری کے رکن تھے۔ اللہ کے یہ برگزیدہ بندے ایک ہی مقصد کی خاطر جیئے اور جان بھی اسی مقصد کی خاطر دی کہ نوع انسان کو بدی سے نجات دلائیں اور نیکی کی راہ کی جانب اس کی رہنمائی کریں۔ اس راہ کی جانب جو اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے۔

"اور ہم نے اُن کو امام بنا دیا جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے۔
اور ہم نے اُن کو نیک کاموں کی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی ہدایت
کی اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔" (۲۱ : ۷۳)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو۔

"ہم نے حکم (قدرت) اور علم عطا کیا تاکہ وہ ہمارے پیغام کو عام کریں۔"
(۲۱ : ۷۹)

حضرت محمدؐ کو خاص طور پر کہا گیا کہ:

"اے محمدؐ ہم نے جو تم کو بھیجا۔ ہے تو یہ دراصل تمام مخلوق کے لیے ایک رحمت
ہے۔" (۲۱ : ۱۰۷)

سورۃ : ۲۱

۷۔ اور اے محمدؐ ہم نے تم سے پہلے بھی انسانوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا جن پر ہم وحی کیا کرتے تھے۔ تم لوگ اگر علم نہیں رکھتے تو اہل کتاب سے پوچھ لو۔

۸۔ ان رسولوں کو ہم نے کوئی ایسا جسم نہیں دیا تھا کہ وہ کھاتے نہ ہوں اور وہ سدا جینے والے تھے۔

۱۰۔ لوگو ہم نے تمھاری طرف رہنمائی کے لیے ایک ایسی کتاب بھیجی ہے جس میں تمھارا ہی ذکر ہے کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔

۱۶۔ ہم نے اس آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے کچھ کھیل کے لیے نہیں

بنایا ہے۔

۱۷۔ اگر ہم کوئی کھلونا بنانا چاہتے اور بس یہی کچھ ہمیں کرنا ہوتا تو اپنے ہی پاس سے کر لیتے۔

۱۸۔ مگر ہم تو باطل پر حق کی چوٹ لگاتے ہیں جو اس کا سر توڑ دیتی ہے۔ اور وہ دیکھتے دیکھتے مٹ جاتا ہے۔ اور تمہارے لیے تباہی ہے ان باتوں کی وجہ سے جو تم بناتے ہو۔

۲۵۔ ہم نے تم سے پہلے (اے محمدؐ) جو رسول بھی بھیجا ہے اس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو۔

۳۴۔ اور اے محمدؐ، تم سے پہلے بھی ہم نے کسی انسان کو حیات جاودانی (ہمیشگی) نہیں بخشی اگر تم مر گئے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ جیتے رہیں گے۔

۳۵۔ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور ہم اچھے اور برے حالات میں ڈال کر تم سب کی آزمائش کر رہے ہیں۔ آخر کار تمھیں ہماری ہی طرف پلٹنا ہے۔

۳۷۔ انسان جلد باز مخلوق ہے۔ ابھی میں تم کو اپنی نشانیاں دکھائے دیتا ہوں۔ جلدی نہ مچاؤ۔

۴۷۔ قیامت کے روز ہم ٹھیک ٹھیک تولنے والے ترازو رکھ دیں گے۔ پھر کسی پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا۔ جس کا رائی کے دانے کے برابر بھی کچھ کیا دھرا ہوگا وہ ہم سامنے لے آئیں گے۔ اور حساب لگانے میں ہم کافی ہیں۔

۹۴۔ پھر جو نیک عمل کرے گا اس حال میں کہ وہ مومن ہو، تو اس کے کام کی ناقدری نہ ہوگی اور اسے ہم لکھ رہے ہیں (ہر ایک کے اعمال نامہ میں)

۱۰۶۔ اس (قرآن) میں ایک بڑی خبر ہے عبادت گزار لوگوں کے لیے۔

۱۰۷۔ سچ تو یہ ہے اے محمدؐ، کہ ہم نے تمھیں تمام مخلوقات کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

سورہ ۲۲: الحج

(تعداد آیات ۷۸)

اس سورہ میں روز قیامت کی معنویت پر زور دیا گیا ہے۔ جو اٹل ہے قرآن حکیم

میں فرمایا گیا ہے کہ اس دن:

"ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی، ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا۔ اور نشہ کے بغیر لوگ مدہوش نظر آئیں گے، کیونکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔"

دوسری ایک آیت (۵ : ۲۲) میں لوگوں سے کہا گیا ہے کہ اگر انھیں موت کے بعد کی زندگی پر شک و شبہ ہے تو وہ تخلیق کی حقیقت پر غور کر لیں۔ کس طرح اللہ تعالیٰ انسان کو نطفے سے پیدا کرتا ہے۔ پھر کس طرح اُس کو پہلے خون کے لوتھڑے میں اور پھر گوشت و پوست میں تبدیل کرتا ہے اور اس کے بعد اس کو زندگی عطا فرماتا ہے۔ اور ایک مقررہ مدت تک اُس کو ماں کے پیٹ میں رکھتا ہے۔ اور پروان چڑھاتا ہے۔ پھر بچے کی شکل میں اُس کو باہر نکالتا ہے۔ اور پرورش فرماتا ہے۔ اس کے بعد وہ آدمی بن جاتا ہے۔ اور اس طرح انسانوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ کچھ لوگ جلد مر جاتے ہیں اور کچھ طویل عمر تک زندہ رہتے ہیں۔ اسی طرح سوکھی زمین بارش کے پانی سے شاداب ہو جاتی ہے۔ درخت ہرے ہو کر کثیر مقدار میں پھل پیدا کرتے ہیں۔

"یہ سب اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی حق ہے۔ وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے۔ اور ہر چیز پر قادر ہے۔" (۶ : ۲۲)

مسلمانوں، یہودیوں، صابیٔ، عیسائی، مجوسی اور مشرکوں کے درمیان بالآخر اللہ ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔ روحانی بلندیوں کے حصول کے واسطے لوگوں کے لیے علامتیں مقرر فرما دی ہیں۔ مثلاً حج کعبہ، جب دور اور نزدیک کے لوگ مکہ شریف میں اللہ کی عبادت اور حمد و ثنا کرنے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ اور اللہ کے نام پر جانوروں کی قربانی کرتے ہیں۔ ایمان لانے والوں سے فرمایا گیا ہے کہ ان جانوروں کا:

"نہ خون اللہ کو پہنچتا ہے نہ گوشت بلکہ تمہارا تقویٰ اللہ کو پہنچتا ہے۔"

غلط عقیدے رکھنے والے لوگوں کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور ایمان لانے والوں کے دفاع میں بھی جنگ کی اجازت مرحمت فرمائی گئی

ہے، کیوں کہ ان نیک لوگوں کو اُن کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے، اور انھیں بے گھر کر دیا گیا۔ لیکن بلاوجہ جنگ نہیں لڑنی چاہیے۔ کیوں کہ اگر اللہ تعالیٰ جنگ کرنے والے گروہوں کو قابو میں نہ رکھے تو خانقاہیں، گرجا، یہودیوں کے معبد اور مسجدیں، جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے سب مسمار کر ڈالی جائیں۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کریں گے، وہ شہادت کا درجہ پائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اُن کو جنّت میں انعامات سے نوازے گا۔

مسلمانوں سے فرمایا گیا ہے کہ ہر امّت کے لیے عبادت کے طریقے مقرر کر دیئے گئے ہیں، جن کی وہ پیروی کرتے ہیں۔ تاکید فرمائی گئی ہے کہ اُن سے جھگڑا نہ کریں اور اگر وہ لوگ مسلمانوں سے بحث کریں تو اُن سے کہہ دیا جائے کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ اُن کے لیے کیا بہتر ہے۔ جو اختلاف دونوں میں موجود ہے، اُس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

سورۃ: ۲۲

۱۔ لوگو، اپنے رب کے غضب سے بچو، حقیقت یہ ہے کہ قیامت کا زلزلہ بڑی ہولناک چیز ہے۔

۲۔ جس روز تم اُسے دیکھو گے، حال یہ ہوگا کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچّے سے غافل ہو جائے گی۔ ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا۔ اور لوگ تم کو مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے، بلکہ اللہ کا عذاب ہی کچھ ایسا سخت ہوگا۔

۳۔ پھر بھی بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں بحثیں کرتے ہیں، اور ہر شیطان سرکش کی پیروی کرتے ہیں۔

۵۔ لوگو، اگر تمھیں موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں کچھ شک ہے تو تمھیں معلوم ہو کہ ہم نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا ہے، پھر نطفے سے، پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر گوشت کی بوٹی سے جو شکل والی بھی ہوتی ہے اور بے شکل بھی، اور یہ

ہم اس لیے بتا رہے ہیں، تاکہ تم پر حقیقت واضح کریں۔ ہم جس نطفے کو چاہتے ہیں ایک وقتِ خاص تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ پھر تم کو ایک بچے کی صورت میں نکال لاتے ہیں۔ (پھر تمھاری پرورش کرتے ہیں) تاکہ تم اپنی پوری جوانی کو پہنچو۔ اور تم میں سے کوئی پہلے ہی واپس بلا لیا جاتا ہے اور کوئی بدترین عمر کی طرف پھیر دیا جاتا ہے تاکہ سب کچھ جاننے کے بعد پھر کچھ نہ جانے۔ (یا مثل اسی طرح جیسے) تم دیکھتے ہو کہ زمین سوکھی پڑی ہے پھر جہاں ہم نے مینہ برسایا کہ یکایک وہ پھبک اٹھی اور پھول گئی اور اُس نے ہر قسم کی خوش منظر نباتات اگلنی شروع کر دی۔

۱۱۔ اور لوگوں میں سے کوئی ایسا ہے جو کنارے پر رہ کر اللہ کی بندگی کرتا ہے۔ اگر فائدہ ہوا تو مطمئن ہو گیا اور جو کوئی مصیبت آ گئی تو اُلٹا پھر گیا۔ اُس کی دنیا بھی گئی اور آخرت بھی۔

۱۲۔ پھر وہ اللہ کو چھوڑ کر اُن کو پکارتا ہے جو نہ اُس کو نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ فائدہ، یہ ہے گمراہی کی انتہا۔

۱۷۔ جو لوگ ایمان لائے، اور جو یہودی ہوئے اور صابئی اور نصاریٰ اور مجوسی اور جن لوگوں نے شرک کیا، اِن سب کے درمیان اللہ قیامت کے روز فیصلہ کر دے گا۔

۳۴۔ ہر اُمت کے لیے ہم نے قربانی کا ایک قاعدہ مقرر کر دیا ہے تاکہ (اس اُمت کے لوگ) اُن جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اُس نے اُنھیں بخشے ہیں۔ پس تمھارا خدا ایک ہی خدا ہے۔ اسی کے تم مطیع اور فرماں بردار بنو۔

۳۷۔ نہ ان (جانوروں) کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں نہ خون مگر اُس کو تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے اُس نے ان (جانوروں) کو تمھارے لیے اس طرح مسخر کیا ہے تاکہ اُس کی بخشی ہوئی ہدایت پر تم اُس کی تکبیر کرو۔ اور اے نبی بشارت دے دو نیکوکار لوگوں کو۔

۳۹۔ اجازت دے دی گئی اُن لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے کیوں کہ وہ مظلوم ہیں اور یقیناً اللہ اُن کی مدد کرنے پر قادر ہے۔

۴۰۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے "ہمارا رب اللہ ہے" اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے سب مسمار کر ڈالی جائیں۔ اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔

۶۷۔ ہر اُمت نے ایک طریق عبادت مقرر کیا ہے جس کی وہ پیروی کرتے ہیں۔ پس اے محمدؐ وہ اس معاملے میں تم سے جھگڑا نہ کریں۔ تم اپنے رب کی طرف دعوت دو کیونکہ یقیناً تم سیدھے راستے پر ہو۔

۶۸۔ اگر وہ تم سے جھگڑا کریں تو کہہ دو "جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ کو خوب معلوم ہے"۔

۶۹۔ اللہ قیامت کے روز تمہارے درمیان اُن سب باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔

۷۳۔ جن معبودوں کو تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ اُسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ مدد چاہنے والے بھی کمزور اور جن سے مدد چاہی جاتی ہے وہ بھی کمزور۔

۷۷۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو رکوع کرو اور سجدہ کرو، اپنے رب کی بندگی کرو، نیک کام کرو شاید کہ تم کو فلاح نصیب ہو۔

۷۸۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اللہ نے (اے محمدؐ) تمہیں اپنے کام کے لیے چن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر۔ اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام "مسلم" رکھا تھا اور اس قرآن میں بھی تمہارا یہی نام ہے تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ۔ پس نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔ وہ ہے تمہارا مولیٰ بہت ہی اچھا ہے وہ مولیٰ اور بہت ہی اچھا ہے وہ مددگار۔

سورہ ۲۳ : المومنون

(تعداد آیات ۱۱۸)

اس سورہ میں دین اسلام کے ضروری اور لازمی فرائض کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ظلم وستم کے سائے میں بھی مسلمان ان فرائض کو کس طرح ادا کریں۔ دوسروں کے ساتھ عجز وانکسار سے پیش آنا چاہیے۔ غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ خیرات کرنی چاہیے۔ ناجائز جنسی تعلقات سے بچنا چاہیے سوائے اُن کے جن کی اجازت دی گئی ہے۔ اپنے وعدوں کو دیانت داری سے پورا کرنا چاہیے۔ اور عبادات میں مستعد رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفے سے تخلیق فرمایا۔ اس طرح وہ پیدا ہوتا ہے۔ زندگی کے مقررہ دن پورے کرتا ہے اور موت کی نیند سوجاتا ہے۔ روز قیامت اس کو دوبارہ اُٹھایا جائے گا۔ انسان کی مادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے کئی سہولتیں اور وسائل پیدا کیے ہیں اور پیغمبروں کو بھیجا تاکہ اُن کی رہنمائی میں انسان روحانی رفعتیں حاصل کرسکے۔ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو اللہ کے راستے کی طرف بلایا لیکن وہ لوگ یہ سوچ کر ایمان نہیں لائے کہ حضرت نوحؑ ''آسیب زدہ'' ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ سے فرمایا کہ اپنی نبوت کے ثبوت کے لیے:

> "ہماری نگرانی میں اور ہماری ہدایت کے مطابق کشتی تیار کر۔ اور پھر جب ہمارا حکم آجائے اور تنور اُبل پڑے تو ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا لے کر اس میں سوار ہوجا۔ اپنے اہل وعیال کو بھی ساتھ لے سوائے اُن کے جن کے خلاف فیصلہ ہوچکا ہے۔ اور ظالموں کے معاملے میں مجھ سے کچھ نہ کہنا (سفارش نہ کرنا) یہ لوگ اب غرق ہونے والے ہیں۔"

(۲۳ : ۲۷)

حضرت نوحؑ کے بعد ایک اور نبی بھیجے گئے پھر بھی منکروں نے ایمان لانے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ دنیوی زندگی کے علاوہ دوسری کوئی حقیقت نہیں۔ آخر کار ایک

آندھی نے انھیں دبوچ لیا اور وہ کوڑہ کرکٹ میں تبدیل ہو گئے۔

پھر ایک کے بعد ایک رسول بھیجے گئے۔ لیکن تمام قوموں نے اپنے رسولوں کو جھٹلایا۔ حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے واقعات انجام کار منکروں کی تباہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ وہ اپنے انجام کو پہنچنے کے بعد ہی سمجھ پائے کہ بدی کبھی کامیاب نہیں ہوتی۔ انبیا کا ایک سلسلہ بن گیا جو ایک کے بعد ایک آتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اعلان کرتے رہے۔ اور لوگوں کو اُس کی نعمتوں کی یاددہانی کراتے رہے۔ ان تمام انبیا نے ایک ہی پیغام حق کی تبلیغ کی لیکن اُن کی اُمتیں راستے سے بھٹک گئیں اور کئی فرقوں میں تقسیم ہو گئیں۔

اسی لیے مسلمانوں کو تاکید کی گئی کہ وہ پیغمبروں پر ایمان لائیں اور اُن کی پیروی کریں۔ اور تقویٰ و پرہیزگاری سے کام لیں اور بدی سے بچیں اور حرص و ہوس میں نہ پڑیں چاہے وہ کتنی ہی بڑی چیز کے لیے ہو۔ جب حساب لیا جائے گا تو نیکیوں پر انعام ملیں گے اور بدکاروں کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔

سورہ ۲۳

۵۱۔ اے پیغمبرو! کھاؤ پاک چیزیں اور عمل کرو صالح۔ تم جو کچھ بھی کرتے ہو، میں اُس کو خوب جانتا ہوں۔

۵۲۔ اور یہ تمھاری اُمت ایک ہی اُمت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، پس مجھ ہی سے ڈرو۔

۵۳۔ مگر بعد میں لوگوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اُسی میں مگن ہے۔

۵۴۔ اچھا، تو چھوڑو انھیں، ڈوبے رہیں اپنی غفلت میں ایک وقت خاص تک۔

۵۵۔ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو انھیں مال و اولاد سے مدد دیتے جا رہے ہیں۔

۵۶۔ تو گویا ہم، انھیں بھلائیاں دینے میں سرگرم ہیں؟ نہیں اصل معاملے کا انھیں شعور نہیں ہے۔

۵۷۔ بھلائیوں کی طرف دوڑنے والے اور سبقت کرکے انھیں پا لینے والے تو وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے خوف سے ڈرے رہتے ہیں۔

۵۸۔ اور جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔

۵۹۔ اور جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے۔

۶۰۔ اور جن کا حال یہ ہے کہ (خیرات) دیتے ہیں اور جو کچھ بھی دیتے ہیں اور اُن کے دل اس خیال سے کانپتے ہیں کہ ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے۔

۶۲۔ کسی شخص کو ہم اس کی مقدرت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتے۔ ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو ہر ایک کا حال ٹھیک ٹھیک بتا دینے والی ہے اور لوگوں پر ظلم بہر حال نہیں کیا جائے گا۔

۷۸۔ وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمھیں سُننے اور دیکھنے کی قوتیں دیں اور سوچنے کو دل دیے۔ مگر تم لوگ کم ہی شکرگزار ہوتے ہو۔

۷۹۔ وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں پھیلایا (یعنی تمھاری تعداد میں اضافہ کیا) اور اُسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے۔

۹۱۔ اللہ نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا ہے، اور کوئی دوسرا خدا اس کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی خلق کو لے کر الگ ہو جاتا پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے۔ پاک ہے اللہ ان باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں۔

سورہ ۲۴: النور

(تعداد آیات ۶۴)

اس سورہ میں معاشرے کی اصلاح پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ خصوصاً مرد و زن کے تعلقات پر بہتان تراشی کے تعلق سے رہنمائی فرمائی گئی ہے۔ یہاں حضرت عائشہ صدیقہؓ پر لگائی گئی تہمت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ایک سفر میں حضرت عائشہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ راستے میں ایک جگہ قافلے نے پڑاؤ کیا حضرت عائشہؓ رفع حاجت کے لیے گئیں اور جب آپ واپس آ رہی تھیں تو پتا چلا کہ آپ کا ہار کہیں

گر گیا ہے۔ آپ ہار کی تلاش میں واپس گئیں۔ اس دوران مسلمانوں کا قافلہ روانہ ہوگیا۔ اور کسی کو پتا ہی نہیں چلا کہ آپ اپنے محمل میں موجود نہیں تھیں۔ ہودہ اٹھانے والوں نے سمجھا کہ آپ اس میں بیٹھی ہیں۔ اس لیے ہودے کو اونٹ پر رکھ کر چل دیے۔ جب آپ واپس لوٹیں تو کارواں جا چکا تھا۔ آپ کی غیر موجودگی سے واقف ہوتے ہی اہل کارواں واپس لوٹ آئیں گے" یہ سمجھ کر آپ وہیں انتظار کرنے لگیں۔ حضرت صفوانؓ کے ذمہ یہ کام سونپا گیا تھا کہ کارواں کی روانگی کے بعد تحقیق کرلیں کہ کوئی چیز چھوٹ تو نہیں گئی۔ وہ پڑاؤ کی جگہ کا معائنہ کر رہے تھے تو حضرت عائشہؓ نظر آئیں۔ ان کی درخواست پر حضرت عائشہؓ ان کے ساتھ کارواں تک پہنچ گئیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مخالفین نے اس بات کا بتنگڑ بنادیا اور آپ کے پاکیزہ کردار پر بہتان تراشی کرنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس افواہ سے بہت آزردہ ہوئے۔ کچھ دنوں تک آپ نے حضرت عائشہؓ سے بات نہیں کی جس کی وجہ سے حضرت عائشہؓ کو بہت تکلیف پہنچی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے حضرت عائشہؓ کی برأت فرمائی اور آپ کی پاک دامنی کا یقین دلایا۔ اس کے ساتھ زانی کے لیے سزا اور پاک دامن عورتوں پر بے جا بہتان تراشی کے لیے سخت سزائیں مقرر فرمائی گئیں۔

"زانیہ عورت اور زانی مرد، دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو"

(۲۴ : ۲)

لیکن جو لوگ پاک دامن عورتوں پر جھوٹ تہمت لگائیں اور اپنی بہتان تراشی کے ثبوت میں چار گواہ نہ پیش کریں تو وہ بھی گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کو اسّی کوڑے مارے جائیں۔ (۲۴ : ۴) حضرت عائشہ صدیقہؓ کے خلاف ایسی بے بنیاد افواہیں پھیلانے والے مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی کہ ان کے اس غلط رویے کی وجہ سے انھیں اس دنیا میں بھی سزا ملے گی اور آخرت میں بھی۔

خلوت بھی انسانی زندگی کا ایک اہم پہلو ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی ہے کہ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے گھر میں اجازت کے بغیر داخل نہیں ہونا چاہیے۔ روزمرہ تعلقات میں وقار اور آداب کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ بات

کرتے ہوئے اپنی نظریں نیچی رکھنی چاہیے اور برتاؤ عاجزانہ ہونا چاہیے۔ عورتوں کو خاص طور سے ہدایت فرمائی گئی ہے وہ اپنی شخصیت کی اور اپنے زیورات کی نمائش نہ کریں اور اپنے جسم ڈھک کر رکھیں۔ جو لوگ شادی کرنے کے وسائل سے محروم ہیں وہ اپنے کردار کو پاک اور بے داغ رکھیں۔ اور اس وقت تک صبر کریں جب تک اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے انھیں یہ وسائل عطا نہیں کر دیتا۔ جسم فروشی کی سخت ممانعت کی گئی اور اسے گناہ قرار دیا گیا۔ اہل ایمان کو تاکید فرمائی گئی ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کریں اور اس کے رسول کا حکم مانیں۔ کھوٹ انہی لوگوں میں ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں۔ رسول اللہ کی کوئی غلطی نہیں ہے کیوں کہ ان کا کام صرف دین کی تبلیغ کرنا ہے نہ کہ زبردستی لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کرنا۔

سورہ ۲۴

۱۹۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں کے گروہ میں فحاشی پھیلے وہ دنیا اور آخرت میں دردناک سزا کے مستحق ہوں گے۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

۲۱۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ اس کی پیروی کوئی کرے گا تو وہ اسے فحش اور بدی ہی کا حکم دے گا۔ اگر اللہ کا فضل اور اس کا رحم و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی پاک نہ ہو سکتا۔ مگر اللہ ہی جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

۲۲۔ تم میں سے جو لوگ صاحب مقدرت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ اپنے رشتہ دار، مسکین اور مہاجر فی سبیل اللہ لوگوں کی مدد نہ کریں گے انھیں معاف کر دینا چاہیے اور درگزر کرنا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمھیں معاف کرے اور اللہ کی صفت یہ کہ وہ غفور اور رحیم ہے۔

۲۳۔ جو لوگ پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

۲۴۔ وہ اس دن قیامت کو بھول نہ جائیں جب کہ اُن کی اپنی زبانیں اور ان کے اپنے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔

۲۷۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ اُس گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو، یہی طریقہ تمھارے لیے بہتر ہے توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔

۳۰۔ اے محمدؐ، مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اُس سے باخبر رہتا ہے۔

۳۱۔ اور اے نبیؐ، مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اُس کے جو خود ظاہر ہو جائے۔ اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔

۳۳۔ اور جو لوگ نکاح کا موقع نہ پائیں (یا استطاعت نہ رکھتے ہوں) انھیں چاہیے کہ عفت مآبی اختیار کریں، یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے انھیں غنی کر دے۔

۴۱۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ پرندے جو پر پھیلائے اُڑ رہے ہیں؟ ہر ایک اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ جانتا ہے اور یہ سب جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر رہتا ہے۔

۴۳۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ بادل کو آہستہ آہستہ چلاتا ہے۔ پھر اس کے ٹکڑوں کو باہم جوڑتا ہے۔ پھر اسے سمیٹ کر ایک کثیف ابر بنا دیتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے خول میں سے بارش کے قطرے ٹپکتے چلے آتے ہیں۔ اور وہ آسمان سے ان پہاڑوں کی بدولت جو اس میں بلند ہیں اولے برساتا ہے۔ پھر جسے چاہتا ہے ان سے نقصان پہنچاتا ہے اور جسے چاہتا ان سے بچا لیتا ہے۔ اُس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو خیرہ کیے دیتی ہے۔

۴۴۔ رات اور دن کا الٹ پھیر اللہ ہی کر رہا ہے۔ اس میں ایک سبق ہے آنکھوں والوں کے لیے۔

۴۵۔ اور اللہ نے ہر جاندار ایک طرح کے پانی سے پیدا کیا، کوئی پیٹ کے بل چل رہا ہے تو کوئی دو ٹانگوں پر اور کوئی چار ٹانگوں پر۔ جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۴۶۔ ہم نے صاف صاف حقیقت بتانے والی آیات نازل کر دی ہیں، آگے صراط مستقیم کی طرف ہدایت اللہ ہی جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

سورہ ۲۵: الفرقان

(تعداد آیات ۷۷)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ صلاحیت عطا فرمائی کہ خیر و شر میں تمیز کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو اسی لیے مبعوث فرمایا کہ آپ لوگوں کو خیر کے راستے کی طرف دعوت دیں۔ لیکن منکرین مکہ آپ کا مذاق اُڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیسا رسول ہے جو عام انسانوں کی طرح کھانا کھاتا ہے۔ اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ جس کو نہ کوئی خزانہ عطا کیا گیا ہے نہ محل اور نہ ہی باغ۔ پھر ایسے شخص کی پیروی ہم کیسے کر سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین کرتا ہے۔ اور یاد دہانی فرماتا ہے کہ پہلے گزرے ہوئے انبیا بھی کھانا کھاتے تھے۔ اُن انبیا میں سے ہر ایک کو اسی آزمایش سے گزرنا پڑا ہے۔ اسی لیے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس آزمایش سے مستثنیٰ نہیں رہے۔

ہر زمانے میں منکرین کی جانب سے نبوت کے انکار کی ایک مشترک وجہ یہ بھی کہ وہ سوال کرتے تھے: "اللہ تعالیٰ اُن کے سامنے ظاہر کیوں نہیں ہوا؟ اُس نے اُن ہی کی طرح کے ایک عام انسان کو منصب رسالت کیوں عطا کیا؟" وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے طریقوں کو نہیں جانتے تھے نہ ہی وہ معجزۂ تخلیق کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ حالاں کہ اُن کے سامنے یہ ایک کھلی حقیقت تھی۔ اُن لوگوں کا غرور اور جھوٹی شان اس بات کی اجازت ہی نہیں دیتی تھی کہ وہ روز کے معمولات کی طرف متوجہ ہوتے کہ ہر روز سورج طلوع ہوتا ہے۔ ہر رات آسمان پہ چاند اور ستاروں کی محفل آراستہ

ہوتی ہے۔ دن رات میں اور رات پھر دن میں تبدیل ہوتے ہیں۔ ہوائیں چلتی ہیں۔ بارش ہوتی ہے۔ یہ تمام اللہ کی عظمت کی کھلی نشانیاں ہیں۔ روز حشر یہ لوگ اپنے کفر پر پچھتائیں گے اور اپنے گناہوں کی سزا بھگتیں گے۔

سورہ ۲۵

۱۔ نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ سارے جہاں والوں کے لیے نذیر ہو۔

۲۔ لوگوں نے اُسے چھوڑ کر ایسے معبود بنا لیے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔ وہ خود اپنے لیے بھی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے۔ جو نہ مار سکتے ہیں اور نہ جلا سکتے ہیں۔

۳۔ اے محمدؐ! تم سے پہلے جو رسول بھی ہم نے بھیجے تھے وہ سب بھی کھانا کھانے والے اور بازاروں میں چلنے پھرنے والے لوگ ہی تھے۔ دراصل ہم نے تم لوگوں کو ایک دوسرے کے لیے آزمائش کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ کیا تم صبر کرتے ہو؟ تمہارا رب سب کچھ دیکھتا ہے۔

۴۔ رحمان کے اصلی بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور جاہل اُن کے منہ لگیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم پر سلام۔

۵۔ جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے، اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق ہلاک نہیں کرتے اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ سزا نہیں پائیں گے۔

۶۔ یہ کام جو کرے وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا۔ قیامت کے روز اس کو مکرر عذاب دیا جائے گا۔ اور اسی میں وہ ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا۔

۷۔ یہ کہ کوئی اِن گناہوں کے بعد توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو۔ ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے۔ وہ بڑا معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔

۷۲۔ (اور رحمان کے بندے وہ ہیں) جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور کسی لغو چیز پر اُن کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔

۷۵۔ یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے صبر کا پھل منزلِ بلند کی شکل میں پائیں گے۔ آداب و تسلیمات سے اُن کا استقبال ہوگا۔

۷۶۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہیں گے۔ کیا ہی اچھا ہے وہ مستقر اور وہ مقام۔

سورہ ۲۶: الشعراء

(تعداد آیات ۲۲۷)

اس سورہ میں مختلف انبیا مثلاً حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت ہودؑ حضرت صالحؑ، حضرت شعیبؑ اور حضرت موسیٰؑ کے زندگی کے مختلف واقعات کو دہرایا گیا ہے اور اس عقیدہ کا یقین دلایا گیا ہے جو بالآخر کار ثواب کو گناہ پر اور خیر کو شر پر حاصل ہوگا۔ یہ یقین بھی دلایا گیا ہے کہ شدید ترین بحرانی حالات میں بھی اُلوہی قوت ناقابلِ تسخیر ہوتی ہے۔ اس بات کی وضاحت بھی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کی تبلیغ اور دینی تحریک کے کام میں اُس کے پیغمبروں کو بے شمار مصیبتوں اور دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ جس طرح فرعون حضرت موسیٰؑ کی روحانی طاقت کے سامنے بے بس تھا۔ اُسی طرح باطل بھی حق کے سامنے بے بس ہو جاتا ہے۔ جس طرح حضرت نوحؑ کے پیغام کا انکار کرنے والے سیلاب سے تباہ و برباد ہو گئے۔ جس طرح بُت پرستی کے خلاف حضرت ابراہیمؑ کی بات نہ ماننے والے بکھر گئے۔ اسی طرح تمام بدکار بھی اپنے انجامِ بد کو پہنچیں گے۔ اہلِ ایمان کو خبردار کیا گیا ہے کہ روحانی بلندی کے آگے مادی شان و شوکت کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ حضرت صالحؑ نے اپنی قوم کو بدعہدی اور بے وفائی کے خوفناک انجام سے آگاہ کیا۔ حضرت لوطؑ نے منکروں کو امرد پرستی سے باز آجانے کی تاکید کی جس کے وہ لوگ عادی تھے۔ لیکن لوگوں نے آپ کی نصیحت ماننے سے انکار کر دیا اور اس کا خمیازہ اُن کو اپنی جانیں گنوا کر بھگتنا پڑا۔ حضرت شعیبؑ نے ناپ تول میں بے ایمانی کرنے سے منع فرمایا لیکن بے ایمان لوگ نہیں مانے اور اُن کو آندھی نے تباہ کر دیا۔

اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے احکام کے تحت لوگوں کو پیغام حق سنایا تو بت پرستوں نے اور خاص کر آپ کے اپنے قبیلے قریش کے لوگوں نے آپ کا مذاق اڑایا۔ انھوں نے آپ کے پیروؤں پر ظلم و ستم ڈھانے اور بری طرح آپ کے پیچھے پڑ گئے۔ اور ہجرت پر مجبور کر دیا۔ لیکن انجام کار وہی لوگ پچھتانے پر مجبور ہو گئے۔ گذشتہ رسولوں پر نازل شدہ کتابوں میں آپ کی رسالت کی پیشگوئیاں آچکی تھیں۔ لیکن بنی اسرائیل کے عالم و فاضل لوگوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی الوہی دینی تحریک پر کوئی توجہ نہیں دی۔ حالانکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ ان کے صحیفوں میں حضور اکرم کی آمد کا ذکر موجود ہے۔ اُن کو بھی اس لاپرواہی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ رسول اللہ صلعم کے رشتے داروں سمیت مکّے کے تمام بت پرستوں نے پیغام الٰہی کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اور وہ لوگ اپنی جھوٹی شان و شوکت پر اڑے رہے اور دروغ اور کذب کا سہارا لیا۔ جہاں تک ان شاعروں کا سوال ہے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دینی مشن کا مذاق اڑایا تو یقیناً وہ بدکار لوگ ہیں۔ وہ جو کہتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے اور وادیوں میں آوارہ گھومتے رہتے ہیں۔ انجام کار تمام ظالم لوگ ختم کر دیے جائیں گے۔

سورہ ۲۶

۲۲۱۔ لوگو! کیا میں تمھیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترا کرتے ہیں؟

۲۲۲۔ وہ ہر جعل ساز بدکار پر اترا کرتے ہیں۔

۲۲۳۔ سنی سنائی باتیں کانوں میں پھونکتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔

۲۲۴۔ رہے شعرا تو اُن کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلا کرتے ہیں۔

۲۲۵۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں۔

۲۲۶۔ اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں۔

۲۲۷۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے اور اللہ کو کثرت سے یاد

کیا اور جب ان پر ظلم کیا گیا تو صرف بدلے لیا۔ اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔

سورہ ۲۷: النمل (چیونٹی)

(تعداد آیات ۹۳)

اس سورہ میں وحی کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ جو لوگ اللہ کے الہامات کو مان لیتے ہیں۔ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہی فلاح پاتے ہیں۔ جو لوگ آخرت سے بے نیاز ہو جاتے ہیں وہ نفس کے غلام ہو جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کے معجزات کی تصویر کشی بہت ہی متاثر کن انداز میں کی گئی ہے۔ یہ معجزات اس لیے دکھائے گئے تھے کہ فرعون مصر اور اس کے سردار حضرت موسیٰؑ کے پیغام حق کو مان لیں لیکن وہ اپنے انکار پر اٹل رہے۔ اور بالآخر دریا کی طغیانی میں بہا دیے گئے۔ ملکۂ سبا فرعون کے مقابلے میں کہیں زیادہ جاہ و حشمت اور قوت و طاقت کی مالک تھی۔ لیکن حضرت سلیمانؑ نے جب اس کو سورج کی پرستش ترک کرنے اور اللہ کی اطاعت قبول کرنے کی دعوت دی تو اس نے حق کو تسلیم کر لیا اور باطل کو چھوڑ دیا۔ حضرت سلیمانؑ کے بے پناہ تدبر اور ملکۂ سبا کے نفیس ترین کردار کا ذکر کیا گیا ہے۔ جنھوں نے حق ظاہر ہوتے ہی حضرت سلیمانؑ کی آواز پر لبیک کہا۔

حضرت صالحؑ نے قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اطاعت کی دعوت دی تو ایک گروہ اُن کا دشمن بن گیا۔ ان مخالفین میں نو طاقتور سردار تھے۔ ان سرداروں نے حضرت صالحؑ کے قتل کا خفیہ منصوبہ بنایا۔ حضرت صالحؑ سب کچھ جان کر بھی کمال تدبر سے یہ ظاہر کرتے رہے کہ وہ اس منصوبے سے ناواقف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالحؑ کی مدد فرمائی اور اس سے پہلے ہی قوم ثمود پر اپنا عذاب نازل کر کے اُنھیں تباہ کر دیا۔ حضرت لوطؑ نے جب دیکھا کہ ان کی قوم کے لوگ شہوت رانی کے لیے عورتوں کی بجائے مردوں کے پاس جاتے ہیں تو اس عمل پر اپنی بیزاری کا اظہار کیا اور اس گناہ کی سخت سزا اور خوفناک انجام سے آگاہ کیا۔ لیکن اُن لوگوں نے آپ کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُنھیں نیست و نابود کر دیا۔

سورہ ۲۷

۵۹۔ (اے محمدؐ) کہو، حمد ہے اللہ کے لیے اور سلام اُس کے اُن بندوں پر جنھیں
اس نے برگزیدہ کیا۔
(ان سے پوچھو) اللہ بہتر ہے یا وہ معبود جنھیں یہ لوگ اس کا شریک بنا رہے ہیں۔
۶۰۔ بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمھارے لیے آسمان
سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ سے وہ خوشنما باغ اُگائے جن کے درختوں
کا اُگانا تمھارے بس میں نہ تھا۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی
(ان کاموں میں شریک) ہے؟ (نہیں) بلکہ یہی لوگ راہِ راست سے ہٹ کر چلے
جا رہے ہیں۔
۶۲۔ کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جب کہ وہ اسے پکارے اور کون اس کی
تکلیف رفع کرتا ہے۔ اور کون ہے جو تمھیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے۔ کیا اللہ کے
ساتھ کوئی اور خدا بھی (یہ کام کرنے والا) ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو۔
۶۳۔ اور وہ کون ہے جو خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں تم کو راستہ دکھاتا ہے اور
کون اپنی رحمت کے آگے ہواؤں کو خوشخبری لے کر بھیجتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ
کوئی دوسرا خدا بھی (یہ کام کرتا) ہے؟ بہت بالا و برتر ہے اللہ اس شرک
سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔
۶۴۔ اور وہ کون ہے جو خلق کی ابتدا کرتا ہے اور پھر اس کا اعادہ کرتا ہے؟
اور کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور
خدا بھی (ان کاموں میں حصہ دار) ہے؟ کہو کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔
۶۵۔ ان سے کہو، اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا اور
وہ نہیں جانتے کہ کب وہ اُٹھائے جائیں گے۔
۶۶۔ بلکہ آخرت کا تو علم ہی ان لوگوں سے گُم ہو گیا ہے۔ بلکہ یہ اس کی طرف سے شک
کر رہے ہیں بلکہ یہ اس (آخرت) کو دیکھنے سے اندھے ہو گئے ہیں۔

۸۸۔ آج تو پہاڑوں کو دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خوب جمے ہوئے ہیں۔ مگر اس وقت یہ بادلوں کی طرح اُڑ رہے ہوں گے۔ یہ اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہوگا۔ جس نے ہر چیز کو حکمت کے ساتھ استوار کیا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ تم لوگ کیا کرتے ہو۔

۸۹۔ جو شخص بھلائی لے کر آئے گا اُسے اس سے زیادہ بہتر صلہ ملے گا اور ایسے لوگ اُس دن کے ہول سے محفوظ ہوں گے۔

سورہ ۲۸، القصص

(تعداد آیات: ۸۸)

اس سورہ میں فرعون کے اُس منصوبے کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جس کی مدد سے وہ بنی اسرائیل کی نسل کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔ فرعون نے یہ حکم جاری کر دیا تھا کہ بنی اسرائیل کے ہاں پیدا ہونے والے نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کر دیا جائے اور صرف لڑکیوں کو چھوڑا جائے۔ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ آپ کو ایک ٹوکری میں رکھ کر دریا میں چھوڑ دیں۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کی۔ اس طرح اس ٹوکری کو کچھ لوگوں نے نکال کر حضرت موسیٰؑ کو ملکۂ مصر کی خدمت میں پہنچا دیا۔ حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے فرعون سے درخواست کی کہ بچے کی نگہداشت کے لیے انھیں محل میں رہنے کی اجازت دی جائے۔ جس کو فرعون نے منظور کر لیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی والدہ کو اپنے بچے کے قریب رہنے کا موقع عطا فرمایا۔ ملکہ کی نگرانی میں حضرت موسیٰؑ کی پرورش شاہی محل میں ہوتی رہی۔ جب موسیٰؑ بڑے ہو گئے تو انھوں نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں۔ اُن میں سے ایک نے آپ کو مدد کے لیے پکارا۔ آپ کے ایک ہی گھونسے نے مخالف کو موت کی نیند سلا دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کی۔ لیکن شہر کے سردار حضرت موسیٰؑ کو اس قتل کی سزا دینے پر مُصر تھے۔ آپ کے دوستوں نے سرداروں کو سمجھایا اور وہ لوگ درگزر کرنے پر راضی ہو گئے۔ آپ کے دوست آپ کو مدیان لے گئے۔ جہاں آپ اپنے دشمنوں کے منصوبوں سے محفوظ رہ

سکتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے پاکیزہ راستہ دکھانے کی التجا کی۔ مدیان میں آپ نے دیکھا کہ لوگ عورتوں کو اُس وقت تک پانی پلانے سے روکے رکھتے ہیں، جب تک کہ سب مرد اپنے جانوروں کو پانی نہ پلالیں۔ عورتوں کے جانوروں کو پانی پلانے کے لیے حضرت موسیٰؑ نے بڑی جرأت کے ساتھ اپنی خدمات پیش کیں۔ خواتین آپ کی ہمت اور حُسنِ اخلاق سے بہت متاثر ہوئیں اور ان میں سے ایک خاتون نے حضرت موسیٰؑ کو اپنے والد کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ بزرگ حضرت موسیٰؑ کی ہمت اور جذبۂ خدمت سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انھوں نے اپنی ایک لڑکی کا نکاح حضرت موسیٰؑ سے کر دیا۔ اپنے خسر کے ساتھ دس سال گزارنے کے بعد حضرت موسیٰؑ اپنی بیوی اور اپنے خاندان کے ہمراہ سفر پر روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک جگہ قیام فرمایا۔ وہاں آپ نے دور ایک آگ جلتی ہوئی دیکھی اور اُسی آگ کے حصول کی غرض سے اس طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن جب اس جگہ پہنچے تو آپ نے ایک آواز سُنی۔

"میں تمھارا رب ہوں۔ سارے جہاں والوں کا مالک اور (حکم دیتا ہوں کہ) پھینک دو اپنی لاٹھی (عصا) کو۔"

آپ نے اللہ کے حکم پر لاٹھی زمین پر پھینک دی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ لاٹھی ایک سانپ میں تبدیل ہو گئی۔ حضرت موسیٰؑ بہت پریشان ہوئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خوف نہ کھائیں اور سانپ کو ہاتھ میں لے لیں۔ جیسے ہی آپ نے سانپ کو ہاتھ میں لیا وہ پھر لاٹھی میں تبدیل ہو گیا۔ پھر حکم ہوا اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور جب ہاتھ باہر نکالا تو وہ روشن ہو گیا۔ یہ اس بات کی ضمانت تھی کہ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکے گا۔ اور یہ کہ آپ کو سوائے اللہ کے کسی اور سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر آپ کو حکم ہوا کہ فرعون اور اس کے سرداروں سے نبرد آزما ہو جائیں اور اُن کے ظلم کا خاتمہ کر دیں۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اُن کے بھائی حضرت ہارونؑ کو بھی ان کے ساتھ نبوت عطا کی جائے کیوں کہ "وہ مجھ سے بہتر خطاب کر سکتے ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے اُن کی درخواست منظور کر لی۔ پھر دونوں بھائی

مصر پہنچے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کی دعوت دی۔ لیکن اہلِ مصر نے آپ کو جھڑک دیا۔ اور مشہور کر دیا کہ آپ ایک جادوگر ہیں۔ فرعون نے جب سُنا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ کر رہے ہیں تو وہ بہت غضب ناک ہوا اور اعلان کیا کہ (نعوذ باللہ) اللہ کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اور وہ خود ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اس نے ایک نہایت اونچا محل تعمیر کرانے کا فیصلہ کیا تاکہ اس پر چڑھ کر وہ موسیٰؑ کے اللہ سے بات کر سکے۔ لیکن اس کے سرداروں کے سارے منصوبے اور تمام سازشیں ناکام ہو گئیں۔ اور وہ اپنے لوگوں (حمایتیوں) کے ساتھ دریا میں غرق کر دیا گیا۔

حضرت موسیٰؑ پر توارت (توریت) نازل کی گئی جو اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر مشتمل کتاب ہے۔ اُن کے بعد اسی ایک پیغامِ حق کو سنانے کے لیے کئی پیغمبر بھیجے گئے اور اب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُسی پیغام کی تکمیل کے لیے مبعوث فرمائے گئے ہیں۔ آپ کو بھی مخالفت سے بددل نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ بالآخر حق ہی غالب ہوگا۔ حشر کے دن ہر چیز کا فیصلہ ہو جائے گا۔ منکروں کو ان کی حماقت کی سزا ملے گی اور ایمان لانے والوں کو اُن کے اعمال کا منصفانہ انعام عطا فرمایا جائے گا۔

حضرت موسیٰؑ کے ماننے والوں میں قارون انتہائی دولت مند آدمی تھا۔ لیکن اُس کو دولت کی فراوانی کا گھمنڈ ہو گیا۔ اور وہ اللہ کے حقوق اور بندوں کی خدمت سے غافل ہو گیا۔ نتیجتاً اس کے محل اور دولت کو اور خود اس کو زمین نگل گئی۔

"اب وہی لوگ جو کل تک اس (قارون) کی منزلت کی تمنا کر رہے تھے۔ کہنے لگے، افسوس ہم بھول گئے تھے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کا رزق چاہتا ہے کشادہ کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے نپا تلا رزق دیتا ہے۔" (۲۸ : ۸۲)

سورہ ۲۸

۵۶۔ اے نبیؐ، تم جسے چاہو اُسے ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت

دیتا ہے اور وہ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔

۶۰۔ تم لوگوں کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے (کہ تمہارے لیے کیا اچھا ہے۔)

۶۱۔ بھلا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کیا ہو اور وہ اسے پانے والا ہو کبھی اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جسے ہم نے صرف حیاتِ دنیا کا سر و سامان دے دیا ہو اور پھر وہ قیامت کے روز سزا کے لیے پیش کیے جانے والا ہو۔

۸۳۔ وہ آخرت کا گھر تو ہم اُن لوگوں کے لیے مخصوص کر دیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں اور انجام کی بھلائی متقین کے لیے ہی ہے۔

۸۴۔ جو بھلائی لے کر آئے گا اس کے لیے اس سے بہتر بھلائی ہے اور جو برائی لے کر آئے تو برائیاں کرنے والوں کو ویسا ہی بدلہ ملے گا جیسے وہ عمل کرتے تھے۔

۸۵۔ اے نبیؐ یقین جانو کہ جس نے یہ قرآن تم پر فرض کیا ہے وہ تمہیں ایک بہترین انجام کو پہنچانے والا ہے۔ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میرا رب خوب جانتا ہے کہ ہدایت لے کر کون آیا ہے۔ اور کھلی گمراہی میں کون مبتلا ہے!

۸۷۔ ایسا کبھی نہ ہونے پائے کہ اللہ کی آیات جب تم پر نازل ہوں تو کفار تمہیں اس سے باز رکھیں اپنے رب کی طرف دعوت دو اور ہرگز مشرکوں میں شامل نہ ہو۔

۸۸۔ اور اللہ کے سوا کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس کی ذات کے۔ فرمانروائی اُسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔

سورۃ ۲۹: العنکبوت (مکی)

(تعداد آیات: ۶۹)

اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔

صرف ایمان لانا کافی نہیں ہے بلکہ نیک اور صالح اعمال بھی ضروری ہیں۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ اور بندوں کی عبادت کا محتاج نہیں ہے۔ بلکہ بندوں کو اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور خوشنودی کے لیے اُس کے احکامات کی پابندی کرنا چاہیے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ پر بندوں کو مکمل ایمان لانا چاہیے۔ اپنے والدین کے اصرار پر بھی اپنے عقیدے کو ترک نہیں کرنا چاہیے۔ جو لوگ اللہ پر استقلال کے ساتھ ایمان مستحکم رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی اُن کا ساتھ دیتا ہے۔ جن لوگوں نے حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا اُن کو مٹا دیا گیا۔ اور جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اُن کو خوش حالی عطا فرمائی گئی۔ حضرت لوطؑ نے دنیاوی اقتدار و حکومت کو ٹھکرا یا اپنی قوم کی بدکاریوں کی مذمت کی اور خود کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے خاندان میں سے ہی حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کو منصب نبوت عطا فرمایا گیا۔ اُن پر وحی نازل کی گئی اور اُنھیں یہ حق عطا کیا گیا کہ وہ لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دیں۔ حضرت شعیبؑ نے لوگوں سے کہا کہ اللہ سے ڈریں اور اُس کی اطاعت کریں۔ اور اپنے بُرے اعمال ترک کر دیں۔ لیکن اُن لوگوں نے انکار کیا اور زلزلے اور ایک خوفناک دھماکے نے اُنھیں تباہ کر دیا۔ اسی طرح عاد اور ثمود کے لوگ اپنے تمام علم و ہنر کے باوجود راستے سے بھٹک گئے تھے۔ فرعون، ہامان اور قارون بھی اسی انجام سے دوچار ہوئے۔ اپنے تکبّر کی وجہ سے یہ لوگ خود کو قانونِ الٰہی سے بالاتر سمجھنے لگے تھے۔ اسی لیے تباہ و برباد کر دیے گئے۔

"آخر کار ہر ایک کو ہم نے اُس کے گناہ میں پکڑا۔ پھر ان میں سے کسی پر ہم نے پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی اور کسی کو ایک زبردست دھماکے نے آلیا، اور کسی کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کسی کو غرق کر دیا۔ اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا۔" (۴۰ : ۲۹)

مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔ منکرین جو گھر بناتے ہیں وہ مکڑی کے جالے کے موافق ہوتا ہے اور سب سے زیادہ کمزور اور ناپائیدار گھر مکڑی کا گھر ہی ہوتا ہے۔ اللہ ہی رزق دینے والا اور وسائل بہم پہنچانے والا ہے۔ ہر ایک کو اُس

سے متنبہ کرنا چاہیے۔

"ہر متنفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔ پھر تم سب ہماری طرف ہی پلٹا کر لائے جاؤ گے۔" (۲۹:۵۷)

ایمان لانے والوں کو یقین دلایا گیا ہے کہ اُن کے لیے جنت میں گھر محفوظ ہے اور اُن کے نیک اعمال ضرور انعام سے نوازے جائیں گے۔

سورہ ۲۹

۴۔ کیا وہ لوگ جو بُری حرکتیں کر رہے ہیں یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ ہم سے بازی لے جائیں گے؟ بڑا غلط حکم ہے جو وہ لگا رہے ہیں۔

۶۔ جو شخص نیکی کے کاموں میں مجاہدہ کرے گا اپنے ہی بھلے کے لیے کرے گا، اللہ یقیناً دنیا جہان والوں سے بے نیاز ہے۔

۷۔ اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک اعمال کریں گے اُن کی بُرائیاں ہم اُن سے دور کر دیں گے اور انھیں اُن کے بہترین اعمال کی جزا دیں گے۔

۸۔ ہم نے انسان کو ہدایت کی ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے معبود کو شریک ٹھہرائے جسے تو میرے شریک کی حیثیت سے نہیں مانتا تو ان کی اطاعت نہ کر۔ میری ہی طرف تم سب کو پلٹ کر آنا ہے، پھر میں تم کو بتا دوں گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔

۴۵۔ (اے نبیؐ) تلاوت کرو اس کتاب کی جو تمھاری طرف وحی کے ذریعے سے بھیجی گئی ہے اور نماز قائم کرو، یقیناً نماز فحش اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر اس سے بھی زیادہ بڑی چیز ہے۔ اللہ جانتا ہے جو کچھ تم لوگ کرتے ہو۔

۴۶۔ اور (اے محمدؐ) اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو مگر عمدہ طریقے سے سوائے اُن لوگوں کے جو اُن میں سے ظالم ہوں۔ اور کہو اُن سے کہ ہم ایمان لائے ہیں اس چیز پر بھی جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور اس چیز پر بھی جو تمھاری طرف بھیجی گئی تھی۔ ہمارا خدا

اور تمہارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اُسی کے مسلم (فرماں بردار) ہیں۔

۶۴۔ اور یہ دنیا کی زندگی کچھ نہیں ہے مگر ایک کھیل اور دل کا بہلاوہ۔ اصل زندگی کا گھر تو دارِ آخرت ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے۔

۶۹۔ جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انھیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے اور یقیناً اللہ نیکو کاروں ہی کے ساتھ ہے۔

سورہ ۳۰: الروم

(تعداد آیات ۶۰)

اس سورہ کی ابتدائی آیات قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا بیّن ثبوت ہیں۔ ان میں روم اور ایران (فارس) کی عظیم سلطنتوں کے بارے میں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ روم کی فوجیں جو آج شکست کھا رہی ہیں وہ بہت جلد ایرانیوں کو شکست دے دیں گی۔ اور مسلمانوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ فتح یاب ہوں گے یہ دونوں باتیں جو اس وقت ناممکن معلوم ہوتی تھیں بالآخر پوری ہو گئیں۔

"آخر کار جن لوگوں نے برائیاں کی تھیں۔ ان کا انجام بھی برا ہوا۔ چونکہ انھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور اُن کا مذاق اڑایا تھا۔" (۳۰: ۱۰)

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور نیک کام کیے۔

"وہ ایک باغ میں شاداں و فرحاں رکھے جائیں گے۔"

اللہ تعالیٰ کی مختلف نشانیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ قادرِ مطلق ہے۔ رحمان اور رحیم ہے۔ پروردگارِ عالم نے مرد اور عورت کو مٹی سے بنایا اور اُن کو ساری زمین پر پھیلا دیا۔ اُن کے دلوں میں محبت اور ہمدردی کے جذبات پیدا فرمائے۔ اُن کو جدا جدا زبانیں سکھائیں اور مختلف رنگ و نسل کے حامل قوموں میں تقسیم کر دیا۔ ان تمام کا فرض ہے کہ وہ نیک اعمال پر کاربند رہیں۔ لیکن منکرین دنیا میں فساد پھیلانے میں ہی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اُن کے اعمال کا ایک دن حساب لیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مخلوق میں

توازن بحال فرمائے گا۔ اور اُن لوگوں کو تباہ کر دے گا جو اللہ کی مخلوق کی سماجی اور امن میں رخنے پیدا کرتے ہیں۔ اہل ایمان کو صبر سے کام لینا چاہیے اور اللہ پر اپنے ایمان کو مستحکم رکھنا چاہیے۔ آخرت میں یقیناً وہ انعام کے مستحق قرار دیئے جائیں گے۔ اور جو لوگ غلط کار ہیں وہ اپنے انجام بد سے بچ نہیں سکیں گے جیسے ہی صور پھونکا جائے گا تب ہر آدمی کے اعمال کی جانچ ہوگی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

"ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا ہے۔ تم خواہ کوئی نشانی لے آؤ، جن لوگوں نے ماننے سے انکار کر دیا ہے، وہ یہی کہیں گے کہ تم باطل پر ہو۔ اس طرح ٹھپہ لگا دیتا ہے اللہ ان لوگوں کے دلوں پر جو بے علم ہیں۔" (۳۰: ۵۸-۹)

حشر کے روز اُن کو اپنی غلطی کا احساس ہوگا اور اس کی سزا اُنھیں بھگتنا پڑے گی۔

سورۃ ۳۰

۱۰۔ آخر کار جن لوگوں نے برائیاں کی تھیں اُن کا انجام بہت بُرا ہوا اس لیے کہ انھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ ان کا مذاق اُڑاتے تھے۔

۱۴۔ جس روز وہ ساعت (قیامت) برپا ہوگی، اس دن (سب انسان) الگ گروہوں میں بٹ جائیں گے۔

۱۵۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک اعمال کیے ہیں وہ ایک باغ میں شاداں و فرحاں رکھے جائیں گے۔

۱۶۔ اور جنھوں نے کفر کیا ہے اور ہماری آیات کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا ہے وہ عذاب میں حاضر رکھے جائیں گے۔

۱۷۔ پس تسبیح کرو اللہ کی جب کہ تم شام کرتے ہو اور جب صبح کرتے ہو۔

۱۸۔ آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے حمد ہے۔ اور تسبیح کرو اس کی تیسرے

پھر اور جب کہ تم پر ٹھہرنے کا وقت آتا ہے۔

۲۰۔ اُس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اُس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر یکایک تم بشر ہوکے از زمین میں اپھیلتے چلے جا رہے ہو۔

۲۱۔ اور اُس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اُس نے تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم اُن کے پاس سکون حاصل کرو اور تمھارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ یقیناً اس میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں۔

۲۲۔ اور اُس کی نشانیوں میں سے آسمان اور زمین کی پیدائش اور تمھاری زبانوں اور تمھارے رنگوں کا اختلاف ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں دانشمند لوگوں کے لیے۔

۲۳۔ اور اُس کی نشانیوں میں سے تمھارا رات اور دن کو سونا اور تمھارا اس کے فضل کو تلاش کرنا ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو (غور سے) سنتے ہیں۔

۲۴۔ اور اُس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تمھیں بجلی کی چمک دکھاتا ہے خوف کے ساتھ بھی اور طمع کے ساتھ بھی۔ اور آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اُس کے ذریعے سے زمین کو اُس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

۲۵۔ اور اُس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اُس کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جونہی کہ اُس نے تمھیں پکارا، بس ایک ہی پکار میں اچانک تم نکل آؤ گے۔

۲۶۔ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں اُس کے بندے ہیں۔ سب کے سب اُس کے تابع فرمان ہیں۔

۳۰۔ بس (اے نبی اور نبی کے پیرو) یک سو ہوکر اپنا رُخ اس دین کی سمت میں جما دو۔ قائم ہو جاؤ اُس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جا سکتی۔ یہی بالکل راست و درست

دین ہے ، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

۳۱۔ (قائم ہو جاؤ اس بات پر) اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اور ڈرو اس سے اور نماز قائم کرو اور نہ ہو جاؤ ان مشرکین میں سے جنھوں نے اپنا دین الگ بنا لیا ہے۔

۳۷۔ کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ اللہ ہی رزق کشادہ کرتا ہے جس کا چاہتا ہے رزق تنگ کرتا ہے یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔

۳۸۔ پس (اے مومن) رشتہ دار کو اُس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق (یہ طریقہ بہتر ہے اُن لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

۳۹۔ جو سود تم دیتے ہو تاکہ لوگوں کے اموال میں شامل ہو کر وہ بڑھ جائے ، اللہ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا ، اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے ارادے سے دیتے ہو ، اُسی کے دینے والے درحقیقت اپنے مال بڑھاتے ہیں۔

۴۱۔ خشکی میں اور تری میں (جو کچھ) فساد برپا ہو گیا ہے لوگوں کے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے (ہوا ہے) تاکہ مزہ چکھائے اُن کو اُن کے بعض اعمال کا ، شاید کہ وہ باز آئیں۔

۴۷۔ اور ہم نے تم سے پہلے رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور وہ اُن کے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے پھر جنھوں نے جرم کیا اُن سے ہم نے انتقام لیا اور ہم پر یہ حق تھا کہ ہم مومنوں کی مدد کریں۔

۶۰۔ پس (اے نبی) صبر کرو یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے ہلکا نہ پائیں گے۔

سورہ ۳۱ : لقمان

(تعداد آیات ۳۴)

اس سورہ میں حضرت لقمان کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ جنھوں نے اپنے بیٹے

کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عقیدے کی اہمیت سمجھائی اور اس عقیدے پر ایمان لانے کی نصیحت کی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے انھوں نے اپنے بیٹے سے کہا "شرک بہت بڑا ظلم ہے" انھوں نے اپنے بیٹے کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے چاہے وہ جاندار ہو یا بے جان۔ اللہ کا راستہ ہی سچا راستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تاکید فرماتا ہے کہ اپنے والدین سے اچھا برتاؤ کرو خصوصاً اپنی ماؤں کے ساتھ جنھوں نے اُن کو جنم دیا اور اُن کو دودھ پلایا۔ لیکن اگر والدین اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کریں اور اس طرح شرک کے مرتکب ہوں تو اُن کا حکم مت مانو۔ اللہ کی اطاعت ہی سب سے بڑا قانون ہے۔ لقمان نے اپنے بیٹے کو سمجھایا کہ خدا کے وجود سے انکار نہ کرے اور نیک کام کرے اور گناہوں سے بچتا رہے۔ یہ غلط کام چاہے رائی کے دانے کے برابر چھوٹا ہی کیوں نہ ہو اللہ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ غرور نہیں کرنا چاہیے۔ زمین پر اکڑ کے نہ چلے کیوں کہ اللہ تعالیٰ مغرور اور متکبر لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ دھیمے لہجے میں نرمی سے بات کرنے اور عمل میں اعتدال اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قیامت کے دن نہ باپ اپنے بیٹوں کے کام آسکے گا۔ اور نہ ہی بیٹے باپ کی کچھ مدد کر سکیں گے۔ اس لیے اس دن سے ڈریں۔ اور دنیا کی آسائشیں تم کو ثواب کے کاموں سے غافل نہ کردیں۔ اور تمھیں چاہیے کہ روزِ حساب کو نہ بھولیں۔

سورہ ۳۱

۲۔ یہ کتاب حکیم کی آیات ہیں۔
۳۔ (جو) ہدایت اور رحمت (ہیں) نیکوکاروں کے لیے۔
۴۔ جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔
۵۔ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے راہِ راست پر ہیں۔
۶۔ اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔
۷۔ اور انسانوں میں ہی سے کوئی ایسا بھی ہے جو کلامِ دلفریب خرید کر لاتا ہے تاکہ لوگوں

کو اللہ کے راستے سے علم کے بغیر بھٹکا دے اور اس راستے کی دعوت کو مذاق میں اُڑا دے۔ ایسے لوگوں کے لیے سخت ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

۸۔ البتہ جو لوگ ایمان لے آئیں اور نیک عمل کریں اُن کے لیے نعمت بھری جنتیں ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

۱۰۔ اس (اللہ) نے آسمانوں کو پیدا کیا بغیر ستونوں کے جو تم کو نظر آئیں۔ اس نے زمین میں پہاڑ جما دیے تاکہ وہ تمہیں لے کر ڈھلک نہ جائیں۔ اس نے ہر طرح کے جانور زمین میں پھیلا دیئے اور آسمان سے پانی برسایا اور زمین میں قسم قسم کی عمدہ چیزیں اگا دیں۔

۱۱۔ یہ تو ہے اللہ کی تخلیق، اب ذرا مجھے دکھاؤ ان دوسروں نے کیا پیدا کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ یہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔

۱۴۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے انسان کو اپنے والدین کا حق پہچاننے کی خود تاکید کی ہے۔ اُس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کا دودھ چھوٹنے میں لگے (اسی لیے ہم نے اس کو نصیحت کی کہ) میرا شکر کر اور اپنے والدین کا شکر بجا لا۔ میری ہی طرف تجھے پلٹنا ہے۔

۱۵۔ لیکن اگر وہ (والدین) تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ میرے ساتھ تو کسی ایسے کو شریک کرے جسے تو نہیں جانتا۔

۱۶۔ تو ان کی بات ہرگز نہ مان۔ (لیکن پھر بھی) دنیا میں ان کے ساتھ نیک برتاؤ کرتا رہ مگر پیروی اس شخص کے راستے کی کر جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔ پھر تم سب کو پلٹنا میری ہی طرف ہے۔ اس وقت میں بتاؤں گا کہ تم کیسے عمل کرتے رہے ہو۔

۲۲۔ جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کر دے اور عملاً وہ نیک ہو اس نے فی الواقع ایک بھروسے کے قابل سہارا تھام لیا؛ اور سارے معاملات کا آخری فیصلہ اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

۲۳۔ اب جو کفر کرتا ہے اس کا کفر تمہیں غم میں مبتلا نہ کرے۔ انھیں پلٹ کر آنا تو ہماری ہی طرف ہے۔ پھر ہم انھیں بتا دیں گے کہ وہ کیا کچھ کر کے آئے ہیں۔

یقیناً اللہ سینوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔

۲۴۔ ہم تھوڑی مدت انھیں دنیا میں مزے کرنے کا موقع دے رہے ہیں۔ پھر ان کو بے بس کر کے ایک سخت عذاب کی طرف کھینچ لے جائیں گے۔

۲۷۔ اگر زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر دوات بن جائے، جسے سات مزید سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کی باتیں (لکھنے سے) ختم نہ ہوں گی۔ بے شک اللہ زبردست اور حکیم ہے۔

۲۹۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ رات کو دن میں پروتا ہوا لے آتا ہے اور دن کو رات میں۔ اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے۔ سب ایک وقت مقرر تک چلے جا رہے ہیں۔ اور (کیا تم نہیں جانتے) کہ جو کچھ بھی تم کر رہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

۳۰۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور اسے چھوڑ کر جن دوسری چیزوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سب باطل ہیں۔ اللہ ہی بزرگ و برتر ہے۔

۳۳۔ لوگو! بچو اپنے رب کے غضب سے اور ڈرو اس دن (حشر) سے جب کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے بدلہ نہ دے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی اپنے باپ کی طرف سے کچھ بدلہ چکانے والا ہوگا۔ فی الواقع اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس یہ دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ دھوکا باز تم کو اللہ کے معاملے میں دھوکہ دے پائے۔

سورہ ۳۲ : السجدہ

(تعداد آیات ۳۰)

اس سورہ میں ایک بار پھر اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ بلاشک و شبہ قرآن مجید اللہ ہی کا کلام ہے اور اس کلام میں کسی انسان کا عمل دخل نہیں ہے۔ اور قرآن حکیم اس لیے نازل فرمایا گیا ہے کہ ایک ایسی قوم کو خبردار کر دیا جائے جو نبوت کے فیض سے محروم تھی اور غفلت میں پڑی ہوئی تھی۔ ان غافل لوگوں سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائیں اور نیک و صالح اعمال اختیار کریں۔ نبی کا

کام تو یہ ہے کہ وہ سیدھا راستہ بتا دے نہ کہ لوگوں کو جبراً اپنا دین اختیار کرنے پر مجبور کرے۔ دین کی تبلیغ اور اس پر ایمان لانے کی تلقین ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو پہلے ہی سے ہر نفس خود کو اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر عمل پیرا ہونے کا مکلف پاتا لیکن اللہ نے لوگوں کو یہ آزادی عطا کر دی ہے کہ چاہے وہ اس پر ایمان لائیں یا انکار کریں لیکن جو لوگ ایمان لانے والے ہیں اُن کو آخرت میں یقیناً انعامات سے نوازا جائے گا۔ اور جو منکر ہیں وہ یقیناً سزا پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ بہت واضح انداز میں فرماتا ہے کہ :

کیا ایسا ممکن ہو سکتا ہے کہ جو شخص مومن ہو وہ فاسق کی طرح سمجھا جائے؟ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے؟ (۱۸ : ۳۲)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حضرت موسیٰؑ پر بھی کتاب نازل کی گئی تھی جو بنی اسرائیل کے لیے ایک ہدایت نامہ تھی۔ اور اسی کتاب کے احکامات پر عمل کر کے بنی اسرائیل خوش حال ہو گئے تھے لیکن بعد میں وہ راستے سے بھٹک گئے اور قیامت کے دن یقیناً اللہ تعالیٰ اُن باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں بنی اسرائیل نے اللہ کے راستے سے ہٹ کر مختلف راستہ اختیار کر لیا ہے۔

سورہ ۳۲

۲۔ اس کتاب کی تنزیل بلاشبہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔

۳۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں اے محمدؐ کہ تو نے اسے خود گھڑ لیا ہے۔ نہیں ایسا نہیں ہے، بلکہ یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے تاکہ تو متنبہ کرے ایک ایسی قوم کو جس کے پاس تجھ سے پہلے متنبہ کرنے والا نہیں آیا۔ شاید کہ وہ ہدایت پا جائیں۔

۴۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور اُن ساری چیزوں کو جو اُن کے درمیان ہیں چھ دنوں میں پیدا کیا اور اس کے بعد عرش پر جلوہ

فرما ہوا۔ اس کے سوا نہ تمہارا کوئی حامی و مددگار ہے اور نہ اس کے آگے کوئی سفارش کرنے والا، پھر کیا تم ہوش میں نہ آؤ گے۔

۵۔ وہ آسمان سے زمین تک دنیا کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے اور اس تدبیر کی روداد اوپر اس کے حضور جاتی ہے ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے (طریقہ) شمار سے ایک ہزار سال ہے۔

۷۔ اس نے انسان کی تخلیق کی ابتدا (مٹی کے) گارے سے کی

۸۔ پھر اس کی نسل ایک ایسے ست سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح کا ہے۔

۹۔ پھر اس کو نک سک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی۔ پھر تم کو کان دیئے، آنکھیں دیں اور دل دیئے۔ تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو

۱۹۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک عمل کیے ہیں اُن کے لیے تو جنتوں کی قیام گاہیں ہیں ضیافت کے طور پر اُن کے اعمال کے بدلے میں۔

۲۰۔ اور جنھوں نے فسق اختیار کیا ہے اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے جب کبھی وہ اس سے نکلنا چاہیں گے اسی میں دھکیل دیئے جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ چکھو اب اُسی آگ کے عذاب کا مزا جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

۲۱۔ اس بڑے عذاب سے پہلے ہم اسی دنیا میں (کسی نہ کسی چھوٹے) عذاب کا مزا اُنھیں چکھاتے رہیں گے شاید کہ یہ (اپنی باغیانہ روش سے) باز آجائیں۔

سورہ ۳۳ : الاحزاب

(تعداد آیات ۷۳)

اس سورہ میں ایک بار پھر اس سوال پر بحث کی گئی ہے کہ کیا حق کو طاقت کے زور پر دبایا جاسکتا ہے؟ اس بحث میں خاص طور سے اس حملے کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں اہل مکہ، یہود اور دیگر حلیف قبیلے شریک ہوئے تھے۔ ان اسلام دشمن طاقتوں کا واحد مقصد مسلمانوں کی اُبھرتی ہوئی طاقت کو ہمیشہ کے لیے ختم کردینا

تھا تاکہ اسلام صفحۂ ہستی سے مٹ جائے۔ لیکن مسلمانوں کی جرأت نے ان کے منصوبے ناکام کر دیئے۔ خیر و شر کے درمیان ایسی ہر لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے شر کو مٹانے کے لیے اپنی قوت استعمال فرمایا ہے۔ کسی نہ کسی صورت میں اللہ تعالیٰ کی مدد نیک بندوں کی حمایت کے لیے پہنچ جاتی ہے۔ جنگِ احزاب میں یہ مدد ایک آندھی کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ اس آندھی کے زور سے دشمنوں کے خیمے اکھڑ گئے اور ان میں افراتفری پھیل گئی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ فیصلہ کن وار برداشت نہ کر سکے۔ اور ان کے قدم اکھڑ گئے۔ حالانکہ اس آندھی کا ان کو گمان بھی نہیں تھا۔

اہلِ ایمان سے کہا گیا ہے کہ وہ خوش حالی کے زمانے میں بھی اور پریشان کن حالات میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں۔

"در اصل تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ موجود ہے۔"

(۳۳ : ۲۱)

ازواجِ مطہرات کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنے بلند مرتبے کے مطابق عمل کریں اور امہات المومنین کی طرح زندگی گزاریں۔ اور اس منصب پر فائز ہونے کے بعد انھیں مسلم عورتوں کے لیے مثالی کردار کا نمونہ پیش کرنا چاہیے۔ ان کو صبر، حیا اور وقار کا مجسم نمونہ ہونا چاہیے۔ اپنی زبان اور جذبات پر قابو رکھنا چاہیے۔ اپنے گھروں میں محفوظ رہنا چاہیے اور اس کے نام پر خیرات کرنا چاہیے۔ اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت کرنی چاہیے۔ ان کی زندگی بے داغ اور پاکیزہ ہونا چاہیے۔

مردوں اور عورتوں کو گناہ سے دامن بچانا چاہیے۔ ایک دوسرے کا خیال رکھنا چاہیے اور انکسار کے ساتھ پیش آنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں پر تعرض نہ کرنا چاہیے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم المرسلین ہیں اور ان کے معاملات میں آپ کا فیصلہ ہی حرفِ آخر ہے۔ اس بات کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ نوعِ انسانی کو جہالت کی تاریکی سے نکال کر روحانی روشنی میں لانے کے لیے آپ کو مبعوث فرمایا گیا ہے۔ آپ کی ذاتِ مقدس لوگوں

کی رہنمائی کے لیے روشنی کا مینارہ بن گئی۔ آپ جمال و وقار اور رحمت کا مکمل نمونہ ہیں۔ درحقیقت آپ ایک روشن چراغ ہیں جس کی روشنی چہار دانگ عالم میں پھیل رہی ہے۔

اس سورہ میں طلاق اور مطلقہ عورت کے نان نفقے سے متعلق ہدایات بھی دی گئی ہیں۔ طلاق ہو جائے تو مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ :۔

"انھیں کچھ مال دو اور بھلے طریقے سے رخصت کرو۔" (۴۹-۳۳)

بیویوں کے لیے مہر کی رقم کی ادائی کا انتظام کیا گیا ہے۔ اہل ایمان کو یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ عورتوں کی موجودگی میں کس طرح کے آداب کو ملحوظ رکھیں خصوصاً ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں۔ ازواج مطہرات کو تاکید فرمائی گئی کہ جب وہ باہر نکلیں تو اپنے جسم کو پوری طرح ڈھک لیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں تاکہ وہ اعلاترین اعزاز کو حاصل کر سکیں۔

سورہ ۳۳

۶۔ بلاشبہ نبی تو اہل ایمان کے لیے اُن کی اپنی ذات پر مقدم ہے۔ اور نبی کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔ مگر کتاب اللہ کی رو سے عام مومنین اور مہاجرین کی بہ نسبت رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں البتہ اپنے رفیقوں کے ساتھ تم کوئی سلوک (کرنا چاہو تو) کر سکتے ہو۔

۲۰۔ درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخر کا اُمیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

۳۵۔ بالیقین جو مرد اور عورتیں مسلم ہیں، مومن ہیں مطیع فرمان ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں، اللہ نے اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔

۳۶۔ کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس
کا رسول معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اُسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ
کرنے کا اختیار حاصل رہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی
نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔

۴۰۔ (لوگو) محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے
رسول اور خاتم النبیین ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

۴۱۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔

۴۲۔ اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

۴۳۔ وہی ہے جو تم پر رحمت فرماتا ہے اور اس کے فرشتے تمہارے لیے دعائے
رحمت کرتے ہیں تا کہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی میں نکال لائے وہ مومنوں
پر بہت مہربان ہے۔

۴۵۔ اے نبی، ہم نے تمہیں بھیجا ہے گواہ بنا کر، بشارت دینے والا اور ڈرانے والا
بنا کر۔

۴۶۔ اللہ کی اجازت سے اس کی طرف دعوت دینے والا بنا کر اور روشن چراغ بنا کر۔

۵۹۔ اے نبی، اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے
اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تا کہ وہ
پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے۔

۷۰۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو۔

۷۱۔ اللہ تمہارے اعمال درست کر دے گا اور تمہارے قصوروں سے درگزر
فرمائے گا۔ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اُس نے بڑی
کامیابی حاصل کی۔

سورہ ۳۴۔ سبا

(تعداد آیات ۵۴)

اس سورہ میں توحید اور آخرت پر ایمان کو لازمی قرار دیا گیا ہے اور اس

حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ آخرت اٹل ہے۔ کافر یوم قیامت کا مذاق اڑاتے ہیں۔ وہ تقاضا کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے ثبوت کا کوئی عملی مظاہرہ کریں۔ ایسے لوگ اندھے ہیں کہ انھیں اللہ کی نشانیاں نظر نہیں آتیں۔ لیکن جب حشر برپا ہوگا تو اس کی حقیقت اُن پر آشکار ہو جائے گی اور تب وہ پچھتائیں گے۔ حضرت محمدؐ کی طرح حضرت داؤدؑ کو بھی اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت عطا فرمایا تھا۔ اُن کی نبوت کی خوشی منانے کے لیے پہاڑوں اور پرندوں نے خدا کی حمد وثنا کے گیت گائے تھے۔ اسی طرح حضرت سلیمانؑ کے لیے ہواؤں کو بھی مطیع وفرماں بردار بنا دیا گیا تھا۔ اور پگھلے ہوئے تانبے کے چشمے نے اُن کی نبوت کا استقبال کیا تھا۔ جن اُن کے مطیع و فرماں بردار ہو گئے تھے۔ حضرت سلیمانؑ ایسے محلوں میں رہتے تھے جو خاص طور سے اُن کے لیے بنائے گئے تھے۔ لیکن موت کے سامنے وہ بھی بے بس تھے۔ ان تمام نوازشوں اور جاہ وحشم کے باوجود یہ لوگ مغرور نہیں ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی دعوت دیتے رہے۔

دوسری طرف سبا کے لوگ تھے جن کی زمینیں زرخیز تھیں اور لوگ خوشحال تھے۔ لیکن اس خوشحالی سے وہ مغرور ہو گئے اور خدا کی قدرت کا انکار کرنے لگے۔ اس لیے اُن کو اُن کے تمام مال ودولت کے ساتھ سیلاب میں ڈبو دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سبا اور شام کے درمیان مسافروں اور تاجروں کی سہولت کے تمام سامان مہیا فرما دیے تھے۔ لیکن انھوں نے خدا کی نعمتوں کا انکار کیا۔ اسی لیے وہ ایک عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئے۔ ان واقعات میں تمام لوگوں کے لیے ایک سبق ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف ایمان لانے والوں کی حفاظت کرتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ ہر نبی کو اُن کی قوم نے جھٹلایا اور ستایا ہے، خصوصاً دولت مند لوگوں نے۔ وہ اپنی دولت وثروت اور اولاد پر فخر کرتے تھے۔ اور دعوا کرتے تھے کہ انھیں کوئی تباہ نہیں کر سکتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُن میں سے ہر ایک کو خبردار کیا تھا کہ:

"یہ تمھاری دولت اور تمھاری اولاد نہیں ہے جو تمھیں ہم سے قریب کرتی

۳۷۔ ہاں مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کے عمل کی دُہری جزا ہے۔ اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں رہیں گے!!

(۳۴ : ۳۷)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا پیغام کسی خاص زمانے یا کسی خاص قوم تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ وہ تمام مخلوق کے لیے پیغام حق ہے۔ اور آپ تمام عالم انسانیت کو متنبہ کرنے کے لیے مبعوث کئے گئے ہیں۔

سورہ ۳۴

۱۔ تمام تعریف اُس خدا کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کا مالک ہے اور آخرت میں بھی اسی کے لیے حمد ہے۔ وہ دانا اور باخبر ہے۔

۲۔ جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو کچھ اُس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے۔ وہ بڑا مہربان اور معاف کرنے والا ہے۔

۲۸۔ اور (اے نبیؐ) ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور گناہوں سے خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

۳۴۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے کسی بستی میں ایک خبردار کرنے والا بھیجا ہو اور اُس بستی کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہ نہ کہا کہ جو پیغام تم لے کر آئے ہو اُس کو ہم نہیں مانتے۔

۳۵۔ انھوں نے ہمیشہ یہی کہا کہ ہم تم سے زیادہ مال اور اولاد رکھتے ہیں اور ہم ہرگز سزا پانے والے نہیں ہیں۔

۳۶۔ (اے محمدؐ) ان سے کہو میرا رب جسے چاہتا ہے کشادہ رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا عطا کرتا ہے، مگر اکثر لوگ اس کی حقیقت نہیں جانتے۔

۳۷۔ یہ تمھاری دولت اور تمھاری اولاد نہیں ہے جو تمھیں ہم سے قریب کرتی ہے؛

ہاں مگر جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔یہی لوگ ہیں جن کے لیے اُن کے نیک اعمال کی دہری جزا ہے۔ اور وہ بلند و بالا عمارتوں میں اطمینان سے رہیں گے۔

۴۷۔ (اے محمدؐ) ان سے کہو، "اگر میں نے تم سے کوئی اجر مانگا ہے تو وہ تم ہی کو مبارک رہے۔ میرا اجر تو اللہ کے ذمّے ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

سورہ ۳۵: فاطر

(تعداد آیات ۴۵)

اس سورہ میں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا اعلان کیا گیا ہے اور لوگوں سے کہا گیا ہے کہ اللہ ہی اُن کا خالق ہے اور اُن کو زندہ رہنے کے سامان مہیا فرماتا ہے۔ اور لوگوں کو چاہیے کہ وہ پیغمبروں کی باتیں سُنیں نہ کہ شیطان کی جو اُن کا دشمن ہے۔ شیطان کی پیروی دوزخ میں پہنچا دیتی ہے۔ حضورِ اکرمؐ کو ایک بار پھر یاد دلایا گیا ہے۔

"تم بس ایک خبردار کرنے والے ہو۔ ہم نے تم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔ اور کوئی امت ایسی نہیں گزری ہے جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو۔" (۳۵ : ۲۴)

مزید فرمایا گیا:

"(اے محمدؐ) اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں۔ اُن کے پاس اُن کے رسول کھلے دلائل اور صحیفے اور روشن ہدایات دینے والی کتاب لے کر آئے تھے۔" (۳۵ : ۲۵)

لوگ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو مختلف رنگ عطا کیے ہیں۔ چاہے وہ جاندار ہوں یا بے جان۔ حتیٰ کہ پہاڑوں میں بھی سفید، سُرخ اور سیاہ دھاریاں پائی جاتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی وحی کے ذریعے اُن پر اُن کے وجود کے راز آشکار کرتا ہے۔

"اب کوئی تو اُن میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے، اور کوئی درمیانی راہ پر گامزن ہے اور کوئی اللہ کے اذن سے نیکیوں میں سبقت کرنے والا ہے اور اسی پر اللہ کا فضل ہوگا۔" (۳۲ : ۳۵)

پھر اللہ تعالیٰ اپنے رحیم اور کریم ہونے کا ذکر فرماتا ہے۔ اور اس زمین پر اللہ تعالیٰ اگر ہر گناہ کی سزا دینے پر قائل ہو جائے تو کوئی جاندار سزا سے محفوظ نہیں رہے گا۔

سورہ ۳۵

۲۔ اللہ جس رحمت کا دروازہ بھی لوگوں کے لیے کھول دے اُسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے اسے اللہ کے بعد پھر کوئی دوسرا کھولنے والا نہیں۔ وہ زبردست اور حکیم ہے۔

۴۔ اب اگر (اے محمدؐ) یہ لوگ تمھیں جھٹلاتے ہیں (تو یہ کوئی نئی بات نہیں) تم سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں اور سارے معاملات آخر کار اللہ ہی کی طرف رجوع ہونے والے ہیں۔

۶۔ درحقیقت شیطان تمھارا دشمن ہے اس لیے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے پیروؤں کو اپنی راہ پر اس لیے بلا رہا ہے کہ وہ دوزخیوں میں شامل ہو جائیں۔

۷۔ (پس) جو لوگ کفر کریں گے اُن کے لیے سخت عذاب ہے اور جو ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے اُن کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

۱۰۔ جو کوئی عزت چاہتا ہو اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ عزت ساری کی ساری اللہ کی ہے اُس کے ہاں جو چیز اوپر چڑھتی ہے وہ صرف پاکیزہ قول ہے اور عمل صالح اس کو اوپر چڑھاتا ہے۔ رہے وہ لوگ جو بے ہودہ چال بازیاں کرتے ہیں اُن کے لیے سخت عذاب ہے اور اُن کا مکر خود ہی غارت ہونے والا ہے۔

۱۱۔ اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر تمہارے جوڑے بنا دیے (یعنی مرد اور عورت)۔ کوئی عورت حاملہ نہیں ہوتی اور نہ بچہ جنتی ہے۔ مگر یہ سب اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔ کوئی عمر پانے والا عمر نہیں پاتا اور نہ کسی کی عمر میں کچھ کمی ہوتی ہے۔ مگر یہ سب کچھ ایک کتاب میں لکھا ہوتا ہے۔ اللہ کے لیے یہ بہت آسان کام ہے۔

۱۵۔ لوگو، تم ہی اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو غنی و حمید ہے۔

۱۸۔ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور اگر کوئی لدا ہوا انسان اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے پکارے گا تو اس کے بار کا ادنا حصہ بھی ہٹانے کے لیے کوئی نہ آئے گا چاہے وہ قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ (اے نبی) تم صرف ان ہی لوگوں کو متنبہ کر سکتے ہو، جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ جو شخص بھی پاکیزگی اختیار کرتا ہے اپنی ہی بھلائی کے لیے کرتا ہے۔ اور پلٹنا سب کو اللہ ہی کی طرف ہے۔

۱۹۔ اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں ہے۔

۲۰۔ اور نہ تاریکیاں اور روشنی یکساں ہیں۔

۲۱۔ نہ ٹھنڈی چھاؤں اور دھوپ کی تپش ایک جیسی ہے۔

۲۲۔ اسی طرح نہ زندے اور مردے مساوی ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے سنواتا ہے مگر (اے نبی) تم اُن لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں۔

۲۳۔ تم تو (اے محمدؐ) فقط خبردار کرنے والے ہو۔

۲۴۔ ہم نے تم کو (اے محمدؐ) حق کے ساتھ بھیجا ہے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر اور کوئی امت ایسی نہیں گزری ہے جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو۔

۲۵۔ اب اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں۔ اُن کے پاس اُن کے رسول کھلے دلائل اور صحیفے اور روشن ہدایات دینے والی کتاب لے کر آئے تھے۔

۲۹۔ جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں رزق دیا ہے اُس میں سے کھلے اور چھپے خرچ کرتے ہیں وہ ایک ایسی تجارت کے متوقع ہیں جس میں ہرگز خسارہ نہ ہوگا۔

۳۰۔ (اس تجارت میں انھوں نے اپنا سب کچھ اس لیے کھپایا ہے) تاکہ اللہ ان کے اجر پورے کے پورے اُن کو دے اور مزید اپنے فضل سے اُن کو عطا فرمائے۔ بے شک اللہ بخشنے والا اور قدردان ہے۔

۳۸۔ بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز سے واقف ہے۔ وہ تو سینوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔

۴۹۔ اگر کہیں وہ (اللہ) لوگوں کو ان کے کئے کرتوتوں پر پکڑتا تو زمین پر کسی متنفس کو جیتا نہ چھوڑتا۔ مگر وہ ایک مقررہ وقت کے لیے مہلت دے رہا ہے۔ پھر جب ان کا وقت آن پورا ہوگا تو اللہ اپنے بندوں کو دیکھ لے گا۔

سورہ ۳۶ : یٰسٓ

(تعداد آیات ۸۳)

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند کردار کی مدح سرائی کی گئی ہے۔ اس کی بیانیہ تصویرکشی بے انتہا اثر آفرینی کی حامل ہے۔ سحر کن استعارات اور تشبیہات کی مدد سے ایک شہر کی تصویرکشی اس خوبصورتی سے کی گئی ہے کہ وہ نہ صرف پڑھنے والوں پر بلکہ سننے والوں پر بھی ایسا تاثر چھوڑتی ہے جو مدتوں تک اُن کے دل و دماغ پر چھایا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کا بیان اس انداز میں کیا گیا ہے گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہو۔ اہل ایمان کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اور منکروں کو انتباہ۔ اسی لیے مفسرین اس کو انتہائی اہمیت کی حامل سورہ سمجھتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلعم نے سورہ یٰسٓ کو "قرآن کا دل" قرار دیا ہے۔ اہل ایمان کی موت اور دیگر تقاریب کے موقع پر اسی سورہ کی تلاوت

کی جاتی ہے۔ اور اس کو خوش آیند زندگی کی بشارت سمجھا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شاعر نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ اور آپ پر قرآن حکیم ایسے لوگوں کے لیے نازل فرمایا گیا ہے۔ "جن کے باپ دادا خبردار نہیں کیے گئے تھے"؛ اور اسی لیے وہ غفلت اور جہالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایک ایسے شہر کا حوالہ دیا گیا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو بھیجا تھا۔ اس حکایت کے مطابق اس شہر کے لوگوں نے پہلے دو نبیوں کی بات ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تیسرے نبی کو بھیجا لیکن ان کو بھی مذاق کا نشانہ بنایا گیا۔ ایک شخص نے اپنے شہری بھائیوں سے کہا کہ اس تیسرے پیغمبر پر ایمان لانا چاہیے کیوں کہ وہ اپنے لیے کوئی اجر نہیں مانگتے ہیں بلکہ اپنے رب کا پیغام پوری بے لوثی کے ساتھ اس کے بندوں تک پہنچاتے ہیں۔ لیکن وہ لوگ نہ مانے اور اپنے کفر پر اڑے رہے۔ نتیجتاً ایک زبردست دھماکے نے پوری بستی کو خاک میں ملا دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ بار بار اپنی مخلوق کی آزمائش کرتا ہے اور انھیں نیک راستہ اختیار کرنے کے لیے کئی موقع فراہم کرتا ہے۔ اس کے باوجود اگر وہ بدی پر اٹل رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان پر قہر نازل فرماتا ہے۔

منکرین اپنے قدیم عقیدے اور عبادتیں آسانی سے ترک نہیں کرتے۔ وہ دین کی روشنی قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا اظہار مختلف ذرائع سے کرتا ہے مثلاً سورج اور چاند کی گردش اور بے جان زمین سے پودوں کا اُگانا۔ زندگی اور موت کا تسلسل، موت کے بعد دوبارہ اُٹھایا جانا۔ تمام کائنات اور مخلوقات کا اللہ کے حکم پر گامزن رہنا یہ تمام اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اللہ کی مخلوق کی فنکارانہ تنظیم اور ہم آہنگی ورطۂ حیرت میں ڈال دینے والی ہے اور اللہ کی قدرت اور عظمت کا احساس دلاتی ہے۔

قرآن حکیم وضاحت کرتا ہے کہ حشر کے دن نیک لوگوں کے لیے:

"رب رحیم کی طرف سے سلامتی ہے۔ اور اے مجرمو، آج تم چھٹ کر الگ ہو جاؤ۔ آدم کے بچو، کیا میں نے تم کو ہدایت نہ کی تھی کہ شیطان کی بندگی نہ کرو،

وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔ اور میری بندگی کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔ مگر اس کے باوجود اس (شیطان) نے تم میں سے ایک گروہ کثیر کو گمراہ کر دیا، کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے۔ یہ وہی جہنم ہے جس سے تم کو ڈرایا جاتا تھا۔ جو کفر تم دنیا میں کرتے رہے ہو اس کی پاداش میں اب اس کا ایندھن بنو۔ (۳۶ : ۶۴)

سورۃ ۳۶

۲۔ قرآن کی قسم جو حکمت کا محفوظ خزانہ ہے۔

۳۔ اور تم (اے محمدؐ) یقیناً رسولوں میں سے ہو۔

۴۔ راہ راست پر ہو۔

۵۔ (اور یہ قرآن) غالب اور رحیم ہستی کا نازل کردہ ہے۔

۳۶۔ پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کیے خواہ وہ زمین کے نباتات میں سے ہوں یا خود ان کی اپنی جنس (یعنی نوع انسانی) میں سے یا ان اشیا میں سے جن کو یہ جانتے تک نہیں ہیں۔

۷۷۔ کیا انسان دیکھتا نہیں ہے کہ ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا اور پھر وہ صریح جھگڑالو بن کر کھڑا ہو گیا۔

۷۸۔ اب وہ ہم پر مثالیں چسپاں کرتا ہے (یعنی شرک کرتا ہے) اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے۔ کہتا ہے "کون ان ہڈیوں کو زندہ کرے گا جبکہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں؟"

۸۱۔ کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں، جبکہ وہ ماہر خلاق ہے۔

۸۲۔ وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ "ہو جا" اور وہ ہو جاتی ہے۔

۸۳۔ پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اقتدار ہے، اور اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔

سورہ ۳۷: الصّافات

(تعداد آیات ۱۸۲)

اس سورہ کی ابتدا اس حقیقت کی یقین دہانی سے ہوتی ہے کہ اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ تمام زمین و آسمانوں کا مالک ہے ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور وہ ہر سرکش شیطان سے امان دینے والا ہے اللہ تعالیٰ یقیناً ان لوگوں کو سزا دے گا جو غرور و تکبر میں اس حد تک مبتلا ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آسیب شاعر قرار دیتے ہیں آپ کی نافرمانی کرتے ہیں اور بت پرستی کو ترک کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ یقیناً ان لوگوں کو دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اور جنّت کی نعمتیں اور آسائشیں اہل ایمان کا انتظار کر رہی ہیں۔

ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے ہیں تاکہ وہ اپنی قوموں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سنائیں اور دین حق کی دعوت دیں۔ لیکن لوگوں کی اکثریت نے اس پیغام کو قبول کرنے سے نہ صرف انکار کیا بلکہ اللہ کے انبیاء پر ظلم ڈھائے۔ تمام دشواریوں کے باوجود انبیاء نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی جدوجہد جاری رکھی آخر کار حق کی جیت ہوئی اور باطل مٹ گیا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت نوحؑ نے اہل ایمان کو سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچا لیا جب کہ ان کے دشمن سیلاب کی زد میں آکر نیست و نابود ہو گئے۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم کو دریا کی طوفانی موجوں سے بچا کر سلامتی کے ساتھ دوسرے کنارے پر پہنچا دیا جب کہ فرعون اور اس کی فوجیں دریا میں غرق کر دیے گئے کیوں کہ وہ دشمن حق تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت ابراہیمؑ کو آزمائش میں مبتلا کیا اور آپ کو حکم دیا کہ اپنے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیں تو آپ بہ خوشی اس حکم کی تعمیل پر راضی ہو گئے تب اللہ تعالیٰ نے عین وقت پر حضرت اسماعیلؑ کی جگہ ایک دنبہ کو قربانی کے لیے جنّت سے بھیج دیا۔ ایسی ہی

بے مثال اطاعت شعاریوں کے عوض اللہ تعالیٰ نے نہ صرف حضرت ابراہیمؑ کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا بلکہ حضرت اسماعیلؑ کو بھی اپنا نبی بنایا اور اُن پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ و حضرت ہارونؑ اور اُن کی قوم کو بھی ایک بڑی آفت اور مصیبت سے نجات دلائی اور صحیح راستے کی طرف اُن کی رہنمائی فرمائی۔

• ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ (۳۷ : ۱۲۱)

حضرت الیاسؑ نے بھی اپنی قوم کو بعل کی پوجا سے منع فرمایا، لیکن چند اہل ایمان کو چھوڑ کر باقی لوگوں نے حضرت الیاسؑ کو جھٹلا دیا۔ اور اُن کی یہ نصیحت ماننے سے انکار کر دیا کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں جو "احسن الخالقین" ہے۔ حضرت لوطؑ نے بھی خدا کا پیغام بندوں تک پہنچایا لیکن اکثریت نے اُن کا انکار کیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت لوطؑ کو اور اُن کے خاندان والوں کو بچا لیا سوائے ایک بڑھیا کے جو کافروں کے ساتھ تھی، وہ ان کافروں کے ساتھ ہی ملیامیٹ کر دی گئی۔

حضرت یونسؑ کو بھی نبوت عطا کی گئی تھی۔ لیکن دشمنوں نے اُن کو سمندر میں پھینک دیا اور ایک بڑی مچھلی نے اُن کو نگل لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو مچھلی کے پیٹ سے بچا لیا اور دین حق کی اشاعت کے لیے دوبارہ زمین پر بھیج دیا۔ لوگوں نے اُن کی تعلیمات کو قبول کر لیا اس لیے ان لوگوں کو خوشحال زندگی عطا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ہر چیز کا خالق اور رزق دینے والا ہے۔ اس کا کوئی بیٹا نہیں اور نہ فرشتے اُس کے قرابت دار ہیں۔ اس لیے اہل ایمان کا فرض ہے کہ اللہ کی ہی عبادت کریں اور اس کی رحمتوں اور نعمتوں کے طلبگار رہیں اور اس کے رسولوں پر درود و سلام بھیجیں کیونکہ ان رسولوں کو نوع انسانی کو صحیح راستہ دکھانے اور ہدایت پہنچانے کے لیے بھیجا گیا ہے۔

سورہ ۳۷

۱۔ قطار در قطار صف باندھنے والوں کی قسم۔

۳۔ پھر ان کی قسم جو ڈانٹنے اور پھٹکارنے والے ہیں۔
۳۔ پھر اُن کی قسم جو کلام نصیحت سنانے والے ہیں۔
۴۔ تمھارا معبودِ حقیقی بس ایک ہے۔
۱۸۰۔ پاک ہے تیرا رب عزت کا مالک، ان تمام باتوں سے بلند و بالا جو یہ لوگ بنارہے ہیں۔
۱۸۱۔ اور سلام ہے مرسلین پر۔
۱۸۲۔ اور ساری تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔

سورہ ۳۸: ص

التعداد آیات ۸۸

اس سورہ میں بتایا گیا ہے کہ منکرین کس طرح خود ستائی میں مگن رہتے ہیں اور اس بات کے ماننے سے انکار کرتے ہیں کہ اُن ہی میں سے ایک فرد کو منصب رسالت پر فائز کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ ہی اُن کے سردار اپنے بتوں کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت پر مائل ہوتے ہیں۔ وہ لوگ حضرت محمدؐ پر جادوگر ہونے کا الزام لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ اپنی ساحرانہ شعبدہ بازی کے ذریعے اُن کے بتوں کی بجائے خدائے واحد کی اطاعت و عبادت کی طرف لوگوں کو مائل کررہے ہیں۔ یہ سرداران قریش لوگوں سے کہتے ہیں کہ وہ اپنے قدیم بتوں کی پرستش پر ہی قائم رہیں اور حضرت محمدؐ کے تصنیف کردہ افسانوں پر یقین نہ کریں۔ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کے الزامات لگائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ آپ مایوس نہ ہوں۔ حضرت داؤدؑ کے قصے کی یاددہانی کرائی گئی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے انھیں عقل و دانش اور طاقت سے نوازا تھا۔ لیکن جب دو گروہوں کے درمیان تنازعہ کھڑا ہوا تو وہ صحیح فیصلہ نہیں کرسکے۔ اپنے غلط فیصلے پر حضرت داؤدؑ بہت مغموم ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف فرمادیا۔

"اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ لہٰذا تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کر اور خواہش نفس کی پیروی نہ کر وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں یقیناً اُن کے لیے سخت سزا ہے کہ وہ یوم الحساب کو بھول گئے۔" (۳۸ : ۲۶)

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان یوں ہی بے مقصد نہیں بنائے ہیں لہٰذا پروردگارِ عالم گناہ گار منکروں اور زمین میں فساد پھیلانے والوں کو نیک اور صالح اہلِ ایمان کے مساوی درجہ نہیں دیتا۔

"کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کرتے ہیں اور ان کو جو زمین میں فساد کرتے ہیں یکساں کر دیں؟" (۳۸ : ۲۸)

حضرت داؤدؑ کے بیٹے حضرت سلیمانؑ کا بھی اللہ تعالیٰ نے اُن کی دنیاوی طاقت اور بادشاہانہ شان و شوکت کی وجہ سے امتحان لیا۔ اس آزمائش میں حضرت سلیمان سے پہلے تو غلطی سرزد ہوئی لیکن جلد ہی وہ پھر سے اللہ کی طرف پورے خلوص اور عقیدت کے ساتھ رجوع ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی طاقت عطا فرمائی کہ ہواؤں کو بھی آپ نے مسخر کر لیا۔ حضرت ایوبؑ نے مصیبت کے وقت اللہ سے مدد طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ سے کہا کہ زمین پر ٹھوکر مارو۔ ایسا کرتے ہی وہاں ٹھنڈے پانی کا چشمہ اُبل پڑا۔ اس طرح پانی کے لیے ترستی ہوئی آپ کی اُمت کو پینے اور نہانے کے لیے پانی مہیا فرمایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کو نبوت عطا فرمائی اور اُن کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرائیں اور راہِ حق کی طرف دعوت دیں۔ اسی طرح حضرت اسماعیلؑ، حضرت الیسعؑ اور حضرت ذوالکفل بھی اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ اور انھوں نے ہر طرف نیکیوں کو پھیلایا جبکہ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مردود قرار دے کر لوگوں کے لیے عبرت کا نمونہ بنا دیا جس کا مقصد نوعِ انسانی کو خبردار کرنا تھا کہ وہ کبھی خدا کا مقرب فرشتہ ہوا کرتا تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اُسے آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اُس نے نافرمانی کی اور گھمنڈ سے کہا:

"میں اس (آدم) سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اُسے مٹی سے پھر میں اس کے سامنے کیسے جھک سکتا ہوں؟"

(۳۸ : ۷۶)

تب اللہ تعالیٰ نے اس سے کہا "اچھا تو یہاں سے نکل جا۔ تو مردود ہے اور تیرے اوپر یوم الجزا تک میری لعنت ہے۔"

(۳۸ : ۷۷)

شیطان نے اس وقت تک کی مہلت طلب کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کی درخواست قبول فرمائی۔ تب شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ وہ روزِ قیامت تک لوگوں کو بہکا کر گمراہ کرتا رہے گا۔ لیکن خلوصِ دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے اس کے بہکاوے میں نہیں آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو متنبہ کیا کہ وہ دوزخ کو شیطان اور اس کے پیروؤں سے بھر دے گا۔

سورہ ۳۸

۲۶۔ اے داؤدؑ! ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے، لہذا تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کر اور خواہشِ نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں یقیناً اُن کے لیے سخت سزا ہے کہ وہ یوم الحساب کو بھول گئے۔

۲۸۔ کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لاتے اور نیک عمل کرتے ہیں اور اُن کو جو زمین میں فساد کرنے والے ہیں یکساں کر دیں؟ کیا متقیوں کو ہم فاجروں جیسا کر دیں۔

۲۹۔ یہ ایک بڑی برکت والی کتاب ہے جو (اے نبیؐ!) ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ یہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور عقل و فکر رکھنے والے اس سے سبق لیں۔

۴۵۔ اور ہمارے بندوں، ابراہیمؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ کا ذکر کرو، بڑی قوتِ عمل رکھنے والے اور دیدہ ور لوگ تھے۔

۴۶۔ ہم نے اُن کو ایک خاص صفت کی بنا پر برگزیدہ کیا تھا، اور وہ دارِ آخرت کی یاد تھی۔

۴۷۔ یقیناً ہمارے ہاں ان کا شمار چنے ہوئے نیک اشخاص میں ہے۔

۴۸۔ اور اسماعیلؑ اور الیسعؑ اور ذوالکفلؑ کا ذکر کرو، یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے۔

۶۹۔ (اے محمدؐ ان سے کہو) مجھے اُس وقت کی کوئی خبر نہ تھی جب ملاءِ اعلیٰ میں جھگڑا ہو رہا تھا۔

۷۰۔ مجھ کو تو وحی کے ذریعہ سے یہ باتیں صرف اس لیے بتائی جاتی ہیں کہ میں کھلا کھلا خبردار کرنے والا ہوں۔

سورہ ۳۹ : الزُّمَر

(تعداد آیات ۷۵)

اس سورہ میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنی مختلف النوع مخلوقات میں عمل کی یکسانیت پیدا کرتا ہے اور مختلف گروہوں اور جماعتوں کے درمیان اُن باتوں کا فیصلہ کر دیتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ ہر شخص اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مرضی کی تابع ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اس کی قدرت ہی اُس کی عظمت کا اعلان کرتی ہے۔ یعنی اتفاق اور اتحاد صرف توحید ہی میں ممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قوانین آفاقی طور پر نافذ العمل ہیں کیوں کہ وہ کسی ایک قوم یا طبقے کا رب نہیں ہے بلکہ تمام مردوں، عورتوں اور تمام جاندار مخلوقات کا خالق ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ اپنی مخلوقات کی عبادات کا محتاج ہے نہ صدقات کا اور نہ ہی کسی اور چیز کا۔ بلکہ یہ لوگ ہی اس کی نوازشوں کے محتاج ہیں لہٰذا اُن کو اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی اختیار کرنا چاہیے۔ لوگ جب مصیبتوں میں گھر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کرتے ہیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ اُن کو مصیبتوں سے نجات دے دیتا ہے تو وہ اپنے پروردگار کو بھول جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقابلے

میں اپنے بت گھڑ لیتے ہیں۔ وہ چند روز اپنے کفر میں مگن رہیں گے اور دنیا کی آسائشوں سے لطف اندوز ہوں گے لیکن آخرکار یہ لوگ دوزخ کی آگ میں ہمیشہ کے لیے پھینک دیے جائیں گے۔ لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں گے اور نیک اعمال پر کاربند رہیں گے اُن کو اللہ تعالیٰ یقیناً انعامات سے نوازے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہر طرح کی حکایتیں بیان فرمائی ہیں تاکہ لوگ اُن سے سبق اور عبرت حاصل کریں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کو عربی زبان میں اس لیے نازل فرمایا تاکہ اس کے فوری یا ابتدائی مخاطب اعربستان کے لوگ اِس مقدس کتاب کے معنی اور مقصد کو سمجھ سکیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں خبردار کرتا ہے کہ شرک گناہ عظیم ہے۔ ایک آدمی کے اگر کئی شراکت دار ہوں تو کیا اُن میں تنازعہ نہیں اٹھ کھڑا ہوگا؟ ایسے تنازعوں سے بچنے کے لیے یہی بہتر ہے کہ آدمی کسی کو شراکت دار نہ رکھے۔ اس لیے تسلیم کرو کہ اللہ صرف ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ:

"اے نبی! ہم نے سب انسانوں کے لیے حق پر مبنی یہ کتاب نازل کردی ہے اب جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا وہ خود اپنی فلاح کے لیے کرے گا۔ اور جو بھٹکے گا تو اس کے بھٹکنے کا وبال اسی پر ہوگا۔ تم ان کے ذمہ دار نہیں ہو۔" (۳۹ : ۴۱)

مخلوقاتِ عالم میں جو اختلافات ہیں اُن کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کرے گا۔ گناہ گاروں کو روزِ محشر یقیناً سزا دی جائے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم کی بھی کوئی حد ہے نہ حساب لہٰذا اُس کی رحمتوں سے مایوس نہ ہونا چاہیے کیوں کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کا معاف کرنے والا رحیم بھی ہے۔ وہ ارحم الراحمین ہے۔ شرط یہ ہے کہ گناہ گار اُس سے معافی طلب کریں اور اپنے گناہوں پر خلوصِ دل سے نادم ہوں اور اُس کی اطاعت قبول کریں۔

سورہ ۳۹

۱۔ اس کتاب کا نزول اللہ زبردست اور دانا کی طرف سے ہے۔

۲۔ (اے نبیؐ) یہ کتاب ہم نے تمھاری طرف برحق نازل کی ہے، لہٰذا تم اللہ ہی کی بندگی کرو دین کو اُسی کے لیے خالص کرتے ہوئے۔

۴۔ اگر اللہ کسی کو بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا برگزیدہ کر لیتا، پاک ہے وہ اس سے (کہ کوئی اُس کا بیٹا ہو) وہ اللہ ہے اکیلا اور سب پر غالب۔

۱۶۔ پس (اے نبیؐ) بشارت دے دو میرے ان بندوں کو جو بات کو غور سے سنتے ہیں اور اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی دانشمند ہیں۔

۳۲۔ پھر اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور جب سچائی اس کے سامنے آئی تو اسے جھٹلا دیا کیا ایسے لوگوں کے لیے جہنم میں کوئی ٹھکانا نہیں ہے؟

۳۳۔ اور جو شخص سچائی لے کر آیا اور جنھوں نے اس کو سچ مانا وہی عذاب سے بچنے والے ہیں۔

۳۷۔ اور جسے وہ ہدایت دے اُسے بھٹکانے والا بھی کوئی نہیں۔ کیا اللہ زبردست اور سزا دینے والا نہیں ہے؟

۳۹۔ ان سے صاف کہو کہ "اے میری قوم کے لوگو! تم اپنی جگہ اپنا کام کیے جاؤ، میں اپنا کام کرتا رہوں گا۔

۴۱۔ (اے نبیؐ) ہم نے سب انسانوں کے لیے یہ کتاب برحق تم پر نازل کر دی ہے۔ اب جو سیدھا راستہ اختیار کرے گا اپنے لیے کرے گا اور جو بھٹکے گا اس کے بھٹکنے کا وبال اُسی پر ہوگا، تم اُن کے ذمہ دار نہیں ہو۔

سورہ ۴۰: المؤمن

(تعداد آیات ۸۵)

یہاں پھر ایک بار لوگوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ قرآن حکیم اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہے۔

"یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو زبردست طاقت والا سب کچھ جاننے والا ہے۔" (۴۰ : ۱)

اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور گناہ معاف کرنے والا ہے۔ اس کے ساتھ وہ گناہ گاروں کو سخت سزا دینے والا بھی ہے۔ حضرت نوحؑ کے دشمنوں کو اس نے بہت ہی کڑی سزا دی۔ تمام کافروں کا بھی یہی انجام ہوگا جو اس کی قدرت کا انکار کرتے ہیں۔ جن لوگوں نے کھلی کھلی نشانیوں کے باوجود اللہ کے پیغمبروں کو جھٹلایا وہ کافر تھے اور یقیناً قیامت کے دن اُن سے حساب لیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو نبوت کا اختیار دے کر بھیجا تاکہ وہ لوگوں کی صحیح رہنمائی فرمائیں۔ لیکن فرعون، ہامان اور قارون نے اپنی طاقت، قوت اور دولت کے گھمنڈ میں اُن کی بات نہیں مانی۔ اُن کو خبردار کیا گیا کہ وہ انکار کے خوفناک نتائج سے ڈریں لیکن انھوں نے اس انتباہ کی بھی پرواہ نہیں کی۔ آخرکار اللہ تعالیٰ نے اُن سب کو نیست و نابود کر دیا۔ ایک صاحبِ علم شخص نے فرعون کو نصیحت کی کہ وہ حضرت موسیٰؑ کی دعوت کو قبول کرے۔ لیکن مصر کا بادشاہ اپنی انا میں مگن تھا۔ اس شخص کی نصیحت ماننے کی بجائے اس نے اپنی طاقت کے ناقابلِ شکست ہونے کا اعلان کیا۔ اسی لیے فرعون کو اس کے حامی سرداروں کے ساتھ دریا میں غرق کر دیا گیا۔ حضرت یوسفؑ کو جھٹلانے والے بھی اپنی سزا کو پہنچے فرعون نے ہامان کو حکم دیا کہ وہ اتنا اونچا محل تعمیر کرے جو آسمان تک پہنچ جائے تاکہ اس محل کی چھت سے فرعون "(حضرت) موسیٰؑ کے اللہ" سے بات کر سکے۔ فرعون کی یہ بے جا خواہش اور چال بازی اُسی کی تباہی کا باعث بنی۔

لوگوں کو یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ زمین و آسمان کی تخلیق تو انسان کی تخلیق سے بھی زیادہ حیرت انگیز معجزہ ہے۔ لیکن اپنے تکبر کی وجہ سے انسان سمجھتا ہے کہ وہ بھی کچھ ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس لیے انسان کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنا چاہیے اور اس کی عبادت کرنا چاہیے۔ اور اس کے بھیجے ہوئے انبیا کی اطاعت کرنا چاہیے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار کہا گیا ہے کہ آپ سے پہلے بھی بہت سے نبی بھیجے گئے ہیں۔ اُن میں

سے چند نبیوں کے حالات آپ کو سنائے گئے اور کئی پیغمبروں کے حالات نہیں بتائے گئے۔ لیکن اللہ کے مرضی اور احکام کے بغیر کوئی نبی اللہ کی نشانیاں لے کر نہیں آیا۔ تمام قوموں نے اپنے پیغمبروں کو پہلے پہل جھٹلایا کیوں کہ یہ قومیں اپنے علم و ہنر پر فخر کرتی تھیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہوا تو اُن کو نہ ان کا علم بچا سکا نہ ہنر۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دیکھ کر اُن لوگوں نے توبہ کی اور نادم ہوئے لیکن ایسی توبہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ سخت عقیدت کے بغیر ایمان کا اعلان بے کار ہے۔ اسی طرح مسلسل کفر کے بعد توبہ کرنا بھی بے کار ہے۔

سورہ ۴۰

۱۵۔ وہ بلند درجوں والا، مالک عرش ہے۔ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے رُوح نازل کر دیتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے خبردار کر دے۔

۱۷۔ آج ہر متنفس کو اُس کمائی کا بدلہ دیا جائے گا جو اُس نے کی تھی۔ آج کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ اور اللہ حساب لینے میں بہت تیز ہے۔

۵۶۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ کسی سند و حجت کے بغیر جو اُن کے پاس آئی ہو اللہ کی آیات میں جھگڑ رہے ہیں اُن کے دلوں میں کبر بھرا ہوا ہے، مگر وہ اُس بڑائی کو پہنچنے والے نہیں ہیں جس کا وہ گھمنڈ رکھتے ہیں۔ بس اللہ کی پناہ مانگ لو، وہ سب کچھ دیکھتا اور سُنتا ہے۔

۵۷۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسان کو پیدا کرنے کی بہ نسبت یقیناً زیادہ بڑا کام ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

۵۸۔ اور یہ نہیں ہو سکتا کہ اندھا اور بینا یکساں ہو جائے اور ایماندار و صالح اور بدکار برابر ٹھہریں۔ مگر تم لوگ کم ہی کچھ سمجھتے ہو۔

۷۸۔ اے نبیؐ، تم سے پہلے ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے حالات ہم نے تم کو بتائے ہیں اور بعض کے نہیں بتائے۔ کسی رسول کی بھی یہ

طاقت نہ تھی کہ اللہ کے اذن کے بغیر خود کوئی نشانی لے آتا۔ پھر جب اللہ کا حکم آگیا تو حق کے مطابق فیصلہ کر دیا گیا اور اس وقت غلط کار لوگ خسارے میں پڑ گئے۔

سورہ ۴۱ : حٰم السجدہ

(تعداد آیات ۵۴)

اس سورہ میں قرآن حکیم کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ قرآن حکیم عربی زبان میں نازل فرمایا گیا تاکہ اہل عرب اس کو سمجھ سکیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عرب تھے۔ لیکن بدقسمتی سے لوگوں نے ان احکامات کو ماننے سے انکار کر دیا اور آپ کی نصیحتوں پر عمل کرنے سے محروم رہے۔ ان آیات میں تخلیق کائنات کی نوعیت اور اس کے مقصد کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور لوگوں کو شیطان کے پھیلائے ہوئے جال سے خبردار کیا گیا ہے۔ ایمان لانے والوں کو نجات کی اُمید دلائی گئی ہے۔ اور ماضی میں کافروں کے عبرتناک انجام کے واقعات بیان کیے گئے ہیں اور موجودہ نسل پر واضح کیا گیا ہے کہ بدی کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی اور انجام کار تمام دشواریوں کے باوجود نیکی ہی کامیاب و کامران ہوتی ہے۔ اہل ایمان کو آگاہ کیا گیا ہے کہ:

> "اور اے نبی نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں، تم بدی کو اس نیکی سے رفع کرو جو بہترین ہو۔ تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جو آج عداوت کرتا ہے وہ جگری دوست بن جائے گا۔" (۴۱ : ۳۴)

ایمان لانے والوں میں جو لوگ صبر سے کام لیتے ہیں اور خود پر قابو رکھتے ہیں وہ "بڑے نصیب والے ہیں۔" اور برے اعمال پر اکسانے والوں سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ مانگنا چاہیے۔ اور اُن لوگوں سے بھی پناہ مانگنی چاہیے جو افتراق پیدا کرتے ہیں۔

سورہ ۴۱

۱-۳۔ حٓ مٓ۔ یہ خدائے رحمان و رحیم کی طرف سے نازل کردہ چیز ہے، ایک ایسی کتاب جس کی آیات خوب کھول کر بیان کی گئی ہیں، عربی زبان کا قرآن اُن لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں۔

۴۔ بشارت دینے والا اور ڈرا دینے والا۔ مگر ان لوگوں میں سے اکثر نے اُس سے رُوگردانی کی اور وہ سُن کر نہیں دیتے۔

۶۔ اے نبیؐ! ان سے کہو، میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا، مجھے وحی کے ذریعہ سے بتایا جاتا ہے کہ تمہارا خدا تو بس ایک ہی خدا ہے، لہٰذا تم سیدھے اُسی کا رُخ اختیار کرو اور اُس سے معافی چاہو۔ تباہی ہے اُن مشرکوں کے لیے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں۔

۸۔ رہے وہ لوگ جنھوں نے مان لیا اور نیک اعمال کیے، اُن کے لیے یقیناً ایسا اجر ہے جس کا سلسلہ کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے۔

۳۴۔ اور اے نبیؐ! نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں۔ تم بدی کو اُس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔ تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے۔

۳۵۔ یہ صفت نصیب نہیں ہوتی مگر اُن لوگوں کو جو صبر کرتے ہیں، اور یہ مقام حاصل نہیں ہوتا مگر اُن لوگوں کو جو بڑے نصیبے والے ہیں۔

۴۳۔ اے نبیؐ! تم کو جو کچھ کہا جا رہا ہے اس میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو تم سے پہلے گزرے ہوئے رسولوں کو نہ کہی جا چکی ہو۔ بے شک تمہارا رب بڑا درگزر کرنے والا ہے، اور اس کے ساتھ بڑی دردناک سزا دینے والا بھی ہے۔

۴۴۔ اگر ہم اس کو عجمی قرآن بنا کر بھیجتے تو یہ لوگ کہتے "کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا ہی عجیب بات ہے کہ کلام عجمی ہے اور مخاطب عربی۔"

۴۹۔ جو کوئی نیک عمل کرے گا اپنے ہی لیے اچھا کرے گا، جو بدی کرے گا اس کا وبال اُسی پر ہوگا اور تیرا رب اپنے بندوں کے حق میں ظالم نہیں ہے۔
۵۱۔ انسان کو جب ہم نعمت دیتے ہیں تو وہ منہ پھیر لیتا ہے اور اکڑ جاتا ہے۔ اور جب اُسے کوئی آفت چھو جاتی ہے تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔

سورہ ۴۲: الشوریٰ

(تعداد آیات ۵۳)

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلاتا ہے کہ اس نے آپ پر بھی اُسی طرح اپنی وحی نازل فرمائی ہے جس طرح آپ سے پہلے گزرے ہوئے رسولوں پر نازل فرمائی تھی۔ یعنی تمام پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک ہی دین کی تبلیغ کی۔ اللہ تعالیٰ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے "اُس نے تمھارے لیے دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے جس کا حکم اُس نے نوحؑ کو دیا تھا اور جسے (اے محمدؐ) اب تمھاری طرف ہم نے وحی کے ذریعے بھیجا ہے۔ اور جس کی ہدایت ہم ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دے چکے ہیں۔ اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اُس میں متفرق نہ ہو جاؤ۔ یہی بات ان مشرکین کو سخت ناگوار ہوئی ہے جس کی طرف (اے محمدؐ) تم انھیں دعوت دے رہے ہو۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنا کر لیتا ہے اور وہ اپنی طرف آنے کا راستہ اُسی کو دکھاتا ہے جو اُس کی طرف رجوع کرے!" (۴۲ : ۱۳)

لیکن لوگ اپنی خود غرضی اور حسد کی وجہ سے مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اُن کے اختلافات مٹا کر انھیں متحد کر دیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کو آزادی دے دی کہ وہ خود اپنے راستے کا انتخاب کرلیں۔ حضور اکرم کے مخالفین آپ کی بلند کرداری کو اور آپ کے دین کی حقانیت کو مشکوک بنانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرماتا ہے کہ آپ اپنے دین پر قائم رہیں اور ان لوگوں کے بے جا الزامات

کی پرواہ نہ کریں۔ اور ان کو صاف فرمادیں۔

"اللہ نے جو کتاب بھی نازل کی ہے میں اُس پر ایمان لایا۔ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا رب بھی ہے اور تمھارا رب بھی۔ اور تمھارے اعمال تمھارے لیے۔ ہمارے اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ایک روز ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے"۔ (۴۲ : ۱۵)

لوگوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ جو کچھ بھی آفت اُن پر آتی ہے وہ ان ہی کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا چاہیے۔ اپنے معاملات میں ایمان داری اور دیانت سے کام لینا چاہیے۔ گناہوں اور شرمناک اعمال سے باز آنا چاہیے۔ اُن کو پابندی سے عبادت کرنا چاہیے اور اپنے معاملات آپس صلاح و مشورے سے طے کرنا چاہیے۔ ہدایت کی گئی ہے کہ دشمنوں پر حملے میں پہل نہ کریں۔ لیکن اُن پر اگر زیادتی ہو تو اُس کا مقابلہ کریں۔ اپنا دفاع کریں تو اُن پر کوئی الزام نہیں آئے گا۔ لیکن وہ لوگ جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں۔ سچائی اور انصاف کے خلاف عمل کرتے ہیں اور زمین میں ناحق زیادتیاں کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کے لئے روزِ قیامت دردناک عذاب ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کی نگرانی کے لیے مقرر نہیں کیا گیا ہے بلکہ آپ کا کام صرف اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا اور اس پیغام کی تبلیغ کرنا ہے۔

سورہ ۴۲

۵۔ قریب ہے کہ آسمان اوپر سے پھٹ پڑیں۔ فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور زمین والوں کے حق میں درگزر کی درخواستیں کیے جاتے ہیں۔ آگاہ رہو، حقیقت میں اللہ غفور و رحیم ہی ہے۔

۶۔ جن لوگوں نے اُس کو چھوڑ کر اپنے کچھ دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں، اللہ ہی اُن پر نگراں ہے، تم ان کے حوالہ دار نہیں ہو۔

۸۔ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی اُمّت بنا دیتا، مگر وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے، اور ظالموں کا نہ کوئی ولی ہے نہ مددگار۔

۱۲۔ آسمان اور زمین کے خزانوں کی کُنجیاں اُسی کے پاس ہیں، جسے چاہتا ہے کھلا رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تُلا دیتا ہے، اُسے ہر چیز کا علم ہے۔

۱۵۔ اے محمدؐ اب تم اُسی دین کی طرف دعوت دو، اور جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے اُسی پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جاؤ، اور ان لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کرو، اور ان سے کہہ دو کہ: "اللہ نے جو کتاب بھی نازل کی ہے میں اُس پر ایمان لایا۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ ہمارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں۔ اللہ ایک روز ہم سب کو جمع کرے گا اور اُسی کی طرف سب کو جانا ہے۔

۳۰۔ تم لوگوں پر جو مصیبت بھی آئی ہے، تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آئی ہے، اور بہت سے قصوروں سے وہ ویسے ہی درگزر کر جاتا ہے۔

۳۱۔ تم زمین میں اپنے خدا کو عاجز کر دینے والے نہیں ہو، اور اللہ کے مقابلے میں تم کوئی حامی و ناصر نہیں رکھتے۔

۳۶۔ جو کچھ بھی تم لوگوں کو دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی چند روزہ زندگی کا سروسامان ہے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ بہتر ہے اور پائیدار بھی۔ وہ اُن لوگوں کے لیے ہے جو ایمان لائے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

۳۸۔ جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں، ہم نے جو کچھ بھی رزق انہیں دیا ہے اُس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

۴۰۔ بُرائی کا بدلہ ویسی ہی بُرائی ہے، پھر جو کوئی معاف کر دے اور اصلاح کرے اُس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے، اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

۴۱۔ اور جو لوگ ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیں اُن کو ملامت نہیں کی جا سکتی۔

۴۲۔ ملامت کے مستحق تو وہ ہیں جو دوسروں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق

زیادتیاں کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دردناک عذاب ہے۔
۴۳۔ البتہ جو شخص صبر سے کام لے اور درگزر کرے، تو یہ بڑی اُولوالعزمی کے کاموں میں سے ہے۔

سورہ ۴۳ : الزخرف (سونے کے زیورات)

(تعداد آیات : ۸۹)

اس سورہ میں ایک بار پھر واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو لوگوں کی ہدایت کے لیے اور انھیں راہِ مستقیم بتلانے کے لیے نازل فرمایا۔ جو لوگ اپنی نادانی سے اس کی حکیمانہ تعلیم سے فیض نہ اٹھائیں تو یہ ان کی بدبختی ہے۔ کافرانِ مکہ کو اپنے حسب نسب اور جاہ و حشمت پر بہت ناز تھا اسی لیے وہ اپنے بتوں کی پرستش سے باز آنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ اُن کو یاد دلایا گیا ہے کہ فرعون طاقت و ثروت میں اُن سے بڑھ کر تھا اور اس نے بھی حضرت موسیٰؑ کے ذریعے بھیجی ہوئی وحی کو جھٹلایا اور حضرت موسیٰؑ کا مذاق اُڑایا۔ اور اس گناہ کی پاداش میں اُس کو اور اس کے سرداروں کو دریا میں غرق کر دیا گیا۔ اسی طرح جب حضرت عیسیٰؑ نے اپنی رسالت کا اعلان کیا تو لوگوں نے انھیں بھی جھٹلایا اور اُن کی نافرمانی کی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے نہیں تھے بلکہ اس کے چہیتے بندے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے "انعام سے نوازا اور بنی اسرائیل کے لیے اپنی قدرت کا نمونہ بنا دیا۔" حضرت عیسیٰؑ نے لوگوں سے کہا کہ "اللہ ہی میرا رب ہے اور تمھارا بھی رب ہے لہٰذا سب لوگ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں اور اس میں کسی دوسرے کو شریک نہ کریں۔ یہی سچا راستہ ہے۔" اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو حق کی دعوت دی لیکن "اکثر لوگوں کو حق ہی ناگوار تھا۔" ایسے لوگوں کو اپنے تجربے میں مگن پڑا رہنے دو۔ روزِ محشر ان لوگوں کو اپنی غلطیوں کا احساس ہو گا جب ان کے گناہوں کا حساب لیا جائے گا اور اُن گناہوں کی پاداش میں انھیں سزا دی جائے گی۔

سورہ ۴۳

۱۔ ح۔م۔ قسم ہے اِس واضح کتاب کی کہ۔

۳۔ ہم نے اِسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم لوگ اِسے سمجھو۔

۴۔ اور در حقیقت یہ اُم الکتاب میں ثبت ہے، ہمارے ہاں بڑی بلند مرتبہ اور حکمت سے لبریز کتاب۔

۵۔ اب کیا ہم تم سے بیزار ہو کر یہ درسِ نصیحت تمھارے ہاں بھیجنا چھوڑ دیں صرف اس لیے کہ تم حد سے گزرے ہوئے ہو؟

۶۔ پہلے گزری ہوئی قوموں میں بھی بارہا ہم نے نبی بھیجے ہیں۔

۷۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی نبی اُن کے ہاں آیا ہو اور انھوں نے اُس کا مذاق نہ اڑایا ہو۔

سورہ ۴۴ : الدخّان (دھواں)

(تعداد آیات : ۵۹)

کافر قریش ابھی اِسی ضد پر اڑے رہتے ہیں کہ قرآن حکیم اللہ کی نازل کردہ کتاب نہیں ہے اور اس کتاب کو اپنے لیے ایک مصیبت سمجھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار کرتے ہیں۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مبارک گھڑی میں سراسر اپنی رحمت سے تمھارے پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر بھیجا اور یہ مقدس کتاب نازل فرمائی تاکہ تم ہدایت پا سکو اور خبردار ہو سکو کہ بُرے اعمال کا نتیجہ دوزخ کا خوفناک عذاب ہے۔ فرعون اور اس کے درباری سرداروں کو اسی لیے دریا میں غرق کر دیا گیا کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول حضرت موسیٰؑ کی دعوت کو رد کر دیا تھا۔ اور یہ واقعہ تمام کافروں کی آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہونا چاہیے۔

• اور پھر آسمان نے اُن پر آنسو بہائے نہ زمین نے۔" (۴۴ : ۲۹)

اور بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے ذلت کے عذاب سے نجات دلاکر اُن کو دوسری قوموں پر غالب کر دیا۔ مگر کافر پھر بھی ان واقعات سے سبق سیکھنے سے انکار کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "ہماری پہلی موت کے بعد دوبارہ اُٹھائے جانے کے ہم قائل نہیں۔ اگر تم سچے ہو۔ اے محمدؐ تو اُٹھا لاؤ ہمارے باپ دادا کو" جو مرچکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں سے کہہ دیجئے کہ قیامت کے دن اُنھیں سچائی کا پتا چلے گا۔ لیکن تب اُن کی مدد کو کوئی نہیں آئے گا۔ اور "زقوم کا درخت گناہ گاروں کی غذا ہوگی۔ تیل کی تلچھٹ جیسا پیٹ میں اس طرح جوش کھائے گا جیسے کھولتا ہوا پانی جوش کھاتا ہے۔ لیکن نیک لوگوں کے لیے دائمی امن اور جنت کی آسائشیں عنایت کی جائیں گی جہاں باغ ہوں گے اور نہریں ہوں گی اور بہترین لباسوں میں ملبوس حوریں اُن کی خدمت پر مامور ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ اُن کو ہر آفت سے بچائے گا۔

سورہ ۴۴

۳۸۔ یہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزیں ہم نے کچھ کھیل کے طور پر نہیں بنا دی ہیں۔

۳۹۔ اُن کو ہم نے برحق پیدا کیا ہے، مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

۴۰۔ ان سب کے اُٹھائے جانے کے لیے طے شدہ وقت فیصلے کا دن ہے۔

۴۱۔ وہ دن جب کوئی عزیز قریب اپنے کسی عزیز قریب کے کچھ بھی کام نہ آئے گا

۴۲۔ اور نہ کہیں سے اُنھیں کوئی مدد پہنچے گی، سوائے اس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم کرے، وہ زبردست اور رحیم ہے۔

سورہ ۴۵ : الجاثیہ

(تعداد آیات : ۳۷)

اہل ایمان کے لیے زمین و آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار نشانیاں موجود

ہیں، لیکن کافر ان کھلی نشانیوں کا مذاق اُڑاتے ہیں ــــ اس کفر کے باعث اُن کو بدترین عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب سے اور حکمرانی کی طاقت سے نوازا اور اُن میں سے ہی اپنے رسول مبعوث فرمائے۔ اور دینی معاملات میں ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کئی نشانیاں بھیجیں۔ لیکن وہ اپنے جذبہ حسد کی وجہ سے افتراق میں پڑ گئے اور آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنے لگے۔ اسی لیے وہ تکبر، بداعمالی اور نا اتفاقی کا شکار ہو گئے اور نتیجتاً اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم ہو گئے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُن معاملات کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محبوب رسول ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو صحیح ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے۔ لہٰذا اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل کریں کیوں کہ یہ احکام اللہ تعالیٰ نے اُن پر وحی کے ذریعے نازل فرمائے ہیں۔ اس لیے مومنوں کو چاہئے کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں اور اپنی خواہشات کے غلام نہ بنیں۔ جو لوگ آپ کے مشن (دینی تحریک) سے انکار کریں گے اور اپنے کفر پر قائم رہیں گے۔ وہ یقیناً سخت عذاب میں مبتلا کر دیئے جائیں گے جو انھیں اس طرح گھیرے گا کہ اُن کے لیے فرار ناممکن ہو جائے گا۔

سورہ ۴۵

۱۳۔ اُس نے زمین اور آسمانوں کی ساری ہی چیزوں کو تمھارے لیے مسخر کر دیا، سب کچھ اپنے پاس سے ــــ اس میں بڑی نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرنے والے ہیں۔

۱۴۔ اے نبیؐ! ایمان لانے والوں سے کہہ دو کہ جو لوگ اللہ کی طرف سے بُرے دن آنے کا کوئی اندیشہ نہیں رکھتے، اُن کی حرکتوں پر درگزر سے کام لیں تاکہ

اللہ خود ایک گروہ کو اس کی کمائی کا بدلہ دے۔

۱۵۔ جو کوئی نیک عمل کرے گا اپنے ہی لیے کرے گا اور جو بُرائی کرے گا وہ آپ ہی اس کا خمیازہ بھگتے گا۔ پھر جانا تو سب کو اپنے رب ہی کی طرف ہے۔

۲۲۔ اللہ نے تو آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اس لیے کیا ہے کہ ہر متنفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے۔ لوگوں پر ظلم ہرگز نہ کیا جائے گا۔

سورہ ۴۶: الاحقاف (ریت کے ٹیلے)

(تعداد آیات: ۳۵)

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق کی تاکہ اس کی مخلوق کو انصاف اور راست بازی سے بہرہ مند ہونے کا موقع ملے۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو رد کر کے دوسرے نام نہاد خداؤں کی پرستش کرتے ہیں وہ اس ہدایت سے محروم ہیں جو کہ قرآن مجید میں نازل فرمائی گئی ہے۔ وہ لوگ چاہے اس کتاب کو ساحری کہیں یا جعل سازی لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم "کوئی نیا یا نرالا فلسفہ" لے کر نہیں بھیجے گئے ہیں۔ بلکہ آپ اسی ابدی پیغام کے مرسل ہیں جو آپ سے پہلے گزرنے والے پیغمبروں پر نازل فرمایا گیا تھا اور اسی عقیدے کی تمام انبیاء نے تبلیغ کی۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ سے فرماتا ہے کہ ان کافروں سے کہہ دیجیے کہ "میں نہیں جانتا کہ کل تمھارے ساتھ کیا ہونا ہے اور میرے ساتھ کیا" کسی کو بھی مستقبل کی باتیں نہیں معلوم۔ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے صرف یہ ذمہ داری سونپی ہے کہ آپ لوگوں کو خبردار کریں۔ یہ وہی دین ہے جو آپ سے پہلے حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ بھیجا گیا تھا۔

"اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب رہنما اور رحمت بن کر آ چکی ہے اور (اب) یہ کتاب اُسی کی تصدیق کے لیے عربی زبان میں آئی ہے تاکہ ظالموں کو متنبہ کرے اور نیک روش اختیار کرنے والوں کو بشارت دے دے۔"

(۴۶: ۱۲)

اہلِ ایمان کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی خدمت کریں اور اُن کی فرماں برداری کریں۔ اور یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ ماں نے حمل کے دوران کتنے دُکھ سہے اور تکلیفیں جھیلیں اور تیس مہینے تک اپنے دُودھ سے اس کی پرورش کی۔ والدین اپنے بچوں کے لیے ہر وقت متفکر رہتے ہیں۔ اسی لیے جب آدمی بڑا ہو جاتا ہے تو وہ بھی دعا کرتا ہے کہ اس کے بچوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے عقل و دانش عطا فرمائے اور اُن کو اپنے خالق کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہر اچھی چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی جاتی ہے۔

"اور جو کوئی اللہ کے داعی کی بات نہ مانے وہ نہ زمین میں اتنا بل بوتا رکھتا ہے کہ اللہ کو زچ کر دے اور نہ اس کے لیے کوئی حامی اور سرپرست ہیں کہ اللہ سے اس کو بچالیں۔ ایسے لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوتے ہیں۔" (۴۶ : ۳۲)

سورہ ۴۶

۷۔ ان لوگوں کو جب ہماری صاف صاف آیات سُنائی جاتی ہیں اور حق ان کے سامنے آجاتا ہے تو یہ کافر لوگ اُس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ تو کُھلا جادو ہے۔

۸۔ کیا اُن کا کہنا یہ ہے کہ رسول نے اسے خود گھڑ لیا ہے؟ ان سے کہو، "اگر میں نے اسے خود گھڑ لیا ہے تو تم مجھے خدا کی پکڑ سے کچھ بھی نہ بچا سکو گے۔ جو باتیں تم بناتے ہو اللہ ان کو خوب جانتا ہے۔ میرے اور تمھارے درمیان وہی گواہی دینے کے لیے کافی ہے۔ اور وہ بڑا درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔

۹۔ (اے محمد) ان سے کہو، "میں کوئی نرالا رسول تو نہیں ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کل تمھارے ساتھ کیا ہونا ہے اور میرے ساتھ کیا۔ میں تو صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے اور میں ایک صاف صاف خبردار کر دینے والے

کے سوا اور کچھ نہیں ہوں۔

۱۲۔ حالانکہ اس سے پہلے موسیٰؑ کی کتاب رہنما اور رحمت بن کر آچکی ہے، اور یہ کتاب اُس کی تصدیق کرنے والی زبان عربی میں آئی ہے تاکہ ظالموں کو متنبہ کردے اور نیک روش اختیار کرنے والوں کو بشارت دے دے۔

۱۹۔ دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کے درجے اُن کے اعمال کے لحاظ سے ہیں تاکہ اللہ اُن کے کیے کا پورا پورا بدلہ اُن کو دے۔ اُن پر ظلم ہرگز نہ کیا جائے گا۔

سورہ ۴۷: محمد

(تعداد آیات: ۳۸)

اس سورہ میں اہل ایمان کو اُن کی ذاتی اور معاشرتی زندگی کے آداب سے متعلق ہدایت کی گئی ہے۔ اگر دشمن اُن پر حملہ کردے تو اُس کا سر قلم کر دینے میں تامل نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن بہتر صورت یہ ہے کہ ممکن ہو تو اُنھیں زندہ گرفتار کیا جائے۔ اور ان پر غالب آجانے کے بعد اُن کو غلام بنائے رکھنے کی بجائے اُنھیں آزاد کر دیا جائے۔ اگر وہ ہتھیار ڈال دیں تو اُنھیں زرِ فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے۔ اگر اللہ چاہتا تو خود دشمنانِ رسول کا خاتمہ کر سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی ہمت اور قوتِ ارادی کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کرتے ہیں اُن کو شہادت کا درجہ بخشا جاتا ہے اور یقیناً وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر حال میں اہل ایمان کا محافظ ہے۔ لیکن کافروں کو بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ زمانۂ ماضی میں کئی شہر ایسے تھے جو موجودہ شہروں سے کہیں زیادہ طاقتور تھے۔ لیکن اپنے کفر کی وجہ سے یہ تمام شہر صفحۂ ہستی سے مٹا دیے گئے

حضرت محمدؐ کو منافقوں کی سازشوں سے باخبر کیا گیا ہے۔ یہ منافق آپ کے سامنے تو عقیدت اور ایمان کا اظہار کرتے ہیں لیکن آپ کے پیچھے اس کے خلاف عمل کرتے ہیں۔

• اللہ نے اُن کے دلوں پر مہر لگا دی ہے کیونکہ وہ ارذل ترین مقاصد

کے لیے کام کرتے ہیں۔ (۱۶ : ۴۷)

اگر منافقین یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کے اعمالِ بد کو بے نقاب نہیں کرے گا تو وہ یقیناً بڑی بھول کا شکار ہو رہے ہیں۔ اُن کو اُن کی غداری اور بدکاری کی سزا یقیناً دی جائے گی۔ وہ اپنی حرکات کو کھیل تماشہ اور وقت گزاری کا مشغلہ سمجھ کر کچھ دن محظوظ ہولیں لیکن جب حساب کا وقت آئے گا تو یہ لوگ بہت پچھتائیں گے۔ اس لیے اہلِ ایمان کو ان لوگوں کی خوش وقتی سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے بلکہ اپنی خواہشات کو قابو میں رکھنا چاہیے۔ اور یقیناً انھیں ان کی نیکیوں اور تقوے کا صلہ مل کر رہے گا۔

سورہ ۴۷

۳۳۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرلو۔

۳۵۔ پس تم بودے نہ بنو اور صلح کی درخواست نہ کرو۔ تم ہی غالب رہنے والے ہو۔ اللہ تمھارے ساتھ ہے اور تمھارے اعمال کو وہ ہرگز ضائع نہ کرے گا۔

۳۶۔ یہ دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور تماشا ہے۔ اگر تم ایمان رکھو اور تقویٰ کی روش پر چلتے رہو تو اللہ تمھارے اجر تم کو دے گا اور وہ تمھارے مال تم سے نہ مانگے گا۔

سورہ ۴۸ : الفتح

(تعدادِ آیات : ۲۹)

یہ سورۃ اس وقت نازل ہوئی تھی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاہدۂ صلح حدیبیہ پر دستخط فرما چکے تھے۔ حدیبیہ مکے سے مغرب میں مدینہ جانے والی شاہراہ پر واقع ہے کفارِ مکہ کے ساتھ کیے گئے صلح کے اس معاہدے میں کئی

ایسی شرائط کو تسلیم کر لیا گیا تھا جو مسلمانوں کے مفاد کے خلاف محسوس ہوتی تھیں۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابی اس معاہدے کی وجہ سے بہت بے چین ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس معاہدے کو مسلمانوں کے لیے "توہین آمیز" قرار دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ مومنین کو یقین دلاتا ہے کہ صلح کا یہ معاہدہ اُن کی شکست نہیں بلکہ فتح ہے۔ اور اُن کی آرزوؤں اور تمناؤں کی تکمیل کا پیش خیمہ ہے۔

"فی الواقع اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا تھا جو ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق تھا۔ انشاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ اپنے سر منڈواؤ گے اور بال ترشواؤ گے اور تمھیں کوئی خوف نہ ہوگا۔ وہ اُس بات کو جانتا تھا جس کو تم نہیں جانتے تھے۔ اس خواب کے پورا ہونے سے پہلے اس نے تمھیں یہ قریبی (تیز رفتار) فتح عطا فرما دی۔" (۴۸ : ۲۷)

اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے کہتا ہے کہ اُس نے ان کے پچھلے گناہ بھی معاف کر دیے تھے اور آیندہ سرزد ہونے والے گناہ بھی۔ (یعنی حج کیے بغیر ہی اُنھیں اس کا ثواب مل گیا اور آیندہ وہ یقیناً بے خوف و خطر حج کر سکیں گے)۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر اپنی رحمتوں کی تکمیل فرما دی ہے اور اُن کو ہدایت کا راستہ بتا دیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے اور اس پر تہمتیں لگانے والے کافروں اور مشرکوں کو یقیناً سزا دی جائے گی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ انھوں نے جن مسلمانوں کو اُن کے گھر بار شہر سے نکال دیا ہے وہ اب کبھی اپنے شہر اور اپنے خاندان میں واپس نہیں آئیں گے۔ لیکن جو ایسا سوچتے ہیں وہ یقیناً بدکردار ہیں اور اُن کو بہت جلد سبق سکھایا جائے گا اور وہ اپنے کیے پر پچھتائیں گے۔ اہل ایمان کو یقین دلایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ہی وہ محفوظ و مامون ہیں۔

"اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت ہیں اور زیادہ طاقتور ہیں" (۴۸ : ۲۹)

سورہ ۴۸

۸۔ اے نبی! ہم نے تم کو شہادت دینے والا بشارت دینے والا اور خبردار کرنے

والا بنا کر بھیجا ہے۔
۹۔ تاکہ اے لوگو، تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اُس کا یعنی رسول کا ساتھ دو، اس کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے رہو۔
۱۰۔ اے نبیؐ، جو لوگ تم سے بیعت کر رہے تھے وہ دراصل اللہ سے بیعت کر رہے تھے۔ اُن کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا۔ اب جو اس عہد کو توڑے گا اس کی عہد شکنی کا وبال اُس کی اپنی ہی ذات پر ہوگا، اور جو اُس عہد کو وفا کرے گا جو اس نے اللہ سے کیا ہے، اللہ عنقریب اس کو بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

سورہ ۴۹: الحجرات

(تعداد آیات: ۱۸)

اس سورہ میں مسلمانوں کو بتایا گیا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے کس طرح کا برتاؤ کریں اور خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کن آداب کو ملحوظ خاطر رکھیں کیوں کہ آپ سرور کونین ہیں۔ آپ کی موجودگی میں ہمیشہ مودب رہیں۔ اور آپ سے پورے احترام اور تعظیم کے ساتھ پیش آئیں۔ آواز اونچی نہ کریں۔ آپ جب تک اپنے حجرے سے برآمد نہ ہوں تب تک انتظار کریں۔ آپ کی بات پوری توجہ اور احترام کے ساتھ سماعت کریں۔ سبھی لوگوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ اگر آپ ہر ایک کی بات سننے لگیں اور ان کی مرضی کے مطابق عمل کرنے لگیں تو یہ ساری انسانیت کے لیے نہ صرف نقصان دہ بات ہوگی بلکہ سب کے لیے بدبختی کی بات بھی ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود فیصلہ کرنے کی آزادی ہونا چاہیے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہترین قوت فیصلہ سے نوازا ہے۔ اہل ایمان کو احسن ترین اعمال پر کاربند رہنا چاہیے۔ انھیں دوسروں سے سنی سنائی ہر بات پر یقین نہیں کر لینا چاہیے بلکہ حقیقت حال کی پوری تحقیق کرنے کے بعد ہی اپنے ردِ عمل کا اظہار کرنا چاہیے۔ جو لوگ اس کے خلاف عمل

کرتے ہیں وہ معصوم اور بے قصور لوگوں کو اذیت پہنچاتے ہیں اور اس طرح گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں جس پر بعد میں انھیں پچھتانا پڑتا ہے۔ اگر مسلمانوں کے دو گروہوں میں کوئی تنازعہ کھڑا ہو جائے تو تیسرے گروہ کو ان میں صلح صفائی کرانی چاہیے۔ لیکن اگر کوئی گروہ دوسرے پر زیادتی کرتا ہے تو اس کے خلاف لڑنا چاہیے اور اس کو مغلوب کرنا چاہیے تاکہ لوگ زیادتی و ظلم کرنے سے باز رہیں۔ کیوں کہ تمام اہل ایمان اخوت کی ڈور میں بندھے ہوتے ہیں اور ایک ہی برادری کے افراد ہیں۔ مسلمانوں کو نہ ایک دوسرے کا مذاق اڑانا چاہیے اور نہ ایک دوسرے کو بدنام کرنا چاہیے اور نہ ہی طنز و تضحیک کا نشانہ بنانا چاہیے۔ ایک دوسرے پر شک نہیں کرنا چاہیے اور دوسروں کی ٹوہ میں بھی نہیں رہنا چاہیے اور غیبت نہیں کرنی چاہیے۔ یہ تمام گناہ ہیں اور ان سے بچنا چاہیے۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ جتاتے ہیں کہ انھوں نے اسلام قبول کر کے آپ پر احسان کیا ہے تو ایسے لوگ سخت غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو صحیح راہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرما کر ان پر احسانِ عظیم کیا ہے۔

سورہ ۴۹

۶۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر کوئی فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔

۹۔ اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو۔ اور انصاف

کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

۱۰۔ مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں، لہٰذا اپنے بھائیوں کے درمیان تعلقات کو درست کرو اور اللہ سے ڈرو امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا۔

۱۱۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے۔ جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہ ظالم ہیں۔

۱۲۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس نہ کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمھارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو، تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو، اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔

۱۳۔ لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمھاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمھارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

۱۷۔ یہ لوگ تم پر احسان جتاتے ہیں کہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ان سے کہو اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو، بلکہ اللہ تم پر اپنا احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کی ہدایت دی اگر تم واقعی اپنے دعوائے ایمان میں سچے ہو۔

سورہ ۵۰ : قٓ

(تعداد آیات ۴۵)

اس سورہ میں ایک بار پھر حیات بعد الممات کے موضوع پر بحث کی گئی ہے۔ قرآن مجید میں اس موضوع کو بار بار پُرزور انداز میں دہرایا گیا ہے۔ دراصل یہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کا آغاز کیا تو کفارِ مکہ کو اس بات پر سخت حیرت ہوتی تھی کہ مرنے کے بعد تمام انسان دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور اُن کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ اسی لیے وہ لوگ اس عقیدے کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے تھے اور استہزائیہ انداز میں پوچھتے تھے کہ :

"کیا جب ہم مرجائیں گے اور خاک ہوجائیں گے (تو دوبارہ اٹھائے جائیں گے)؟ یہ واپسی تو عقل سے بعید ہے (اس لیے ہم اس کو تسلیم نہیں کرسکتے)"

(۵۰ : ۳)

حالانکہ اگر وہ آسمانوں کو دیکھیں اور زمین کی پراسرار چیزوں پر نظر ڈالیں تو وہ خود ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے قائل ہوجائیں گے۔ وہ انسان کی پیدائش پر ہی غور کرلیں جس کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ بہتر کوئی اور نہیں جانتا کیوں کر وہ انسان کی رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ فرشتے انسان کے ہر عمل کا اندراج ایک کتاب میں کر رہے ہیں۔ ان فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اعمال کی نگرانی پر مقرر فرمایا ہے۔ قیامت کے روز جب کتاب الاعمال کھولی جائے گی تو لوگوں کو پتہ چلے گا کہ اُن کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔

پس کفار اپنے خالق کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ ان کی فلاح اور بھلائی کے لیے ہی اللہ تعالیٰ اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے۔

"اے نبی! جو باتیں یہ لوگ بنا رہے ہیں ہم خوب جانتے ہیں تمھارا کام ان سے جبراً بات منوانا نہیں ہے۔ بس تم اس قرآن کے ذریعے سے

ہر اس شخص کو نصیحت کر دو، جو میری تنبیہ سے ڈرے۔" (۵۰ : ۴۵)

سورہ ۵۰

۱۶۔ "ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں اُبھرنے والے وسوسوں تک کو ہم جانتے ہیں۔ ہم اس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ اُس سے قریب ہیں۔"
۱۷۔ اور ہمارے اس براہِ راست علم کے علاوہ دو کاتب اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ہر چیز ثبت کر رہے ہیں۔
۱۸۔ کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگراں موجود نہ ہو۔
۱۹۔ پھر دیکھو، وہ موت کی جان کنی حق لے کر آپہنچی، یہ وہی چیز ہے جس سے بھاگتا تھا۔
۲۰۔ اور پھر صور پھونکا گیا، یہ ہے وہ دن جس کا تجھے خوف دلایا جاتا تھا۔
۲۱۔ ہر شخص اس حال میں آگیا کہ اس کے ساتھ ایک ہانک کر لانے والا ہے اور ایک گواہی دینے والا۔
۲۲۔ اس چیز کی طرف سے تو غفلت میں تھا، ہم نے وہ پردہ ہٹا دیا جو تیرے آگے پڑا ہوا تھا اور آج تیری نگاہ خوب تیز ہے۔
۲۳۔ اس کے ساتھی نے عرض کیا یہ جو میری سپردگی میں تھا حاضر ہے۔
۲۷۔ اس کے ساتھی نے عرض کیا "خداوندا، میں نے اس کو سرکش نہیں بنایا بلکہ یہ خود ہی پرلے درجے کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا۔"
۲۸۔ جواب میں ارشاد ہوا "میرے حضور جھگڑا نہ کرو، میں تم کو پہلے ہی انجام بد سے خبردار کر چکا تھا۔"
۲۹۔ میرے ہاں بات پلٹی نہیں جاتی اور میں اپنے بندوں پر ظلم توڑنے والا نہیں ہوں۔
۳۸۔ "ہم نے زمین اور آسمانوں کو اور اُن کے درمیان کی ساری چیزوں کو چھ دِنوں

میں پیدا کر دیا اور ہمیں کوئی تکان لاحق نہ ہوئی۔"

۴۵۔ "اے نبیؐ، جو باتیں یہ لوگ بنا رہے ہیں انھیں ہم خوب جانتے ہیں اور تمھارا کام ان سے جبراً بات منوانا نہیں ہے۔ بس تم اس قرآن کے ذریعہ سے ہر اس شخص کو نصیحت کر دو جو میری تنبیہ سے ڈرے۔"

سورہ ۵۱: الذاریات (گرد اڑانے والی ہوائیں)

(تعداد آیات ۶۰)

اس سورہ میں بتلا دیا گیا ہے کہ کس طرح پہلے گزرے ہوئے انبیا نے پیغامِ حق کو لوگوں تک پہنچایا اور کس طرح انھوں نے مصیبتوں اور توہین آمیز رویوں کا مقابلہ کیا کیونکہ اُن کے خلاف ریشہ دوانیاں کرنے والے کفار دین کی تبلیغ کو روکنے میں ناکام رہے۔ اور کس طرح تمام دشواریوں کے باوجود دینِ حق ہی کامیاب و کامران ہوا۔

کفار روزِ آخرت پر شک و شبہ کرتے ہیں۔ لیکن یہ دن ضرور آئے گا اور اس دن کفار کو اپنے خالق کے سامنے اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ ان کو اپنے کفر کی سزا ضرور ملے گی۔ دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلے اُن کا آخری ٹھکانا ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے لوگوں کا ٹھکانا جنت کے باغات ہوں گے جہاں نہریں بہ رہی ہوں گی۔ حتیٰ کہ فقیروں اور حقیر ترین لوگوں کو بھی اُن کے نیک اعمال کی وجہ سے اسی انعام سے نوازا جائے گا۔

ایک دن حضرت ابراہیمؑ کے پاس کچھ مہمان آئے جو درحقیقت اللہ کے فرشتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اُن کی ضیافت کے لیے گوشت پکوایا۔ فرشتوں نے کھانے سے تو انکار کیا لیکن حضرت ابراہیمؑ کو یہ خوشخبری سنائی کہ ان کی عمر رسیدہ اور بانجھ بیوی کو ایک لڑکا ہوگا۔ حضرت ابراہیمؑ یہ سن کر حیران بھی ہوئے اور خوش بھی۔ جب حضرت ابراہیمؑ نے فرشتوں کے نزول کی وجہ دریافت فرمائی تو فرشتوں نے جواب دیا کہ وہ حضرت لوطؑ کی گناہ گار قوم کی تباہی کے لیے

بھیجے گئے ہیں کیوں کر وہ منکر ہیں۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ جب روشنی اور علم کی دولت لے کر فرعون کے دربار میں پہنچے تو اس نے اور اس کے سرداروں نے آپ کو "ایک ساحر" اور "آسیب زدہ" شخص قرار دے کر آپ کی تعلیمات کو رد کر دیا۔ اُن کے مسلسل انکار نے خدا کے قہر کو دعوت دی اور وہ سب دریا میں غرق کر دیئے گئے۔ یہی انجام قوم عاد کا ہوا کہ جب انھوں نے خدا کی قدرت کا انکار کیا تو ان پر ایسی خوفناک ہوائیں بھیج دی گئیں کہ ہر چیز بوسیدہ ہو کر رہ گئی۔ قوم ثمود کو بھی اُن کے کفر کے باعث ایک دھماکے اور کڑاکے نے تباہ کر دیا۔ بہر حال حضرت نوحؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک تمام پیغمبروں کے ذریعے بھیجے گئے اللہ تعالیٰ کے ابدی پیغام کو رد کرنے والی تمام قومیں اسی طرح عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئیں۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے انبیا تھے جن کی "جادوگر" اور "مجنوں" کہہ کر مذمت کی گئی اور اب حضرت محمدؐ ان تمام میں آخری رسول ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر ہیں۔ اس لیے آپ کو بھی لوگوں کی تہمتوں اور ملامت سے بددل نہیں ہونا چاہیے۔ گذشتہ منکرین انبیا کی طرح ان کافروں کا انجام بھی بہت عبرت ناک ہوگا۔

سورہ ۵۱

۱۔ قسم ہے اُن ہواؤں کی جو گرد اُڑانے والی ہیں،

۲۔ پھر پانی سے لدے ہوئے بادل اُٹھانے والی ہیں،

۳۔ پھر سبک رفتاری کے ساتھ چلنے والی ہیں

۴۔ پھر ایک بڑے کام (بارش) کی تقسیم کرنے والی ہیں

۵،۶۔ حق یہ ہے کہ جس چیز کا تمھیں خوف دلایا جا رہا ہے وہ سچی ہے اور جزائے اعمال ضرور پیش آنی ہے۔

۷۔ قسم ہے متفرق شکلوں والے آسمان کی،

۸۔ (آخرت کے بارے میں) تمھاری بات ایک دوسرے سے مختلف ہے۔

۹۔ اُس سے وہی برگشتہ ہوتا ہے جو حق سے پھرا ہوا ہے۔

۱۰۔ مارے گئے قیاس وگمان سے حکم لگانے والے
۱۱۔ جو جہالت میں غرق اور غفلت میں مدہوش ہیں۔
۱۲۔ یہ پوچھتے ہیں آخروہ روز جزا کب آئے گا؟
۱۳۔ وہ اُس روز آئے گا جب یہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے۔
۱۵۔ البتہ متقی لوگ اُس روز باغوں اور چشموں میں ہوں گے
۱۶۔ جو کچھ اُن کا رب اُنھیں دے گا اُسے خوشی خوشی لے رہے ہوں گے۔

سورہ ۵۲: الطّور

(تعداد آیات ۴۹)

قرآن حکیم میں فرمایا ہے کہ کفار یقیناً اپنے گناہوں کی سزا پائیں گے اور کوئی متنفس اُن کو اس انجام سے بچا نہیں سکتا۔ جب حشر کا دن آ جائے گا تو:

"آسمان بری طرح ڈگمگائے گا اور پہاڑ اُڑے اُڑے پھریں گے۔ تباہی ہے اُس روز اُن جھٹلانے والوں کے لیے جو آج کھیل کے طور پر اپنی حجت بازیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ جس دن انھیں دھکے مار مار کر جہنم کی آگ کی طرف لے جایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہی آگ ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔"

(۵۲: ۹تا۱۴)

اور اہل ایمان اور نیک لوگوں کو شاداب باغوں میں رکھا جائے گا جہاں وہ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ وہاں اُن کو ہر قسم کی آسایش اور انبساط کا سامان مہیا کیا جائے گا جن میں حسین ترین حوریں بھی شامل ہوں گی اور غلمان بھی۔ اللہ تعالیٰ انھیں اپنی بہترین نعمتوں سے نوازے گا اور خالق مطلق انھیں ہر مصیبت سے بچائے گا۔ لیکن کافروں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ نہ اُن کی مکاری کچھ ان کے کام آئے گی اور نہ ہی کوئی اُن کا مددگار ہو گا۔ اس دن وہ جو کچھ دیکھیں گے اس قدر مجبور رہ جائیں گے کہ اُن کی زبان سے ایک لفظ بھی ادا نہ ہو پائے گا۔

سورہ ۵۲

۹۔ وہ اس روز واقع ہوگا جب آسمان بُری طرح ڈگمگانے لگا
۱۰۔ اور پہاڑ اُڑے اُڑے پھریں گے۔
۱۱۔ تباہی ہے اُس روز اُن جھٹلانے والوں کے لیے
۱۲۔ جو آج کھیل کے طور پر اپنی حجت بازیوں میں لگے ہوئے ہیں۔
۱۳۔ جس دن انہیں دھکے مار مار کر نارِ جہنم کی طرف لے چلا جائے گا۔
۱۷،۱۸۔ متقی لوگ وہاں باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے، لُطف لے رہے ہوں گے اُن چیزوں سے جو اُن کا رب اُنھیں دے گا۔ اور اُن کا رب انھیں دوزخ کے عذاب سے بچالے گا۔

سورہ ۵۳ : النّجم

(تعداد آیات ۶۲)

اس سورہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بار پھر یقین دلایا گیا ہے کہ آپ ذاتی طرف سے کوئی قیاس وگمان کی باتیں سناتے ہیں اور نہ ہی آپ سے کوئی غلطی سرزد ہوتی ہے بلکہ آپ تو صرف اللہ تعالیٰ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں اور قرآنی آیات یقیناً اللہ کی طرف سے آپ پر وحی کی صورت میں نازل ہوتی ہیں۔
لات، عزیٰ اور منات کفار مکہ کی تین دیویاں تھیں جن کو وہ خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے اور ان کی پرستش کرتے تھے۔ اور جب ان تین دیویوں کا ذکر قرآن مجید میں کیا گیا تو "شیطانی آیات" کی من گھڑت کہانی مشہور کر دی گئی۔ اس جھوٹی تہمت پر ہم اس کتاب کے پہلے حصے میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔ کفار مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ الزام عائد کیا تھا کہ آپ نے پہلے تو شیطان کے بہکاوے میں آکر ان تین دیویوں کی تعریف وتوصیف کی تھی لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ "شیطانی آیات" کو حب ذیل آیات سے

بدل دیا گیا۔

"اے محمدؐ! ان سے کہہ دو کہ دراصل یہ دیویاں کچھ نہیں ہیں مگر بس چند نام ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے اپنے قیاس و گمان سے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نازل نہیں کی۔ اس لیے یہ دیویاں تمھاری شفاعت کا ذریعہ نہیں ہو سکتیں۔" (۵۳ : ۲۳)

اس کتاب کے پہلے حصے میں ان حالات کا تاریخی شواہد کی روشنی میں تجزیہ کیا جا چکا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کفارِ مکہ کے ذریعہ لگائے گئے الزامات کے کھوکھلے پن کو ثابت کیا جا چکا ہے لیکن ان بے بنیاد "شیطانی آیات" کی وجہ سے یہ سورہ مستشرقین کی نظر میں کافی اہمیت اختیار کر گئی ہے۔

اگرچہ انبیاء کرام کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ہدایات نازل ہو چکی ہیں۔ لیکن کافر اپنے قیاسی بتوں کی پرستش میں لگے ہوئے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حقیقت ان کی خواہشات کے تابع ہو جائے گی۔ لیکن حق کسی کی خواہش کا تابع نہیں ہوتا۔ یہ لوگ صرف دنیاوی زندگی کی آسائشوں میں مصروف ہیں۔ اور اسی کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ وہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ابراہیمؑ پر نازل کیے گئے صحیفوں کی ہدایات پر عمل نہیں کرتے۔ اور نہ ہی زندگی اور موت کی حقیقت کو سمجھتے ہیں نہ ہی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ انجام کار انسان کو اپنے خالق کی طرف ہی پلٹ کر جانا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام نشانیوں کو دیکھتے ہیں پھر بھی اپنے کفر پر جمے رہتے ہیں۔ کافروں کو قوم عاد اور قوم ثمود کے انجام بد سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اور فرعون اور اس کی فوج کے تباہ کن انجام سے بھی۔ انھیں یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ اور ان کے پیروؤں کو سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچا لیا تھا۔ لیکن کافر ماضی کے واقعات سے سبق سیکھنے سے محروم ہیں۔ اس لیے اہل ایمان کو ہوشیار رہنا چاہیے اور خود کو اللہ کی عبادت اور فرمانبرداری میں مصروف رکھنا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہر خدمت و قربانی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اور یہ جان لینا چاہیے کہ وہ صحیح راستے پر گامزن ہیں۔ اور روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے گا۔

سورہ ۵۳

۱۹۔ اب ذرا بتاؤ تم نے کبھی اِس لات اور اِس عزّیٰ،
۲۰۔ اور تیسری ایک دیوی منات کی حقیقت پر کچھ غور بھی کیا ہے؟
۲۱۔ کیا بیٹے تمھارے لیے ہیں اور بیٹیاں خدا کے لیے؟
۲۲۔ یہ تو پھر بڑی دھاندلی کی تقسیم ہوئی!
۲۳۔ دراصل یہ کچھ نہیں ہیں مگر بس چند نام جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نازل نہیں کی۔ حقیقت یہ ہے کہ لوگ محض وہم وگمان کی پیروی کر رہے ہیں اور خواہشاتِ نفس کے مرید بنے ہوئے ہیں، حالانکہ اُن کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔
۲۵۔ دنیا اور آخرت کا مالک تو اللہ ہی ہے۔ انھیں انعامات سے نوازے گا۔

(۱۹) کیا تم نے کبھی اِس لات اور عزّیٰ پر کچھ غور کیا ہے؟
(۲۰) اور اس تیسری دیوی منات کی حقیقت پر؟
(۲۱) کیا بیٹے تمھارے لیے ہیں اور بیٹیاں خدا کے لیے؟
(۲۲) یہ تو بڑی غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ (اور تمھارے ذہن کی دھاندلی کی غمّاز ہے)
(۲۳) (اور کہہ دو اے محمدؐ کہ) دراصل یہ دیویاں کچھ نہیں صرف چند نام ہیں جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے ایجاد کر لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے لیے کوئی سند نازل نہیں کی۔ تم لوگ (ان دیویوں کی شفاعت کی توقع) محض وہم گمان کی بنا پر کر رہے ہو۔ اور خواہشاتِ نفس کے مرید بنے ہوئے ہو۔ حالانکہ اُن کے رب کی طرف سے اُن کے پاس ہدایت آچکی ہے۔
(۲۵) دنیا اور آخرت کا مالک تو اللہ ہی ہے۔
(۲۷) مگر جو لوگ آخرت کو نہیں مانتے وہ فرشتوں کو دیویوں کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔
(۲۸) حالانکہ اس معاملہ کا کوئی علم انھیں حاصل نہیں ہے۔ وہ محض گمان کے

پیروی کر رہے ہیں۔ اور گمان ہرگز حق کا نعم البدل نہیں ہو سکتا۔

(۲۹) پس اے نبی، جو شخص ہمارے ذکر سے منہ پھیرتا ہے اور دنیا کی زندگی کے علاوہ جسے کچھ مطلوب نہیں ہے۔ اُسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔

سورہ ۵۴: القمر

(تعداد آیات ۵۵)

اس سورہ میں معجزہ شق القمر کا ذکر کیا گیا ہے جس پر مسلمانوں کا مکمل عقیدہ ہے۔ لیکن کفار مکہ نے اسے جادو کا کرشمہ قرار دیا اور اپنے کفر پر جمے رہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے فرماتا ہے کہ وہ کفار کی باتوں پر دھیان نہ دیں۔ اب یہ لوگ اُسی وقت حق بات تسلیم کریں گے جب قیامت فی الواقع برپا ہو گی اور ان کو قبروں سے نکال کر اور محشر کے حضور میں پیش کیا جائے گا۔ تب ان کے سر ندامت سے جھکے رہیں گے۔

اس کے بعد اُن کے سامنے قوم نوح، عاد، ثمود، قوم لوط اور آل فرعون کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسولوں کی تنبیہات کو جھٹلا کر یہ قومیں کس دردناک عذاب میں مبتلا ہوئیں۔ اور جو لوگ قرآن حکیم میں نازل کی ہوئی ہدایات کا انکار کریں گے اُن کو بھی ایسے ہی دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ پلک جھپکتے ہی اللہ تعالیٰ کا قہر اُنھیں گھیرے گا اور وہ اپنے انجام بد کو پہنچیں گے۔

سورہ ۵۴

۱۷۔ ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان ذریعہ بنا دیا ہے پھر کیا ہے کوئی

نصیحت قبول کرنے والا؟

۴۷۔ یہ مجرم لوگ درحقیقت غلط فہمی میں مبتلا ہیں اور ان کی عقل ماری گئی ہے۔

۴۹۔ ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے۔

۵۰۔ اور ہمارا حکم بس ایک ہی حکم ہوتا ہے اور پلک جھپکاتے وہ عمل میں آجاتا ہے۔

سورہ ۵۵ : الرحمٰن

(تعداد آیات ۷۸)

یہ سورہ اُن سورتوں میں سے ایک ہے جن کی مسلمان بکثرت تلاوت کرتے ہیں۔ اس میں اللہ کی اُن نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو پروردگار عالم نے اپنی مخلوق کو عطا فرمائی ہیں۔ ہر آیت کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے دریافت فرماتا ہے کہ "اے جن و انس، تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے"۔ ان آیات کی غنائیت اور تسلسل پڑھنے والوں اور سننے والوں دونوں ہی کو ایک روحانی رفعت کے احساس سے سرشار کر دیتی ہیں۔ سورج، چاند اور ستاروں کا ذکر جس زورِ خطابت اور حسنِ بیان کے ساتھ کیا گیا ہے وہ بڑا ہی مسحور کن ہے۔ اسی طرح مختلف اقسام کے نباتات لذیذ پھلوں اور لطیف خوشبو والی جڑی بوٹیوں کا بیان بھی بہت ہی متاثر کن انداز میں کیا گیا ہے۔ پھر جاندار مخلوق کی تخلیق کی یاددہانی کی گئی ہے۔

"انسان کو اس نے کھولتے ہوئے گارے سے بنایا اور نار ایک خاص قسم کی آگ سے جنوں کو پیدا کیا۔ (۱۴ تا ۱۵ : ۵۵)

ان تمام نعمتوں کے ذکر سے مخلوقات پر صرف عنایات کا بیان ہی مقصود نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت و طاقت کا قائل کرنا بھی مطلوب ہے۔

اللہ تعالیٰ دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک ہے۔ زمین پر جو چیز بھی موجود ہے وہ فنا ہونے والی ہے۔ صرف رب العالمین کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔

"زمین و آسمان پر موجود ہر چیز فنا ہونے والی ہے تنہا تمہارا رب ہی اپنی تمام قدرت، عظمت اور شان و شوکت کے ساتھ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔"

(۵۵ : ۲۷)

قیامت کے دن گناہ گاروں کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر دوزخ کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ اور متقی و پرہیز گار لوگوں کا انعام "لعل و جواہر جیسا خوشنما" اور "ہرے بھرے درختوں" جیسا خوبصورت ہوگا۔ ان کی خدمت کے لیے شرمیلی نگاہوں والی حوریں ہوں گی جن کو ان اہل جنت سے پہلے کسی نے نہ چھوا ہوگا۔ اور یہ جنتی سبز قالینوں اور نفیس ترین فرشوں پر تکیے لگا کر بیٹھے ہوں گے۔ ایسی ہوں گی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں رب العالمین نیکی کا بدلہ نیکی سے عطا کرتا ہے۔ پھر اُس کی نعمتوں کا اور اُس کی قدرت کا کون انکار کرسکتا ہے۔

سورہ ۵۵

۱-۲۔ نہایت مہربان (خدا) نے اِس قرآن کی تعلیم دی ہے۔
۳۔ اُسی نے انسان کو پیدا کیا۔
۴۔ اور اُسے بولنا سکھایا۔
۵۔ سورج اور چاند ایک حساب کے پابند ہیں۔
۶۔ اور تارے اور درخت سب سجدہ ریز ہیں۔
۷۔ آسمان کو اُس نے بلند کیا اور میزان قائم کر دی۔
۸۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم میزان میں خلل نہ ڈالو۔
۹۔ انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو۔
۱۳۔ تم اپنے رب کے کن کن عجائبِ قدرت کو جھٹلاؤ گے؟
۱۷۔ دونوں مشرق اور دونوں مغرب سب کا مالک و پروردگار وہی ہے۔
۶۰۔ نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔
۶۱۔ پھر اے جن و انس اپنے رب کے کن کن اوصافِ حمیدہ کا تم انکار کرو گے؟

سورہ ۵۶ : الواقعہ

روز حشر کا بیان قرآن مجید میں اکثر جگہ ملتا ہے لیکن ہر جگہ انداز بیان مختلف اور انوکھا ہے۔ اس سورہ میں بھی اہل ایمان کے سامنے روز حشر کی تصویر تمام تفصیلات کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔ اُس دن بے پناہ وحشت پھیل جائے گی۔ زمین دہل جائے گی۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گے۔ اور تب انسانوں کی تین جماعتیں سامنے آئیں گی۔ پہلی جماعت دائیں بازو کے لوگوں پر مشتمل ہوگی یعنی سیدھے راستے پر چلنے والے لوگوں کی جماعت، دوسری جماعت بائیں بازو والے لوگوں کی ہوگی (یعنی گناہ گاروں کی جماعت) اور تیسری جماعت آگے والے لوگوں پر مشتمل ہوگی۔ اس جماعت میں ایمان لانے میں پہل کرنے والے لوگ، حضور اکرمؐ کی مدد کرنے والے لوگ اور اپنے گھر بار چھوڑ کر مکۂ معظّمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے والے لوگ شامل ہوں گے۔ دائیں بازو کے لوگوں کو جنّت میں جگہ عطا کی جائے گی اور بائیں بازو والی جماعت دوزخ میں پھینک دی جائے گی۔ اور پہل کرنے والے لوگ نعمت بھری جنّتوں میں رہیں گے۔ اور خوبصورت آنکھوں والی حسین حوریں کھانے کے لیے پرندوں کا لذیذ گوشت اور پینے کے لیے چشمۂ جاری سے پیالے اور ساغر بھر کر اُن کی خدمت میں حاضر رہیں گی۔ یہ ان نیکیوں کا اجر ہوگا جو انھوں نے اس زندگی میں کیں۔ اور دائیں بازو کی جماعت کے لوگ بے خار بیریوں اور سایہ دار درختوں کی چھاؤں میں رہیں گے جہاں اُن کو ہمیشہ پھل مہیا ہوں گے۔ اور سدا بہار پھول کھلے رہیں گے۔ اُن کی بیویوں کو اللہ تعالیٰ اُن کے لیے دوبارہ باکرہ بنا کر پیدا کرے گا۔

بائیں بازو والی جماعت کے لوگ جہنّم کے دہکتے ہوئے شعلوں میں پھینک دیئے جائیں گے جہاں جھلسا دینے والی ہوائیں ہوں گی اور کھولتا ہوا گرم پانی ملے گا۔ وہاں اُن کے لیے کوئی ایسی چیز نہیں ہوگی جس سے وہ تازگی یا فرحت محسوس کر سکیں۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو ماننے سے انکار کیا اور اس کی نازل کردہ

وحی کا مذاق اڑایا اور روزِ حشر سے انکار کیا۔ اب اُن کو اپنے انکار کے نتائج بھگتنا پڑیں گے۔ اُن کو کھانے کے لیے زقوم درخت کے کڑوے کسیلے پھل ملیں گے اور جب وہ کسی بیمار اونٹ کی طرح پیاس سے تڑپیں گے تو پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی ملے گا۔

"یہ ہے (ان بائیں بازو والوں) کی ضیافت کا سامان روزِ جزا میں۔ ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر کیوں تصدیق نہیں کرتے۔ کبھی تم نے غور کیا یہ نطفہ جو تم ڈالتے ہو اس سے بچّہ تم بناتے ہو یا اس کے بنانے والے ہم ہیں۔ اللہ ہی بیشک خالق ہے۔" (۵۶: ۵۵ تا ۵۸)

سورہ ۵۶

۵۷۔ ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے پھر کیوں تصدیق نہیں کرتے۔

۵۸۔ کبھی تم نے غور کیا، یہ نطفہ جو تم ڈالتے ہو، اس سے بچّہ تم بناتے ہو یا
۵۹۔ اس کے بنانے والے ہم ہیں۔

۶۰۔ ہم نے تمہارے درمیان موت کو تقسیم کیا ہے۔

۶۱۔ اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری شکلیں بدل دیں اور کسی ایسی شکل میں پیدا کر دیں جس کو تم نہیں جانتے۔

۶۲۔ اپنی پہلی پیدائش کو تو تم جانتے ہی ہو۔

۷۴۔ پس اے نبیؐ، اپنے ربِّ عظیم کے نام کی تسبیح کرو۔

سورہ ۵۷: الحدید

(تعداد آیات ۲۹)

یہ سورہ مسلمانوں کو ہر قسم کی قربانیوں کے لیے آمادہ کرنے کی تلقین کے لیے نازل فرمائی گئی ہے۔ خصوصاً ان کو مالی قربانیوں کے لیے تیار کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ

کی طرف سے تلقین فرمائی گئی ہے اور یہ بات واضح کی گئی ہے کہ ایمان محض زبانی اقرار اور چند ظاہری اعمال کا نام نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے لیے مخلص ہونا اسلام کی اصل روح ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کی گئی ہے جو کہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے۔ وہی علیم ہے اور ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اُس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اوّل بھی ہے اور آخر بھی۔ ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی۔

"وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو جو کام بھی تم کرتے ہوئے وہ دیکھ رہا ہے اور دلوں کے چھپے ہوئے راز تک جانتا ہے۔"

(۵۷ : ۴)

اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے۔ جو لوگ اُس کے لیے اور اس کی راہ میں فتح سے پہلے خرچ کرتے ہیں اُن لوگوں سے بہتر ہیں جو فتح حاصل ہو جانے کے بعد خرچ کرتے ہیں۔ پہلے خرچ کرنے والوں کو زیادہ انعامات اور بہتر نوازشات سے سرفراز فرمایا جائے گا بمقابلہ اُن لوگوں کے جو بعد میں خرچ کرتے ہیں۔ جو مال لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ اللہ پر قرض ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے کئی گنا زیادہ مال اُنھیں عطا فرمائے گا۔ قیامت کے دن منافقین کی حالت سب سے زیادہ خراب ہوگی۔ جب یہ منافقین اہل ایمان سے گڑگڑا کر التجا کریں گے کہ وہ ان کی سفارش کریں اور گواہی دیں کہ یہ منافق بھی مومنوں کے ساتھ تھے۔ لیکن ایک دیوار مومنوں اور منافقوں کو ایک دوسرے سے علاحدہ کر دے گی۔ ایمان والے اُن کو جواب دیں گے کہ بیشک بظاہر تو تم ہمارے ساتھ تھے لیکن تم نے خود اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا۔ موقع پرستی سے کام لیا اور شک میں پڑے رہے اور راہ سے بھٹک گئے۔ اپنے ایمان پر مستحکم رہنے کی بجائے کیا تم نے اپنے قیاس کو ترجیح نہیں دی؟ اس کا منافقوں کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا۔ اس لیے دوزخ کی آگ ہی اُن کا ٹھکانہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ یاددہانی فرماتا ہے کہ:

"خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی کھیل اور دل لگی کے سوا کچھ نہیں ہے
اور ظاہری ٹیپ ٹاپ و نمائش اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر
جتانا اور مال و دولت میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش
کرنا اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش ہو گئی تو اس سے پیدا
ہونے والی نباتات کو دیکھ کر کاشتکار خوش ہو گئے۔ پھر وہ کھیتی پک جاتی
ہے اور تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہو گئی پھر وہ بھس بن کر رہ جاتی ہے۔"

(۵۷ : ۲۰)

کچھ دیر کے لیے لوگ اس دھوکے کی ٹٹی سے خوش ہو لیتے ہیں۔ لیکن آخرکار ان کو اپنے مالکِ حقیقی کی طرف ہی پلٹ کر جانا ہے اور اپنی نیکیوں اور گناہوں کا حساب دینا ہے۔ اس لیے ایمان والوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں تاکہ ان پر دوہرا کرم فرمایا جا سکے۔ ایک تو صحیح راستہ دکھانے والی روشنی عطا ہو اور دوسرے یہ کہ ان کے گناہ معاف فرما دیے جائیں گے۔

سورہ ۵۷

۱۔ اللہ کی تسبیح کی ہے ہر اس چیز نے جو زمین اور آسمانوں میں ہے اور وہی زبردست اور دانا ہے۔

۲۔ زمین اور آسمانوں کی سلطنت کا مالک وہی ہے، زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے، اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۳۔ وہی اوّل بھی ہے اور آخر بھی، اور ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی، اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

۲۰۔ خوب جان لو کہ یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک کھیل اور دل لگی اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اور تمہارا آپس میں ایک دوسرے پر فخر جتانا اور مال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے۔ اس کی

مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش ہو گئی تو اس سے پیدا ہونے والی نباتات
کو دیکھ کر کاشت کار خوش ہو گئے۔ پھر وہی کھیتی پک جاتی ہے اور تم دیکھتے
ہو کہ وہ زرد ہو گئی۔ پھر وہ بھس بن کر رہ جاتی ہے۔ اس کے برعکس آخرت وہ
جگہ ہے جہاں سخت عذاب ہے اور اللہ کی مغفرت اور اس کی خوشنودی ہے۔
دنیا کی زندگی ایک دھوکے کی ٹٹی کے سوا کچھ نہیں۔

سورہ ۵۸ ۔ المجادلہ (بحث و تکرار)

(تعداد آیات : ۲۲)

ظہور اسلام سے پہلے عربوں میں یہ طریقہ رائج تھا کہ وہ غصہ میں اگر اپنی بیوی کو یہ کہتے ہوئے طلاق دے دیتے تھے کہ "آج سے تو میری ماں کے برابر ہے" طلاق کے اس طریقے کو "ظہار" کہا جاتا تھا۔ اس سورہ میں مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ غصہ میں آکر زمانہ جاہلیت کی رسم "ظہار" کے مرتکب نہ ہوں۔ کیوں کہ یہ عمل نہ صرف غلط ہے بلکہ غیر منصفانہ عمل بھی ہے۔ اگر کوئی شخص اس فعل کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کو صرف اسی صورت میں معاف کیا جا سکتا ہے کہ وہ غلاموں کو آزاد کر دے۔ جو لوگ غلاموں کو آزاد کرانے کی سکت نہیں رکھتے ان پر لازم ہے کہ وہ مسلسل دو مہینے کے روزے رکھیں۔ اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ان پر لازم ہے کہ وہ ساٹھ نادار و محتاج لوگوں کو کھانا کھلائیں جب تک یہ لوگ اپنے گناہ کا کفارہ ادا نہ کر دیں اس وقت تک ان کی بیویاں حرام ہیں۔

جو کوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات سے انکار کرے گا اُس کا انجام بُرا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ منافقین اور منافقین کے منصوبوں سے خوب واقف ہے چاہے وہ لوگ کتنے ہی خفیہ طریقوں سے یہ منصوبے بنائیں۔ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے تو ان کے لیے یہ بہتر ہے کہ وہ تقویٰ اور اللہ تعالیٰ سے عقیدت میں ایک دوسرے کے قریب آئیں نہ کہ گناہ اور سازشوں کے لیے جمع ہوں۔ ایک اچھے مقصد کے لیے بھی خفیہ طور پر منصوبے بنانا

گناہ ہے۔ سازشیں کرنا شیطان کا کام ہے۔

ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ منکروں کو اپنا دوست نہ سمجھیں، کیوں کہ یہ منکر نہ دوسروں کے ساتھ مخلص ہیں اور نہ خود اپنے ساتھ۔ اُن کی وفاداری کی قسمیں جھوٹی ہیں اور وہ شیطان کے ساتھی ہیں۔ یہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مخلص نہیں ہیں بلکہ دوسرے سے بغض و عناد رکھتے ہیں۔ اِس لیے ایمان والوں کو ان پر کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے چاہے وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا ہم قبیلہ ہی کیوں نہ ہوں۔ اہل ایمان کا تعلق اللہ تعالیٰ کی جماعت سے ہے جب کہ منکروں کا تعلق شیطان کی جماعت سے ہے۔ اِس لیے دونوں ایک دوسرے کا ساتھ نہیں نبھا سکتے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہیں چاہے ان کے دنیاوی رشتے کچھ بھی کیوں نہ ہوں۔

سورہ ۵۸

۷۔ "کیا تم کو خبر نہیں ہے کہ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا اللہ کو علم ہے؟ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ہو اور ان کے درمیان چوتھا اللہ نہ ہو، یا پانچ آدمیوں میں سرگوشی ہو اور ان کے اندر چھٹا اللہ نہ ہو۔ خفیہ بات کرنے والے خواہ اِس سے کم ہوں یا زیادہ، جہاں کہیں بھی وہ ہوں، اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر قیامت کے روز وہ اُن کو بتا دے گا کہ انھوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔"

۹۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب تم آپس میں پوشیدہ بات کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسولؐ کی نافرمانی کی باتیں نہیں بلکہ نیکی اور تقوا کی باتیں کرو اور اُس خدا سے ڈرتے رہو جس کے حضور تمھیں حشر میں پیش ہونا ہے۔"

۱۴۔ "کیا تم نے دیکھا اُن لوگوں کو جنھوں نے دوست بنایا ہے ایک ایسے گروہ کو جو اللہ کا مغضوب ہے؟ وہ نہ تمھارے ہیں نہ اُن کے، اور وہ جان بوجھ کر جھوٹی بات پر قسمیں کھاتے ہیں۔"

اور اللہ سے بچانے کے لیے نہ اُن کے مال کچھ کام آئیں گے نہ اُن کی اولاد وہ دوزخ کے یار ہیں۔"

سورہ ۵۹: الحشر (جلاوطنی)

(تعداد آیات: ۲۴)

اس سورہ میں لوگوں کو انتباہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کے ساتھ کیے ہوئے معاہدوں کی خلاف ورزی نہ کریں جو لوگ ایسی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں گے اُن کو سخت سزائیں دی جائیں گی۔ اور جو مال اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو عطا کرتا ہے اُس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی حق ہے چاہے وہ کسی بھی ذریعے سے آپ تک پہنچا ہو۔ جہاں تک مالِ غنیمت کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا اختیار فرما دیا ہے کہ آپ جس طرح چاہیں اُس کو تقسیم کریں کیوں کہ آپ جانتے ہیں کہ اس کو کس طرح تقسیم کرنا چاہیے۔ اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ انھیں دے دیں اُسے راضی خوشی قبول کرلیں۔ اور جو کچھ رسول اللہ طلب کریں اُسے ہنسی خوشی آپ کو سونپ دیں۔ مالِ غنیمت میں یتیموں، غریبوں اور محتاجوں کا بھی حصہ ہے۔ اسی طرح سپاہیوں (مجاہدین) کا اور جو لوگ جنگ میں شہید ہوئے اُن کے پس ماندگان کا حصہ ہے۔

مہاجرین جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنا گھربار اور مال و دولت کو چھوڑ دیا اور آپ کی مدد کے لیے نکل پڑے وہی حقیقتاً سچے ایمان والے ہیں۔ اسی طرح انصار جنھوں نے مہاجرین کو اپنے بھائیوں کی طرح قبول کیا اور اُن کی مدد کی وہ بھی سچے ایمان والے ہیں حالاں کہ "غریبی اور محتاجی اُن کا مقدر تھی" پھر بھی انھوں نے مہاجرین کی مدد سے دریغ نہیں کیا۔ قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے کہ "حقیقت یہ ہے کہ جو اپنی تنگ دلی سے بچا لیے گئے وہی اصل میں فلاح پانے والے ہیں۔"

ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ منافقین پر بھروسہ نہ کریں کیوں کہ جھوٹ اور

دھوکہ دہی ان منافقوں کی فطرت ہے۔ اور وہ در اصل اسلام دشمن بالخصوص یہود و نصاریٰ سے ملے ہوئے ہیں۔ منافق جوش و بہادری کا اظہار تو کرتے ہیں لیکن ان کے دل انتشار پسندی پر مائل ہیں۔ وہ "عقل و فہم سے مبرا لوگ" ہیں۔ اور ابدی سزا سے کسی طرح بھی بچنے والے نہیں ہیں۔

سورہ ۵۹

۲۲۔ "وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ غائب اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا وہی رحمٰن اور رحیم ہے۔"

۲۳۔ "وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے نہایت مقدس، سراسر سلامتی، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا، اور بڑا ہی ہو کر رہنے والا، پاک ہے اللہ اس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں۔"

۲۴۔ "وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔ اس کے لیے بہترین نام ہیں۔ ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اس کی تسبیح کر رہی ہے اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔"

سورہ ۶۰ الممتحنہ

تعداد آیات: ۱۳

اس سورہ میں اہل ایمان کو آگاہ کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے دشمنوں کے ساتھ دوستی نہ رکھیں۔ اور خفیہ طور پر بھی ان دشمنوں سے خلوص و محبت کا برتاؤ نہ کریں چاہے وہ اُن کی اولاد اور رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ اگر اہل ایمان ایسی غلطی کے مرتکب ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اُن سے ناراض ہو جائے

گا۔ کیوں کہ جب روزِ حساب آئے گا تو ان رشتے داروں میں سے کوئی بھی اُن کے کام نہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ تنہا اُن کا محافظ ہوگا۔ حضرت ابراہیمؑ اور اُن کے ساتھیوں نے سب رشتہ داروں سے ناطہ توڑ لیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کے والد نے جب اللہ تعالیٰ کے احکام ماننے سے انکار کیا تو حضرت ابراہیمؑ نے اُن سے کہا تھا۔ "میں آپ کے لیے مغفرت کی درخواست کروں گا لیکن میں کبھی بھی تمھاری پیروی نہیں کروں گا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام کروں گا۔" حضرت ابراہیمؑ اور دوسرے پیغمبروں کے طرزِ عمل میں اہلِ ایمان کے لیے بہترین نمونہ موجود ہے جس کی پیروی کرکے وہ خدا کی خوشنودی حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہر ایک شخص کے لیے کیا بہتر ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اور اُن لوگوں کے درمیان محبت پیدا کر دے، جن سے آج تم نے دشمنی مول لی ہے۔ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کو ہدایت فرماتا ہے اُن کافروں سے محبت اور مہربانی سے پیش آؤ جو تمھارے دین کے خلاف لڑائی نہیں کرتے ہیں خصوصاً اُن لوگوں کے ساتھ جنھوں نے مسلمانوں کو اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور نہیں کیا یا اُن کے دین کی تبلیغ کے خلاف جھگڑا نہیں کیا۔ ایمان لانے والی عورت اگر کسی مسلمان کے پاس پناہ اور آسرا لینے کے لیے آئے تو اُس کو واپس نہ کیا جائے۔ لیکن اگر کوئی اہلِ ایمان کافروں سے مل جاتا ہے تو اُس کے خلاف کارروائی جاتی ہے۔

سورہ ۶۰

۱۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لیے اور میری رضا جوئی کی خاطر وطن چھوڑ کر گھروں سے نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم اُن کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو حالانکہ جو حق تمھارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں اور اُن کی روش یہ ہے کہ رسول کو اور خود تم کو صرف اِس قصور پر جلا وطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب "اللہ" پر ایمان لاتے ہو۔ تم چھپا کر اُن کو دوستانہ

پیغام بھیجتے ہو، حالاں کہ جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو علانیہ کرتے ہو، ہر چیز کو میں خوب جانتا ہوں۔ جو شخص بھی تم میں سے ایسا کرے وہ یقیناً راہِ راست سے بھٹک گیا۔"

۳۔ "قیامت کے دن نہ تمھاری رشتہ داریاں کسی کام آئیں گی نہ تمھاری اولاد۔ اُس روز اللہ تمھارے درمیان جدائی ڈال دے گا، اور وہی تمھارے اعمال کا دیکھنے والا ہے۔"

۷۔ "بعید نہیں کہ اللہ کبھی تمھارے اور اُن لوگوں کے درمیان محبت ڈال دے جن سے آج تم نے دشمنی مول لی ہے۔ اللہ بڑی قدرت رکھتا ہے اور وہ غفور و رحیم ہے۔"

۸۔ "اللہ تمھیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم اُن لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنھوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔"

۱۲۔ "اے نبیؐ! جب تمھارے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لیے آئیں اور اس بات کا عہد کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں گی، چوری نہ کریں گی، زنا نہ کریں گی، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گی، اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر نہ لائیں گی اور کسی امرِ معروف میں تمھاری نافرمانی نہ کریں گی، تو ان سے بیعت لے لو اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو، یقیناً اللہ درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

سورہ ۶۱: الصف

(تعدادِ آیات: ۱۴)

اس سورہ میں ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کی عظمت کو پُرزور انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اُس کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور اُن لوگوں سے نفرت کرتا ہے جو اُس کام سے دامن بچاتے ہیں۔

بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ کی بات نہیں مانی اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں میں ہمیشہ کے لیے ٹیڑھا پن پیدا کر دیا۔ اسی طرح یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے پیغام کو ٹھکرا دیا حالانکہ آپ توریت کی تصدیق کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا اور جب اُن کے صحیفوں نے انھیں یہ خوشخبری دی کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد ایک اور رسول آئیں گے جن کا نام "احمد" ہوگا تو انھوں نے اس خبر کا مذاق اڑایا اور کہا کہ "محمد" کوئی پیغمبر نہیں بلکہ ساحر ہیں۔

"یہ لوگ اپنے مُنہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں۔ اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پھیلا کر رہے گا۔ خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔" (۸:۶۱)

اہل ایمان کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ایمان لائیں اور دین کی راہ میں جدوجہد جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر اپنی جان اور مال قربان کرنے کے لیے ہمیشہ تیار رہیں۔ اہل ایمان کو یقین دیا گیا ہے کہ اُن کے رہنے کے لیے باغ عدن میں محل تیار رکھے گئے ہیں۔

سورہ ۶۱

۱۱۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! میں بتاؤں تم کو وہ تجارت جو تمھیں عذاب الیم سے بچا دے؟ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر، اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے۔ یہی تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔"

۱۲۔ "اللہ تمھارے گناہ معاف کر دے گا، اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور ابدی قیام کی جنتوں میں بہترین گھر تمھیں عطا فرمائے گا۔"

۱۴۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کے مددگار بنو، جس طرح عیسیٰ ابن مریم

نے حواریوں کو خطاب کر کے کہا تھا: "کون ہے اللہ کی طرف (بلانے) میں میرا مددگار؟" اور حواریوں نے جواب دیا تھا: "ہم ہیں اللہ کے مددگار۔" اُس وقت بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور دوسرے گروہ نے انکار کیا۔ پھر ہم نے ایمان لانے والوں کی اُن کے دشمنوں کے مقابلے میں تائید کی اور وہی غالب ہو کر رہے۔"

سورہ ۶۲: الجمعہ

(تعداد آیات ۱۱)

یہاں پر خاص طور سے عربستان کے اُمیوں (ان پڑھ لوگوں) کا ذکر کیا گیا ہے ان کی رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے "انہی میں سے ایک" کو اپنا رسول بنا کر مبعوث کیا۔ یہ لوگ علم کی دولت سے اس قدر بے بہرہ تھے کہ ظہورِ اسلام سے پہلے کے زمانے کو "دورِ جاہلیت" کہا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ان لوگوں کی جہالت یا کم علمی کا بار بار ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن قرآن پاک میں یہودیوں کو طنز کا نشانہ بنایا گیا ہے جن کو توریت مقدس کے "عالم" ہونے کا دعوا تھا اور جنھوں نے جان بوجھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی دعوت کو رد کر دیا تھا اُن کی مثال ایسے گدھے سے دی گئی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں لیکن وہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ ان کتابوں میں کیا لکھا ہے۔ اہلِ ایمان کو تاکید فرمائی گئی ہے کہ اسلام میں جمعہ کے دن کا ایک خاص مقام ہے۔ اس لیے اذان سنتے ہی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے دوڑیں۔ اس دن نماز کی خاطر دوپہر میں اپنے کاروبار بند کر کے مسجد میں پہنچ جائیں اور باجماعت نماز ادا کریں۔ لیکن کچھ لوگ منافع بخش سودے بازی یا تفریح کی خاطر نماز سے دور رہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے فرمایا گیا ہے کہ ایسے لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کسی بھی نفع بخش سودے یا تفریح سے بہتر ہیں۔

سورہ ۶۲

۱۔ "اللہ کی تسبیح کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز

جو زمین میں ہے ـــــ بادشاہ ہے نہایت مقدس، زبردست اور حکیم۔"

۲۔ "وہی ہے جس نے اُمیوں کے اندر ایک رسول خود اُنہی میں سے اُٹھایا، جو اُنھیں اُس کی آیات سُناتا ہے، اُن کی زندگی سنوارتا ہے، اور اُن کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، حالاں کہ اِس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔"

۹۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب پکارا جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمھارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔"

۱۰۔ "پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو، شاید کہ تمھیں فلاح نصیب ہو جائے۔"

سورہ ۶۳ : المنافقون

(تعداد آیات ۱۱)

جو لوگ منافق ہیں وہ ظاہر تو یہ کرتے ہیں کہ وہ مومن ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ یہ لوگ منکر ہیں اور اللہ کے دین سے خود بھی دور رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں اور اُن کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ دیکھنے میں یہ منافق بہت خلیق اور خوش گفتار نظر آتے ہیں، لیکن وہ دین کے دشمن ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے ہیں کہ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لو تو وہ غرور و تکبر سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ یہ لوگ اس بات کو بھی تحسین کی نگاہ سے نہیں دیکھتے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کے گناہوں کو معاف کرنے کی درخواست فرمائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اُن کے گناہ کیسے معاف کر سکتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ منافق خدا کی قدرت میں دخل اندازی کرنے کے مجرم ہیں۔ وہ مدینہ منورہ کے لوگوں کو بہکاتے ہیں کہ "جو لوگ رسول اللہ کے ساتھ ہیں" اُن کی مدد نہ کریں۔ ایسے لوگ فقط نام کے مسلمان ہیں لیکن در حقیقت کافر ہیں۔

اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ اللہ کی راہ میں خیرات کریں، غریبوں اور محتاجوں کی مدد کریں۔ اُن کو یہ احتیاط برتنی چاہیے کہ اُن کی دولت اور اولاد کہیں اُن کو راہِ راست سے بھٹکا نہ دے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہی اُن کی نجات کا واحد راستہ ہے۔

سورہ ۶۳

۹۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تمھارے مال اور تمھاری اولاد تم کو اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں۔ جو لوگ ایسا کریں وہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔

۱۰۔ جو رزق ہم نے تمھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس سے کہ تم میں کسی کی موت کا وقت آجائے۔ اور اُس وقت وہ کہے "اے میرے رب! کیوں نہ تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دی کہ میں صدقہ دیتا اور صالح لوگوں میں شامل ہو جاتا۔"

۱۱۔ حالاں کہ جب کسی کی مہلت عمل پوری ہونے کا وقت آجاتا ہے تو اللہ اُس کو ہرگز مزید مہلت نہیں دیتا، اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے باخبر ہے۔

سورہ ۶۴: التغابن

(تعداد آیات ۱۸)

اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا خالق ہے۔ ان میں اہل ایمان بھی شامل ہیں اور کافر بھی۔ کفار اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی بات ماننے سے یہ کہہ کر انکار کرتے ہیں کہ "کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے؟" یعنی ہماری ہی طرح کا انسان اللہ کا رسول نہیں ہوسکتا۔ یہ رسول ہم کو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ کام کرو اور وہ مت کرو۔ کیوں کہ وہ بھی ہماری طرح انسان ہی ہیں۔ اسی لیے وہ رسولوں پر ایمان نہیں لاتے اور اُن کی بات ماننے سے

انکار کرتے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن ان کافروں کو دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ اور عذاب اُن کا مقدر بن چکا ہے۔ اُن کے پہلے جن قوموں نے رسولوں کے ذریعے بھیجے ہوئے احکامات وہدایات کو جھٹلایا ہے وہ خوفناک انجام سے دوچار ہوچکی ہیں۔ اس لیے اہلِ ایمان سے کہا گیا ہے کہ :

"اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اگر تم اطاعت سے منہ موڑتے ہو تو ہمارے رسول پر صاف صاف حق پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔"

جو لوگ اللہ پر ایمان لائیں گے اور عمل صالح کریں گے اُن کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور وہ ہمیشہ ایسے باغوں میں رہیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

سورہ ۶۴

۱۔ "اللہ کی تسبیح کر رہی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور ہر وہ چیز جو زمین میں ہے۔ اُسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

۲۔ "وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن، اور اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۔"

۳۔ "اس نے زمین اور آسمانوں کو برحق پیدا کیا ہے، اور تمہاری صورت بنائی اور بڑی عمدہ بنائی ہے، اور اُسی کی طرف آخر کار تمہیں پلٹنا ہے۔"

۴۔ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا اسے علم ہے، جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو سب اس کو معلوم ہے اور وہ دلوں کا حال تک جانتا ہے۔"

۵۔ "کیا تمہیں اُن لوگوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جنھوں نے اس سے پہلے کفر کیا اور پھر اپنی شامتِ اعمال کا مزہ چکھ لیا؟ اور آگے اُن کے لیے ایک دردناک عذاب ہے۔"

۶۔ "اس انجام کے مستحق وہ اس لیے ہوئے کہ اُن کے پاس اُن کے رسول

کھلی دلیلیں اور نشانیاں لے کر آتے رہے، مگر انھوں نے کہا "کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے؟" اس طرح انھوں نے ماننے سے انکار کر دیا اور منہ پھیر لیا، تب اللہ بھی ان سے بے پروا ہو گیا اور اللہ تو ہے ہی بے نیاز اور اپنی ذات میں آپ محمود۔"

۱۱۔ "کوئی مصیبت کبھی نہیں آتی مگر اللہ کے اذن ہی سے آتی ہے۔ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے۔ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔"

۱۲۔ "اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ لیکن اگر تم اطاعت سے منہ موڑتے ہو تو ہمارے رسول پر صاف صاف حق پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔"

۱۶۔ "لہٰذا جہاں تک تمھارے بس میں ہو اللہ سے ڈرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو اور اپنے مال خرچ کرو، یہ تمھارے ہی لیے بہتر ہے۔ جو اپنے دل کی تنگی سے محفوظ رہ گئے بس وہی فلاح پانے والے ہیں۔"

۱۷۔ اگر تم اللہ کو قرض حسن دو تو وہ تمھیں کئی گنا بڑھا کر دے گا اور تمھارے قصوروں سے درگزر فرمائے گا۔ اللہ بڑا قدردان اور بردبار ہے۔"

۱۸۔ "حاضر اور غائب ہر چیز کو جانتا ہے، زبردست اور دانا ہے۔"

سورہ ۶۵: الطلاق

(تعداد آیات ۱۲)

اس سورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طلاق سے متعلق ہدایت نازل فرمائی گئی ہے۔ حکم دیا گیا ہے کہ عورتوں کو اگر طلاق دی جائے تو انھیں عدت کی مدت پوری کرنے کا موقع ملنا چاہیے۔ اگر عورت کو حیض آتا ہو تو یہ مدت طلاق کے بعد تین حیض آنے تک مقرر کی گئی ہے بشرطیکہ حیض کے بعد مباشرت نہ کی گئی ہو۔ اگر عورت حاملہ ہے تو وضع حمل تک اس مدت میں توسیع ہو جائے گی۔ اس مدت میں عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالا جائے۔ لیکن اگر وہ کسی کھلی برائی میں

ملوث ہوں تو انھیں گھر سے نکالا جا سکتا ہے۔ عدت کی مدت کے بعد مفاہمت ہو جائے تو اُن کو بھلائی کے ساتھ یعنی نیک نیتی کے ساتھ اپنے نکاح میں روک لو اور اگر نباہ نہ ہو سکے تو بھلائی کے ساتھ اُن کو رخصت کر دو۔ یہ بھی ضروری ہے کہ عدت کے دوران اُن کو وہ تمام چیزیں اور سہولتیں مہیا کی جاتی رہیں جو طلاق سے پہلے مہیا کی جاتی تھیں۔ اور طلاق کے بعد نوزائیدہ بچے کی پرورش کے لیے خرچہ دینا بھی ضروری ہے۔

"خوش حال آدمی اپنی خوش حالی کے مطابق نفقہ دے۔ اور جسے رزق کم دیا گیا ہے وہ اُسی مال میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اُسے دیا ہے۔ اللہ نے جس کو جتنا کچھ دیا ہے اُس سے زیادہ کا وہ اسے مکلف نہیں کرتا"

(۶۵ : ۷)

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام اعمال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنائی ہوئی آیات کے احکامات کا تابع بنا دیں۔ کیوں کہ اس کائنات میں ہر چیز اللہ تعالیٰ کے حکم کی تابع ہے۔

سورہ ۶۵

۱۱۔ "ایک ایسا رسول جو تم کو اللہ کی صاف صاف ہدایت دینے والی آیات سناتا ہے تاکہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔ جو کوئی اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ اُسے ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ لوگ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ نے ایسے شخص کے لیے بہترین رزق رکھا ہے"

۱۲۔ "اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین کی قسم سے بھی اُنہی کے مانند اُن کے درمیان حکم نازل ہوتا رہتا ہے۔ یہ بات تمھیں اس لیے بتائی جا رہی ہے، تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، اور یہ کہ اللہ کا علم ہر چیز پر محیط ہے"

سورہ ۶۶ : التحریم

(تعداد آیات ۱۲)

اس سورہ میں اس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے جس کی وجہ سے حضور اکرم اور ازواج مطہرات کے درمیان اعتماد کے فقدان کا شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ ازواج مطہرات میں سے ایک نے حضور اکرم کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ اور ایک راز کی بات کو دیگر دو ازواج مطہرات کے سامنے بیان کر دیا تھا۔ اور ان دونوں نے حضورؐ کے ساتھ اس طرح کا رویہ اپنایا تھا جو اُن دونوں کے وقار اور مرتبے کے مطابق نہ تھا ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی کہ اگر وہ حضور اکرم کے خلاف ایک دوسرے سے تعاون کریں گی تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی حفاظت فرمائے گا۔ اور اپنے رسول کو بہتر بیویاں عطا کرے گا۔ یہ بھی یاد دلایا گیا ہے کہ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویوں کا کیا انجام ہوا تھا۔ انھوں نے اللہ کے رسولوں کو دھوکہ دیا تھا اور اسی لیے جہنم میں پھینک دی گئیں۔ اس کے برخلاف فرعون کی بیوی کی حفاظت فرمائی گئی اور اُن کو انعامات سے نوازا گیا کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے وفادار رہیں، اور فرعون کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی رہیں۔ حضرت مریم بنت عمران پاک دامن اور نیک خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر نوازش فرمائی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پھر ہم نے اُس کے اندر اپنی طرف سے روح پھونک دی۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور اللہ کی اطاعت گزار رہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انعامات سے نوازا۔

سورہ ۶۶

۸۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے توبہ کرو، خالص توبہ، بعید نہیں کہ اللہ تمھاری بُرائیاں دُور کر دے اور تمھیں ایسی جنتوں میں داخل فرما دے

جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ یہ وہ دن ہوگا جب اللہ اپنے نبیؐ کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رُسوا نہ کرے گا۔"

سورہ ۶۷ : الملک

(تعداد آیات ۳۰)

اللہ تعالیٰ کی بزرگی و عظمت کا بیان کیا گیا ہے کہ اُسی نے زندگی اور موت کو ایجاد کیا ہے۔ آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ پھر دنیا سے قریب ترین آسمان کا ذکر کیا گیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے چراغوں سے آراستہ فرمایا ہے اور یہ شیطانوں کو مار بھگانے کے لیے میزائل کا کام کرتے ہیں کیوں کہ یہ شیاطین، اللہ پر یقین نہیں رکھتے۔ کافروں سے پوچھا جائے گا: کیا تمہارے پاس کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تھا وہ جواب دیں گے کہ ہاں خبردار کرنے والا ہمارے پاس آیا تھا مگر ہم نے اُس کو جھٹلا دیا۔ اگر انھوں نے اللہ کی اطاعت قبول کرلی ہوتی تو وہ دوزخ کی آگ میں جلنے سے بچ جاتے۔ جو لوگ ایمان لائے اُن کے لیے اجرِ عظیم ہے۔

"تم خواہ چپکے سے بات کرو یا اونچی آواز سے (اللہ کے لیے یکساں ہے) وہ تو دلوں کا حال تک جانتا ہے۔" (۶۷ : ۱۳)

سچ تو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین کو انسان کا تابع بنا دیا ہے۔ اُسی نے انسان کو رزق عطا فرمایا اور اُس کی زندگی کو آرام دہ بنانے کے وسائل پیدا کئے۔ پھر بھی ناشکرے انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات کی نافرمانی کرتے ہیں۔ حالاں کہ وہ جانتے ہیں کہ ماضی میں جن لوگوں نے اللہ کی نافرمانی کی اُن کو کن عذابوں میں مبتلا کر دیا گیا تھا۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے حدود میں رہے اور اپنے خالق کا شکر ادا کرے جس نے اُسے دیکھنے، محسوس کرنے، سننے اور سمجھنے کی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں۔ اُس کا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہے اور اللہ کے بغیر انسان کی زندگی بے معنی اور بے مقصد ہو کر رہ جاتی ہے۔

سورہ ۶۷

۳۔ "جس نے تہ بر تہ سات آسمان بنائے۔ تم رحمان کی تخلیق میں کسی قسم کی بے ربطی نہ پاؤ گے۔"

۵۔ "ہم نے تمہارے قریب کے آسمان کو عظیم الشان چراغوں سے آراستہ کیا ہے اور انھیں شیاطین کو مار بھگانے کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ ان شیطانوں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ ہم نے مہیا کر رکھی ہے۔"

آیت نمبر ۲۲ اور ۲۵ کا ترجمہ

۲۵۔ "بھلا سوچو، جو شخص منہ اوندھائے چل رہا ہو وہ زیادہ صحیح راہ پانے والا ہے یا وہ جو سر اٹھائے سیدھا ایک ہموار سڑک پر چل رہا ہو؟"

۲۶۔ "یہ کہتے ہیں "اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب پورا ہو گا؟" کہو اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے، میں تو بس صاف صاف خبردار کر دینے والا ہوں۔"

سورہ ۶۸: القلم

(تعداد آیات ۵۲)

یہاں پر اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلاتا ہے کہ آپ نہ تو مجنوں ہیں اور نہ ہی آسیب زدہ (جیسا کہ آپ کے مخالفین کہتے ہیں)۔ آپ تو انسانی اخلاق کے اعلیٰ ترین اوصاف کے حامل ہیں۔ اور آپ کے مخالفین پر یہ بات بہت جلد واضح ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون سیدھے راستے پر

چل رہا ہے اور کون اس سے بھٹک گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت فرمائی گئی ہے کہ ان قابلِ نفرت مخالفین کی باتوں کی پرواہ نہ کریں اور نہ ہی اُن کی تہمتوں اور الزام تراشیوں پر دھیان دیں۔ اپنے مال و دولت اور اپنے اجداد کے حسب نسب کے فخر کے باوجود یہ لوگ بے پناہ گناہوں میں ملوث ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے مال و اسباب کو تباہ کر دے گا اور وہ لوگ اپنی محنتوں کے پھل سے لطف اندوز ہونے سے محروم کر دیے جائیں گے۔ اور آخرت میں اُن کی سزا کو کوئی ٹال نہیں سکے گا۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو کبھی وہ درجہ نہیں دے گا جو اہلِ ایمان کے لیے مختص کیا جا چکا ہے۔ اس لیے رسول اللہ کو چاہیے کہ آپ گناہ گاروں کا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دیں۔ وہی اُن کو اُن کے گناہوں کے اعتبار سے سزا دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی دعوت کی اشاعت میں صبر سے کام لینا چاہیے۔ کیوں کہ آپ تمام مخلوقات کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں نہ کسی خاص گروہ کے لیے۔

سورۃ ۶۸

۷۔ "تمھارا رب اُن لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں اور وہی ان کو بھی اچھی طرح جانتا ہے جو راہِ راست پر ہیں!"

۸۔ "لہٰذا تم ان جھٹلانے والوں کے دباؤ میں ہرگز نہ آؤ!"

۴۴۔ "پس اے نبیؐ، تم اس کلام کے جھٹلانے والوں کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو۔ ہم ایسے طریقے سے ان کو بتدریج تباہی کی طرف لے جائیں گے کہ ان کو خبر بھی نہ ہوگی۔"

۴۵۔ میں ان کی رسی دراز کر رہا ہوں، میری چال بڑی زبردست ہے!"

۵۱۔ "جب یہ کافر لوگ کلامِ نصیحت (قرآن) سنتے ہیں تو تمھیں ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں کہ گویا تمھارے قدم اکھاڑ دیں گے اور کہتے ہیں کہ یہ ضرور دیوانہ ہے!"

۵۲۔ حالانکہ یہ تو سارے جہان والوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔"

سورہ ۶۹: الحاقہ

(تعداد آیات ۵۲)

ایک بار پھر اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ قیامت کا آنا اور آخرت کا برپا ہونا ایک ایسی سچائی ہے جس کا ٹلنا ناممکن ہے۔ اور اس دن یہ سچائی تمام لوگوں کے سامنے واضح ہو جائے گی۔ ثمود اور عاد نے اس حقیقت کو ماننے سے انکار کیا اسی لیے وہ تباہ کر دیے گئے۔ ثمود ایک خوفناک طوفان کے ذریعے تباہ کئے گئے تو عاد کو شدید آندھی نے تباہ کر دیا۔ اسی طرح فرعون کو بھی اس کے کئے کی سزا دی گئی اور اس کو اور اس کے حلیفوں کو دریا کی طغیانی میں غرق کر دیا گیا۔ خدا کے خلاف بغاوت کرنے والے تباہی اور بربادی سے بچ نہیں سکتے۔ اُن کی قسمتوں پر خدا نے مہر لگا دی ہے یعنی ان کا انجام پہلے طے کیا جا چکا ہے۔ اس دن جب صور پھونک دیا جائے گا تو اس آواز کے ساتھ ہی زمین اور پہاڑوں کو اُٹھا کر ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔ اس روز وہ طے شدہ واقعہ پیش آ جائے گا۔ اس دن آسمان پھٹ جائے گا۔ اور آٹھ فرشتے اللہ تعالیٰ کا عرش اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اللہ ہی یہ فیصلہ فرمائے گا کہ اس کی مخلوق کے اعمال نیک تھے یا بد۔ کوئی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں رہے گی۔ نیک لوگوں کو اللہ کی نعمتوں سے نوازا جائے گا اور اُن کی زندگی ابدی آسائشوں میں گزرے گی۔ اور گناہگاروں کی پکڑ ہوگی اور اُن کو دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ اس دن اُن کا نہ کوئی دوست ہوگا نہ مددگار۔ جہنم ہی اُن کا ٹھکانہ ہوگی۔

رسول اللہ پر نازل کی ہوئی آیات میں ہی بے شک اللہ کا پیغام ہے۔ یہ کلام نہ کسی کی شاعری پر مبنی ہے اور نہ ہی کسی کاہن کی پیش گوئی ہے۔ اگر کوئی شخص خود کے ایجاد کردہ کلام کو اللہ کا کلام کہے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو پکڑے گا اور اس کی رگ جان کو کاٹ دے گا۔ بہت سے لوگ اللہ کی آیات پر شک کرتے ہیں اور ان کو رد کر دیتے ہیں۔ لیکن آخر کار اُن کو زبردست پچھتاوا ہوگا۔ کیوں کہ بے شک یہ کلام ہی حق ہے۔

سورہ ۶۹

۳۸۔ پس اللہ حکم دیتا ہے۔
۳۹۔ کہ اپنے اطراف کی چیزوں کو دیکھو۔
۴۰۔ اور اس کے رسول کے ذریعے بھیجی ہوئی ہدایت پر ایمان لاؤ۔
۴۱۔ یہ ایک رسول کا قول ہے کسی شاعر کا قول نہیں ہے۔
۴۲۔ اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے۔
۴۳۔ یہ (حق) تو رب العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔
۴۴۔ اور اگر اس (نبیؐ) نے خود گھڑ کر کوئی بات ہماری طرف منسوب کی ہوتی۔
۴۵۔ تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے۔
۴۶۔ اور اس کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے۔
۴۷۔ پھر تم میں سے کوئی (ہمیں) اس کام سے روکنے والا نہ ہوتا۔
۴۸۔ حق تو یہ ہے کہ یہ (کلام) پرہیزگار لوگوں کے لیے (اللہ کی طرف سے) ایک نصیحت ہے۔
۵۱۔ اور یہ بالکل یقینی حق ہے۔
۵۲۔ پس اے نبیؐ اپنے ربِ عظیم کے نام کی تسبیح کرو۔

سورہ ۷۰ : المعارج

(تعداد آیات ۵۲)

کفارِ مکہ قیامت اور آخرت اور دوزخ و جنت کی خبروں کا مذاق اُڑاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے تھے کہ اگر تم سچے ہو اور تمہاری رسالت کو جھٹلانے پر ہم عذابِ جہنم کے مستحق ہو چکے ہیں تو لے آؤ وہ قیامت جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ یہ سورہ ان کافروں کو تنبیہ اور نصیحت کرنے کے لیے نازل فرمائی گئی

ہے کہ روزِ قیامت تو آ کر رہے گا۔ اور وہ ایک دن تمہارے شمار کے اعتبار سے پچاس ہزار سالوں پر محیط ہوگا۔ جو لوگ یوم حساب پر یقین نہیں رکھتے انھیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس قدر غلط فہمی کا شکار تھے۔ اس روز آسمان پگھلی ہوئی چاندی کی طرح ہو جائے گا۔ اور پہاڑ دھنکی ہوئی روئی (اون) کی طرح بکھر جائیں گے۔ اس دن یہ مجرم عذاب سے بچنے کے لیے اپنے کفر کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں گے لیکن اس دن اُن کو بچانے والا کوئی نہ ہوگا نہ اُن کی بیوی نہ اولاد نہ بھائی اور نہ ہی قریبی رشتہ دار۔ وہ اپنی شفاعت کے لیے بے چینی سے انتظار کریں گے۔ لیکن یہ ممکن نہ ہوگا۔ کیوں کہ زمین پر ان لوگوں نے بڑی رعونت کے ساتھ روزِ قیامت سے انکار کیا تھا۔ لیکن یوم حساب وہ حقیقت کو اپنی آنکھوں سے خود دیکھ لیں گے۔ اُس روز وہ نادم بھی ہوں گے اور مایوس بھی۔ اور اپنے کفر پر شرمندہ بھی ہوں گے۔

سورہ ۷۰

۱۹۔ "انسان پیدائشی بے صبرا ہے۔"

۲۰۔ "جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اُٹھتا ہے۔"

۲۱۔ اور جب اسے خوش حالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔ مگر وہ لوگ (اس عیب سے بچے ہوئے ہیں) جو نماز پڑھنے والے ہیں۔

۲۳۔ جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں۔

۲۴۔ جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے، جو روزِ جزا کو برحق مانتے ہیں۔"

۲۷۔ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔"

۲۸۔ کیوں کہ اُن کے رب کا عذاب ایسی چیز نہیں ہے جس سے کوئی بے خوف ہو۔"

سورہ ۷۱ : نوح

(تعداد آیات ۲۸)

اس سورہ میں حضرت نوحؑ کے قصے کو دہرایا گیا ہے۔ آپ نے اپنی قوم سے کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے، اللہ کی اطاعت کرے اور اس سے ڈرے۔ لیکن لوگوں نے آپ کی دعوت کو رد کر دیا اور اپنی ضد اور متکبرانہ برتاؤ پر اڑے رہے۔ حضرت نوحؑ نے ان کو شخصی طور پر بھی اللہ کے دین کی دعوت دی اور کھلے عام بھی لیکن انھوں نے آپ کی ہدایت کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ تمام کافر سیلاب میں غرق کر دیئے گئے۔ لیکن اس چھوٹے سے گروہ کو بچا لیا گیا جس نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور آپ کا ساتھ دینے سے دریغ نہ کیا۔ ایسے لوگوں کو ایک کشتی میں سوار کر کے سیلاب کی تباہ کاریوں سے بچا لیا گیا۔ حضرت نوحؑ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی:

> "اور نوحؑ نے کہا اے میرے رب ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ۔ اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی نسل سے جو بھی پیدا ہو گا وہ بدکار اور سخت کافر ہی ہو گا۔"
>
> (۷۱ : ۲۶-۲۷)

سورہ ۷۱

۱۔ "ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اس ہدایت کے ساتھ کہ اپنی قوم کے لوگوں کو خبردار کر دے قبل اس کے کہ اُن پر ایک دردناک عذاب آ جائے۔"

۲۔ "اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو، میں تمہارے لیے ایک صاف صاف خبردار کر دینے والا پیغمبر ہوں۔"

۳۔ "اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔"

۴۔ "اللہ تمھارے گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور تمھیں ایک وقتِ مقرر تک رکھے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاتا ہے تو پھر ٹالا نہیں جاتا، کاش تمھیں اس کا علم ہو۔"

۵۔ "اس نے عرض کیا"

۶۔ "اے میرے رب، میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو شب و روز پکارا مگر میری پکار نے اُن کے فرار ہی میں اضافہ کیا۔"

۷۔ "اور جب بھی میں نے اُن کو بلایا تاکہ تو انھیں معاف کر دے، انھوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے منہ ڈھانک لیے اور اپنی روش پر اَڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔"

۸۔ "پھر میں نے ان کو ہانکے پکارے دعوت دی۔"

۹۔ "بے شک علانیہ بھی اُن کو تبلیغ کی اور چپکے چپکے بھی سمجھایا" میں نے کہا۔

۱۰۔ "اپنے رب سے معافی مانگو"

۱۱۔ بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔"

۱۲۔ "وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، تمھیں مال اور اولاد سے نوازے گا، تمھارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمھارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔"

۲۱۔ "نوحؑ نے کہا، میرے رب، انھوں نے میری بات رد کر دی اور اُن (رئیسوں) کی پیروی کی جو مال اور اولاد پا کر اور زیادہ نامراد ہو گئے ہیں۔"

۲۶۔ "میرے رب، ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ۔"

۲۷۔ "اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی نسل سے جو بھی پیدا ہوگا بدکار اور سخت کافر ہی ہوگا۔"

سورہ ۷۲ : الجن

(تعداد آیات ۲۸)

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرماتا ہے کہ کچھ جنوں نے اللہ کی

وحی کو سُنا اور اللہ کی عظیم الشان قدرت اور عظمت سے متاثر ہو کر ایمان لے آئے لیکن اُن میں بھی ایک گروہ نافرمانی اور بغاوت کی طرف ہی مائل رہا۔ اسی طرح زمین پر بھی کچھ انسان شیطان کے بہکاتے میں آکر بری عمل کرتے ہیں اور اللہ کی نافرمانی پر اڑے رہتے ہیں۔ انھیں یہ کہہ کر بہکا دیا گیا ہے کہ قیامت کبھی برپا نہ ہوگی اور وہ اس بات پر یقین بھی کرنے لگے۔ لیکن ایسے نیک بندے بھی ہیں جنھوں نے اللہ کی ہدایت کو قبول کر لیا ہے اور اللہ کے انصاف پر ایمان لے آئے ہیں۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا اور اس کی اطاعت اور عبادت میں مصروف رہے۔

سورہ ۷۲

۴۔ "ہمارے نادان لوگ اللہ کے بارے میں بہت خلاف حق باتیں کہتے رہے ہیں۔"

۵۔ اور یہ کہ "ہم نے سمجھا تھا کہ انسان اور جن کبھی خدا کے بارے میں جھوٹ نہیں بول سکتے۔"

۱۲۔ "اور یہ کہ ہم سمجھتے تھے کہ نہ زمین میں ہم اللہ کو عاجز کر سکتے ہیں اور نہ بھاگ کر اسے ہرا سکتے ہیں۔"

۱۳۔ "اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت کی تعلیم سُنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے اب جو کوئی بھی اپنے رب پر ایمان لے آئے گا اُسے کسی حق تلفی یا ظلم کا خوف نہ ہوگا۔"

۲۰۔ "اے نبیؐ کہو کہ میں تو اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔"

۲۱۔ "کہو، میں تم لوگوں کے لیے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی بھلائی کا۔"

سورہ ۷۳ : المزمّل

(تعداد آیات ۲۰)

اہل ایمان کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ آدھی رات تک عبادت اور تلاوت کلام پاک

میں مصروف رہیں۔ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر متوازن آواز سے پڑھیں۔ یہ روحانی بلندی کے حصول کے لیے بہتر ہے۔ رات کی عبادت نفس پر قابو پانے کے لیے بہت کارگر ہے۔ کیوں کہ رات کے وقت خاموشی اور سکون کا دور دورہ رہتا ہے۔ دن میں اپنی کاروباری مصروفیت کی وجہ سے طبیعت میں بہت انتشار رہتا ہے۔

دن میں لوگ واقعی روزمرہ کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ اس کے باوجود ہمیں چاہیے کہ ہر وقت اللہ کو یاد کرتے رہیں۔ اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہو کر یہ نہ بھول جائیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ اس لیے خلوص دل سے اپنے آپ کو اس کی مرضی کا تابع بنادیں۔ اپنے کام تو ہم زمین پر انجام دیتے ہیں لیکن ہمارے دل جنت کے حصول کی تمنا سے معمور ہونے چاہئیں۔ مسلمانوں کو اللہ کی عبادت کرنی چاہیے اور غریبوں اور محتاجوں کی مدد کے لیے اپنا مال خرچ کرنا چاہیے۔ سہولت کے مطابق قرآن پاک کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنا چاہیے۔ بیماری سفر اور حالت جنگ میں یہ کام مشکل ہو سکتا ہے لیکن ایسے حالات میں انسانی مجبوری قابل درگزر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے کہ آپ اپنے مخالفین کی اشتعال انگیزیوں کو صبر و سکون سے برداشت کرلیں اور اپنا رویہ باوقار رکھیں۔ کافروں سے مخاطب ہو کر فرمایا گیا ہے کہ انھیں سمجھنا چاہیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ کے دین کی تبلیغ کے لیے بھیجا گیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔ فرعون اور اس کے ساتھیوں نے اس رسول کی نافرمانی کی اور اسی لیے انجام بد سے دوچار ہوئے۔ کافروں کا بھی یہی انجام ہوگا۔ گذشتہ انبیا کے واقعات منکروں کے لیے ایک تنبیہ کا درجہ رکھتے ہیں۔

سورہ ۷۳

۹۔ "وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ لہٰذا اُسی کو اپنا وکیل بنالو۔"

۱۱۔ "ان جھٹلانے والے خوش حال لوگوں سے نمٹنے کا کام تم مجھ پر چھوڑ دو اور انھیں ذرا کچھ دیر اسی حالت پر رہنے دو۔"

۱۵۔ "تم لوگوں کے پاس ہم نے اسی طرح ایک رسول تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا!"

۱۹۔ "یہ ایک نصیحت ہے اب جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ اختیار کرے۔"

سورہ ۷۴ : المدثر

(تعداد آیات ۵۶)

یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو المدثر یعنی "اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے" کہہ کر مخاطب فرمایا گیا ہے۔ آپ سے فرمایا گیا ہے کہ اٹھو اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اعلان کرو۔ اپنے کپڑے پاک وصاف رکھو اور گندگی سے دور رہو۔ حضور اکرمؐ سے فرمایا گیا ہے کہ خدا کے دین کی تبلیغ میں استحکام اور صبر سے کام لیں۔ اس وحی کے نزول تک رسول اللہؐ نے اپنی دینی تحریک کو اس طرح جاری رکھا تھا کہ فرداً فرداً لوگوں کو چپکے سے سمجھاتے تھے۔ اس وحی نے کھلے عام تبلیغ کرنے کا اذن عطا کر دیا۔

قیامت کا دن منکروں کے لیے بڑے عذاب کا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کافروں کے ساتھ بہت سختی سے پیش آئے گا کیوں کہ اللہ ہی نے انھیں پیدا کیا پھر اُن کے لیے بے پناہ وسائل مہیا فرمائے اور انھیں مال و دولت سے نوازا اس کے باوجود ان لوگوں نے اس کی ہدایتوں کو ماننے سے انکار کیا اور اپنے کفر پر قائم رہے۔ وہ اللہ کی نشانیاں دیکھتے ہیں پھر بھی انھیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے بھری آیات کو کہتے ہیں کہ "یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک جادو جو پہلے سے چلا آ رہا ہے" اور اسی لیے رسول اللہؐ کے لائے ہوئے پیغام کو رد کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے اور بالآخر دوزخ ہی اُن کا ٹھکانہ ہوگی جس کے متعلق انھیں پہلے ہی خبردار کر دیا گیا

ہے۔ اس دن ان سے پوچھا جائے گا کہ "تمھیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی"۔ تو وہ جواب دیں گے کہ "ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور حق کے خلاف باتیں بنانے والوں کے ساتھ مل کر ہم بھی باتیں بناتے تھے اور روز جزا کو جھوٹ قرار دیتے تھے۔" اپنے گناہوں کے اقرار کے باوجود وہاں کوئی مددگار نہ ہوگا جو ان کو بچا سکے اور نہ ہی وہ اپنے کفر کی سزا سے بچ سکیں گے۔

سورہ ۷۴

۱۔ اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے۔
۲۔ اٹھو اور خبردار کرو۔
۳۔ اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو۔
۴۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔
۵۔ اور گندگی سے دور رہو۔
۳۶۔ یہ دوزخ بھی بڑی چیزوں میں سے ایک ہے انسانوں کے لیے ڈراوا۔
۳۷۔ تم میں سے ہر اس شخص کے لیے ڈراوا جو آگے بڑھنا چاہے یا پیچھے رہ جانا چاہے۔

سورہ ۷۵ : القیامۃ

(تعداد آیات ۴۰)

قیامت کے دن واقع ہونے والے حادثات سے آدمی چکرا جائے گا۔ اور اس دن چاند بے نور ہو جائے گا۔ اور چاند اور سورج مل کر ایک ہو جائیں گے تو انسان پریشان ہو کر پکارے گا کہ "کہاں بھاگ کر جاؤں کہ مجھے پناہ مل سکے!" مگر اس دن کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔ اس کے گناہ اس کی تباہی کا موجب بن چکے ہوں گے۔ خواہ وہ کتنی معذرتیں پیش کرے لیکن تمام ثبوت اس کے خلاف جا چکے ہوں گے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی کے لیے قرآن حکیم موجود ہے لیکن آپ کو اس بات کی فکر نہیں کرنی چاہیے کہ وحی کے نزول کا کیا طریقہ ہوگا اور دو وحیوں کے درمیان کتنا وقفہ ہوگا۔

"اے نبی اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو (یعنی عجلت مت کرو)۔ اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں اس وقت تم اس کی قرأت کو غور سے سنتے رہو۔ پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔" (۱۶ تا ۲۰ : ۷۵)

لیکن جیسے جیسے قرآن کا نزول ہو، درجہ بہ درجہ اور جزو بہ جزو تو اہل ایمان کا یہ فرض ہے کہ اس کے معنی و مطالب کو سمجھ لیں۔ لوگ " اس بھاگتی ہوئی عارضی زندگی سے " محبت نہ کریں، بلکہ اس زندگی کی فکر کریں جو دائمی ہے، کیوں کہ روزِ حساب کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے اور کچھ چہرے اداس ہوں گے۔ کچھ لوگ اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے اور کچھ لوگ پچھتا رہے ہوں گے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور روزِ قیامت کو جھٹلایا۔ اس دن انھیں احساس ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مُردوں میں بھی جان ڈال دینے پر قادر ہے جس طرح وہ نطفے سے انسان کو پیدا کرنے اور اُسے مرد یا عورت بنانے کی قدرت رکھتا ہے۔

سورہ ۷۵

۳۔ کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کر سکیں گے؟ کیوں نہیں،

۴۔ ہم تو اس کی انگلیوں کی پور پور تک ٹھیک بنا دینے پر قادر ہیں۔

۵۔ مگر انسان چاہتا یہ ہے کہ آگے بھی بداعمالیاں کرتا رہے۔

۶۔ پوچھتا ہے، آخر کب آنا ہے وہ قیامت کا دن؟

۷۔ پھر جب دیدے پتھرا جائیں گے۔

۸۔ اور چاند بے نور ہو جائے گا

۹۔ اور چاند سورج ملا کر ایک کر دیے جائیں گے۔
۱۰۔ اس وقت یہی انسان کہے گا کہاں بھاگ کر جاؤں؟
۱۱۔ ہرگز نہیں! وہاں کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔
۱۲۔ اُس روز تیرے رب ہی کے سامنے جا کر ٹھہرنا ہوگا۔
۱۳۔ اُس روز انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا کرایا بتا دیا جائے گا۔
۱۴۔ بلکہ انسان خود ہی اپنے آپ کو خوب جانتا ہے۔

سورہ ۷۶: الدھر
(تعداد آیات ۳۱)

اس سورہ کی آیات کا بیان بہت ہی متاثر کن علامتوں پر مشتمل ہے۔ ایک طویل مدت تک (جو کئی قرن پر مشتمل ہے) انسان کا کوئی وجود نہیں تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اُسے مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ روئے زمین پر اُس کی کارکردگی کی آزمائش کی جا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سننے اور دیکھنے کی صلاحیتوں (حواس) اور سوچنے سمجھنے اور قوت فیصلہ کی صلاحیتوں سے سرفراز فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ گناہ اور ثواب میں تمیز کرنے کے لیے ہدایتیں نازل فرمائیں۔ اور اُس کے نیک و بد اعمال کے اچھے اور بُرے نتائج سے آگاہ فرمایا۔ اگر کوئی شخص غلط راستہ اختیار کرتا ہے تو اُس کے اعمال کا انجام "زنجیروں، طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ" کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور اگر وہ ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو سلسبیل کے چشمے سے آب کافور مہیا کیا جائے گا۔ خصوصاً ان لوگوں کے لیے جو خدا سے محبت کرتے ہیں، بدی سے بچتے ہیں اور مسکینوں، یتیموں اور غلاموں (قیدیوں) کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو خوبصورت روشنی، تازگی اور سرور سے نوازا جائے گا ان کو جنت اور ریشمی لباس عطا کیا جائے گا۔ اُن کے لیے منتخبہ پھل مہیا کیے جائیں گے۔ اُن کے آگے چاندی کے برتن اور شیشے کے پیالے گردش کریں گے۔ اُن کی خدمت کے لیے ایسے لڑکے مقرر کیے جائیں گے جو ہمیشہ جوان رہیں گے اور دائمی تازگی کے حامل ہوں گے اور اہلِ جنت کو موتیوں کی طرح بکھرے رہیں

گے۔ اُن کو نہایت پاکیزہ شراب پلائی جائے گی جو انھیں دائمی انبساط عطا کرے گی۔ جنّت میں یہ لوگ ایسے باغوں میں رہیں گے، جہاں نہ انھیں گرمی کی شدت محسوس ہوگی۔ اور نہ سردی کی۔ یہ ہوگا اہلِ ایمان اور متقی لوگوں کا ٹھکانہ جو اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے جس کو چاہے گا (یہ جنّت) عطا فرمائے گا۔ لیکن گناہ گاروں کے لیے جو اس عارضی دنیا کی محبّت میں پڑے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایک دردناک عذاب تیار رکھا ہے۔

سورہ ۷۶

۱۔ کیا انسان پر لامتناہی زمانے کا ایک وقت ایسا بھی گزرا ہے جب وہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھا۔

۳۔ ہم نے اسے راستہ دکھا دیا، خواہ شکر کرنے والا بنے یا کفر کرنے والا۔

۲۴۔ لہٰذا تم اپنے رب کے حکم پر صبر کرو، اور ان میں سے کسی بدعمل یا منکرِ حق کی بات نہ مانو۔

۲۵۔ اپنے رب کا نام صبح و شام یاد کرو۔

۲۶۔ رات کو بھی اس کے حضور سجدہ ریز ہو، اور رات کے طویل اوقات میں اس کی تسبیح کرتے رہو۔

۲۹۔ یہ ایک نصیحت ہے، اب جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ اختیار کرے۔

سورہ ۷۷: المرسلات

(تعداد آیات ۵۰)

روزِ قیامت سے متعلق اللہ تعالیٰ کا انتباہ کھلا دعوا نہیں ہے۔ جو لوگ اس دن پر یقین نہیں رکھتے وہ اس وقت ایک عظیم صدمے سے دوچار ہو جائیں گے جب قیامت برپا ہوگی۔ اس دن ستارے ماند پڑ جائیں گے اور آسمان

پھاڑ دیا جائے گا، اور پہاڑ دھول بن کر بکھر جائیں گے۔ اور یہ دن ہی روزِ حساب ہوگا۔ حق کو رد کرنے والے منکروں کو ایسے مقام پر پہنچا دیا جائے گا جہاں وہ ٹھنڈی چھاؤں کو ترس جائیں گے اور خوفناک شعلوں سے اُنھیں کوئی بچا نہیں سکے گا۔ اُن میں بات کرنے کی صلاحیت بھی باقی نہ رہے گی اور نہ ہی اُنھیں اس بات کا موقع ملے گا کہ اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لیے مُنہ کھول سکیں۔ لیکن متقی لوگوں کے لیے سایہ دار درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں ہوگی اور ہر طرف نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ اُن کو اُن کی خواہش کے مطابق ہر قسم کے پھل مہیا کیے جائیں گے تاکہ وہ جی بھر کے کھائیں۔

سورہ ۷۷

۳۴۔ تباہی ہے اُس دن (حق کو) جھٹلانے والوں کے لیے۔

۳۵۔ یہ وہ دن ہے جب وہ نہ کچھ بولیں گے۔

۳۶۔ اور نہ اُنھیں موقع دیا جائے گا کہ وہ کوئی عذر پیش کریں۔

۴۱۔ متقی لوگ آج سایوں اور ٹھنڈے پانی کے چشموں میں ہیں۔

۴۶۔ (اس لیے اے کافرو) کھالو اور مزے کر لو تھوڑے دن۔

سورہ ۷۸، النّبا (اعلان)

(تعداد آیات ۴۰)

قریشِ مکہ آخرت کے تصور کو نہ صرف ناقابلِ یقین بلکہ ناقابلِ تصور سمجھتے تھے اور اسی لیے روزِ حساب کا مذاق اُڑاتے تھے۔ لہٰذا یہ ضروری تھا کہ بار بار ذکر کر کے آخرت کا عقیدہ اُن کے دل و دماغ میں اتارا جائے۔ اس سورہ میں بھی روزِ حشر کی واضح تصویر کشی کی گئی ہے۔ جب صور پھونکا جائے گا اور آسمان کھول دیا جائے گا تو ہر عمل سے اور ہر جنس کے لوگ فوج در فوج نکل آئیں گے۔ اس وقت منکروں کو جواب مل جائے گا اور وہ افسوس کرتے رہ جائیں گے۔ اور دوزخ ہی سرکشوں

کا ٹھکانہ ہوگی جس میں وہ ہمیشہ پڑے رہیں گے۔ اور اُن کے کرتوتوں کا بھرپور بدلہ دیا جائے گا۔ اور جب اُن کو پیاس لگے گی تو انھیں گرم پانی اور زخموں کا دھوان پینے کے لیے دیا جائے گا۔ اور متقی لوگوں کے لیے محفوظ باغ ہوں گے اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں ہوں گی۔ وہاں کوئی لغو اور جھوٹی بات نہ سنیں گے وہاں انھیں ابدی سکون اور امن میسر ہوگا۔ حتیٰ کہ فرشتے بھی اُن کے سامنے خدمت کے لیے کھڑے ہوں گے اور اُن سے کوئی بحث نہ کی جائے گی۔

سورہ ۷۸

۶۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے ہم نے اپنی مخلوق کے لیے وسیع زمین کو فرش بنایا۔
۷۔ اور پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑ دیا۔
۸۔ اور تمھیں مردوں اور عورتوں کے جوڑوں کی شکل میں پیدا کیا۔
۹۔ اور رات کو باعث سکون بنایا اور رات کو پردہ پوش بنایا۔
۱۰۔ اور دن کو معاش کا وقت بنایا۔
۱۲۔ اور تمھارے اوپر سات مضبوط آسمان قائم کیے۔
۱۳۔ اور ایک روشن اور گرم چراغ پیدا کیا۔
۱۴۔ اور بادلوں سے بارش برسائی۔
۱۵۔ تاکہ اس کے ذریعے غلہ اور سبزی پیدا ہوں۔
۱۶۔ اور گھنے باغ بنائے
۱۷۔ بے شک فیصلے کا ایک دن مقرر ہے جب سب ہی کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔
۱۸۔ جس روز صور میں پھونک ماری جائے گی تم فوج در فوج نکل آؤ گے۔
۳۱۔ یقیناً متقیوں کے لیے کامرانی کا ایک مقام ہے جہاں اُن کی ہر خواہش پوری ہوگی اور ہر آسایش مہیا ہوگی۔
۳۵۔ وہاں (وہ) کوئی لغو اور جھوٹی بات نہ سنیں گے۔

سورہ ۷۹ : النازعات

(تعداد آیات ۴۶)

اس سورہ میں اس بات کی پھر وضاحت کی گئی ہے کہ قیامت تو بے شک برپا ہوگی۔ اور اس روز ان لوگوں کے دل خوف سے کانپ رہے ہوں گے جو آج اس دن کا انکار کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی یہ بات بھی بہت ہی صاف انداز میں واضح کر دی گئی ہے کہ غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ اور فرعون کے قصّے سے ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون کو دعوت دی کہ وہ اپنے گناہوں سے پاک ہونے کا راستہ اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کرے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو عظیم نشانی عطا کی۔ لیکن اس کے باوجود فرعون نے اپنے تکبّر میں آپ کی دعوت کو رد کر دیا۔ اس نے اعلان کیا، "میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں" اور اس نے "موسیٰؑ کے اللہ" کو ماننے سے انکار کر دیا۔ اور یہ انکار اس کی تباہی اور موت کا سبب بنا۔

"درحقیقت اس میں بڑی عبرت ہے ہر اس شخص کے لیے جو ڈرے۔"

(۷۹ : ۲۶)

اس لیے قیامت کے دن دوزخ کھول دی جائے گی تاکہ اس کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کو سب دیکھ لیں۔ جن لوگوں نے "سرکشی کی تھی" اور حیات بعد الممات کی بجائے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی ان کا ٹھکانا بھی دوزخ ہوگی۔ لیکن جن لوگوں نے اپنے نفس کو بُری خواہشات سے بچائے رکھا ان کا ٹھکانا جنت ہوگی۔ مصر کے مشہور مفسر سید قطب نے بھی اس بات کی وضاحت کی ہے۔

"اللہ تعالیٰ انسان کو یہ حکم نہیں دیتا ہے کہ وہ اپنی خواہشات کو دبائے رکھے کیوں کہ اللہ جانتا ہے کہ انسان کے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔ اللہ تو صرف یہ چاہتا ہے کہ انسان اپنی خواہشات کو اپنے قابو میں رکھے اور خود خواہشات کا غلام نہ بنے۔"

سورہ ۷۹

۳۵۔ پھر جب وہ ہنگامۂ عظیم برپا ہوگا اجس روز انسان کو اپنے کئے دھرے کا حساب دینا ہوگا۔

۳۶۔ اور ہر دیکھنے والے کے سامنے دوزخ کھول کر رکھ دی جائے گی۔

۳۷۔ تو جس نے سرکشی کی تھی

۳۸۔ اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تھی۔

۳۹۔ دوزخ ہی اُن کا ٹھکانا ہوگی۔

۴۰۔ اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو (روزحساب کے ڈر سے) بری خواہشات سے باز رکھا تھا۔

۴۱۔ اس کا ٹھکانا جنّت کے باغ ہوں گے۔

سورہ ۸۰ : عبس

اس سورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو تاکید فرمائی گئی ہے کہ کافروں کے مقابلے میں اہل ایمان کے ساتھ بے اعتنائی نہ برتیں۔ منکر چاہے کتنے ہی دولت مند اور صاحب اقتدار کیوں نہ ہوں آپ ان سے التفات سے پیش نہ آئیں بلکہ اہل ایمان کی طرف زیادہ توجہ دیں۔ یہاں پر اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس قریش مکّہ کے کچھ بڑے سردار بیٹھے ہوئے تھے اور حضور اکرم ان کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش فرما رہے تھے اتنے میں ایک نابینا شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نے اس شخص سے بے رخی برتی۔ اور فوراً ہی یہ سورہ نازل ہوئی۔ کئی مفسروں نے اس کو اللہ تعالیٰ کی "خفگی" سے تعبیر کیا ہے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ عنایتوں کے باوجود انسان کے ناشکرے پن کا ذکر کیا گیا ہے۔ انسان کو یاد دلایا گیا ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ نے حقیر نطفے

سے پیدا کیا۔ پھر آسائش کے تمام سامان مہیا فرمائے۔ اور پھر موت اور آخرت کی یاد دہانی کرائی گئی ہے۔ لیکن اس سب کرم کے باوجود انسان کا رویہ کیسا ہے؟ اس نے ہرگز اپنا فرض ادا نہیں کیا جس کا اللہ نے اس کو حکم دیا تھا۔ انسان کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ "جب وہ کان بہرے کر دینے والی آواز بلند ہوگی"۔ تو ہر شخص کو ایسا ہراساں کر دے گی کہ وہ سوائے اپنے کسی اور کے بارے میں نہیں سوچ سکے گا۔ وہ بڑی نفسانفسی کا عالم ہوگا۔ اور ہر شخص اپنے بچاؤ کی فکر میں غلطاں ہوگا۔

سورہ ۸۰

۱۔ ترش رو ہوا اور بے رخی برتی اس بات پر کہ وہ اندھا اس کے پاس آگیا۔
۲۔ تمھیں کیا خبر، شاید وہ (مقدس کتاب کو سمجھ کر) سدھر جائے۔
۳۔ یا نصیحت پر دھیان دے (کر روحانی بلندی حاصل کرے)
۴۔ اور نصیحت کرنا اس کے لیے نافع ہو (یعنی اگر اس اندھے کو نصیحت کی جاتی تو فائدہ مند ہوتی)۔
۵۔ لیکن جو شخص (اپنے زعم میں) بے پروائی برتتا ہے۔
۶۔ اس کی طرف تو تم (اے محمدؐ) توجہ کرتے ہو۔
۷۔ حالاں کہ اگر وہ نہ سدھرے تو تم پر اس کی کیا ذمہ داری ہے؟ (یعنی تم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے)۔
۸۔ اور جو خود تمھارے پاس دوڑا آتا ہے اور جس کے دل میں (خدا کا) خوف ہے۔
۹۔ اس سے تم بے رخی برتتے ہو۔
۱۰۔ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے تھا یہ ایک نصیحت ہے۔
۳۳۔ (قیامت کے دن) آخر کار جب وہ کان بہرے کر دینے والی آواز بلند ہوگی۔
۳۴۔ اس دن بھائی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا۔
۳۵۔ اور بیٹا اپنے ماں باپ سے۔
۳۶۔ اور شوہر اپنی بیوی سے اور بچے اپنے والدین سے۔

۴۰۔ ان میں سے ہر شخص پر اس دن ایسا وقت آن پڑے گا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا۔

سورہ ۸۱ : التکویر

(تعدادِ آیات ۲۹)

گذشتہ سورہ کی طرح یہاں بھی پیکری طرزِ اظہار سے دنیا کے خاتمے کی منظر کشی کی گئی ہے۔ اور گناہ گاروں کے لیے سزا اور متقی لوگوں کے لیے اجرِ عظیم کا ذکر کیا گیا ہے۔ قیامت کے دن سورج بے نور ہو جائے گا۔ ستارے بکھر جائیں گے۔ پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ کر اڑنے لگیں گے۔ جنگلوں کے جانور بدحواس ہو کر اکٹھے آجائیں گے۔ سمندر بھڑک اٹھیں گے۔ غرض کہ کائنات کی ہر چیز تہ و بالا ہو جائے گی۔ سب لوگوں کے نامۂ اعمال کھولے جائیں گے اور آسمان کے سارے پردے ہٹ جائیں گے۔ اور جنت و دوزخ کھول دیئے جائیں گے۔

اہلِ ایمان کو تاکید کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کریں کیوں کہ اللہ کے پاس آپ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام اختیار دے کر اپنا نبی بنایا ہے۔ آپ نہ تو "آسیب زدہ" ہیں اور نہ ہی "تمہارا دوست مجنوں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خصوصی بصیرت سے نوازا ہے۔ آپ نے اللہ کے پیغمبر کو روشن اُفق پر دیکھا ہے۔ تو منکروں سے پوچھو "پھر تم لوگ کدھر چلے جا رہے ہو۔"

جو ہدایت آپ پر نازل فرمائی گئی ہے وہ کسی شیطان مردود کا قول نہیں ہے۔ یہ کلامِ پاک تو سب دنیا والوں کے لیے ہدایت ہے۔ پھر بھی ہر شخص کو آزادی ہے کہ وہ اس صحیح راستے کو اختیار کرے یا رد کر دے۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام تمام انسانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام دنیاؤں کی بھلائی کے لیے ہے۔

سورہ ۸۱

۱۔ جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔

۲۔ اور جب تارے بکھر جائیں گے۔
۳۔ جب پہاڑ چلائے جائیں گے۔
۴۔ اور جب حاملہ اونٹنیاں اپنے حال پر چھوڑ دی جائیں گی۔
۵۔ اور جب جنگلی جانور سمیٹ کر اکٹھے کر دیئے جائیں گے۔
۶۔ اور جب سمندر بھڑکا دیئے جائیں گے۔
۷۔ جب جانیں (جسموں سے) جوڑ دی جائیں گی۔
۸۔ اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔
۹۔ کہ وہ کس قصور میں ماری گئی؟
۱۰۔ اور جب اعمال نامے کھولے جائیں گے۔
۱۱۔ اور جب آسمان کا پردہ ہٹا دیا جائے گا۔
۱۲۔ اور جب جہنم دہکائی جائے گی۔
۱۳۔ اور جنت کے باغوں پر بہار آجائے گی۔
۱۴۔ اس وقت ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا اعمال لے کر آیا ہے۔

سورہ ۸۲ : الانفطار

(تعداد آیات ۱۹)

انسان سے سوال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے پناہ نوازشوں کے باوجود وہ اتنا ناشکرا کیوں ہے۔ کیا وہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف کرم ہی کرنے والا ہے اور سزا دینے والا نہیں؛ اور انصاف کرنے والا نہیں ہے؛ اسی لیے قیامت کے دن کا نقشا کھینچا گیا ہے۔ اس دن آسمان پھٹ جائے گا، ستارے بکھر جائیں گے، اور سمندر پھاڑ دیئے جائیں گے اور قبریں کھول دی جائیں گی۔ لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کے نیک و بد اعمال لکھنے کے لیے فرشتے مقرر کئے گئے ہیں۔ لہٰذا کوئی بھی اپنے نیک اعمال کے انعام سے محروم نہیں رہے گا اور نہ ہی کوئی اپنے گناہوں کی سزا سے بچ سکے گا۔ متقی لوگ جنتوں میں ہوں گے اور گناہ گار دوزخ میں۔

سورہ ۸۲

۶۔ اے انسان، کس چیز نے تجھے اپنے اُس ربِ کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا۔

۷۔ جس نے تجھے پیدا کیا اور تجھے نک سک سے درست کیا۔

۸۔ تجھے متناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ کر تیار کیا۔

۹۔ (پھر بھی) تم لوگ جزا اور سزا کو جھٹلاتے ہو۔

۱۰۔ حالانکہ تم پر (فرشتے) نگراں مقرر ہیں۔

۱۱۔ ایسے معزز اور ہمدرد کاتب۔

۱۲۔ جو تمھارے ہر فعل کو جانتے ہیں۔

۱۳۔ (اُن گواہی پر) یقیناً نیک لوگ (جنت میں) مزے میں ہوں گے۔

۱۴۔ اور بے شک بدکار لوگ جہنم میں جائیں گے۔

سورہ ۸۳ : المطففین

(تعداد آیات ۳۶)

ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ کاروبار میں ایمانداری اور دیانتداری سے کام لیں۔ کسی بھی قسم کی جعلسازی کو روا نہ رکھیں چاہے وہ ناپ تول میں ہو یا رقم کی ہیرا پھیری میں۔ چیزوں کو صحیح طور پر ناپ تول کر دینے کی تاکید قرآن حکیم میں بار بار کی گئی ہے۔ کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اُن کی دھوکہ دہی و جعلسازی کا حساب نہیں لیا جائے گا؟ اگر وہ ایسا سمجھتے ہیں تو سخت غلطی پر ہیں۔ اُن کے گناہوں اور غلط کاریوں کا حساب قید خانے کے دفتر (اعمال نامے) میں درج کیا جا رہا ہے جس کا نام سجین ہے۔ قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے کہ "تمھیں کیا معلوم کہ سجین کیا ہے (یعنی قید خانے کا دفتر کیا ہے) وہ ایک کتاب ہے لکھی ہوئی" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اُڑانے والوں کو اور بدکار لوگوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کیا جائے گا کیونکہ یہ دونوں ہی حق کو رد کرتے ہیں اور دھوکہ دہی و غلط عقیدوں اور اعمال کو اپناتے

ہیں۔ اُن کے اعمال ہی اُن کے دلوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں یعنی اُن کے دلوں پر زنگ چڑھ جاتا ہے۔ ایسے لوگ اپنے گناہوں کے نتیجے میں اپنے بُرے انجام سے بچ نہیں سکیں گے۔ اُن کو دوزخ کی آگ میں دھکیل دیا جائے گا۔ لیکن نیک لوگوں کا اعمال نامہ علیین ہے۔ اور یہ بھی "ایک لکھی ہوئی کتاب ہے جس کی نگہداشت مقرب فرشتے کرتے ہیں۔" "بے شک نیک لوگ بڑے مزے میں ہوں گے۔" اور اُن کے لیے نفیس ترین مہر بند شراب مہیا کی جائے گی جس میں مشک ملی ہوئی ہوگی اور تسنیم کی آمیزش ہوگی۔ تسنیم جنت کا ایک چشمہ ہے جس سے صرف مقرب لوگ ہی پانی پی سکیں گے۔ اس دنیا میں منکر لوگ اہل ایمان پر ہنستے ہیں کہ وہ راستے سے بھٹک گئے ہیں لیکن آخرت میں اہل ایمان ہنس رہے ہوں گے۔

سورہ ۸۳

۱۔ تباہی ہے ناپ تول میں ڈنڈی مارنے والوں کے لیے۔

۲۔ جن کا یہ حال ہے کہ جب لوگوں سے لیتے ہیں تو پورا پورا سامان لیتے ہیں۔

۳۔ لیکن دوسروں کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو انھیں گھٹا دیتے ہیں۔

۴۔ کیا یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ ایک بڑے دن یہ اٹھا کر لائے جانے والے ہیں (اور انھیں اپنی بے ایمانی کا حساب دینا ہوگا)۔

۵۔۶۔ اُس دن جبکہ سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

سورہ ۸۴ : الانشقاق (آسمان کا پھٹنا)

(تعداد آیات ۲۵)

انسان کو یاد دلایا گیا ہے کہ وہ اس دنیا میں چاہے جو اعمال اختیار کرے بالآخر اُس کو اپنے مالک حقیقی کے سامنے حساب دینا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے تمام سختیاں برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ انسان اپنے لوگوں میں مگن رہا اور یہ بھول گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سب اعمال دیکھ رہا ہے۔ اور اپنے رب کی طرف ہی اُسے پلٹ کر جانا ہے۔

دو قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوں گے۔ ایک وہ جن کا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ وہ کسی سخت حساب طلبی کے بغیر معاف کر دیئے جائیں گے اور خوشیاں مناتے ہوں گے۔ دوسرے وہ جن کا نامۂ اعمال پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا۔ وہ چاہیں گے کہ کسی طرح انھیں موت آ جائے۔ مگر مرنے کی بجائے وہ دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے۔ وہاں اُن کی کوئی شنوائی نہ ہوگی اور نہ ہی کوئی اُن کا مددگار ہوگا۔ وہ اتنے متکبر، دنیاوی آسایش میں مصروف اور اتنے خود پسند تھے کہ وہ خدا کا سامنا کرنے کو تیار ہی نہیں تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ جب اُن کے سامنے قرآن کی آیات پڑھی جاتی تھیں تو وہ ان کو ماننے سے انکار کر دیتے تھے اور اپنے رب کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کرتے تھے۔ اُن کے لیے سخت سزائیں مقرر کی جا چکی ہیں۔ لیکن جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل پر کاربند رہے اُن کے لیے جنت میں بے شمار انعامات مہیا کیے گئے ہیں۔

سورہ ۸۴

۶۔ اے انسان (اللہ کی راہ میں سخت محنت کر کیونکہ) تو کشاں کشاں اپنے رب کی طرف جا رہا ہے اور اُس سے ملنے والا ہے۔

۷۔ پھر جس کا نامۂ اعمال اس کے سیدھے ہاتھ میں دیا گیا۔

۸۔ اس سے ہلکا حساب لیا جائے گا۔

۹۔ اور وہ اپنے لوگوں کی طرف خوش خوش پلٹے گا۔

۱۰۔ رہا وہ شخص جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا جائے گا۔

۱۱۔ تو وہ موت کو پکارے گا۔

۱۲۔ اور بھڑکتی ہوئی آگ میں جا پڑے گا۔

سورہ ۸۵ : البروج

(تعداد آیات ۲۲)

اس سورہ میں دینِ اسلام کے بنیادی اُصولوں اور عقاید سے بحث کی گئی ہے۔

اور ان عقائد کو "گڑھے والوں" کے واقعہ کے ذریعہ سمجھایا گیا ہے۔ اصحاب الاخدود کا واقعہ ظہورِ اسلام سے بہت پہلے واقع ہوا تھا۔ ان اصحاب الاخدود (گڑھے والوں) نے ایمان لانے والوں کو آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں پھینک پھینک کر جلا دیا تھا۔ ایک بڑے مجمع نے اس درندگی کو دیکھا تھا۔ اس دہشت اور بربریت کی وجہ صرف یہ تھی کہ اہلِ ایمان نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان لایا تھا۔ قرآنِ حکیم میں فرمایا گیا ہے کہ جن لوگوں نے مومن مردوں اور عورتوں پر ظلم و ستم توڑا اور پھر اس سے تائب نہ ہوئے تو یقیناً اُن کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔ اور مسلمانوں پر ظلم و ستم کرنے والے کفارِ مکہ کا بھی یہی حال ہوگا۔

پھر کافروں سے کہا گیا ہے کہ کیا وہ فرعون اور ثمود کے انجام سے واقف نہیں ہیں۔ اگر تم لوگ اپنے گروہ کی طاقت کے بل بوتے پر زعم کرتے ہو تو فرعون اور ثمود کے گروہ تو تم سے بھی بڑے تھے۔ پھر کیوں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے انکار کرتے ہو؟ وہی خسارے میں رہنے والے ہیں۔ اور دوزخ کی آگ ان کی قسمت بن چکی ہے۔ لیکن ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کے لیے جنت کے باغ ہیں جہاں صاف شفاف پانی کی نہریں رواں ہیں۔ خدا کے قہر کے نازل ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن وہ نہایت مہربان اور بڑا معاف کرنے والا بھی ہے۔

سورہ ۸۵

۱۰۔ جن لوگوں نے مومن مردوں اور عورتوں پر ظلم و ستم توڑا اور پھر اس سے تائب نہ ہوئے یقیناً اُن کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

۱۱۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے یقیناً اُن کے لیے جنت کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔

۱۲۔ درحقیقت تمھارے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

۱۳۔ وہ پہلی بار پیدا کرتا ہے (پھر موت دیتا ہے) اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔

۱۴۔ اور وہ بخشنے والا ہے، محبت کرنے والا ہے۔

۱۵۔ عرش کا مالک ہے، بزرگ و برتر ہے۔
۱۶۔ اور جو کچھ چاہے کر ڈالنے والا ہے۔

سورہ ۸۶ : الطارق

(تعداد آیات ۱۷)

ہر انسان پر ایک نگہبان مقرر فرمایا گیا ہے جو اس کے اعمال کی نگرانی کرتا ہے آسمان کے تارے اس بات کا ثبوت ہیں کہ کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ایک ہستی کی نگہبانی کے بغیر اپنی جگہ قائم اور باقی رہ سکتی ہو۔ رات کی سیاہی میں یہ نمودار ہوتے ہیں۔ جس روز پوشیدہ اسرار کی جانچ ہوگی اس دن ہر ظاہر و باطن کھل کر سامنے آ جائے گا۔ اس دن کا آنا یقینی ہے یہ کوئی ہنسی مذاق کی بات نہیں ہے۔ کافروں کو بتا دیا جائے کہ ان کی چالیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے ہیچ ہیں اور ان کو اپنے انجام سے بچا نہیں سکیں۔ اللہ کے سامنے نہ ان کا کوئی زور چلے گا اور نہ ہی کوئی ان کا مددگار ہوگا۔

سورہ ۸۶

۵۔ پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے۔
۶۔ کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے ایک اچھلتے ہوئے پانی سے۔
۷۔ جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔
۸۔ یقیناً وہ (خالق) اُسے دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔
۹۔ جس روز پوشیدہ اسرار کی جانچ پڑتال ہوگی (تو تمام راز معلوم ہو جائیں گے)۔
۱۰۔ اس وقت انسان کے پاس نہ خود اپنا کوئی زور کار ہوگا اور نہ کوئی اس کی مدد کرنے والا ہوگا

سورہ ۸۷ : الاعلیٰ (مکیہ)

(تعداد آیات ۱۹)

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ آپ کو پڑھنا سکھا دیا

گیا اور جو وحی آپ پر نازل کی جارہی ہے وہ آپ کو ازبر ہو جائے گی اور آپ اس وحی کو کبھی نہ بھولیں گے۔ اس طرح آپ کا کام آسان ہو جائے گا اور آپ اُن لوگوں کو خبردار کرسکیں گے جو غلط راہ پر چل رہے ہیں۔ جو لوگ اس پیغام الٰہی کو مان لیں گے اور پاکیزگی اختیار کریں گے وہ خوش حال ہو جائیں گے لیکن جو لوگ انکار کریں گے (اس وحی کو ماننے سے) وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیئے جائیں گے جہاں نہ اُن کو موت آئے گی اور نہ ہی وہ جی سکیں گے کیوں کہ انھوں نے دنیاوی زندگی کی آسائشوں کو ترجیح دی تھی۔

جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب (قرآن حکیم) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے وہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ یہ تمام باتیں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے صحیفوں میں واضح طور پر بتادی گئی تھیں۔

سورہ ۸۷

۶۔ ہم پڑھوادیں گے پھر تم نہیں بھولو گے۔

۷۔ سوائے اس کے جو اللہ چاہے، وہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور جو پوشیدہ ہے اس کو بھی۔

۸۔ ہم تمھیں آسان طریقے کی سہولت دیتے ہیں (تاکہ صحیح راستہ پاسکو)۔

۹۔ لہٰذا تم نصیحت کرو اگر نصیحت نافع ہو۔

۱۰۔ جو شخص ڈرتا ہے وہ نصیحت قبول کرے گا۔

۱۱۔ جو اس (نصیحت) سے گریز کرے گا۔

۱۲۔ وہ بدبخت بڑی آگ میں جائے گا۔

۱۳۔ پھر نہ اس میں مرے گا اور نہ جیئے گا۔

۱۴۔ فلاح پاگیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا۔

سورہ ۸۸ : الغاشیہ

(تعداد آیات ۲۶)

۔ قیامت کے دن کو قرآن حکیم میں "چھا جانے والی آفت" کہا گیا ہے اس دن

بہت سے چہرے تھکاوٹ سے چور ہوں گے اور خوف سے کانپ رہے ہوں گے۔ اُن کے جسم شدید آگ میں جھلس رہے ہوں گے۔ اُن کو کھانے کے لیے سوکھی گھاس کے سوا کچھ نہیں ملے گا اور کھولتے ہوئے پانی کے علاوہ پینے کو کچھ نہ ملے گا۔ یہ لوگ گناہ گار ہوں گے لیکن وہ لوگ جو متقی اور پرہیزگار ہوں گے جو اُس دن اپنے نیک اعمال پر خوش ہوں گے اور وہ جنّت میں بھیج دیے جائیں گے اور وہاں وہ اعلیٰ باغوں میں گھومیں گے۔ اُن کے بیٹھنے کے لیے آرام دہ گاؤ تکیے ہوں گے اور بہترین قالین بچھے ہوں گے۔ جنّت کے باغوں میں ٹھنڈے پانی کی نہریں ہوں گی۔

رسول اللہ کا فرض تو صرف یہ ہے کہ آپ لوگوں کو خبردار کر دیں لوگوں کے معاملات میں دخل اندازی یا اُن کی نگرانی کرنا یا اُن لوگوں کو راہِ راست اختیار کرنے پر مجبور کرنا رسول اللہ کے فرائض میں شامل نہیں ہے۔ لوگوں کو خود نیک و بد میں تمیز کرنے کی آزادی دی گئی ہے۔ اگر وہ راہ سے بھٹک جاتے ہیں اور اللہ کے دین کو رد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی انھیں سزا دے گا۔ اور اگر وہ راہِ حق اختیار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں انعامات سے نوازے گا۔ اُن کو اپنے رب کی طرف ہی پلٹ کر جانا ہے اور وہی اُن کے اچھے یا بُرے اعمال کا حساب لے گا۔

سورہ ۸۸

۱۷۔ یہ لوگ نہیں مانتے، تو کیا اونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے؟

۱۸۔ آسمان کو نہیں دیکھتے کہ کیسے اٹھایا گیا؟

۱۹۔ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے؟

۲۰۔ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کیسے بچھائی گئی؟

۲۱۔ اچھا تو (اے نبی) نصیحت کیے جاؤ، تم بس نصیحت ہی کرنے والے ہو۔

۲۲۔ کچھ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہو۔

سورہ ۸۹ : الفجر
(تعداد آیات ۳۰)

انسان کو یاد دلایا گیا ہے کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ نے کیسا حکیمانہ نظام قائم کیا ہے۔ اس کو دیکھنے کے باوجود کیا وہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس کائنات کو بنانے والا اور اس نظام کو چلانے والا آخرت برپا کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے؟ پھر تاریخی شہادتیں بھی موجود ہیں کہ عاد جیسی بے مثال قوم کا کیا انجام ہوا۔ ثمود جو چٹانوں کو تراشنے میں ماہر تھے اُن کا کیا انجام ہوا۔ اور فرعون اور اس کی فوج کا کیا انجام ہوا جو لوگوں کو دہشت زدہ کرتے تھے اور بدکاری میں پڑے ہوتے تھے۔ ان تمام قوموں کو اُن کے انکار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب نے گھیر لیا۔

انسان عجیب فطرت کا مالک ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اُسے اپنی عنایات اور انعامات سے نوازتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اللہ نے مجھے عزت دار بنایا۔ لیکن جب اللہ اس کو آزماتا ہے اور اس کے رزق میں کمی کر دیتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اللہ نے مجھے ذلیل کیا۔ وہ بھول جاتا ہے کہ خود اس سے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کیا کیا کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ مثلاً کیسے اس نے غریبوں اور یتیموں کے حقوق ادا کرنے سے لاپرواہی برتی۔ اور کس طرح اس نے دوسروں کی میراث کا مال ہڑپ کر لیا۔ اور مال و دولت کی محبت میں کس بری طرح گرفتار ہوا۔ روزِ قیامت اس کو اُن تمام اعمال کا حساب دینا ہے۔ اُس وقت اس کی توبہ کچھ کام نہ آئے گی۔ صرف متقی اور پرہیزگار لوگ ہی صحیح ایمان والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے خوش رہتا ہے۔ یقیناً اُن کو اپنی نیکیوں کا انعام ملے گا اور انھیں جنت میں جگہ دی جائے گی۔

سورہ ۸۹

۱۔ اے لوگو تم یتیم سے عزت کا سلوک نہیں کرتے۔

۱۸۔ اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے۔
۱۹۔ (بلکہ دوسروں کی) میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔
۲۰۔ اور مال کی محبت میں بری طرح گرفتار ہو۔
۲۱۔ یقیناً اس دن جب زمین دھول میں تبدیل کر دی جائے گی۔
۲۲۔ اور تمہارا رب صف در صف فرشتوں کے ساتھ جلوہ افروز ہوگا۔
۲۳۔ اور جہنم اس روز سامنے لے آئی جائے گی۔ تب انسان کی سمجھ میں آئے گا اس وقت اس کے سمجھنے کا کیا حاصل؟

سورہ ۹۰ : البلد

(تعداد آیات ۲۰)

اس سورہ میں شہر مکہ کا ذکر ہے جہاں حضور اکرم پیدا ہوئے اور ان مصائب کا ذکر ہے جو آپ کو اس شہر میں برداشت کرنے پڑے انسانوں سے پوچھا گیا ہے کہ وہ یہ بات کیوں بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مشقت کی۔ الت میں ہی پیدا کیا ہے اور ان کے مستقبل کا انحصار بھی ان کی محنت اور مشقت پر ہے۔ لہٰذا لوگوں کو اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہیے۔ کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ خالقِ کائنات ان پر کچھ قدرت نہیں رکھتا۔ انسان کے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک جو نیکی اور بھلائی کی طرف لے جاتا ہے اور دوسرا بدی اور گناہوں کی طرف۔ نیکی کا راستہ دشوار گزار ہے۔ اس کو طے کرنے کے لیے نیک اعمال پر کاربند رہنا ضروری ہے۔ مثلاً غلاموں کو آزاد کرنا محتاجوں اور بھوکوں کو کھانا کھلانا ان یتیموں کی نگہداشت کرنا جو مصیبت میں گرفتار ہیں۔ دوسروں کے ساتھ مہربانی سے پیش آنا اور ان کو بھی مہربانی سے پیش آنے کی تعلیم دینا۔ ایسے ہی لوگ متقی ہیں اور وہ سیدھے ہاتھ کی جماعت میں شامل ہوں گے۔ ان پر اللہ تعالیٰ اپنی نوازشیں نازل فرمائے گا۔ لیکن جو گناہ گار اللہ تعالیٰ کے کلام سے انکار کرتے ہیں وہ بائیں ہاتھ والی جماعت میں شامل ہوں گے۔ وہ دوزخ کی آگ میں جلائے جائیں گے۔

سورہ ۹۰

۴۔ ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔
۵۔ کیا اُس نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اُس پر کوئی قابو نہ پا سکے گا۔
۶۔ وہ فخر کرتا ہے کہ میں نے بے شمار دولت جمع کر لی ہے۔
۷۔ کیا وہ سمجھتا ہے کہ کسی نے اُس کو نہیں دیکھا؟
۸۔ اللہ نے اُس کو آنکھیں عطا فرمائیں تاکہ وہ دیکھ سکے۔
۹۔ اور کیا ہم نے اُسے ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے؟
۱۰۔ اور دونوں نمایاں راستے اُسے نہیں دکھا دیے؟
۱۲۔ نیکی کا راستہ دشوار گزار گھاٹی کی چڑھائی پر مشتمل ہے۔
۱۳۔ اور یہ راستہ ہے کسی گردن کو غلامی سے چھڑانا۔
۱۴۔ یا فاقے کے دن کسی قریبی یتیم یا خاک نشین مسکین کو کھانا کھلانا۔
۱۵ تا ۱۷۔ اُن لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنھوں نے ایک دوسرے کو صبر اور خلقِ خدا پر رحم کی تلقین کی۔
۱۸۔ یہ لوگ ہیں دائیں بازو والے۔
۱۹۔ اور جنھوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا وہ بائیں بازو والے ہیں۔
۲۰۔ اُن پر آگ چھائی ہوئی ہوگی، وہ جھلس کر رہ جائیں گے۔

سورہ ۹۱ : الشمس

(تعداد آیات ۱۵)

کیا آدمی جانتا ہے کہ اگر وہ پاکیزہ زندگی گزارے تو وہ کامیاب و کامران ہوگا اور اگر وہ بدکاری میں مبتلا ہو جائے تو تباہ و برباد ہو جائے گا۔ یہی قانونِ فطرت ہے۔ قومِ ثمود پر کیا گزری۔ انھوں نے اپنی سرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو جھٹلا دیا۔ اللہ کے نبی حضرت صالحؑ نے اُن سے کہا کہ خبردار! اللہ کی اونٹنی کو ہاتھ

نہ لگانا) اور اس کے پانی پینے (میں مانع نہ ہونا) لیکن انھوں نے آپ کی بات کو جھٹلا دیا اور اپنے تکبر میں اس اونٹنی کو مار دیا۔ اور ان کے اس گناہ کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اُن کو پیوندِ خاک کر دیا۔

سورہ ۹۱

۱۔ سورج اور اس کی جلوہ سامانیوں (دھوپ) کی قسم۔
۲۔ اور چاند کی قسم جو اس کے پیچھے آتا ہے۔
۳۔ اور دن کی قسم جبکہ وہ سورج کی شعاعوں کو نمایاں کر دیتا ہے۔
۴۔ اور رات کی قسم جب کہ وہ (سورج کو) ڈھانک لیتی ہے۔
۵۔ اور آسمان کی اور اس ذات کی قسم جس نے اُسے قائم کیا۔
۶۔ اور زمین کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے بچھایا۔
۷۔ اور نفسِ انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اُسے پیوست (ہموار) کیا۔
۸۔ اور اس کی بدی اور اس کی پرہیزگاری اس پر الہام کر دی۔
۹۔ یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا۔
۱۰۔ اور نامراد ہوا وہ جس نے اُسے (اپنے نفس کے نیکی پر ابھارنے والے رجحان) کو دبا دیا۔

سورہ ۹۲ : الیل

(تعداد آیات ۲۱)

اہل ایمان کو یقین دلایا گیا ہے کہ ان میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور اس کے عطا کیے ہوئے مال میں سے خیرات دیتے ہیں اُن پر اللہ تعالیٰ نوازشیں نازل فرمائے گا۔ اُن کے لیے نجات کا راستہ آسان کر دیا جائے گا۔ لیکن جو شخص متقی نہیں ہے اور دولت رکھنے کے باوجود بخل سے کام لیتا ہے اُس کا راستہ بہت دشوار گزار ہوگا۔ اس کی دولت اُس کے کچھ کام نہ آئے گی اور وہ دوزخ کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ انسان اپنے مال و دولت میں سے جس قدر

خیرات کرے گا اُسی قدر اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوگا۔ اس کو کسی کا احسان اُٹھانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ اس کا ساتھ دے گا، اور وہ قناعت پسند بن جائے گا اور اُس کو سکونِ قلب حاصل ہوگا۔

سورہ ۹۲

۱۔ قسم ہے رات کی جبکہ وہ چھا جائے۔
۲۔ اور دن کی جبکہ وہ روشن ہو۔
۳۔ اور اس ذات کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔
۴۔ درحقیقت تم لوگوں کی کوششیں مختلف قسم کی ہیں۔
۵۔ تو جس نے (راہِ خدا میں) مال دیا اور (خدا کی نافرمانی سے) پرہیز کیا۔
۶۔ اور بھلائی کو سچ مانا۔
۷۔ اُس کو ہم آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔
۸۔ اور جس نے بخل سے کام لیا اور (اپنے خدا سے) بے نیازی برتی۔
۹۔ اور بھلائی کو جھٹلایا۔
۱۰۔ اس کے لیے ہم سخت (دشوار گزار) راستے کا انتظام کریں گے۔
۱۱۔ اور اس کا مال اس کے کس کام آئے گا جبکہ وہ ہلاک ہو جائے۔
۱۲۔ بے شک راستہ بتانا ہمارے ذمّہ ہے۔
۱۳۔ اور آخرت اور دنیا، دونوں کے ہم ہی مالک ہیں۔

سورہ ۹۳ : الضّحٰی

(تعداد آیات ۱۱)

یہ سورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے ایک انتہائی پریشان کن دور میں نازل ہوئی۔ اور نزولِ وحی کا سلسلہ رک جانے کی وجہ سے آپ یہ محسوس کرنے لگے تھے کیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو بھول گیا ہے یا پھر آپ سے ناراض ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو یقین دلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ آپ سے ناراض ہے اور نہ ہی اُس

نے آپ کو چھوڑا ہے۔ وہ آپ کی ہر حال میں حفاظت فرمائے گا۔ اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا جب آپ یتیم تھے۔ دعوت حق میں آپ کو جن شدید دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، یہ صرف چند دنوں کی بات ہے اور آئندہ ہر دور پچھلے دور سے بہتر ہوگا۔ لہٰذا آپ صحیح راستے کی رہنمائی جاری رکھیں اور لوگوں کو بتادیں کہ آخرت بہرحال اس زندگی سے بہتر ہے۔

سورہ ۹۳

۱۔ صبح کی عظیم الشان ساعتوں کی قسم۔

۲۔ اور رات کی قسم جب وہ سکون کے ساتھ طاری ہو جائے۔

۳۔ اے نبیؐ تمھارے رب نے تم کو ہرگز نہیں چھوڑا اور نہ ہی وہ ناراض ہوا۔

۴۔ اور یقیناً تمھارے لیے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہوگا۔

۵۔ اور عنقریب تمھارا رب تم کو اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔

۶۔ کیا اس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانا فراہم کیا؟

۷۔ اور تمھیں ناواقفِ راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔

۸۔ اور تمھیں نادار پایا اور پھر مالدار کر دیا

۹۔ لہٰذا یتیم پر سختی مت کرو۔

۱۰۔ اور سائل کو نہ جھڑکو۔

۱۱۔ اور اپنے رب کی نعمت کا اظہار کرو۔

سورہ ۹۴ الم نشرح

(تعداد آیات ۸)

اللہ تعالیٰ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد دلاتا ہے کہ اس نے آپ پر علم کے خزانے کھول دیئے ہیں، آپ کے راستے کی دشواریوں کو دور کیا۔ اور آپ کے نام کو محترم بنادیا۔ آپ کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہر دشوار گزار دور کے بعد کامیابی بھی یقینی ہے۔ لہٰذا آپ تبلیغ دین میں سخت محنت سے کام لیں۔ اپنے کام کو

جاری رکھیں۔ اپنے رب کی طرف ہی راغب رہیں۔

سورہ ۹۴

۱۔ کیا ہم نے (اے نبیؐ) تمہارا سینہ تمہارے لیے کھول نہیں دیا۔
۲۔ اور تم پر سے وہ بھاری بوجھ نہیں اُتار دیا جو تمہاری کمر توڑے ڈال رہا تھا۔
۳۔ اور تمہیں اُمید بندھائی۔
۴۔ اور تمہارے ذکر کا آوازہ بلند کر دیا۔
۵۔ پس حقیقت یہ ہے کہ تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے۔
۶۔ بے شک تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے۔
۷۔ لہٰذا جب تم فارغ ہو تو عبادت کی مشقت میں لگ جاؤ۔
۸۔ اور اپنے رب ہی کی طرف راغب ہو۔

سورہ ۹۵: التین

(تعداد آیات ۸)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے۔ اس کو نیک فطرت سے نوازا لیکن انسان کے گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُسے سب سے نچلی سطح پر پہنچا دیا۔ یہ ہے انسان کی فطرت۔ لیکن اگر انسان اللہ پر ایمان لاتا ہے اور نیک اعمال پر کاربند رہتا ہے تو یقیناً وہ انعام کا مستحق ہوگا یعنی آخرت میں انعام پائے گا کیوں کہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر منصف ہے۔

سورہ ۹۵

۱۔ قسم ہے انجیر اور زیتون کی۔
۲۔ اور طور سینا کی۔
۳۔ اور اس پُر امن شہر (مکہ) کی۔
۴۔ ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا۔

۵۔ پھر اُسے اُلٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے نیچ کر دیا۔
۶۔ سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔ ان کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔
۷۔ پس (اے نبیؐ) اس کے بعد کون جزا اور سزا کے معاملے میں تم کو جھٹلا سکتا ہے؟
۸۔ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑا حاکم نہیں ہے؟

سورہ ۹۶ : العلق

(تعداد آیات ۱۹)

اس سورہ کی پہلی پانچ آیات سب سے پہلی وحی پر مشتمل ہیں جو آپ پر غارِ حرا میں نازل ہوئیں۔ اور یہ آپ کے منصبِ نبوت پر فائز ہونے کا اعلان تھا۔ اسی لیے یہ آیات بہت ہی اہمیت کی حامل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ آپ نبوت کا بار اُٹھانے کی تیاری شروع کر دیں۔ یہاں قلم کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے جس کی مدد سے انسان وہ باتیں سیکھتا ہے جو وہ نہیں جانتا۔ وہ بغاوت پر آمادہ ہو جاتا ہے کیوں کہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ اسی لیے وہ اپنے رب کی نافرمانی پر اتر آتا ہے۔ انسان یہ بھول جاتا ہے کہ صرف اللہ ہی ہر بات جانتا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اُن کی پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹے گا اور اس وقت کوئی اُن کا مددگار نہ ہوگا۔ لہٰذا خدا کی قربت حاصل کرنے کی کوشش میں ہی انسان کی نجات ہے۔

سورہ ۹۶

۱۔ پڑھو (اے نبیؐ) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔
۲۔ جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی۔
۳۔ پڑھو اور تمھارا رب بڑا کریم ہے۔
۴۔ جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔

۵۔ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ جانتا نہ تھا۔
۶۔ ہرگز نہیں (کرنا چاہیے جو وہ سرکشی کرتا ہے۔
۷۔ اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے
۸۔ حالانکہ پلٹنا یقیناً تیرے رب ہی کی طرف ہے۔

سورہ ۹۷: القدر

(تعداد آیات ۵)

یہ سورہ مختصر ترین سورتوں میں سے ایک ہے اور اپنے مقفی طرز بیان کی وجہ سے بہت ہی اثر آفرین آیات پر مشتمل ہے۔ یہاں شب قدر کی عظمت و شرف کو واضح کیا گیا ہے۔ اسی رات میں قرآن مجید کا نزول ہوا۔ اور جس رات کو قرآن کے نزول کا فیصلہ صادر کیا گیا وہ ایسی خیر و برکت والی رات تھی کہ دنیا کی تاریخ میں ہزار مہینوں میں بھی وہ کام نہیں کیا گیا جو انسانی فلاح کے لیے اس ایک رات میں کر دیا گیا۔ اس رات فرشتے اپنے رب کے احکامات لے کر اترتے ہیں اور یہ رات سلامتی کی رات ہے تا آنکہ صبح ہو جائے۔

سورہ ۹۷

۱،۲۔ ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا ہے۔
۳۔ اور تم کیا جانو کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے۔
۴۔ فرشتے اور روح اس (شب) میں اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں۔
۵۔ وہ رات سراسر سلامتی ہے طلوع فجر تک۔

سورہ ۹۸: البینۃ

(تعداد آیات ۸)

اس سورہ میں اہل ایمان پر اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے غلط رویے

کو واضح کیا گیا ہے۔ حالاں کہ یہود و نصاریٰ کے صحیفوں میں ایک اور پیغمبر کے مبعوث کیے جانے کا واضح ثبوت موجود ہے پھر بھی یہ لوگ حضورِ اکرمؐ کی رسالت کو جھٹلاتے ہیں۔ یہ رسالت مشرکوں کے لیے اصلاح کے دروازے کھولتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہدایت اللہ کی طرف سے لے کر آتے ہیں وہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ وہی ہدایت ہے جو پہلے رسولوں پر نازل کی گئی تھی۔ یہ کتاب نوعِ انسانی کی فلاح و بہبود کے لیے قانون اور ضابطے بتاتی ہے۔ اور نیکی اور بدی میں تمیز کرنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے۔ یہ بڑی بدنصیبی کی بات ہے کہ اہلِ کتاب اور مشرکین دونوں ہی نے اس دین کو رد کر دیا جو حضرت محمدؐ اللہ کے اذن سے لے کر آتے ہیں۔ اس گناہ کی پاداش میں انھیں سخت عذاب میں مبتلا کر دیا جائے گا کیوں کہ یہ لوگ بدترین مخلوق میں سے ہیں۔

سورہ ۹۸

۶۔ اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ یقیناً جہنم کی آگ میں جائیں گے اور ہمیشہ وہیں رہیں گے۔ یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔

۷۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ یقیناً بہترین خلائق ہیں۔

۸۔ اُن کی جزا اُن کے رب کے ہاں دائمی قیام کی جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔

سورہ ۹۹ : الزلزال

(تعدادِ آیات ۸)

اس سورہ میں یومِ حساب کی تصویرکشی کی گئی ہے۔ قیامت کے دن یہ زمین پوری شدت سے ہلا دی جائے گی اور ہر چیز الٹ پلٹ دی جائے گی۔ ہر شخص کو اس کی نیکیوں اور گناہوں کا اعمال نامہ بتا دیا جائے گا۔ جنتی لوگ اور گناہ گار دونوں ہی اس اعمال نامے کو دیکھیں گے۔ وہ اپنی نیکیوں کی جزا پائیں گے اور گناہوں کی سزا۔ اس جزا اور سزا کا فیصلہ اپنے وقت پر ہوگا۔

سورہ ۹۹

۱۔ جب زمین اپنی پوری شدت کے ساتھ ہلا ڈالی جائے گی۔
۲۔ اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ نکال کر باہر ڈال دے گی۔
۳۔ اور انسان پکار اُٹھے گا یہ اس کو کیا ہو رہا ہے۔
۴۔ اس روز وہ اپنے (یعنی اپنی سطح پر گزرے ہوئے) حالات بیان کرے گی (تب انسان کو حقیقت کا پتہ چلے گا)
۵۔ کیوں کہ تیرے رب نے اُسے (ایسا کرنے کا) حکم دیا تھا۔
۶۔ اس روز لوگ متفرق حالات میں پلٹیں گے تاکہ اُن کے اعمال ان کو دکھائے جائیں۔
۷۔ پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔
۸۔ اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

سورہ ۱۰۰ : العدیٰت

(تعداد آیات ۱۱)

اس سورہ میں زورِ بیان اور عجلت کے ساتھ انسان کی بدنصیبی پر اظہار افسوس کیا گیا ہے کیوں کہ انسان اپنے رب کی نوازشوں کے باوجود نا شکرا واقع ہوا ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ نہ اس کی دنیاوی شان و شوکت اور نہ ہی مال و دولت اس کے کچھ کام آئیں گے۔ روزِ قیامت جب اُسے قبر سے اٹھایا جائے گا اور رب العالمین کے حضور میں پیش کیا جائے گا تب اُسے حقیقت کا پتا چلے گا۔

سورہ ۱۰۰

۶۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔
۷۔ اور وہ خود اس (اپنے اعمال) پر گواہ ہے۔

۸۔ اور وہ مال و دولت کی محبت میں بُری طرح مبتلا ہے۔
۹۔ تو کیا وہ اس وقت کو نہیں جانتا جب قبروں میں جو کچھ (مدفون) ہے اُسے نکال لیا جائے گا۔
۱۰۔ اور سینوں میں جو کچھ (مخفی) ہے اُسے برآمد کر کے اس کی جانچ پڑتال کی جائے گی۔
۱۱۔ یقیناً اُن کا رب اس روز ان سے خوب باخبر ہوگا۔

سورہ ۱۰۱: القارعہ

(تعداد آیات ۱۱)

یہاں روزِ قیامت کا نقشہ اس انداز میں کھینچا گیا ہے کہ سُننے اور پڑھنے والوں کے دل خوف سے لرز جاتے ہیں۔ اس دن مرد اور عورتیں پروانوں کے جھڑے ہوئے پروں کی طرح بکھر جائیں گے۔ اُن کے اعمال کو انصاف کے ترازو میں تولا جائے گا۔ جس شخص کے نیک اعمال اُس کے بُرے اعمال سے زیادہ وزنی ہوں گے اُس کو جنت کی خوشیاں عطا کی جائیں گی۔ اور جس شخص کے گناہ اس کے نیک اعمال سے زیادہ وزنی ہوں گے اُس کو دوزخ کے گڑھے میں پھینک دیا جائے گا۔

سورہ ۱۰۱

۱۔ عظیم حادثہ (یعنی بلند چیخ و پکار اور فریاد کا دن)۔
۲۔ کیا ہے وہ عظیم حادثہ۔
۳۔ تم کیا جانو کہ وہ عظیم حادثہ کیا ہے۔
۴۔ وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح۔
۵۔ اور پہاڑ رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اون کی طرح ہوں گے۔
۶۔ پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے۔
۷۔ وہ دل پسند عیش میں ہوگا۔
۸۔ اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے۔

۹۔ اُس کی جائے قرار دہکتی ہوئی آگ کی، گہری کھائی ہوگی۔

سورہ ۱۰۲ : التکاثر

(تعداد آیات ۸)

دنیا کی خوشیوں، مسرتوں اور آسائشوں کی ہوس میں لوگ اللہ تعالیٰ کی عائد کردہ ذمہ داریوں کو بھول جاتے ہیں اور اسی غفلت میں قبر میں پہنچ جاتے ہیں اُن کو اپنے فرائض کا احساس اُس وقت ہوگا جب آخرت میں دوبارہ زندہ ہو کر انھیں اپنے مالکِ حقیقی کو حساب دینا ہوگا۔ اُس وقت ان کو دوزخ کی بھڑکتی ہوئی آگ نظر آئے گی۔ تب اُن کی توبہ کس کام آئے گی۔ اُس دن عمل کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔

سورہ ۱۰۲

۱۔ تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دھن نے غفلت میں ڈال رکھا ہے۔ (دنیاوی آسائش کے حصول کے لیے تمھاری ایسی رقابتیں تم کو سیدھے راستے سے بھٹکا نہ دیں۔)

پھر ضرور اُس (قیامت کے) روز تم سے ان نعمتوں کے بارے میں جواب طلبی کی جائے گی۔

سورہ ۱۰۳ : العصر

(تعداد آیات ۳)

کئی زمانوں سے یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جب بھی انسان فلاح کی راہ سے بھٹک گیا تو وہ خسارے میں ہی رہا، اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی نیکی کی تلقین کرتے رہے وہی فلاح پاتے رہے۔

سورہ ۱۰۳

۱۔ زمانے کی قسم۔

۲۔ انسان دراصل خسارے میں ہے۔
۳۔ سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے۔ اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔

سورہ ۱۰۴: الھمزہ

(تعداد آیات ۹)

اس سورہ میں الزام لگانے والوں، غیبت کرنے والوں اور اپنی دولت پر فخر کرنے والوں کو انتباہ دیا گیا ہے۔ اُن کا افسوسناک خاتمہ یقینی ہے اللہ تعالیٰ کا قہر اُن کو برباد کردے گا اور دوزخ کی آگ انھیں نگل جائے گی۔

سورہ ۱۰۴

۱۔ تباہی ہے ہر اس شخص کے لیے جو (سامنے) لوگوں پر طعن اور (پیٹھ پیچھے) برائیاں کرنے کا خوگر ہے۔
۲۔ اور اس کے لیے) جس نے مال جمع کیا اور اُسے گن گن کر رکھا۔
۳۔ کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔
۴۔ ہرگز نہیں، وہ شخص تو چکنا چور کر دینے والی جگہ میں پھینک دیا جائے گا۔
۵۔ تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ چکنا چور کر دینے والی جگہ۔
۶۔ (یہ جگہ ہے) اللہ کی آگ (خوب بھڑکائی ہوئی۔
۷۔ جو دلوں تک پہنچے گی (گناہ گاروں کے)
۸۔ وہ (آگ) اُن پر ڈھانک کر بند کر دی جائے گی۔
۹۔ (اس حالت میں کہ (وہ) اونچے اونچے ستونوں میں (گھرے ہوئے ہوں گے)۔

سورہ ۱۰۵: الفیل

(تعداد آیات ۵)

یہاں پر کعبہ پر حبش کے بادشاہ ابرہہ کی زبردست فوج کے حملے کا ذکر کیا گیا

ہے۔ اس فوج میں ایک بہت ہی طاقتور ہاتھی شامل تھا جو کہ ناقابلِ شکست سمجھا جاتا تھا لیکن اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کس طرح بدترین حملے کو بھی ناکام بنایا جائے۔ ابرہہ کا مقصد خانۂ کعبہ کو ڈھا دینا تھا تاکہ اس معبد کو مرکزی مقام مل سکے جو اس نے تعمیر کروایا تھا۔ اس وقت اہلِ مکہ ساٹھ ہزار افراد پر مشتمل اس فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس لیے لاچار و بے بس ہو گئے۔ تب خدا کے گھر کو بچانے کے لیے فوج در فوج پرندے دشمن کی فوج کے سروں پر پہنچ گئے۔ یہ پرندے اپنی چونچوں میں کنکریاں لیے ہوئے تھے اور انھوں نے دشمن پر پتھروں کی بارش کر دی۔ اس کے بعد دشمن کی فوج میں چیچک کی وبا پھیل گئی جس نے نہ صرف ابرہہ کی فوج میں تباہی مچا دی بلکہ خود بادشاہ بھی اس مرض میں مبتلا ہوا اور بادشاہ سمیت پوری فوج موت کا شکار ہو گئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے خانۂ کعبہ کی حفاظت فرمائی۔

سورہ ۱۰۵

۱۔ تم نے دیکھا نہیں کہ تمھارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔

۲۔ کیا اس نے اُن (دشمنوں) کی تدبیر کو اکارت نہیں کر دیا۔

۳۔ اور اُن پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیے۔

۴۔ جو اُن پر پکی ہوئی مٹی کے پتھر پھینک رہے تھے۔

۵۔ پھر اُن کا یہ حال کر دیا جیسے جانوروں کا کھایا ہوا بھوسا۔

سورہ ۱۰۶ : قریش

(تعدادِ آیات ۴)

اس سورہ میں قبیلہ قریش کا ذکر کیا گیا ہے جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بہتان تراشیوں کی بدترین مہم شروع کر دی تھی۔ اللہ تعالیٰ اہلِ قریش سے سوال کرتا ہے کہ دشواریوں اور سہولتوں میں اگرمی اور سردی کے موسم میں سفر کے دوران کون ان کی مدد کرتا ہے اور اُن کی حفاظت کرتا ہے۔ اُن کی حفاظت

کرنے والا خانہ کعبہ کا وہی رب ہے جو اُن کو رزق مہیا فرماتا ہے اور ان کے تجارتی قافلوں کی حفاظت فرماتا ہے۔ پھر بھی وہ اپنے رب سے ناشکرا پن کرتے ہیں اور اُس کی عبادت و اطاعت سے انکار کرتے ہیں۔

سورہ ۱۰۶

۱۔ چونکہ قریش مانوس (و متحد) ہوئے۔
۲۔ یعنی جاڑے اور گرمی کے سفروں سے مانوس ہوئے۔
۳۔ لہٰذا اُن کو چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں۔
۴۔ جس نے انھیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔

سورہ ۱۰۷ : الماعون (خیرات)

(تعداد آیات ۷)

ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ یتیموں کو نہ ستائیں اور اُن کو دھکے مار کر نہ نکالیں۔ اور مساکین کو کھانا کھلانے پر لوگوں کو اکسائیں اور اُن کی ہمت افزائی کریں۔ اور عبادت سے غفلت نہ برتیں اور پورے خلوص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں یہ عبادت نمائش کے لیے نہیں ہونی چاہیے۔ اپنے پڑوسیوں کی ضروریات پوری کریں اور اُن کا خیال رکھیں۔

سورہ ۱۰۷

۱۔ تم نے دیکھا اُس شخص کو جو آخرت کی جزا اور سزا کو جھٹلاتا ہے (وہ کون ہے)۔
۲۔ وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔
۳۔ اور مسکین کا کھانا دینے پر نہیں اکساتا۔
۴۔ پھر تباہی ہے اُن نماز پڑھنے والوں کے لیے۔
۵۔ جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں۔

۶۔ جو ریاکاری کرتے ہیں۔
۷۔ اور معمولی ضرورت کی چیزیں (احاجت مند) لوگوں کو دینے سے گریز کرتے ہیں۔

سورہ ۱۰۸: الکوثر (فراوانی)

(تعداد آیات ۳)

یہاں پر نعمتوں، نیکیوں اور بھلائی کے اس چشمے کا ذکر فرمایا گیا ہے جس سے اہل ایمان اپنی روحانی پیاس بجھائیں گے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ یقین دلاتا ہے کہ ان کی جدوجہد کا پھل جلد ہی انھیں ملنے والا ہے اور جو لوگ آپ سے نفرت کرتے ہیں اُن کے لیے مستقبل میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

سورہ ۱۰۸

۱۔ اے نبیؐ ہم نے تمھیں کوثر عطا کر دیا (یعنی نعمتوں اور نیکیوں کی فراوانی کا چشمہ عطا کر دیا۔
۲۔ بس تم اپنے رب ہی کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔
۳۔ تمھارا دشمن ہی (اپنی) جڑ سے کٹ گیا ہے۔

سورہ ۱۰۹: الکٰفرون

(تعداد آیات ۶)

اس سورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا ہے کہ آپ (یا تمام مسلمان) دوسرے مذاہب کے پیروؤں کے ساتھ کس طرح کا رویہ اپنائیں۔ یہ اسلام کی رواداری غیر مسلموں کے ساتھ نرمی اور اپنے مذاہب کے طرز پر عبادتوں کی آزادی کا کھلا ثبوت ہے۔ اس میں واضح کر دیا گیا ہے کہ کافر اپنے مذہب پر کاربند رہنے کے لیے آزاد ہیں اور اہل ایمان اپنے دین پر۔ اس نکتے پر یہاں کوئی الجھن نہیں ہونی چاہیے۔ جیسا کہ سید قطب نے کہا ہے۔ مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک طرز عبادت

کو دوسرے سے اور ایک عقیدے اور تصورِ دین کو دوسرے عقیدے سے تمیز کرنے کے لیے یہ سورہ اس فیصلہ کن اور پرزور انداز میں نازل فرمایا گیا ہے۔"

سورہ ۱۰۹

۱۔ کہہ دو کہ اے کافرو
۲۔ میں اُن کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔
۳۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں۔
۴۔ اور نہ میں اُن کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے۔
۵۔ اور نہ تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی عبادت میں کرتا ہوں
۶۔ تمھارے لیے تمھارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین۔

سورہ ۱۱۰ : النصر

(تعدادِ آیات ۳)

اس سورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی گئی ہے کہ مکہ کے بت پرستوں پر اسلام کی فتح کا وقت قریب آگیا ہے۔ اور یہ فتح لوگوں کو کثیر تعداد میں صحیح دین کو قبول کرنے پر آمادہ کرے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ اپنے رب کی حمد و ثنا کریں اور مغفرت کی دعا مانگیں۔

سورہ ۱۱۰

۱۔ جب اللہ کی مدد آجائے اور فتح نصیب ہو جائے۔
۲۔ اور (اے نبی) تم دیکھ لو کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں۔
۳۔ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو اور اس سے مغفرت کی دعا مانگو بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے

سورہ ۱۱۱ : اللّہب

(تعداد آیات ۵)

اس سورہ کی آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کی مذمت کی گئی ہے۔ ابولہب اور اس کی بیوی اروی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے بدترین دشمن تھے اس شخص کو فطرتِ بد کی وجہ سے قرآن حکیم میں "شعلوں کا باپ" کہا گیا ہے اس نے اور اس کی بیوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ان تھک مہم جاری رکھی۔ ان دونوں نے آپ کو پریشان بھی کیا اور آپ کی توہین بھی کی۔ ایمان لانے والوں پر ان لوگوں نے ظلم و زیادتی بھی کی اور ان کو قتل بھی کیا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یقین دلاتا ہے کہ نہ اس کے قبیلے کی سرداری اور نہ ہی اس کی دولت اس کو دوزخ کی آگ سے بچا سکیں گے۔ اور نہ ہی اس کی بیوی اپنی گردن پر تنگ ہوتی ہوئی رسی سے بچ سکے گی۔

سورہ ۱۱۱

۱۔ ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور نامراد ہو گیا وہ۔
۲۔ اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا وہ اس کے کسی کام نہ آیا۔
۳۔ ضرور وہ شعلہ زن آگ میں ڈالا جائے گا۔
۴۔ اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی لگائی بجھائی کرنے والی لکڑی کی طرح جل جائے گی۔
۵۔ اس کی گردن میں مونجھ کی رسی ہوگی۔

سورہ ۱۱۲ : الاخلاص

(تعداد آیات ۴)

یہ آیات کثرت سے نماز میں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ آیات اس بات پر زور دیتی

ہیں کہ اللہ تعالیٰ یکہ و تنہا معبود ہے۔ ان میں مختصر فقروں میں بڑے اندازاور متاثرکن طریقے سے اللہ تعالیٰ کی بے مثال قدرت کا ذکر کیا گیا ہے۔ بہت ہی پُرزور انداز میں کہا گیا ہے کہ اللہ یکتا ہے۔ نہ اُس کی کوئی اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی والد۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورہ کو 'ایک تہائی قرآن' قرار دیا ہے۔

سورہ ۱۱۲

۱۔ کہو وہ اللہ ہے یکتا۔
۲۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اُس کے محتاج ہیں۔
۳۔ نہ اُس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔
۴۔ اور کوئی اُس کا ہمسر نہیں ہے۔

سورہ ۱۱۳ : الفلق (طلوع صبح)

(تعداد آیات ۵)

یہ ایک دعا ہے رب العالمین سے کہ وہ ایمان والوں کو بدکار لوگوں کی شرارتوں سے محفوظ رکھے چاہے وہ ظاہر ہوں یا خفیہ۔ لوگوں کے علم میں ہوں یا لاعلمی میں اور جادو کی پھونکیں مارنے والوں (یا والیوں) سے بچانے کی دُعا ہے۔ اور حاسدوں کے حسد سے بچاؤ کے لیے حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات سونے سے پہلے اس سورہ کی تلاوت فرماتے تھے اور ان آیات کو بہت ہی سکون بخش پاتے تھے۔

سورہ ۱۱۳

۱۔ کہو میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے رب کی۔
۲۔ ہر اُس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔
۳۔ اور رات کی تاریکی کے شر سے جب وہ چھا جائے۔

۴۔ اور گرہوں میں پھونکیں مارنے والوں (یا والیوں) کے شر سے۔
۵۔ اور حاسد کے شر سے جب کہ وہ حسد کرے۔

سورہ ۱۱۴ : النّاس

(تعداد آیات ۶)

قرآن حکیم کی روایتی ترتیب میں یہ آخری سورہ ہے۔ اس میں مسلمانوں سے فرمایا گیا ہے کہ اللہ پر بھروسہ رکھیں اور وسوسے ڈالنے والوں کی شرارت سے اس کی پناہ مانگیں۔ یہ لوگ انسان کے دل میں اکثر کا زہر بھر دیتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا، شیطان انسان کے دل کا محاصرہ کر لیتا ہے لیکن جب انسان، اللہ کو یاد کرتا ہے تو شیطان ناکام ہو جاتا ہے اور جب انسان، اللہ کو بھول جاتا ہے تو شیطان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

سورہ ۱۱۴

۱۔ کہو، میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب کی۔
۲۔ انسانوں کے بادشاہ کی۔
۳۔ انسانوں کے حقیقی معبود کی۔
۴۔ اُس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے۔
۵۔ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔
۶۔ خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔

باب دوم

چند منتخب آیات اور ان کا خلاصہ

سورہ ۱ : الفاتحہ (آغاز کلام)

(تعداد آیات ۷)

اس سورت کی اہمیت پر قرآن مجید روشنی ڈالتا ہے۔

"اے محمدؐ! ہم نے آپ کو سات آیتیں عطا فرمائیں جو بار بار دہرائی جائیں گے اور بڑی عظمت والا قرآن بھی عطا کیا۔" (۸۷ : ۱۵)

ایک حدیث شریف کے مطابق (جس کو سبھی نے تسلیم کیا ہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "سورہ فاتحہ کو "عظیم ترین اور نفیس ترین سورت" سمجھتے تھے۔ اگر اس سورت کی آیات کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ یہ سورت قرآنی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ اس سورۃ کے بعد جو کچھ بھی قرآن میں بیان ہوا ہے۔ وہ اس سورۃ کی تفسیر ہے۔ اس کا لہجہ دعائیہ ہے۔ اور یہ سورۃ نہ صرف ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے۔ بلکہ ہر اہم موقع پر بھی۔ اس میں بیان کردہ اہم نکات اس طرح ہیں۔ (۱) اللہ کی وحدت پر یقین کامل (۲) اللہ کی بنیادی صفات کا مکمل ادراک اور ان پر ایمان لانا (۳) اس بات پر ایمان لانا کہ دنیا میں جہاں بھی کوئی حسن، کوئی خوبی، کوئی کمال ہے تو اس کا سرچشمہ اللہ ہی کی ذات ہے۔ (۴) نیکی اور بدی کی پہچان اور روز قیامت اور جزا و سزا پر ایمان لانا (۵) گناہوں سے بچنے کے لیے صحیح راستے کی طلب۔

اگرچہ "سورۃ فاتحہ" قرآن کی ابتدائی سورت ہے لیکن یہ قرآن کی تمہید یا مقدمہ

نہیں ہے۔ جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ یہ سورۃ "ایک دُعا ہے بندے کی جانب سے اور قرآن اس کا جواب ہے خدا کی جانب سے بندہ اپنے پروردگار سے رہنمائی کی درخواست کرتا ہے اور پروردگارِ عالم پورا قرآن اس کے سامنے رکھ دیتا ہے کہ یہ ہے مطلوبہ رہنمائی وہدایت"۔[۱]

مولانا مودودی کا بیان ہے کہ یہ پہلی سورۃ ہے جو مکمل طور پر ایک ہی وقت میں نازل ہوئی۔

سورہ فاتحہ

اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

۱۔ تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام کائنات کا رب ہے۔

۲۔ نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

۳۔ روزِ جزا کا مالک ہے۔

۴۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

۵۔ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔

۶۔ اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔

۷۔ جو معتوب نہیں ہوئے اور جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔

سورہ ۲: البقرہ (گائے)

(تعداد آیات ۲۸۶)

یہ قرآن مجید کی سب سے طویل سورۃ ہے۔ بعض فقہاء اور مفسروں نے اس کو "مختصر قرآن" یا "اجمالی قرآن" کہا ہے کیوں کہ یہ اسلام کے تمام بنیادی عقیدوں کا احاطہ کرتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "دنیا میں ہر چیز کا ایک نقطہ عروج ہوتا ہے۔ قرآن کا نقطہ عروج سورۃ "البقرہ" ہے۔

سورہ کی ابتدا اس اعلان سے ہوتی ہے کہ قرآن ہدایت کی کتاب ہے اور منکروں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اگر وہ اس سے انکار کریں گے تو خوفناک انجام سے

سے دوچار ہوں گے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ ہے جب اللہ نے اُن کو زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا۔ اور شیطان کے بہکانے میں آکر آدم اور حوا کے شجرِ ممنوعہ کے پھل کھانے کی غلطی کا بیان ہے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُن سے ناراض ہوگیا۔ اُن کو بہرحال معاف کردیا گیا اور ہدایت کی گئی کہ آیندہ وہ شیطان کے بہکاوے میں نہ آئیں۔ یہ حکایت انسانوں کے قلوب کے اندر صحیح و غلط اور خیر و شر کے درمیان جاری جدوجہد کی نشاندہی کرتی ہے۔ لیکن مسیحی مذہب کے "ابتدائی گناہ" کے نظریہ کو رد کرتی ہے۔

اس کے بعد بنی اسرائیل کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ قرآن ایمان والوں کو یاد دلاتا ہے کہ وہ حق و باطل کو باہم نہ ملائیں بلکہ حق کو باطل سے ممیز کرلیں اور مسلمانوں کو تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ صبر اور عبادت کے ذریعے اللہ کی مدد طلب کریں۔ فرعون مصر کے ظلم و استبداد کے خلاف حضرت موسیٰ کی شاندار جدوجہد کے قصہ کے ذریعہ کئی دینی اور اخلاقی سبق سکھائے گئے ہیں۔ خصوصاً یہ بات ذہن نشین کرائی گئی ہے کہ بالآخر مظلوم ہی ظالموں پر غالب آیا کرتے ہیں اور ظلم کو مٹا دیتے ہیں۔ اس واقعہ کے بارے میں موجودہ زمانے کے مفسرِ قرآن سید قطب نے لکھا ہے کہ پڑھنے والوں کو محسوس ہوتا ہے کہ اُن کی نظروں کے سامنے دریا کا پانی پھٹ رہا ہے۔ راستہ بن رہا ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی رہنمائی میں ظلم و ستم سے نجات پاکر بنی اسرائیل کا قافلہ مصر سے روانہ ہو رہا ہے۔ یہ خوبصورت تصویر کشی قرآن مجید کی امتیازی شان ہے۔ پیغمبروں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنا منفرد مقام ہے۔ وہ خدا کے پہلے گھر یعنی "کعبہ" کے معمار ہیں۔ اس سورہ میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ قبلے کا رُخ بیت المقدس (یروشلم) کی بجائے مکہ میں کعبے کی طرف پھیر لو۔ اس طرح مسلمانوں کو ہدایت دی گئی کہ وہ آیندہ کعبہ کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھیں۔

"نادان لوگ ضرور کہیں گے۔ انھیں کیا ہوا کہ پہلے یہ جس قبلے کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھتے تھے اس سے یکایک پھر گئے؟" اے نبی، ان سے کہو "مشرق اور مغرب سب اللہ کے ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔ (۲ : ۱۴۲)

یہ ہدایت صرف ایک جغرافیائی تبدیلی نہیں تھی۔ بلکہ اس سے بھی بالاتر رویے کی طرف نشاندہی تھی۔ یہاں سے اسلام کا راستہ مسیحی اور یہودی مذاہب کی غلط روایتوں سے الگ ہو جاتا ہے۔ قرآن بہت ہی واضح انداز میں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں اور ہر قوم میں اپنے نبی بھیجے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کے مطابق ان انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ ان میں سے چند ایک کا ذکر قرآن مجید میں ملتا ہے۔ اور کئی انبیاء کا ذکر نہیں ملتا۔ عہد نامہ قدیم کے انبیا کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آخر میں مبعوث فرمائے گئے۔ اس لیے آپ کو "خاتم المرسلین" کہا گیا ہے۔ نوع انسانی کو آخری بار خوف دلانے اور پیغام مسرت پہنچانے کے لیے آپ کو بھیجا گیا ہے۔

اس کے بعد غذا کے بارے میں ہدایتیں ہیں کہ ایمان والوں کے لیے کون سی چیزیں حلال ہیں اور کون سی چیزیں حرام۔ روزے کی فضیلت بیان کی گئی ہیں اور روزہ رکھنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حج کیوں فرض کیا گیا ہے، اور اسلام میں حج کتنا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ نکاح اور طلاق کے اصول بیان کیے گئے ہیں۔ مومنوں کو اچھے اور پاکیزہ کردار کی تلقین کی گئی ہے اور خصوصاً تقویٰ، نماز، رحم دلی، خیرات، دیانت داری اور مصیبتوں کا صبر سے مقابلہ کرنے کی ہدایت دی گئی ہیں۔ شراب نوشی یا دیگر منشیات کے استعمال جوئے اور سود کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

جہاد یعنی اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اس ضمن میں طالوت اور حضرت داؤد علیہ السلام اور جالوت کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ یہ سورہ ہمت و حوصلے، بے پناہ عقیدت اور اللہ پر غیر متزلزل ایمان ان تینوں اوصاف کی وضاحت کرتی ہے۔

سورہ کا اختتام عظیم الشان آیت "آیت الکرسی" پر ہوتا ہے جس کو مسلمان خدا کی قدرت اور عظمت کا نفیس ترین اظہار سمجھتے ہیں۔ یہ آیت اپنی صفت اور رعنائی حسن میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔

یہ آیت انسان میں پراسرار غیبی طاقتوں کو جگاتی ہے۔ اگر خلوص دل سے پڑھی جائے

تو کہا جاتا ہے کہ تمام بلاؤں کو ٹال دیتی ہے اور مصیبتوں سے چھٹکارا دلا دیتی ہے۔ تصوف کے بانی ابن عربی اس آیت یعنی آیت تخت یا آیۃ الکرسی کو قرآن کی عظیم ترین آیت سمجھتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی تصدیق کرتی ہے کہ انسان کے دل میں خدا کا تخت بچھا ہوتا ہے۔

اس سورہ کا نام البقرہ اس لیے ہے کہ اس میں گائے کے متعلق حکایت کا ذکر ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف جانے والے لوگوں کا انجام کتنا افسوس ناک ہوتا ہے۔

سورہ ۲

۲۔ یہ الکتاب ہے (۱) اس میں کوئی شبہ نہیں متقی انسانوں پر (سعادت کی) راہ کھولنے والی۔

۳۔ (متقی انسان وہ ہیں) جو غیب (کی حقیقتوں) پر ایمان رکھتے ہیں (اور نماز قائم کرتے ہیں) اور ہم نے جو کچھ روزی انھیں دے رکھی ہے اسے (نیکی کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔

۴۔ وہ لوگ جو اس (سچائی) پر ایمان رکھتے ہیں جو تم پر (یعنی پیغمبر اسلام پر) نازل ہوئی ہے اور ان تمام (سچائیوں) پر جو تم سے پہلے (یعنی پیغمبر اسلام سے پہلے) نازل ہو چکی ہیں اور (ساتھ ہی) آخرت (کی زندگی) کے لیے بھی ان کے اندر یقین ہے۔

۶۔ (لیکن) وہ لوگ جنھوں نے (ایمان کی جگہ) انکار کی راہ اختیار کی (اور سچائی کے سننے اور قبول کرنے کی استعداد کھو دی) تو ان کے لیے ہدایت کی تمام صدائیں بے کار ہیں، تم انھیں (انکار حق کے نتائج سے) خبردار کرو یا نہ کرو وہ ماننے والے نہیں۔

۷۔ ان کے دلوں اور کانوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا، سو جن لوگوں نے اپنا یہ حال بنا لیا ہے وہ کبھی ہدایت نہیں پا سکتے کامیابی کی جگہ) ان کے لیے عذاب جان کاہ ہے۔

۲۱۔ اے افرادِ نسلِ انسانی! اپنے پروردگار کی عبادت کرو (اس پروردگار کی) جس نے تمھیں پیدا کیا اور ان سب کو بھی پیدا کیا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں (اور اس لیے پیدا کیا) تاکہ اس کی نافرمانی سے بچو۔

۲۲۔ وہ پروردگار عالم جس نے تمھارے لیے زمین فرش کی طرح بچھا دی اور آسمان کو چھت کی طرح بلند کر دیا اور (پھر تم دیکھ رہے ہو کہ وہی ہے) جو آسمان سے پانی برساتا ہے جس سے زمین شاداب ہو جاتی ہے اور طرح طرح کے پھل تمھاری غذا کے لیے پیدا ہو جاتے ہیں پس (جب خالقیت اسی کی خالقیت ہے اور ربوبیت اسی کی ربوبیت تو) ایسا نہ کرو کہ اس کے ساتھ کسی دوسری ہستی کو شریک اور ہم پایہ بناؤ اور تم جانتے ہو (کہ اس کے سوا کوئی نہیں ہے)۔

۲۸۔ (اے افرادِ نسلِ انسانی!) تم کس طرح اللہ سے (اور اس کی عبادت سے) انکار کر سکتے ہو جبکہ حالت یہ ہے کہ تمھارا وجود نہ تھا اس نے زندگی بخشی، پھر وہی ہے جو زندگی کے بعد موت طاری کرتا ہے اور موت کے بعد دوبارہ زندگی بخشنے گا اور بالآخر تم سب کو اسی کے حضور لوٹنا ہے۔

۲۹۔ (اور پھر) یہ اسی (پروردگار) کی کارفرمائی ہے کہ اس نے زمین کی ساری چیزیں تمھارے لیے پیدا کیں (تاکہ جس طرح چاہو ان سے کام لو) پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور سات آسمان درست کر دیے (جن سے طرح طرح کے فوائد تمھیں حاصل ہوتے ہیں) اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

۸۸۔ اور (یہ لوگ اپنے جمود اور بے حسی کی حالت پر فخر کرتے ہیں اور) کہتے ہیں! ہمارے دل غلافوں میں سا لپٹے ہوئے ہیں (یعنی اب کسی نئی بات کا اثر ان تک پہنچ ہی نہیں سکتا، حالانکہ یہ اعتقاد کی پختگی اور حق کا ثبات نہیں ہے) بلکہ انکار حق کے تعصب کی پھٹکار ہے (کہ کلام حق سننے اور اثر پذیر ہونے کی استعداد ہی کھو دی) اور اسی لیے بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ وہ دعوت حق سنیں اور قبول کریں۔

۱۰۶۔ ہم اپنے احکام میں سے جو کچھ بدل دیتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس کی جگہ اس سے بہتر یا اس جیسا حکم نازل کر دیتے ہیں (پس اگر اب ایک نئی شریعت

ظہور میں آتی ہے تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جس پر لوگوں کو حیرانی ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کی قدرت سے کوئی بات باہر نہیں؟ (اگر وہ ایک مرتبہ تمھاری ہدایت کے لیے حسبِ ضرورت احکام بھیج سکتا ہے تو یقیناً اس کے بعد بھی بار بار ایسا کر سکتا ہے)

۱۱۰۔ اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ (ہم) (یاد رکھو) جو کچھ بھی تم اپنے لیے نیکی کی پونجی پہلے سے اکٹھی کر لو گے اللہ کے پاس اس کے نتیجے موجود پاؤ گے۔ (یعنی مستقبل میں اس کے نتائج و ثمرات ظاہر ہوں گے) تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

۱۱۱۔ اور یہودی کہتے ہیں۔ جنت میں کوئی آدمی داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ یہودی نہ ہو۔ اسی طرح عیسائی کہتے ہیں۔ جنت میں کوئی داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ عیسائی نہ ہو (یعنی ان میں سے ہر گروہ سمجھتا ہے آخرت کی نجات صرف اسی کے حصے میں آئی ہے اور جب تک ایک انسان اس کی مذہبی گروہ بندی میں داخل نہ ہو نجات نہیں پا سکتا) اے پیغمبر! یہ ان لوگوں کی (جاہلانہ) اُمنگیں اور آرزوئیں ہیں نہ کہ حقیقتِ حال۔ تم ان سے کہو۔ اگر تم اپنے اس زعم میں سچے ہو تو ثابت کرو تمھارے دعوے کی دلیل کیا ہے۔

۱۱۲۔ ہاں! (بلاشک نجات کی راہ کھلی ہوئی ہے، مگر وہ کسی خاص گروہ بندی کی راہ نہیں ہو سکتی، وہ تو ایمان و عمل کی راہ ہے) جس کسی نے بھی اللہ کے آگے سر جھکا دیا اور وہ نیک عمل بھی ہوا تو وہ اپنے پروردگار سے اپنا اجر ضرور پائے گا، نہ تو اس کے لیے کسی طرح کا کھٹکا ہے نہ کسی طرح کی غمگینی۔

۱۱۳۔ یہودی کہتے ہیں: عیسائیوں کا دین کچھ نہیں ہے۔ عیسائی کہتے ہیں یہودیوں کے پاس کیا دھرا ہے؟ حالاں کہ اللہ کی کتاب دونوں پڑھتے ہیں (اور اصل دین دونوں کے لیے ایک ہی ہے) ٹھیک ایسی ہی بات ان لوگوں نے بھی کہی جو (مقدس نوشتوں کا علم نہیں رکھتے (یعنی مشرکینِ عرب کہ وہ بھی صرف اپنے طریقے کو سچائی کا طریقہ سمجھتے ہیں) اچھا! قیامت کے دن اللہ ان کے درمیان حاکم ہوگا اور جس بات میں جھگڑ رہے ہیں اس کا فیصلہ کر دے گا۔

۱۱۴۔ اور (غور کرو!) اس سے بڑھ کر ظلم کرنے والا انسان کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی عبادت گاہوں میں اس کے نام کی یاد کو روکے اور ان کی ویرانی میں کوشاں ہو؟ جن لوگوں کے ظلم کا یہ حال ہے یقیناً وہ اس کے لائق نہیں کہ خدا کی عبادت گاہوں میں قدم رکھیں بجز اس حالت کہ (دوسروں کو اپنی طاقت سے ڈرانے کی جگہ جو دوسروں کی طاقت سے) ڈرے سہمے ہوئے ہوں (یاد رکھو!) ایسے لوگوں کے لیے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی سخت عذاب ہے۔

۱۳۸۔ (ہدایت اور نجات کی راہ کسی رسمی اصطباغ یعنی رنگ دینے کی محتاج نہیں جیسا کہ عیسائیوں کا شیوا ہے) یہ اللہ کا رنگ دینا ہے اور (بتلاؤ!) اللہ سے بہتر اور کس کا رنگ دینا ہو سکتا ہے اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے ہیں۔

۱۳۹۔ (اے پیغمبر! تم ان لوگوں سے) کہو: (ہماری راہ تو خدا پرستی کی راہ ہے) پھر کیا تم خدا کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو؟ (یعنی خدا پرستی کے شیوے ہی سے تمہیں اختلاف ہے) حالاں کہ ہمارا اور تمہارا دونوں کا پروردگار وہی ہے ہمارے لیے ہمارے اعمال ہے اور تمہارے لیے تمہارے اعمال۔ اور ہمارا طریقہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ صرف اسی کی بندگی کرنے والے ہیں۔

۱۴۰۔ یا پھر (یعنی یہود و نصاریٰ کا) دعوا یہ ہے کہ ابراہیم، اسمٰعیل، اسحاق، یعقوب اور اولاد یعقوب بھی یہودی اور نصرانی تھے (۵۹) (اے پیغمبر! ان سے) کہو: تم زیادہ جاننے والے ہو یا اللہ ہے؟ (اگر اللہ ہے تو اس کی گواہی تو تمہارے خلاف خود تمہاری کتاب میں موجود ہیں جسے تم دیدہ و دانستہ چھپا رہے ہو پھر بتاؤ!) اس سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جس کے پاس اللہ کی ایک گواہی موجود ہو اور وہ اسے چھپائے (اور محض اپنی بات کے لیے سچائی کا اعلان کرے۔ یاد رکھو!) جو کچھ بھی تم کر رہے ہو اللہ اس سے غافل نہیں ہیں۔

۱۴۸۔ ایسی بات نہیں جسے حق و باطل کا معیار سمجھ لیا جائے اصلی چیز جو مقصود ہے وہ

تو نیک عملی ہے۔ (بس نیکی کی راہ میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرو۔ تم جہاں کہیں بھی ہو (یعنی جس جگہ اور جس سمت میں بھی خدا کی عبادت کرو) خدا تم سب کو پالے گا۔ یقیناً اس کی قدرت سے کوئی بات باہر نہیں۔

۱۵۵۔ اور یاد رکھو! یہ ضرور ہونا ہے کہ ہم تمہارا امتحان لیں۔ خطرات کا خوف بھوک کی تکلیف، مال و جان کا نقصان، پیداوار کی تباہی، وہ آزمائشیں ہیں جو تمہیں پیش آئیں گی پھر جو لوگ صبر کرنے والے ہیں انھیں (فتح و کامرانی کی) بشارت دے دو۔

۱۶۴۔ اور اس بات میں کہ ہر قسم کے جانور زمین کے پھیلاؤ میں پھیلے ہوئے ہیں اور ہواؤں کے (مختلف رُخ) پھیرنے میں اور بادلوں میں جو آسمان و زمین کے درمیان (اپنی مقرر جگہ کے اندر) بندھے ہوئے ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھنے والے ہیں (اللہ کی ہستی و یگانگی اور اس کے قوانین کی رحمت کی) بڑی ہی نشانیاں ہیں۔

۱۷۲۔ (اور سمجھتے ہو کہ حلال و حرام میں حکم اسی کا حکم ہے تو) (۸۶) وہ تمام پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو اللہ نے تمہاری غذا کے لیے مہیا کر دی ہیں اور اس کی نعمتیں کام میں لاکر اس کی بخشائشوں کے شکر گزار رہو۔

۱۷۳۔ اللہ نے جو چیزیں تم پر حرام کر دی ہیں وہ تو صرف یہ ہے کہ مردار جانور و حیوانات کا خون، سور کا گوشت اور وہ (جانور) جو اللہ کے سوا کسی دوسری ہستی کے نام پر پکارے جائیں۔ (۸۷) البتہ اگر ایسی بات پیش آجائے کہ ایک آدمی (حلال غذا نہ مل سکنے کی وجہ سے) بحالت مجبوری کھالے اور (۸۸) یہ بات نہ ہو کہ حکم شریعت کی پابندی سے نکل جانا چاہتا ہو یعنی اتنی مقدار سے زیادہ کھانا چاہتا ہو جتنی کہ زندگی بچانے کے لیے ضروری ہے تو اس صورت میں مجبور آدمی کے لیے گناہ نہ ہوگا۔ بلاشبہ اللہ (خطاؤں لغزشوں کو) بخش دینے والا اور (ہر حال میں) تمہارے لیے رحمت رکھنے والا ہے۔

۱۷۷۔ نیکی اور بھلائی (کی راہ) یہ نہیں ہے کہ تم نے (عبادت کے وقت) اپنا منہ پورب کی طرف پھیر لیا یا پچھم کی طرف کر لیا (یا اسی طرح کی کوئی دوسری بات رسم ریت کرلی) نیکی کی راہ تو ان لوگوں کی راہ ہے جو اللہ پر آخرت کے دن پر فرشتوں پر آسمانی کتابوں پر اور خدا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں۔

خدا کی محبت کی راہ میں اپنا مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیتے ہیں اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لیے خرچ کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اپنی بات کے پکے ہوتے ہیں۔ جب قول و قرار کر لیتے ہیں تو اسے پورا کر کے رہتے ہیں۔ تنگی و مصیبت کی گھڑی ہو یا خوف و ہراس کا وقت ہو ہر حال میں صبر کرنے والے اور اپنی راہ میں ثابت قدم ہوتے ہیں تو بلاشبہ ایسے ہی لوگ ہیں جو نیکی کی راہ میں سچے ہوئے اور یہی ہے جو برائیوں سے بچنے والے انسان ہیں۔

۱۸۳۔ مسلمانو! جس طرح ان لوگوں پر جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ روزہ فرض کر دیا گیا تھا اسی طرح تم پر بھی فرض کر دیا گیا ہے (۹۳) تاکہ تم میں پرہیزگاری پیدا ہو۔

۱۸۶۔ اور (اے پیغمبر!) جب میرا کوئی بندہ میری نسبت تم سے دریافت کرے (کہ کیوں کر مجھ تک پہنچ سکتا ہے تو تم اسے بتا دو کہ میں) (۹۷) تو اس کے پاس ہوں وہ جب پکارتا ہے تو میں اس کی پکار سنتا ہوں اور اسے قبول کرتا ہوں پس (وہ واقعی میری طلب رکھتے ہیں تو) چاہیے کہ میری پکار کا جواب دیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ حصول مقصد میں کامیاب ہوں۔

۱۹۰۔ اور (دیکھو!) جو لوگ تم سے لڑائی لڑ رہے ہیں چاہیے کہ اللہ کی راہ میں تم بھی ان سے لڑو (پیٹھ نہ دکھلاؤ) البتہ کسی طرح کی زیادتی نہیں کرنی چاہیے اللہ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو زیادتی کرنے والے ہیں۔

۲۱۳۔ (ابتدا میں ایسا تھا کہ) لوگ (الگ الگ گروہوں میں بٹے ہوئے نہیں تھے) ایک ہی قوم و جماعت تھے (پھر ایسا ہوا کہ باہم دیگر مختلف ہو گئے اور الگ الگ

ٹولیاں بن گئیں) پس اللہ نے (ایک کے بعد ایک) نبیوں کو مبعوث کیا وہ (ایمان و عمل کی برکتوں کی) بشارت دیتے اور (انکار و بد عملی کے نتائج سے) متنبہ کرتے تھے نیز ان کے ساتھ کتاب الٰہی نازل کی گئی تاکہ جن باتوں میں لوگ اختلاف کرنے لگے تھے ان میں وہ فیصلہ کر دینے والی ہو اور تمام لوگوں کو راہ حق پر مستعد کر دے) اور یہ جو لوگ باہم دیگر مختلف ہوتے تو اس لیے نہیں ہوئے کہ ہدایت سے محروم اور حقیقت سے بے خبر تھے نہیں) وحی الٰہی کا واضح احکام ان کے سامنے تھے (۱۱۷) مگر پھر بھی محض آپس کی ضد اور مخالفت سے اختلاف کرنے لگے تھے (۱۱۸) بالآخر اللہ نے ایمان لانے والوں کو (دین کی) وہ حقیقت دکھا دی جس میں لوگ مختلف ہو گئے تھے) اور اللہ جسے چاہتا ہے دین کی سیدھی راہ دکھلا دیتا ہے۔

۲۱۶۔ لڑائی کا تمھیں حکم دیا گیا ہے۔ اور وہ تمھیں ناگوار ہے، لیکن بہت ممکن ہے ایک بات کو تم ناگوار سمجھتے ہو اور وہ تمھارے حق میں بہتر ہو۔ اور ایک بات تمھیں اچھی لگتی ہو اور اسی میں تمھارے لیے برائی ہو۔ اللہ جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے۔

۲۱۹۔ (اے پیغمبر!) تم سے لوگ شراب اور جوئے کی بابت دریافت کرتے ہیں، ان سے کہہ دو، ان دونوں چیزوں میں نقصان بہت ہے اور انسان کے لیے فائدے بھی ہیں لیکن ان کا نقصان، ان کے فائدے سے بہت زیادہ ہے۔ اور تم سے پوچھتے ہیں، (راہ حق میں خرچ کریں تو) کیا خرچ کریں؟ ان سے کہہ دو، جس قدر (تمھاری ضروریات معیشت سے) فاضل ہو۔ (دیکھو!) اللہ اس طرح کے احکام دے کر تم پر اپنی نشانیاں واضح کر دیتا ہے تاکہ دنیا اور آخرت (دونوں) کی مصلحتوں میں غور و فکر کرو۔

۲۵۵۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ "الحی" ہے (یعنی زندہ ہے اور اس کی زندگی کے لیے فنا و زوال نہیں)۔ "القیوم" (یعنی ہر چیز اس کے حکم سے قائم ہے، وہ اپنے قیام کے لیے کسی کا محتاج نہیں)۔ اس (کی آنکھ) کے لیے نہ تو اونگھ ہے نہ (دماغ کے لیے) نیند۔ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی

کا ہے اور اسی کے حکم سے ہے۔ کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر کسی کی شفاعت کے لیے زبان کھولے؟ جو کچھ انسان کے سامنے ہے وہ اُسے بھی جانتا ہے اور جو کچھ پیچھے ہے وہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔ انسان اس کے علم سے کسی بات کا بھی احاطہ نہیں کرسکتا مگر یہ کہ جتنی بات کا علم وہ انسان کو دینا چاہیے اور دے دے۔ اس کا تخت (حکومت) آسمان وزمین کے تمام پھیلاؤ پر چھایا ہوا ہے اور ان کی نگرانی اور حفاظت میں اس کے لیے کوئی تھکاوٹ نہیں، اس کی ذات بڑی ہی بلند مرتبہ ہے۔

۲۵۶۔ دین کے بارے میں کسی قسم کا جبر نہیں ہے۔ (کیوں کہ وہ دل کے اعتقاد سے تعلق رکھتا ہے اور جبر وتشدد سے اعتقاد پیدا نہیں کیا جاسکتا)۔ بلاشبہ ہدایت کی راہ گمراہی سے الگ اور نمایاں ہو گئی ہے (اور اب دونوں راہیں لوگوں کے سامنے ہیں، جسے چاہیں اختیار کریں) پھر جو کوئی بھی طاغوت سے انکار کرے (یعنی سرکشی وفساد کی قوتوں سے بیزار ہو جائے) اور اللہ پر ایمان لائے تو بلاشبہ اس نے (فلاح وسعادت کی) مضبوط ٹہنی پکڑلی۔ یہ ٹہنی ٹوٹنے والی نہیں (جس کے ہاتھ آگئی وہ گرنے سے محفوظ ہوگیا) اور (یاد رکھو!) اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

۲۵۷۔ اللہ ان لوگوں کا ساتھی اور مددگار ہے جو ایمان کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ وہ انھیں (ہر طرح کی) تاریکیوں سے نکالتا اور روشنی میں لاتا ہے۔ مگر جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے تو ان کے مددگار سرکش اور مفسد (معبودانِ باطل) ہیں۔ وہ انھیں روشنی سے نکالتے اور تاریکیوں میں لے جاتے ہیں۔ سو یہی لوگ ہیں جن کا گروہ دوزخی گروہ ہوا، ہمیشہ عذابِ جہنم میں رہنے والا۔

۲۶۱۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں اُن کی نیکی (اور نیکی کی برکتوں) کی مثال اس بیج کے دانے کی سی ہے جو زمین میں بویا جاتا ہے (جب بویا گیا تھا تو صرف ایک دانہ تھا لیکن جب بارآور ہوا تو) ایک دانے سے سات بالیں پیدا ہوگئیں اور ہر بالی میں سو دانے نکل آئے یعنی

خرچ کیا ایک اور بدلے میں ملے سیکڑوں) اور اللہ جس کسی کے لیے چاہتا ہے اس سے بھی دوگنا کر دیتا ہے۔ وہ بڑی ہی وسعت رکھنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

۲۶۳۔ سیدھے مُنہ سے ایک اچھا بول اور رحم و شفقت سے عفو و درگزر کی کوئی بات اس خیرات سے کہیں بہتر ہے جس کے ساتھ خدا کے بندوں کے لیے اذیت ہو۔ اور دیکھو! یہ بات نہ بھولو کہ اللہ بے نیاز اور حلیم ہے۔

۲۶۴۔ مسلمانو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور لوگوں کو اذیت پہنچا کر برباد نہ کرو جس طرح وہ آدمی برباد کر دیتا ہے جو محض لوگوں کو دکھانے کے لیے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتا۔ سو ایسے لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے (پتھر کی) ایک چٹان اس پر مٹی کی تہ جم گئی اور اس میں بیج بویا گیا، جب اوپر سے پانی برسا ساری مٹی مع بیج کے بہہ گئی اور) ایک صاف اور سخت چٹان کے سوا کچھ باقی نہ رہا (سو یہی حال ان ریاکاروں کا بھی ہے) انھوں نے اپنے نزدیک خیرات کر کے جو کچھ بھی کمایا تھا وہ (ریاکاری کی وجہ سے) رائگاں گیا! کچھ بھی اُن کے ہاتھ نہ لگا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ اُن لوگوں پر (فلاح و سعادت) کی راہ نہیں کھولتا جو کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

۲۶۵۔ (برخلاف اس کے) جو لوگ اپنا مال (نمود و نمائش کے لیے نہیں بلکہ) اللہ کی خوشنودی کی طلب میں اپنے دل کے جماؤ کے ساتھ خرچ کرتے ہیں تو اُن کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اونچی زمین پر اگایا ہوا باغ، اس پر پانی برسا تو دوچند پھل پھول پیدا ہو گئے، اگر زور سے پانی نہ برسے تو ہلکی بوندیں بھی اسے شاداب کر دینے کے لیے کافی ہیں۔ اور (یاد رکھو!) تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔

۲۶۶۔ مسلمانو! جو کچھ تم نے (محنت، مزدوری یا تجارت سے) کمائی کی ہو، اس میں سے خرچ کرو یا جو کچھ ہم تمھارے لیے زمین میں پیدا کر دیتے ہیں اس

تم اسے نکالو، کوئی صورت ہو لیکن چاہیے کہ خدا کی راہ میں خیرات کرو تو اچھی چیز خیرات کرو۔ ایسا نہ کرو کہ فصل کی پیداوار میں سے کسی چیز کو ردی اور خراب دیکھ کر خیرات کر دو (کہ بیکار کیوں جائے؛ خدا کے نام پر نکال دیں) حالانکہ اگر ویسی ہی چیز تمھیں دی جائے تو تم کبھی اسے خوش دلی سے لینے والے نہیں، مگر ہاں (جان بوجھ کر) آنکھیں بند کر لو (تو دوسری بات ہے) یاد رکھو! اللہ کی ذات بے نیاز اور ساری ہی ستائشوں سے ستودہ ہے (اسے تمھاری کسی چیز کی احتیاج نہیں، مگر تم اپنی سعادت و نجات کے لیے عمل خیر کے محتاج ہو۔

۲۶۸۔ شیطان تمھیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور برائیوں کی ترغیب دیتا ہے لیکن اللہ تمھیں ایسی راہ کی طرف بلاتا ہے جس میں اس کی مغفرت اور اس کے فضل و کرم کا وعدہ ہے۔ اور (یاد رکھو!) اللہ وسعت رکھنے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

۲۶۹۔ وہ جسے چاہتا ہے حکمت دے دیتا ہے اور جس کسی کو حکمت مل گئی تو (یقین کرو!) اسے بڑی ہی بھلائی مل گئی۔ اور نصیحت حاصل نہیں کرتے مگر وہی لوگ جو عقل و بصیرت رکھنے والے ہیں۔

۲۷۰۔ (اور دیکھو!) خیرات کی قسم میں سے تم جو کچھ بھی خرچ کرو (یا خدا کی نذر ماننے کے طور پر جو کچھ بھی نکالنا چاہو تو (یہ بات یاد رکھو کہ) اللہ کے علم سے وہ پوشیدہ نہیں ہے۔

۲۷۲۔ (اے پیغمبر!) تم پر کچھ اس بات کی ذمہ داری نہیں کہ لوگ ہدایت قبول ہی کر لیں۔ (تمھارا کام (صرف راہ دکھا دینا ہے، یہ کام اللہ کا ہے جسے چاہے راہ پر لگا دے۔ (پس تم لوگوں سے کہہ دو) جو کچھ بھی تم خیرات کرو گے تو (اس کا فائدہ کچھ مجھے نہیں مل جائے گا اور نہ کسی دوسرے پر اس کا احسان ہوگا) خود اپنے ہی فائدے کے لیے کرو گے اور تمھارا خرچ کرنا اسی غرض کے لیے ہے کہ اللہ کی رضا جوئی کی راہ میں خرچ کرو (اور پھر یہ بات بھی یاد رکھو کہ (جو کچھ تم خیرات کرو گے تو (خدا کا قانون یہ ہے کہ اس

کا بدلہ پوری طرح تمھیں دے دے گا۔ تمھاری حق تلفی نہ ہوگی۔

۲۷۴۔ (غرض یہ کہ) جو لوگ رات کی تاریکی میں اور دن کی روشنی میں پوشیدہ طور پر اور کھلے طور پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں تو یقیناً ان کے پروردگار کے حضور ان کا اجر ہے، نہ تو ان کے لیے (عذاب کا) ڈر ہوگا نہ (نامرادی کی) غمگینی۔

۲۷۵۔ جو لوگ (حاجت مندوں کی مدد کرنے کی جگہ الٹا ان سے) سود لیتے ہیں اور اس سے اپنا پیٹ پالتے ہیں وہ (یاد رکھیں، ان کے ظلم و ستم کا نتیجہ) ان کے آگے آنے والا ہے۔ وہ کھڑے نہیں ہو سکیں گے مگر اس آدمی کا سا کھڑا ہونا جسے شیطان کی چھوت نے باؤلا کر دیا ہو (یعنی مرگی کا روگی ہو) یہ اس لیے ہوگا کہ انھوں نے (سود کے ناجائز ہونے سے انکار کیا اور) کہا "خرید و فروخت کرنا ایسا ہی ہے جیسے قرض دے کر سود لینا" حالاں کہ خرید و فروخت کو تو خدا نے حلال ٹھہرایا ہے اور سود کو حرام (دونوں باتیں ایک طرح کی کیسے ہو سکتی ہیں؟) سو اب جس کسی کو اس کے پروردگار کی یہ نصیحت پہنچ گئی اور وہ آیندہ سود لینے سے رک گیا تو جو کچھ پہلے لے چکا ہے وہ اس کا ہو چکا اس کا معاملہ خدا کے حوالے ہے۔ لیکن جو کوئی باز نہ آیا تو وہ دوزخی گروہ میں سے ہے۔ ہمیشہ عذاب میں رہنے والا۔

۲۸۴۔ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کے لیے ہے۔ جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے۔ تم اسے ظاہر کرو یا پوشیدہ رکھو، ہر حال میں اللہ جاننے والا ہے، وہ تم سے ضرور اس کا حساب لے گا۔ اور پھر یہ اسی کے ہاتھ ہے کہ جسے چاہے بخش دے، جسے چاہے عذاب دے، وہ ہر بات پر قادر ہے۔

۲۸۵۔ اللہ کا رسول اس (کلام) پر ایمان رکھتا ہے۔ جو اس کے پروردگار کی طرف سے اس پر نازل ہوا ہے اور جو لوگ (دعوت حق پر) ایمان لائے ہیں وہ بھی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ (ان کے ایمان کا

دستور العمل یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں) ہم اللہ کے رسولوں میں سے کسی کو دوسرے سے جدا نہیں کرتے (کہ اسے مانیں دوسروں کو نہ مانیں، یا سب کو مانیں مگر کسی ایک سے انکار کر دیں۔ ہم خدا کے تمام رسولوں کی یکساں طور پر تصدیق کرنے والے ہیں) اور (یہ وہ لوگ ہیں کہ جب انھیں داعیِ حق نے پکارا تو) انھوں نے کہا، خدایا! ہم نے تیرا حکم سنا اور ہم نے تیرے آگے اطاعت کا سر جھکا دیا، تیری مغفرت ہمیں نصیب ہو۔ خدایا! ہم سب کو تیری طرف (بالآخر) لوٹنا ہے۔

۲۸۶۔ اللہ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتا ہر جان کے لیے وہی ہے جیسے کچھ اس کی کمائی ہے۔ جو کچھ اسے پانا ہے وہ بھی اس کی کمائی سے ہے اور جس کے لیے اسے جواب دہ ہونا ہے وہ بھی اس کی کمائی ہے (پس ایمان والوں کی صورت حال یہ ہوتی ہے کہ) خدایا! اگر ہم سے (سعی و عمل میں) بھول چوک ہو جائے تو اس کے لیے نہ پکڑیو اور ہمیں بخش دیجیو۔ خدایا ہم پر بندھنوں اور گرفتاریوں کا بوجھ نہ ڈالیو جیسا اُن لوگوں پر ڈالا تھا جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ خدایا! ایسا بوجھ ہم سے نہ اُٹھوائیو جس کے اُٹھانے کی ہم (ناتوانوں) میں سکت نہ ہو۔ خدایا ہم سے درگزر کر۔ خدایا ہم پر رحم کر۔ خدایا تو ہی ہمارا مالک و آقا ہے۔ پس ان (ظالموں) کے مقابلے میں جن کا گروہ کفر کا گروہ ہے ہماری مدد فرما۔

سورہ ۳: آلِ عمران (عمران کا خاندان)

یہ سورت جنگ بدر سے متعلق ہے جس میں حضور اکرمؐ کے بمشکل تین سو پیروؤں نے حصہ لیا تھا۔ لیکن جذبۂ ایمان سے سرشار ان جانبازوں نے نہ صرف پوری طرح مسلح ایک ہزار دشمنوں کا مقابلہ کیا بلکہ اسلام کے ازلی دشمن ابوسفیان کی اس فوج کو شکست بھی دے دی۔ لیکن ایک سال بعد ان ہی مسلمانوں کو جنگ اُحد میں توہین آمیز شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ منافقین جو خود کو بظاہر مسلمان ظاہر کرتے

تھے۔ لیکن دراصل منکر تھے۔ اور اسلام دشمن طاقتوں سے ملے ہوئے تھے۔ ان کی غداری اور یہودیوں کی دھوکہ دہی کے علاوہ مسلمانوں کی اپنی کمزوریاں اور نظم وضبط کی کمی خصوصاً تیر اندازوں کی نافرمانی بھی اس شکست کا باعث بنی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دونوں حالتوں میں آزمانا چاہتا تھا۔ یعنی فتح کی سرشاری میں بھی اور شکست کی شرمساری میں بھی ان کو اس جشن (دعوتِ تحریک) کی تکمیل کے لیے مستعد بنانے کے واسطے دونوں ہی ضروری تھے۔

اس سورہ میں پہلے گزرے ہوئے انبیا اور برائی کے خلاف اُن کی جدوجہد کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر حضرت عمران علیہ السلام اور حضرت موسیٰ تک سب ہی کی زندگی کے سبق آموز قصے بیان کئے گئے ہیں۔ اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام کی زندگی کے واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ قرآن حکیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا تسلیم نہیں کرتا۔ دوسرے پیغمبروں کی طرح وہ بھی یقیناً ایک نبی برحق تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغام کے ساتھ بھیجا تھا۔ حضرت عیسیٰ پر نازل کی گئی وحی انجیل مقدس کہلاتی ہے۔ اُن کو معجزات دکھانے کی صلاحیت اور اختیار بھی بخشا گیا تھا۔ ان کے چند پیروؤں نے انھیں دھوکا دیا اور ان کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ لیکن جب صلیب پر اُن کی موت کا سامان تیار کیا جا رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے کمال مہربانی سے انھیں آسمان پر اُٹھا لیا۔ یہاں پر قرآن کے متن اور موجودہ بائبل کے متن میں کافی فرق ہے۔ اسی طرح قرآن مجید اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ یہودیوں نے توریت میں تبدیلیاں کردی ہیں۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے روگردانی کی ہے اور خدا کے بتائے ہوئے پاکیزہ راستے سے ہٹ گئے ہیں۔

مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ پہلے گزرے ہوئے تمام انبیا کا احترام کریں اور اُن میں کوئی امتیاز روا نہ رکھیں۔ خدا کا پاکیزہ راستہ بتانے کے لیے ہر زمانے میں مختلف قوموں میں انبیا بھیجے گئے۔ مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ اپنے روزمرہ کے معمولات میں بھی خیال و عمل کی پاکیزگی برقرار رکھیں۔ جس طرح عبادت کے لیے جسمانی طہارت ضروری ہے۔ اسی طرح بیوپار میں بھی ایمانداری اور صداقت

ضروری ہیں۔ ناجائز آمدنی میں سے خیرات دینے کی ممانعت ہے۔ اور کسی ذاتی مفاد کی خاطر بھی خیرات دینا منع ہے۔ ایمان والوں میں اتحاد بھی اُن کی بھلائی کے لیے ضروری ہے۔ کیوں کہ ماضی میں کئی قومیں نا اتفاقی کی وجہ سے اپنی طاقت اور شان و شوکت سے محروم اور طبعی اور اخلاقی زوال پذیری کا شکار ہو گئی تھیں۔ دنیاوی منافع اور شان و شوکت کے مقابلے میں قوموں کے لیے تقویٰ اور پاکیزگی زیادہ تحفظ فراہم کرتے ہیں۔ ایمان والوں کو ہدایت کی گئی کہ دنیاوی عیش و آرام کے لالچ میں نہ پڑیں۔ اللہ ایک ہے اور لافانی ہے۔ اس کا بتایا ہوا راستہ ہی سچا راستہ ہے۔ حضرت محمدؐ ہمیشہ زندہ نہیں رہیں گے۔ آپ بھی گزر جائیں گے۔ جیسا کہ گزشتہ انبیا اس دنیا سے گزر گئے۔ جس طرح وہ انسان تھے حضرت محمدؐ بھی انسان ہیں۔ صرف اللہ کی ذات ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ اللہ باقی من کل فانی۔ وہ حواس خمسہ سے ماورا ہے۔ اس پر مکمل ایمان ہی نوعِ انسانی کی بقا کا ضامن ہے۔ اس کے سوا اور کوئی لافانی نہیں ہے۔ باقی ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اللہ ہی ہر چیز کا خالق بھی ہے اور اس کا ختم کرنے والا بھی۔ کوئی چیز اس کی مرضی کے بغیر وقوع پذیر نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس کے منشا کے بغیر کوئی کام انجام پا سکتا ہے۔ اس لیے ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ منکروں کی باتوں کو نظر انداز کر دیں اور اللہ کی حمد و ثنا کریں اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کریں۔

سورہ ۳

۷۔ اے پیغمبر! وہی (حی و قیوم ذات) ہے جس نے تم پر "الکتاب" نازل فرمائی ہے۔ اس میں ایک قسم تو محکم آیتوں کی ہے (یعنی ایسی آیتوں کی جو اپنے ایک ہی معنی میں اٹل اور ظاہر ہیں) اور وہ کتاب کی اصل و بنیاد ہے۔ دوسری قسم متشابہات کی ہے (یعنی جن کا مطلب کھلا اور قطعی نہیں ہے)۔ تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے (اور سیدھے طریقے پر بات نہیں سمجھ سکتے) وہ (محکم آیتیں چھوڑ کر) ان آیتوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں جو کتاب اللہ میں متشابہ ہیں (اس غرض سے کہ فتنہ پیدا کریں اور ان کی حقیقت معلوم کر لیں حالانکہ ان کی حقیقت

اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کیونکہ ان کا تعلق اس عالم سے ہے جہاں تک انسان کا علم و حواس نہیں پہنچ سکتا مگر جو لوگ علم میں پکے ہیں وہ متشابہات کے پیچھے نہیں پڑتے، وہ کہتے ہیں "ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ یہ سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تعلیم حق سے دانائی حاصل نہیں کرتے مگر وہی جو عقل و بصیرت رکھنے والے ہیں۔

۶۷۔ ابراہیم نہ تو یہودی تھا اور نہ نصرانی (اور نہ کسی دوسری مذہبی جتھابندی کا پیرو) بلکہ (اپنے عہد کی تمام گمراہیوں سے) ہٹا ہوا خدا کا فرماں بردار بندہ اور یقیناً اس کی راہ شرک کرنے والوں کی راہ نہ تھی۔

۶۸۔ فی الحقیقت ابراہیم سے نزدیک تر لوگ تو وہ تھے جو اس کے قدم بہ قدم چلے نیز اللہ کا یہ نبی ہے اور وہ لوگ جو اس نبی پر ایمان لاتے ہیں (نہ گروہ لوگ جنھوں نے دین الہی کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے یہودیت اور نصرانیت کی گروہ بندیاں کرلی ہیں اور توحید کی راہ سے منحرف ہو گئے ہیں) اور (یاد رکھو!) اللہ ان ہی کا مددگار ہے جو (سچا) ایمان رکھنے والے ہیں۔

۱۰۳۔ اور (دیکھو!) سب مل جل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔ اللہ نے تمھیں جو نعمت عطا فرمائی ہے اس کی یاد سے غافل نہ ہو۔ تمہارا حال یہ تھا کہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے تھے۔ لیکن اس کے فضل و کرم سے ایسا ہوا کہ بھائی بھائی بن گئے۔ تمہارا حال تو یہ تھا کہ آگ سے بھری ہوئی خندق ہے اور اس کے کنارے کھڑے ہو (ذرا پاؤں پھسلا اور شعلوں میں جا گرے) لیکن اللہ نے تمھیں اس حالت سے نکال لیا (اور زندگی و کامرانی کے میدانوں میں پہنچا دیا) اللہ اس طرح اپنی (کامرانی کی) نشانیاں واضح کر دیتا ہے تاکہ تم (منزل مقصود کی) راہ پالو۔

۱۰۴۔ اور دیکھو! ضروری ہے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو بھلائی کی باتوں کی طرف دعوت دینے والی ہو۔ وہ نیکی کا حکم دے، برائی سے روکے اور بلاشبہ ایسے ہی لوگ ہیں جو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

۱۰۹۔ اور (یاد رکھو!) آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کے لیے ہے اور ساری باتیں بالآخر اسی کی طرف لوٹنے والی ہیں۔

۱۲۹۔ (اے پیغمبر!) اس آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کے لیے ہے وہ جسے چاہے عذاب دے (کوئی نہیں جو اس کا ہاتھ پکڑنے والا ہو) اور (یاد رکھو!) وہ بخشنے والا اور بڑی ہی رحمت رکھنے والا ہے۔

۱۳۰۔ مسلمانو! سود کی کمائی سے اپنا پیٹ مت بھرو جو (قرض کی اصلی رقم میں مل کر) دوگنی اور چوگنی ہو جاتی ہے۔ اللہ سے ڈرو (اور اس کی نافرمانی سے بچو) تاکہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔

۱۳۴۔ وہ متقی انسان جن کے اوصاف یہ ہیں کہ خوشحالی ہو یا تنگدستی لیکن ہر حال میں (خدا کے لیے) مال خرچ کرتے ہیں، غصہ میں آکر بے قابو نہیں ہو جاتے اور لوگوں کے قصور بخش دیتے ہیں۔ (وہ نیک کردار ہیں) اور اللہ نیک کرداروں کو دوست رکھتا ہے۔

۱۳۵۔ نیز وہ لوگ کہ جب کبھی ان سے سخت برائی کی بات ہو جاتی ہے یا (اپنی جانوں کو آلودۂ معصیت ہو کر مصیبت میں) ڈال دیتے ہیں تو فوراً اللہ کی یاد ان میں جاگ اٹھتی ہے (اور اپنے ضمیر کی ملامت محسوس کرنے لگتے ہیں) پس وہ خدا سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرتے ہیں اور جو کچھ ہو چکا ہے اس پر جان بوجھ کر اصرار نہیں کرتے۔ اور خدا کے سوا کون ہے جو گناہوں کا بخشنے والا ہو۔

۱۳۷۔ (اور دیکھو!) تم سے پہلے بھی دنیا میں (قوموں کے عروج و زوال کے) دستور اور قوانین رہ چکے ہیں (اور وہ تمہارے لیے معطل نہیں ہو جائیں گے) پس دنیا کی سیر کرو اور دیکھو کہ جو لوگ احکام حق کو جھٹلانے والے تھے ان کا انجام کیا ہوا اور پاداش عمل میں کیسے نتائج پیش آئے؟

۱۳۹۔ اور (دیکھو!) نہ تو ہمت ہارو، نہ غمگین ہو، تم ہی سب سے سربلند ہو بشرطیکہ تم سچے مومن ہو۔

۱۴۱۔ نیز اس حادثے میں مصلحت بھی تھی کہ جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں انہیں

(اس حادثے کے تجربے و بصیرت کے ذریعے تمام کمزوریوں اور لغزشوں سے) پاک کر دے اور جو منکرینِ حق ہیں انھیں (اہلِ ایمان کی مزید قوت و استعداد کے ذریعے) نیست و نابود کر دے۔

۱۴۴۔ اور محمد اس کے سوا کیا ہیں کہ اللہ کے رسول ہیں اور ان سے پہلے بھی اللہ کے رسول گزر چکے ہیں (جو اپنے اپنے وقتوں میں ظاہر ہوئے اور راہِ حق کی دعوت دے کر دنیا سے چلے گئے) پھر اگر ایسا ہو کہ وہ وفات پا گئیں (اور بہر حال انھیں ایک دن وفات پانا ہے) یا (فرض کرو) ایسا ہو کہ لڑائی میں قتل ہو جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں راہِ حق سے پھر جاؤ گے (اور ان کے مرنے کے ساتھ ہی تمھاری حق پرستی بھی ختم ہو جائے گی؟) اور جو کوئی راہِ حق سے اُلٹے پاؤں پھر جائے گا تو وہ (اپنا ہی نقصان کرے گا) خدا کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔ جو لوگ شکر گزار ہیں (یعنی نعمتِ حق کی قدر پہچاننے والے ہیں) وہ وقت دور نہیں کہ خدا انھیں ان کا اجر عطا فرمائے۔

۱۴۵۔ اور (یاد رکھو!) خدا کے حکم کے بغیر کوئی جان مر نہیں سکتی۔ ہر جان کے لیے ایک خاص وقت ٹھہرا دیا گیا ہے (پھر موت کے ڈر سے کیوں تمھارے قدم پیچھے ہٹیں؟) اور جو کوئی دنیا کے فائدے پر نظر رکھتا ہے ہم اسے دنیا میں سے دیں گے جو کوئی آخرت کے ثواب پر نظر رکھتا ہے اسے آخرت کا ثواب ملے گا۔ ہم (نعمتِ حق کے) شکر گزاروں کو اُن کی نیک عملی کا اجر ضرور دیں گے۔

۱۴۶۔ اور (دیکھو!) کتنے ہی نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے باخدا لوگوں نے (راہِ حق میں) جنگ کی، لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اُن سختیوں کی وجہ سے جو انھیں خدا کی راہ میں پیش آئی ہوں بے ہمت ہو گئے ہوں اور نہ ایسا ہوا کہ کمزور پڑ گئے ہوں یا اُن کی عزتِ نفس نے یہ بات گوارا کر لی ہو کہ ظالموں کے سامنے (عجز و بیچارگی کا) اظہار کریں۔ (بے ہمتی، کمزوری اور حریف کے سامنے اعترافِ عجز وہ باتیں ہیں جن سے باخدا آدمی کا دل کبھی آشنا نہیں ہو سکتا) اور اللہ اُن ہی لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو مشکلوں، مصیبتوں میں

ثابت قدم رہتے ہیں۔

۱۴۷۔ اور پھر سختیوں اور مصیبتوں کا کتنا ہی ہجوم کیوں نہ ہو (لیکن) ان کی زبانوں سے اس کے سوا کچھ نہیں نکلا تھا کہ "خدایا! ہمارے گناہ بخش دے۔ ہم سے ہمارے کام میں جو زیادتیاں ہوگئی ہوں، اُن سے درگزر فرما، ہمارے قدم راہِ حق میں جما دے اور منکرینِ حق کے گروہ پر ہمیں فتح مند کر۔

۱۴۸۔ (جب ان کے ایمان و عمل کا یہ حال تھا) تو خدا نے بھی اُنھیں دونوں جہان میں اجر عطا فرمایا۔ دنیا کا بھی ثواب دیا (کہ فتح و کامرانی اُن کے حصّے میں آئی) اور آخرت کا بھی ثواب دیا (کہ نعیم ابدی کے مستحق ہوئے) اور اللہ تو اُن ہی لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو نیک کردار ہوتے ہیں۔

۱۶۱۔ اور (دیکھو!) خدا کے نبی سے یہ بات کبھی نہیں ہو سکتی کہ وہ فرضِ نبوت ادا کرنے میں کسی طرح کی خیانت کرے (کیوں کہ جو نبی ہوگا وہ خائن نہیں ہو سکتا) اور جو کوئی خیانت کرتا ہے تو جو کچھ اس نے خیانت کی ہے اسے (دنیا میں لوگوں کی نظروں سے کتنا ہی چھپائے لیکن قیامت کے دن نہیں چھپا سکے گا) وہ اس کے ساتھ آئے گی۔ پھر ہر جان کو اس کی کمائی کے مطابق پورا پورا بدلہ ملتا ہے، یہ نہ ہوگا کہ کسی کے ساتھ بھی ناانصافی کی جائے۔

۱۶۲۔ کیا ایسا آدمی جس نے اللہ کی خوشنودیوں کی راہ اختیار کی ہے۔ (اور جو کام کرتا ہے اللہ کا پسندیدہ کام ہوتا ہے) اس آدمی کی طرح ہو سکتا ہے جس نے (اپنی بدعملیوں سے اللہ کا غضب بٹورا اور جس کا ٹھکانہ جہنم جیسا بُرا ٹھکانہ ہوا۔

۱۸۹۔ اور (دیکھو!) آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کی قدرت کے احاطے سے کوئی بات باہر نہیں۔

۱۹۰۔ بلاشبہ آسمان و زمین کی خلقت میں اور رات دن کے ایک کے بعد ایک آتے رہنے میں ارباب دانش کے لیے (معرفتِ حق کی) بڑی ہی نشانیاں ہیں۔

۲۰۰۔ مسلمانو! اگر کامیابی حاصل کرنی چاہتے ہو تو ساری باتوں کا ماحصل یہ ہے کہ صبر کرو، ایک دوسرے کو صبر کی ترغیب دو، ایک دوسرے کے ساتھ بندھے جاؤ اور (ہر حال میں) خدا سے ڈرتے رہو تاکہ (اپنے مقصد میں) کامیاب ہو۔

سورہ ۴: النساء (عورت)

(تعداد آیات ۱۷۶)

اس سورے میں زیادہ تر خاندانی معاملات، نکاح، یتیموں کے حقوق، وراثت کی تقسیم کے قوانین، خاندانی تنازعات کو طے کرنے کے طریقے اور ان سے متعلق معاملات کے بارے میں ہدایتیں دی گئی ہیں۔

جنگِ بدر اور جنگِ اُحد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی بیوہ عورتوں اور یتیموں کا مسئلہ کافی اہمیت اختیار کر گیا تھا، اور ان مسائل کا حل انتہائی ضروری ہو گیا تھا۔ اس تاریخی پس منظر میں مسلمانوں کو چار شادیاں کرنے کی اجازت دی گئی وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ وہ اپنی تمام بیویوں کے ساتھ مساویانہ سلوک اختیار کریں گے، چاہے وہ اُن کی ضروریات کے معاملے میں ہو یا چاہت اور محبت کے معاملے میں۔ اسی طرح بیویوں کے لیے مہر کا حق بھی لازمی قرار دیا گیا۔ زنا کو قابلِ سزا جرم اور گناہ قرار دیا گیا ہے بشرطیکہ چار گواہ موجود ہوں جو زنا کی تصدیق کر سکیں۔ اگر کوئی شخص کسی پاک دامن عورت پر خواہ مخواہ تہمت لگائے تو اس کے لیے بھی اتنی ہی سخت سزا مقرر کی گئی۔ لیکن اگر وہ اپنی غلطی پر نادم ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کمال مہربانی سے اُسے معاف کر سکتا ہے۔ بیوہ عورتوں سے نکاح کی سفارش کی گئی ہے اسلام میں عورت کی جائداد غصب کرنے کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ اسی طرح کسی کو یتیموں اور نوکروں کا حق غصب کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ خاندانی امور میں مرد کو اگرچہ تفوق عطا کیا گیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ ہدایت بھی کر دی گئی ہے کہ عورت کے حقوق کی حفاظت کی جائے۔ طلاق کی اجازت دی گئی ہے لیکن یہ ہدایت بھی ہے کہ اگر میاں بیوی کے تعلقات بگڑنے لگیں تو پہلے مفاہمت کی کوشش کی جائے اگر

مفاہمت ناممکن ہو جائے تب ہی علاحدگی اختیار کی جائے۔

ایمان والوں کو قرآن میں بار بار تنبیہ کی گئی ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اس بارے میں نہ کسی بحث کی گنجائش ہے اور نہ کسی سمجھوتے کی۔ اسلام میں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر عمل کرنا فرض ہے۔ حکمرانوں اور مسلمانوں کے لیے حاکموں کی فرمانبرداری بھی ضروری قرار دی گئی ہے۔

مومنوں کے لیے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی فرض ہے۔ اُن کو نہ فتح پر خوشی سے بے قابو ہونا چاہیے نہ شکست سے دل گرفتہ۔ بہادروں اور مستحکم یقین کے حامل لوگوں کے لیے فتح یقینی ہے۔ لیکن شکست کمزوروں اور بزدلوں کا مقدر ہے۔ مسلمانوں کو اپنی صفوں میں چھپے ہوئے منافقوں سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ کیوں کہ یہ منافق کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں۔ اُن سے دامن بچانا چاہیے۔ اپنے دفاع کے لیے حملہ آور دشمنوں سے جنگ کی اجازت دی گئی ہے۔ لیکن بغیر کسی معقول وجہ کے کوئی انسان دوسرے کی جان نہیں لے سکتا۔ اگر وہ کسی کی جان لے لیتا ہے تو اُس کا بدلہ اپنی جان سے چکانا پڑے گا۔ اگر کسی مقام پر مسلمانوں کی زندگی دوبھر ہو جائے تو وہاں سے ہجرت کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ زمین کے مقابلے میں دین سے وفاداری زیادہ ضروری ہے۔ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اپنی زندگی عزت اور وقار کے ساتھ گزاریں۔ وہ پاکیزہ باتیں معتدل اور دھیمے لہجے میں کریں۔ نیکی اور پرہیزگاری سے زندگی گزاریں۔ اُن کے لیے اللہ پر ایمان مستحکم رکھنے اور نیک کام کرنے میں جنت کی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے وفاداری کو دوسری تمام وفاداریوں پر ترجیح دینی چاہیے، چاہے وہ بیٹے کی باپ سے وفاداری ہو یا بیوی کی شوہر سے۔ قرآن ہی وہ روشنی ہے جو حق کی تلاش کرنے والوں کی راہوں کو روشن کرتی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف انتباہ دینے کے لیے بھیجے گئے ہیں بلکہ آپ نوعِ انسانی کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ یعنی آپ رحمت للعالمین ہیں۔

النساء (تعداد آیات ۱۷۶)

۱۔ اے افرادِ نسلِ انسانی! اپنے پروردگار کی نافرمانی کے نتائج) سے ڈرو، وہ

پروردگار جس نے تمھیں اکیلی جان سے پیدا کیا (یعنی باپ سے پیدا کیا) اور اسی سے اس کا جوڑا بھی پیدا کر دیا (یعنی جس طرح مرد کی نسل سے لڑکا پیدا ہوتا ہے، لڑکی بھی پیدا ہوتی ہے) پھر ان دونوں کی نسل سے مردوں اور عورتوں کی بڑی تعداد دنیا میں پھیلا دی (اور اس طرح تن تنہا ایک مورثِ اعلیٰ کی نسل نے خاندانوں، قبیلوں اور بستیوں کی شکل اختیار کر لی اور رشتوں، قرابتوں کا بہت بڑا دائرہ ظہور میں آگیا)۔ پس دیکھو! اللہ سے ڈرو جس کے نام پر باہم دیگر (مہر و الفت کا) سوال کرتے ہو، نیز قرابت داری کے معاملہ میں بے پرواہ نہ ہو جاؤ۔ یقین رکھو کہ اللہ تم پر (تمھارے اعمال کا) نگرانِ حال ہے۔

۴۸۔ اللہ یہ بات کبھی بخشنے والا نہیں کہ اس کے ساتھ کسی دوسری ہستی کو شریک ٹھہرایا جائے (جس طرح یہود و نصاریٰ نے احبار اور رہبان کو خدا کے ساتھ شریک ٹھہرایا ہے)۔ ہاں، اس کے سوا جتنے گناہ ہیں وہ چاہے تو بخش دے۔ اور (دیکھو!) جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے تو یقیناً وہ بہت بڑا گناہ کرتا ہوا (خدا پر) افترا پردازی کرتا ہے۔

۵۹۔ مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو، اللہ کے رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں حکم اور اختیار رکھتے ہیں۔ پھر اگر ایسا ہو کہ کسی معاملہ میں باہم جھگڑ پڑو (یعنی اختلاف و نزاع پیدا ہو جائے) تو چاہیے کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو (اور جو کچھ وہاں سے فیصلہ ملے اسے تسلیم کر لو)، اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو (تو تمھارے لیے راہِ عمل یہی ہے)۔ اسی میں تمھارے لیے بہتری ہے اور اسی میں انجام کار کی خوبی ہے۔

۶۴۔ اور (اے پیغمبر! اُن لوگوں کو جو تمھاری اطاعت کا حکم دیا گیا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں جو ان ہی کے ساتھ ہوئی ہو) ہم نے جس کسی کو بھی منصبِ رسالت دے کر دنیا میں کھڑا کیا تو اسی لیے کیا کہ ہمارے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ اور جب ان لوگوں نے (تمھاری نافرمانی کر کے) اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر لیا تھا تو اگر اسی وقت تمھارے پاس حاضر ہو جاتے اور خدا سے (اپنی نافرمانی کی) معافی مانگتے، نیز خدا کا رسول بھی ان کی بخشش کے لیے دُعا کرتا

تو یہ لوگ دیکھ لیتے کہ خدا بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور (ہر حال میں) رحمت رکھنے والا ہے۔

۶۵۔ پس (اے پیغمبرؐ!) تمہارا پروردگار اس بات پر گواہ ہے کہ یہ لوگ کبھی مومن نہ ہوسکتے جب تک ایسا نہ کرتے کہ اپنے تمام جھگڑوں قضیوں میں تمہیں اپنا حاکم بنائیں اور پھر (صرف اتنا ہی نہیں، بلکہ) ان کے دلوں کی بھی حالت ایسی ہو جائے کہ جو کچھ تم فیصلہ کر دو اس کے خلاف اپنے اندر کسی طرح کی کھٹک محسوس نہ کریں اور وہ جو کسی بات کو پوری پوری طرح مان لینا ہوتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح مان لے۔

۶۹۔ اور جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی تو بلاشبہ وہ ان لوگوں کا ساتھی ہوا جن پر خدا نے انعام کیا اور وہ نبی ہیں، صدیق ہیں، شہید ہیں اور تمام (نیک اور راست باز انسان ہیں۔ اور (جس کسی کے ساتھ ایسے لوگ ہوں تو) ایسے ساتھی کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

۷۹۔ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ جو کچھ بھلائی تمہیں پیش آتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور جو کچھ نقصان اٹھاتے ہو وہ تمہاری طرف سے ہوتا ہے (یعنی خود تمہاری بدعملی کا نتیجہ ہوتا ہے۔) اور (اے پیغمبرؐ!) ہم نے تمہیں لوگوں کے پاس اپنا پیامبر بنا کر بھیجا ہے (اور پیغام لے جانے والے کا کام یہی ہے کہ وہ پیغام پہنچا دے۔ تم لوگوں کی نافرمانیوں اور بدعملیوں کے ذمہ دار نہیں ہوسکتے) اور تمہارے پیغمبر ہونے کے لیے) اللہ کی گواہی بس کرتی ہے۔

۸۰۔ جس کسی نے اللہ کے رسول کی اطاعت کی تو اس نے فی الحقیقت اللہ کی اطاعت کی اور جس کسی نے روگردانی کی تو (اے پیغمبرؐ!) ہم نے تمہیں ان پر کچھ پاسبان بنا کر نہیں بھیجا ہے (کہ ان کے اعمال کے لیے تم جوابدہ ہو اور جبراً ان سے اپنی اطاعت کراؤ۔)

۸۵۔ جو انسان دوسرے انسان کے ساتھ نیکی کے کام میں ملتا اور مددگار ہوتا ہے تو اسے اس کام کے اجر و نتائج میں حصہ ملے گا اور جو کوئی برائی میں دوسرے کے ساتھ ملتا اور مددگار ہوتا ہے تو اس کے لیے اس برائی میں حصہ

ہوگا۔ اور اللہ ہر چیز کا محافظ اور نگران ہے (وہ ہر حالت اور ہر عمل کے مطابق بدلہ دیتا ہے)۔

۸۶۔ اور (مسلمانو!) جب کبھی تمہیں دعا دے کر سلام کیا جائے تو چاہیے کہ جو کچھ سلام و دعا میں کہا گیا ہے اس سے زیادہ اچھی بات جواب میں کہو، یا (کم از کم) جو کچھ کہا گیا ہے اسی کو لوٹا دو۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ (تمہاری کوئی چھوٹی سی چھوٹی بات بھی اس کے محاسبہ سے چھوٹ نہیں سکتی۔

۱۰۷۔ اور جو لوگ اپنے اندر خیانت رکھتے ہیں تم ان کی طرف سے نہ جھگڑو۔ خدا ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو خیانت اور معصیت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

۱۰۸۔ (اس طرح کے لوگ) انسانوں سے (اپنی خیانت) چھپاتے ہیں لیکن خدا سے نہیں چھپاتے۔ حالانکہ جب وہ راتوں کو مجلس بٹھا کر ایسی ایسی باتوں کا مشورہ کرتے ہیں جو خدا کو پسند نہیں تو اس وقت وہ اُن کے ساتھ موجود ہوتا ہے، وہ جو کچھ کرتے ہیں اس کے احاطۂ علم سے باہر نہیں۔

۱۱۰۔ اور جو شخص کوئی بُرائی کی بات کر بیٹھتا ہے یا اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر لیتا ہے اور پھر اس سے توبہ کرتا اور (اللہ سے بخشش طلب کرتا ہے تو (اس کے لیے بخشش کا دروازہ کھلا ہوا ہے) وہ اللہ کو بخشنے والا رحمت رکھنے والا پائے گا۔

۱۱۱۔ اور جو کوئی (بدعملی کر کے) بُرائی کماتا ہے تو اپنی جان ہی کے لیے کماتا ہے (اس کا جو کچھ بھی وبال ہوگا اسی کو پیش آئے گا) اور اللہ (سب کچھ) جاننے والا (اور اپنے تمام احکام میں) حکمت رکھنے والا ہے۔

۱۱۲۔ اور جس کسی سے بے جانے بوجھے کوئی خطا سرزد ہو جائے، یا جان بوجھ کر کسی گناہ کا مرتکب ہو اور پھر اپنے بچاؤ کے لیے اسے کسی بے گناہ کے سر تھوپ دے تو یاد رکھو! اس نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ (بھی) اپنی گردن پر لاد لیا۔

۱۲۲۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام انجام دیئے، ہم ان کو راحت اور سرور ابدی کے ایسے) باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی (اور اس لیے وہ کبھی خشک ہونے والے نہیں)۔ وہ ہمیشہ انھیں باغوں میں رہیں گے۔ یہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور اللہ سے بڑھ کر بات کہنے میں سچا اور کون ہوسکتا ہے۔

۱۲۴۔ اور جو کوئی اچھے کام کرے گا، خواہ مرد ہو، خواہ عورت، اور وہ (خدا پر) ایمان بھی رکھتا ہوگا تو ایسے ہی لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے اور رائی برابر ان کے ساتھ (جزائے عمل میں) بے انصافی ہونے والی نہیں۔

۱۳۵۔ مسلمانو! ایسے ہو جاؤ کہ انصاف پر پوری مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے (سچی) گواہی دینے والے ہو۔ اگر تمھیں خود اپنے خلاف یا اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے خلاف بھی گواہی دینی پڑے جب بھی نہ جھجکو۔ اگر کوئی مالدار ہے یا محتاج ہے تو اللہ (تم سے) زیادہ ان پر مہربانی رکھنے والا ہے (تمھیں ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ مالدار کی دولت کے لالچ میں یا محتاج کی محتاجی پر ترس کھا کر سچی بات کہنے سے جھجکو)۔ پس دیکھو! ایسا نہ ہو کہ ہوائے نفس کی پیروی تمہیں انصاف سے باز رکھے۔ اور اگر تم (گواہی دیتے ہوئے) بات کو گھما پھرا کر کہو گے (یعنی صاف صاف نہ کہنا چاہو گے) یا گواہی دینے سے پہلو تہی کرو گے تو (یاد رکھو) تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔

۱۳۶۔ مسلمانو! اللہ پر ایمان لاؤ، اللہ کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کتاب پر ایمان لاؤ جو اس نے اپنے رسول پر نازل کی ہے۔ نیز ان کتابوں پر جو اس سے پہلے (دوسرے پیغمبروں پر) نازل کی تھیں۔ اور (دیکھو) جس کسی نے اللہ سے انکار کیا اور اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان نہ رکھا تو وہ بھٹک کر سیدھے راستے سے بہت دور جا پڑا۔

۱۳۷۔ جن لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ ایمان لائے، پھر کفر میں پڑ گئے پھر ایمان لائے، پھر کفر میں پڑ گئے اور پھر برابر کفر میں بڑھتے ہی گئے تو (فی الحقیقت ان کا ایمان، ایمان لانا نہ تھا) اللہ انھیں بخشنے والا نہیں۔ اور ہرگز ایسا نہ ہوگا کہ (کامیابی کی)

انھیں کوئی راہ دکھائے۔

۱۵۲۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسروں سے جدا نہیں کیا (یعنی کسی ایک سے بھی انکار نہیں کیا) تو بلاشبہ ایسے ہی لوگ ہیں کہ سچے مومن ہیں اور عنقریب ہم انھیں ان کے اجر عطا فرمائیں گے اور اللہ بخشنے والا، رحمت رکھنے والا ہے۔

۱۶۴۔ نیز خدا کے وہ رسول جن کا حال ہم (قرآن میں) پہلے سنا چکے ہیں اور وہ جن کا حال ہم نے تمھیں نہیں سنایا۔ اور اسی طرح اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا جیسا کہ واقعی طور پر کلام کرنا ہوتا ہے۔

۱۷۳۔ (اس دن) ایسا ہوگا کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کیے ہیں تو ان کی نیکیوں کا پورا پورا بدلا انھیں دے دے گا اور اپنے فضل سے اس میں زیادتی بھی فرمائے گا۔ لیکن جن لوگوں نے (خدا کی) بندگی کو ننگ و عار سمجھا اور گھمنڈ کیا تو انھیں (پاداشِ جرم میں) ایسا عذاب دے گا جو دردناک عذاب ہوگا اور اس دن انھیں خدا کے سوا نہ تو کوئی رفیق ملے گا نہ مددگار۔

سورہ ۵: المائدہ

(تعداد آیات ۱۲۰)

یہ آخری سورۃ تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے وصال سے چند ماہ قبل نازل ہوئی جب آپ وداعی حج کر کے مکّہ سے واپس ہو رہے تھے۔ اس میں مومنوں سے کہا گیا ہے۔

"آج میں نے تمھارے دین کو تمھارے لیے مکمّل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور اسلام کو تمھارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔"

اس سورت میں زندگی کے مختلف افعال سے متعلق ہدایتیں دی گئی ہیں۔ ایک مسلم کو کس طرح زندگی گزارنا چاہیے۔ عبادت کس طرح کرنی چاہیے۔ کیا کھانا جائز ہے۔ اور کونسی چیزیں حرام ہیں۔ کون سے ٹیکس ادا کرنے چاہئیں اور

ادائیگی کا کیا طریقہ ہے۔ اپنے رشتے داروں، بیویوں، نوکروں اور یتیموں سے کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ اور کسی شخص کی موت کے بعد اس کی جائداد کو وارثوں میں کس طرح تقسیم کرنا چاہیے۔

اس کے بعد مومنوں میں حسد و رقابت کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ حسد کا جذبہ تباہی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور برائی کی نشو و نما کرتا ہے۔ ہابیل اور قابیل کی حکایت بیان کی گئی ہے۔ جس سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ اس برائی سے کس طرح بچا جا سکتا ہے۔

منافقوں اور ان کے سرپرست یہودیوں کی اسلام دشمن سازشوں سے مسلمانوں کو بار بار خبردار کیا گیا ہے۔ جو خود کو بظاہر اسلام کا دوست کہتے رہے لیکن دراصل اسلام کی جڑیں کاٹنے کی خفیہ سازشوں میں مصروف رہے۔

جان و مال پر حملوں کی ممانعت کی گئی اور ان سے متعلق تعزیراتی قانون بنائے گئے۔ چور کے ہاتھ کاٹ دینے چاہیے۔ لیکن اگر وہ صدق دل سے توبہ کرے تو معاف کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح قاتل کی سزا موت ہے۔ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت۔ ایمان والوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بتاتے ہوئے شرعی قوانین کی پابندی کریں۔ حلال اور حرام میں تمیز کی جائے اور ان کی حدیں پار نہ کی جائیں۔ حلال چیزیں کھائیں اور حرام کو نہ چھوئیں۔ نشہ آور مشروبات کے استعمال کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ اسی طرح جوئے اور شرطیں باندھنے کی بھی ممانعت کی گئی ہے۔ اور ان تمام کو شیطانی کاروبار کہا گیا ہے۔

سورہ ۵

۱۔ مسلمانو! آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے پسند کر لیا کہ دین "الاسلام" ہو۔
۲۔ مندرجہ بالا آیت دوبارہ حوالے کے طور پر دہرائی گئی ہے۔
۳۔ مسلمانو! ایسے ہو جاؤ کہ خدا (کی سچائی) کے لیے مضبوطی سے قائم رہنے والے

اور انصاف کے لیے گواہی دینے والے ہو۔ اور (دیکھو!) ایسا کبھی نہ ہو کہ کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اس بات کے لیے ابھار دے کہ (اس کے ساتھ) انصاف نہ کرو (ہر حال میں) انصاف کرو کہ یہی تقویٰ سے لگتی ہوئی بات ہے۔ اور اللہ کی نافرمانی کے نتائج سے ڈرو۔ تم جو کچھ کرتے ہو تو وہ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔

۳۲ ۔ اسی بنا پر ہم نے بنی اسرائیل کے لیے یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جس کسی نے سوا اس حالت کے کہ قصاص لینا ہو یا ملک میں لوٹ مار مچانے والوں کو سزا دینی ہو، کسی جان کو قتل کر ڈالا تو گویا اس نے تمام انسانوں کا خون کیا۔ اور جس کسی نے کسی کی زندگی بچالی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی دے دی۔ اور (پھر) اُن کے پاس (یکے بعد دیگرے) ہمارے رسول (سچائی کی) روشن دلیلوں کے ساتھ آتے رہے (اور ظلم و خونریزی سے روکتے رہے) لیکن اس پر بھی اُن میں سے اکثر ایسے نکلے جو ملک میں زیادتیاں کرنے والے تھے۔

۳۸ ۔ اور جو چور ہو خواہ مرد ہو یا عورت تو اس کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ جو کچھ انھوں نے کیا ہے، یہ اس کی سزا ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت کی نشانی۔ اللہ سب پر غالب (اور اپنے تمام احکام میں) حکمت رکھنے والا ہے۔

۳۹ ۔ پھر جس کسی نے اپنے ظلم کے بعد (یعنی چوری کرنے کے بعد) توبہ کرلی اور اپنے کو سنوار لیا تو اللہ اس پر (اپنی رحمت سے) لوٹ آئے گا۔ وہ بخشنے والا رحمت رکھنے والا ہے۔

۴۸ ۔ اور (اے پیغمبر! اسی طرح) ہم نے تمہاری طرف سچائی کے ساتھ کتاب بھیجی ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہوئی جو پہلے سے موجود ہیں اور ان پر نگہبان۔ سو چاہیے کہ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلے کرو اور جو سچائی تمہارے پاس آچکی ہے اُسے چھوڑ کر لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔ تم میں سے ہر ایک گروہ کے لیے ہم نے ایک "شرع" اور "منہاج" ٹھہرا دی (یعنی مذہبی زندگی کا طور طریقہ ٹھہرایا)۔ اگر خدا چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا (یعنی ایک ہی طرح کی استعداد اور حالت پر پیدا کرتا اور مختلف شریعتوں اور طور طریقوں کا اختلاف ہی پیدا نہ ہوتا) لیکن (تم دیکھ رہے

ہو کہ اس نے ایسا نہیں کیا۔ اور اس لیے نہیں کیا تاکہ جو کچھ (تمہاری حالت اور ضرورت کے مطابق وقتاً فوقتاً) دیا ہے اس میں تم سب کا امتحان فرمائے۔ (اور تمہارے لیے طلب و ترقی کی راہیں پیدا ہوں) پس نیکی کی راہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ نکلنے کی کوشش کرو (کہ تمام شریعتوں کا اصل مقصود یہی ہے)۔ تم سب کو بالآخر اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ پھر وہ تمہیں بتلائے گا کہ جن باتوں میں باہم دیگر اختلاف کرتے رہے تھے اُن کی حقیقت کیا تھی۔

۵۴۔ مسلمانو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو (وہ یہ نہ سمجھے کہ اس کے پھر جانے سے دینِ حق کو کچھ نقصان پہنچے گا) قریب ہے کہ اللہ ایک ایسا گروہ (اپنے مومنوں کا) پیدا کر دے جنہیں خدا دوست رکھتا ہو اور وہ بھی خدا کو دوست رکھنے والے ہوں۔ مومنوں کے مقابلے میں نہایت نرم اور جھکے ہوئے ہوں، لیکن دشمنوں کے مقابلے میں نہایت سخت۔ اللہ کی راہ میں جان لڑا دیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے، جس گروہ کو چاہے عطا فرما دے اور وہ (اپنے فضل میں) بڑی ہی وسعت رکھنے والا اور سب کا حال جاننے والا ہے۔

۵۷۔ مسلمانو! یہود و نصاریٰ اور کفار (مکہ) میں سے جن لوگوں نے تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنا رکھا ہے (یعنی تحقیر و تذلیل کے لیے اس کی ہنسی اڑاتے رہتے ہیں) تم انہیں اپنا مددگار و رفیق نہ بناؤ اور اللہ (کی نافرمانی کے نتیجوں) سے ڈرو اگر فی الحقیقت تم ایمان رکھنے والے ہو۔

۹۰۔ مسلمانو! بلاشبہ شراب، جوا، معبودانِ باطل کے نشان اور پانسے شیطانی کاموں کی گندگی ہے، تو اُن سے اجتناب کرو تاکہ تم کامیاب ہو۔

۱۰۰۔ (اے پیغمبر!) ان لوگوں سے کہہ دو: پاکیزہ اور گندی چیز برابر نہیں ہو سکتی اگرچہ تمہیں گندی چیز کا بہت ہونا اچھا لگے۔ پس اے اربابِ دانش! اللہ (کی نافرمانی کے نتائج) سے ڈرو تاکہ (نقصان و تباہی کی جگہ) فلاح پاؤ۔

۱۰۵۔ مسلمانو! (یاد رکھو!) تم پر فقط تمہاری جانوں کی ذمہ داری ہے (تم دوسرے کاموں کے لیے ذمہ دار نہیں ہو سکتے) اور نہ دوسرے تمہارے کاموں کے لیے

ذمہ دار ہیں۔ اگر تم سیدھے راستے پر قائم ہو تو کسی کا گمراہ ہونا تمھیں کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (اور بالآخر) تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ (اس دن) وہ بتادے گا کہ تمھارے کام کیسے کچھ رہے ہوں۔

سورہ ۶: الانعام (مویشی)

(تعداد آیات ۱۶۵)

اس سورہ میں اللہ کی وحدت کی معنویت پر زور دیا گیا ہے۔ اور شرک سے پرہیز کی تلقین کی گئی ہے۔ اللہ کی فضیلت اور بزرگی کے ثبوت میں کئی کھلی نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ ماضی میں جن قوموں نے اللہ کا انکار کیا یا اس کے احکامات کی نافرمانی کی وہ تباہ برباد کردی گئیں۔ اُن کی شاندار عمارتوں کے کھنڈر اُن کے زوال کا ثبوت ہیں۔ مومنوں کو اس سے سبق سیکھنا چاہیے۔ جو لوگ دنیاوی مسرت و انبساط میں مگن ہیں اور روزِ حشر کو بھولے ہوئے ہیں۔ وہ یقیناً بے پناہ عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ اُن کو ماضی کے واقعات سے سبق لینا چاہیے۔ ماضی میں بھی اللہ کے رسولوں کا مذاق اُڑایا گیا۔ ان کی رسالت سے انکار کیا گیا اور اُن کی نافرمانی کی گئی اور بالآخر جب خدا کا قہر نازل ہوا تو یہ قومیں ایک عبرت ناک انجام سے دوچار ہوئیں۔ اُن کو چاہیے کہ گناہوں سے اپنا دامن بچائیں۔ خاندانی اور قبیلہ واری جنگوں سے دور رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مومنوں کو تاکید کی گئی کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے منکروں اور مخالفوں سے دور رہیں اور شرک کی لعنت سے پرہیز کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ انھوں نے اللہ کی محبت میں اپنے والد کو بھی چھوڑ دیا تھا۔ اس طرح مذہب سے وفاداری کو استوار رکھنے کی خواہش کا ذکر کیا گیا ہے۔ آسمان میں چمکتے ستارے بھی خدا کی قدرت کا ثبوت ہیں۔ اللہ کی اطاعت ضروری ہے کیوں کہ وہی سیدھا راستہ بتانے والا ہے۔ ماضی میں بھی انبیا نے یہی ہدایتیں اپنے لوگوں تک پہنچائیں کہ اللہ ایک ہے۔ تقوا اور پرہیزگاری کی ہدایت اور روزِ قیامت پر ایمان۔ دنیا میں مختلف اقسام کی بے شمار مخلوق کا وجود

خدا کی عظمت اور قدرت کا یقین دلانے کے لیے کافی ہے۔ نہ کوئی کائنات کی ترتیب و تنظیم میں مداخلت کر سکتا ہے نہ ہی کسی میں اس پر قابو پانے کی صلاحیت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے انتظام فرماتا ہے۔ اور بے شک وہ سب سے اچھا منتظم ہے۔

لیکن مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ مشرکوں کے دیوی، دیوتاؤں کی بے عزتی نہ کریں مبادا کہ وہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ کی بے ادبی پر اُتر آئیں۔ مشرکوں سے بحث و مباحثہ نہ کریں کیوں کہ اگر آسمان سے فرشتے بھی اُتر آئیں اور قبروں سے مردے بھی برآمد ہو کر انھیں اللہ کی عظمت اور قدرت کا یقین دلانے کی کوشش کریں تب بھی وہ لوگ نہیں مانیں گے بلکہ اپنے انکار پر اور اپنے دیوی دیوتاؤں اور نام نہاد بتوں کی پرستش پر قائم رہیں گے۔

مسلمانوں سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ کھانے پینے کی چیزوں میں احتیاط برتیں۔ مردہ جانوروں اور سور کا گوشت نہ کھائیں اور نہ ایسے جانور کا گوشت کھائیں جس کو اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو۔

مومنوں پر دس احکامات کی پابندی ضروری قرار دی گئی ہے۔

۱۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

۲۔ اپنے والدین سے بے ادبی سے نہ پیش آئیں۔

۳۔ مفلسی کی وجہ سے اپنے بچوں کی جان نہ لیں۔

۴۔ بدکاری و زنا کے مرتکب نہ ہوں۔

۵۔ بغیر کسی منصفانہ وجہ کے کسی کی جان نہ لیں۔

۶۔ یتیموں کا مال غصب نہ کریں۔

۷۔ ناپ تول میں بے ایمانی کر کے دھوکہ نہ دیں۔

۸۔ بے انصافی نہ کریں۔

۹۔ وعدہ خلافی نہ کریں۔

۱۰۔ مسلمانوں میں افتراق نہ پیدا کریں۔

سورۂ ۶

۱۔ ہر طرح کی ستائشیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمینوں کو پیدا کیا اور اندھیرا اور اُجالا نمودار کر دیا۔ اس پر بھی جو لوگ اپنے پروردگار سے منکر ہو گئے ہیں وہ (اندھیرے اور اجالے میں امتیاز نہیں کرتے اور دوسری ہستیوں کو خدا کے) برابر سمجھتے ہیں۔

۲۔ وہی (آسمان و زمین کا خالق) ہے جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا (یعنی تمھاری اس خلقت مٹی سے ظہور پذیر ہوئی) پھر تمھارے لیے (زندگی و معیشت کی) ایک معیاد ٹھہرا دی (جو ہر وجود کو مہلتِ عمل دیتی ہے) اور ایک دوسری معیاد بھی اس کے علم میں مقرر ہے (یعنی قیامت کا وقت جب پہلی معیاد کے نتائج کا فیصلہ ہوگا) پھر بھی تم ہو کہ اس حقیقت پر غور نہیں کرتے اور اس میں شک کرتے ہو۔

۳۔ وہی اللہ ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی (اس کے سوا کوئی کارفرمائے عالم نہیں) تمھاری چھپی اور کھلی ہر طرح کی باتوں کا علم رکھتا ہے۔ تم جو کچھ (اچھی بُری) کمائی کرتے ہو وہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں۔

۱۰۔ اور (اے پیغمبر!) یہ واقعہ ہے کہ تم سے پہلے بھی رسولوں کی ہنسی اڑائی گئی (جیسی کہ آج تمھارے ساتھ تمسخر کیا جا رہا ہے) جن لوگوں نے ہنسی اڑائی تھی وہ جس بات کی ہنسی اڑاتے تھے وہی بات ان پر آن پڑی (یعنی وہ اس بات کی کہ اعمال بد کا نتیجہ بد ہے، ہنسی اڑاتے تھے تو وہی اُن کے آگے آگیا۔

۳۲۔ اور دنیا کی زندگانی تو کچھ نہیں ہے مگر (ایک طرح کا) کھیل اور تماشہ۔ جو متقی ہیں اُن کے لیے آخرت ہی کا گھر بہت ہے۔ (افسوس تم پر!) کیا تم اتنی بات بھی (نہیں سمجھتے۔

۳۴۔ اور (دیکھو!) یہ واقعہ ہے کہ تم سے پہلے بھی خدا کے رسول جھٹلائے گئے سو انھوں نے لوگوں کے جھٹلانے اور دکھ دینے پر صبر کیا اور اپنے کام

میں لگے رہے، یہاں تک کہ (بالآخر) ہماری مدد آ پہنچی۔ اور یاد رکھو یہ اللہ کا ٹھہرایا ہوا قانون ہے، کوئی نہیں جو اس کی (ٹھہرائی ہوئی) باتوں کو بدل دینے والا ہو اور رسولوں کی خبروں میں سے بہت سی چیزیں تو تم تک پہنچ ہی چکی ہیں۔

۳۸۔ اور (دیکھو!) زمین میں چلنے والا کوئی حیوان اور ہوا میں پروں سے اُڑنے والا کوئی پرندہ ایسا نہیں جو تمہاری ہی طرح اُمتیں نہ رکھتا ہو (یعنی تمہاری طرح اُن میں سے ہر گروہ اپنی اپنی معیشت اور اپنا اپنا سروسامان کار نہ رکھتا ہو) ہم نے نوشتے میں کوئی بات بھی فروگذاشت نہیں کی (یعنی کائنات کی ہر مخلوق کے لیے جو کچھ ہونا چاہیے تھا وہ سب کچھ اس کے لیے لکھ دیا، کسی مخلوق کے لیے بھی فروگذاشت نہیں ہوئی)۔ پھر سب (بالآخر) اپنے پروردگار کے حضور جمع کیے جائیں گے (کہ آخری مرجع وہی ہے)۔

۴۸۔ اور (ہمارا قانون تو یہ ہے کہ) ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر اسی لیے کہ (ایمان وعمل کی برکتوں کی) خوشخبری سنائیں اور (انکار اور بدعملی کے نتائج سے) متنبہ کریں۔ پھر جو کوئی یقین لایا اور اپنے کو سنوار لیا تو اس کے لیے نہ تو کسی طرح کا اندیشہ ہوگا نہ کسی طرح کی غمگینی۔

۵۱۔ (اے پیغمبر!) تم (ان منکروں کو جو ماننے والے نہیں چھوڑ دو اور ان لوگوں کو وحی الٰہی سنا کر (انکارِ حق کے نتائج سے) متنبہ کرو جو (آخرت کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں اور) اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے حضور لے جائے جائیں اور اس دن اس کے سوا نہ تو کوئی مددگار ہوگا، نہ سفارشی، عجب نہیں کہ متقی ہو جائیں۔

۵۲۔ اور (اے پیغمبر) ان لوگوں کو جو (دعوتِ حق پر ایمان رکھتے ہیں اور) صبح و شام خدا کے حضور مناجات کرتے اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں، اپنے پاس سے نہ نکالو۔ ان کے کاموں کی جواب دہی تمہارے ذمہ نہیں، نہ تمہاری جواب دہی اُن کے ذمے ہے کہ (اس ڈر سے) انہیں نکال دو۔ اگر ایسا کرو گے تو زیادتی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

۷۰۔ اور (اے پیغمبر!) جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشہ بنا لیا ہے اور دنیا کی زندگی میں انھیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے تو ایسے لوگوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دو اور کلامِ الٰہی کے ذریعے نصیحت کرتے رہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی انسان اپنی بدعملی کی وجہ سے ہلاکت میں چھوڑ دیا جائے (کیونکہ اگر چھوڑ دیا گیا تو) اللہ کے سوا کوئی نہیں جو اس کا مددگار ہو گا یا اس کی شفاعت کر کے اسے بچائے گا۔ (بدعملیوں کے جس قدر بدلے بھی ہو سکتے ہیں اگر وہ سب دے دے تو اس سے نہ لیا جائے) کہ بدعملی کے نتیجہ سے کوئی فدیہ نہیں بچا سکتا)۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی بدعملیوں کی وجہ سے ہلاکت میں چھوڑ دیے گئے ان کے لیے کھولتا ہوا پانی پینے کے لیے ہو گا اور انکارِ حق کی جزا میں دردناک عذاب۔

۷۲۔ نیز ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ نماز قائم کرو اور (ہر حال میں) خدا (کی نافرمانی کے نتائج) سے ڈرتے رہو اور اسی کی طرف (بالآخر) تم سب اکٹھے لے جائے جاؤ گے۔

۷۳۔ اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو علم و حقیقت کے ساتھ پیدا کیا (یعنی مصلحت اور حکمت کے ساتھ بنایا) اور (اس کی قدرت کا یہ حال ہے کہ) جس نے کہا "ہو جا" تو (جیسا کچھ اس نے چاہا) ویسا ہی ہو گیا۔ اس کا قول حق ہے (یعنی وہ جو حکم دیتا ہے علم و حقیقت کے ساتھ دیتا ہے)۔ اور جس دن صور پھونکا جائے گا (اور قیامت کے برپا ہونے کا اعلان ہو گا) تو اس دن اسی کے لیے بادشاہی ہو گی۔ وہ غیب اور شہادت رکھنے والا اور آگاہ ہے۔

۹۵۔ (دیکھو!) یہ اللہ ہی کی کارفرمائی ہے کہ وہ (بیج کے) دانے اور گٹھلی کو (جو زمین میں ڈال دی جاتی ہے یا خود بخود گر جاتی ہے۔) شق کر دیتا ہے (اور ایک خشک دانے سے زندہ اور پھلنے پھولنے والا درخت پیدا ہو جاتا ہے)۔ وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور وہی ہے جو مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے۔ وہی (پروردگار رحیم) خدا ہے، پھر (افسوس تمھاری سمجھ پر!) تم کدھر

کو بھیکے چلے جا رہے ہو۔

۹۸۔ اور پھر دیکھو! وہی ہے جس نے تمہیں کیلی جان سے نشوونما دی پھر تمہارے لیے قرار کی جگہ ہے (یعنی شکم مادر) اور سپردگی کا مقام ہے (یعنی مرنے کی جگہ)

(اور دیکھو!) وہی ہے جو آسمان سے (بلندی سے) پانی برساتا ہے، پھر اس سے ہر طرح کی روئیدگی پیدا کرتا ہے، پھر روئیدگی سے ہری ٹہنیاں نکل آتی ہیں اور ٹہنیوں سے دانے نمودار ہو جاتے ہیں (ایک دانے سے دوسرا دانہ ملا ہوا اور) اسی طرح کھجور کے درخت سے (بھی پھل پیدا ہو جاتے ہیں) جس کی شاخوں میں گچھے جھکے پڑتے ہیں اور (اسی طرح) انگور، زیتون اور انار کے باغ پیدا کئے، صورت شکل میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور ایک دوسرے سے الگ الگ۔ ان کے پھلوں کو دیکھو جب درخت پھل لاتا ہے (کہ کیسے عجیب و غریب طریقے سے ٹہنیوں اور جڑوں میں سے نکلتے ہیں اور پھر ایک مقررہ نظام کے ساتھ درجہ بدرجہ بڑھتے اور پختگی سے قریب ہوتے چلے جاتے ہیں) اور پھر ان کے پکنے کو دیکھو (کہ پکنے کے بعد اپنے نرم، اپنی رنگت، اپنی خوشبو اور اپنے مزے میں کیسی عجیب نوعیت پیدا کر لیتے ہیں) بلاشبہ جو لوگ یقین رکھتے ہیں، ان کے لیے اس بات میں (ربوبیت الٰہی کی) بڑی ہی نشانیاں ہیں۔

۱۰۱۔ وہ آسمانوں کا اور زمین کا موجد ہے (یعنی بغیر کسی سابق مثال کے محض اپنے علم و قدرت سے بنانے والا ہے) یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی اس کا بیٹا ہو جبکہ کوئی اس کی بیوی نہیں؟ اس نے تمام چیزیں پیدا کیں اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

۱۰۲۔ یہی خدا تمہارا پروردگار ہے، کوئی معبود نہیں ہے مگر وہی، تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا۔ سو دیکھو! اسی کی بندگی کرو، ہر چیز اسی کے حوالے ہے۔

۱۰۳۔ اسے نگاہیں نہیں پا سکتیں، لیکن وہ تمام نگاہوں کو پا رہا ہے۔ وہ بڑا ہی باریک بین اور آگاہ ہے۔

۱۰۷۔ اور اگر اللہ چاہتا تو (اس کی قدرت رکھتا تھا کہ انسان کو اس طرح کا بنا دیتا کہ سب ایک راہ چلنے والے ہوتے اور) یہ لوگ شرک نہ کرتے (لیکن تم دیکھ رہے ہو کہ اس کی حکمت کا یہی فیصلہ ہوا کہ ہر انسان اپنی اپنی سمجھ اور اپنی اپنی راہ رکھے۔ پس تم جو کچھ کر سکتے ہو یہی ہے کہ سچائی کی راہ دکھا دو انھیں جبراً اپنی راہ پر چلا نہیں سکتے)۔ ہم نے تمھیں نہ تو ان پر پاسبان بنایا ہے (کہ ان کی رائے اور عمل کی نگہبانی کرو) نہ تمھارے حوالے ان کی ذمہ داری ہے (کہ ان کے نہ ماننے کے لیے اپنے کو ذمہ دار سمجھو۔

۱۰۸۔ اور (مسلمانو!) جو لوگ خدا کے سوا دوسری ہستیوں کو پکارتے ہیں تم ان کے معبودوں کو گالیاں نہ دو کہ پھر وہ بھی حد سے متجاوز ہو کر بے سمجھے بوجھے خدا کو برا بھلا کہنے لگیں۔ ہم نے اسی طرح ہر قوم کے لیے اس کے کاموں کو خوش نما بنا دیا (کہ ہر قوم اپنی راہ رکھتا ہے۔ اور اپنی ہی راہ اسے اچھی دکھائی دیتا ہے) پھر بالآخر سب کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے۔ اس وقت وہ اُن سب پر ان کاموں کی حقیقت کھول دے گا جو وہ (دنیا میں) کرتے رہے ہیں۔

۱۶۵۔ اور وہی ہے جس نے تمھیں (ایک دوسرے کا) زمین میں جانشیں بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض (پر اعمال کے لحاظ سے) مرتبے دیے تاکہ جو کچھ (اختیار) تمھیں دیا گیا ہے۔ اس میں تمھیں آزمائے (اور طلب اور کوشش کا موقع دے۔ اے پیغمبر!) بلاشبہ تمھارا پروردگار (بدعملیوں کی) جلد سزا دینے والا ہے اور بلاشبہ وہ بخشنے والا، رحمت والا ہے۔

سورہ ۷: الاعراف (مکی)

(تعداد آیات ۲۰۶)

ہر زمانے میں اللہ نے اپنے پیغام و احکامات کے ساتھ رسول مبعوث کیے ہیں۔ اس سورۃ میں اُن الہامات کے حوالے ملتے ہیں۔ جو مختلف پیغمبروں پر نازل کیے گئے تھے اور جو زندگی کے سچے معنی و مفہوم بتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

ہمیشہ ایمان لانے والوں کو تاکید فرمائی ہے کہ نوعِ انسانی کی مادّی اور روحانی فلاح کے لیے کام کریں۔ حضرت آدمؑ کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنا خلیفہ بنا کر زمین پر بھیجا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کریں۔ شیطان کے سوا ! ہر فرشتے نے اس حکم کی بجاآوری کی اور حضرت آدمؑ کو سجدہ کیا۔ کیوں کہ شیطان خود کو حضرت آدمؑ سے افضل و برتر سمجھتا تھا۔ اس لیے اُس نے تکبر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اُس کو جنت سے دھتکار دیا گیا اور تب ہی سے وہ لوگوں کو بہکا کر دھوکا دیتا رہا ہے اور آج تک اُن کی اولاد کو بہکا رہا ہے۔ شرارت، حسد، غرور و تکبر اور نفاق اس کے ہتھیار ہیں۔ شیطان اِن ہتھیاروں کا استعمال کر کے لوگوں کو مرتد و منکر بناتا ہے اور اُن میں گناہوں کو پھیلاتا ہے۔

حشر کے دن جنت اور جہنم کے حقدار ایک دوسرے کے مقابل ہوں گے۔ اہلِ جنت اللہ کی بے شمار نعمتوں سے سرفراز ہوں گے۔ باغِ بہشت میں انواع واقسام کے پھل پھول اور سایہ دار درخت ہوں گے اور انواع و اقسام کے مشروبات کی نہریں جاری ہوں گی اور اہلِ دوزخ دائمی آگ کے شعلوں میں جلتے رہیں گے۔ جس کے بارے میں اُنھیں پہلے ہی انتباہ دے دیا گیا تھا۔ اُنھوں نے اللہ کی عظمت کو ماننے سے انکار کیا اور اس کے احکامات سے روگردانی کی اور کبھی یہ سمجھ نہ سکے کہ وہ قادرِ مطلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چھے دن میں اس کائنات کو پیدا کیا۔ چاند، سورج اور ستاروں کی گردش، دن کو رات میں اور رات کو دن میں بدل دینا اُسی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔ اس کی نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے بجائے منکروں نے کفر کا راستہ اپنایا۔ یقیناً وہ لوگ راہ سے بھٹک گئے تھے۔ وہ آفتوں کو خود دعوت دیتے ہیں اور اُن پر آفتیں ضرور نازل ہوں گی۔

حضرت نوحؑ نے جب قوم کو آنے والے خطرے سے آگاہ کیا تو وہ نہیں مانے اور بالآخر اللہ کے قہر کا شکار ہو گئے۔ جب کہ ہودؑ نے اُن کی نصیحت مان لی اور اسی لیے وہ اور اُن کی قوم سیلاب کی تباہ کاری سے بچا لی گئی۔ اسی طرح حضرت صالحؑ کی

قوم نے اُن کی باتوں پر یقین نہیں کیا اور ایک زلزلے میں تباہ کر دیے گئے حضرت لوط نے اُنھیں امرد پرستی سے منع کیا اور عورتوں کی طرف رغبت دلائی لیکن وہ نہیں مانے اور ایک خوفناک انجام سے دوچار ہوئے۔ اللہ نے اُن پر پتھروں کی بارش کردی اور وہ فنا ہو گئے۔ حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کو نصیحت کی کہ وہ ناپ تول میں بے ایمانی نہ کریں اور تجارت میں دھوکہ دہی سے کام نہ لیں اور ذخیرہ اندوزی کرکے لوگوں کو اُن کے حق سے محروم نہ کریں اور زمین پر فساد برپا نہ کریں۔ لیکن لوگوں نے حضرت شعیب کی نصیحت نہیں مانی اور ایک زلزلے نے انھیں بھی پیس کر رکھ دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی جب فرعون اور اُس کے سرداروں کے سامنے اللہ کے احکامات سُنائے تو اُنھیں بھی ایسی ہی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اُنھوں نے حضرت موسیٰؑ کو جادوگر کہا اور مصر کے بڑے بڑے جادوگروں سے مقابلے کی دعوت دی۔ لیکن جیسا کہ قرآن حکیم میں نشاندہی کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے عصا نے ایک اژدہے کی شکل اختیار کرلی اور جادو کے جو جھوٹے کھیل تھے اُن سب کو نگل گیا۔ لیکن پھر بھی فرعون اور اُس کے سردار قائل نہیں ہوئے تب اُن کو ہوش میں لانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کو سزا دی۔

ٹڈی دل نے سب کھیت اجاڑ دیے جوئیں اتنی ہو گئیں کہ ہر ایک کے جسم اور کپڑوں میں جونک ہی جوئیں پائی جاتیں۔ مینڈکوں کی آبادی اتنی بڑھ گئی کہ ہر طرف برتن میں مینڈک ہی نظر آتے۔ اُن لوگوں نے وعدہ کیا کہ اگر اُن کو ان مصیبتوں سے چھٹکارہ مل جائے تو وہ اللہ پر ایمان لے آئیں گے۔ لیکن جب بھی اُنھیں معاف کر دیا گیا اور مصیبتوں سے نجات دی گئی، وہ لوگ اپنے وعدے سے پھر گئے۔ اس کے بعد کیا ہوا اس کی وضاحت قرآن حکیم میں ملتی ہے۔

"پھر تو ہم نے اُن سے انتقام لیا اور اُن کو دریا میں غرق کر دیا۔"

(۷: ۱۳۶)

"اور بنو اسرائیل کو حضرت موسیٰ حفاظت سے دریا کے دوسرے کنارے پر لے گئے۔ حالاں کہ اُن لوگوں نے بڑی بڑی غلطیاں کی تھیں

جن کے لیے حضرت موسیٰؑ نے اُن کو اور اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کو بھی ملامت کی تھی۔ پھر بھی وہ اللہ کے قہر سے بچ گئے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا "ہماری رحمت تمام چیزوں پر محیط ہے" اللہ ان تمام لوگوں پر مہربان ہوتا ہے، "جو سیدھے اور نیک عمل کرتے ہیں اور خیرات کرتے ہیں اور ہماری نشانیوں پر یقین کرتے ہیں۔"

اس طرح مختلف انبیاء کی جدوجہد کی مثال دے کر اللہ تعالیٰ حضرت محمد مصطفےٰؐ سے کہتا ہے کہ منکروں سے کہہ دیجیے!

سورہ ۷

۱۰۔ اور (دیکھو!) ہم نے تمہیں (یعنی نوعِ انسانی کو) زمین میں (قدرت و اختیار کے ساتھ) بسا دیا اور زندگی کے سروسامان مہیا کر دیئے، مگر بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ شکر گزار ہو۔

۲۶۔ اے اولادِ آدم! ہم نے تمہارے لیے ایسا لباس مہیا کر دیا جو جسم کی ستر پوشی کرتا ہے اور ایسی چیزیں بھی جو زیب و زینت کا ذریعہ ہیں۔ نیز تمہیں پرہیزگاری کی راہ دکھا دی کہ تمام لباسوں سے بہتر لباس ہے۔ یہ اللہ کے فضل و رحمت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، کہ لوگ نصیحت پکڑیں۔

۲۷۔ (اور خدا نے فرمایا): اے اولادِ آدم! دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہیں اسی طرح بہکا دے جس طرح تمہارے ماں باپ کو بہکا کر جنت سے نکلوا دیا تھا اور ان کے لباس اتروا دیئے تھے کہ ان کے ستر انہیں دکھا دیئے۔ وہ اور اس کا گروہ تمہیں اس طرح دیکھتا ہے کہ تم اُسے نہیں دیکھتے۔ یاد رکھو! ہم نے یہ بات ٹھہرا دی ہے کہ جو لوگ ایمان نہیں رکھتے اُن کے رفیق و مددگار شیطان ہوتے ہیں۔

۳۳۔ (اے پیغمبر!) اُن لوگوں سے کہو "میرے پروردگار نے جو کچھ حرام ٹھہرایا ہے وہ تو یہ ہے کہ بے حیائی کی باتیں جو کھلے طور پر کی جائیں اور جو چھپا کر

کی جائیں گناہ کی باتیں، ناحق کی زیادتی یہ کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ جس کی اس نے کوئی سند نہیں اتاری اور یہ کہ خدا کے نام سے ایسی بات کہو جس کے لیے تمھارے پاس کوئی علم نہیں!

۳۴۔ اور (دیکھو!) ہدایت کے لیے ایک ٹھہرایا ہوا وقت ہے۔ سو جب کسی امت کا ٹھہرایا ہوا وقت آگیا تو پھر نہ تو ایک گھڑی پیچھے رہ سکتا ہے، نہ ایک گھڑی آگے (جو کچھ اس کے ساتھ ہونا ہے ہو گزرتا ہے۔

۵۴۔ تمھارا پروردگار تو وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں کو اور زمینوں کو چھے "ایام" میں (یعنی چھے دوروں میں جو یکے بعد دیگرے واقع ہوئے) پیدا کیا اور پھر (اپنی حکومت و جلال کے) تخت پر متمکن ہو گیا (اس نے رات اور دن کی تبدیلی کا ایسا نظام ٹھہرا دیا ہے کہ) رات کی اندھیری، دن کی روشنی کو ڈھانک لیتی ہے اور (ایسا معلوم ہوتا ہے گویا) دن کے پیچھے لپکی چلی آرہی ہے اور (دیکھو!) سورج، چاند، ستارے سب اس کے حکم کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔ یاد رکھو! اسی کے لیے پیدا کرنا ہے اور اسی کے لیے حکم دینا (اس کے سوا کوئی نہیں جسے کارخانۂ ہستی چلانے میں دخل ہو)۔ سو کیا ہی بابرکت ذات ہے اللہ کی تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا۔

۵۵۔ (لوگو!) اپنے پروردگار سے دعائیں مانگو، آہ و زاری کرتے ہوئے بھی اور پوشیدگی میں بھی وہ انھیں پسند نہیں کرتا جو حد سے گزر جانے والے ہیں۔

۵۶۔ اور (دیکھو!) ملک کی درستگی کے بعد (یعنی دعوتِ حق کے ظہور کے بعد جو اس کی درستگی کی دعوت ہے) اس میں خرابی نہ پھیلاؤ۔ (اپنی خطاؤں سے) ڈرتے ہوئے اور (اس کی رحمت سے) امیدیں رکھتے ہوئے اس کے حضور دعائیں کرو۔ یقیناً اللہ کی رحمت سے نزدیک ہے جو نیک کردار ہیں۔

۵۸۔ اور (دیکھو!) اچھی زمین اپنے پروردگار کے حکم سے اچھی پیداوار ہی نکالتی ہے، لیکن جو زمین نکمی ہوتی اس سے کچھ نہیں پیدا ہوتا، مگر یہ کہ نکمی ہی چیز پیدا ہو۔ اس طرح (ہم حکمت و عبرت) کی نشانیاں اُن لوگوں کے لیے دہراتے

ہیں جو شکر کرنے والے ہیں۔ یعنی خدا کی نعمتوں کے قدر شناس ہیں۔

سورہ ۸ : الانفال (مال غنیمت)

(تعداد آیات ۷۵)

اس سورہ میں جہاد کی فضیلت اور فتح کے معنی و مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔ اور مالِ غنیمت کی تقسیم کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ جنگ کے دوران خاص طور پر ملی اتحاد و اتفاق کو مضبوط کریں جہاد صرف اللہ کی راہ میں جائز ہے۔ ذاتی مفاد کے لیے نہیں۔ مالِ غنیمت کی تقسیم کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہیے۔ کسی مجاہد (سپاہی) کا اس پر فطری حق نہیں ہے۔ لیکن مجاہدین کی ضروریات کا پورا کرنا بھی مناسب ہے۔ اس لیے مالِ غنیمت کی مناسب تقسیم کے لیے کچھ اصول ضروری ہیں۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید ہوئے پہلے اُن کی بیواؤں اور اُن کے یتیم بچوں کا حق نکالنا فرض ہے۔

جنگی قیدیوں کے ساتھ برتاؤ کے متعلق بہت ہی فراخ دلانہ اور ہمدردانہ قوانین بنائے گئے ہیں۔ مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ انتقامی کارروائی نہ کریں بلکہ صرف جنگ میں اللہ کے واسطے لڑیں اُن کو یاد دلایا گیا کہ تمام دشواریوں کے باوجود جنگ بدر کی فتح اُن کے عزم و حوصلے اور اللہ پر محکم ایمان کی وجہ سے ہی ممکن ہو سکی۔ اس سورے میں اُن مسلمانوں کا حوالہ بھی موجود ہے۔ جنھوں نے ہجرت اختیار کی اور دین کے لیے لڑے اور وہی "حقیقت میں ایمان والے ہیں" اُن کی ہجرت کی تحسین کی گئی ہے۔

سورہ ۸

۲۔ مومنوں کی شان تو یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دل دہل جاتے ہیں اور جب اس کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ ہر حال میں اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

۳۔ جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انھیں دے رکھا ہے اس میں سے

(ایک حصہ ہماری راہ میں) خرچ کرتے رہتے ہیں۔

۲۱۔ اور دیکھو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے زبان سے کہا تھا "ہم نے سنا" اور واقعہ یہ تھا کہ وہ سنتے نہ تھے۔

۲۴۔ مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار کا جواب دو۔ جب وہ پکارتا ہے تاکہ تمھیں (روحانی موت کی حالت سے نکال کر) زندہ کردے اور جان لو کر (ہمیشہ ایسا ہوتا ہے کہ) اللہ (اپنے ٹھہرائے ہوئے قوانین اور اسباب کے ذریعے) انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور جان لو کر (آخر کار) اسی کے حضور جمع کیے جاؤ گے۔

۲۷۔ مسلمانو! ایسا نہ کرو کہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت کرو اور نہ یہ کہ آپس کی امانتوں میں خیانت کرو اور تم اس بات سے ناواقف نہیں ہو۔

۲۸۔ اور یاد رکھو! تمھارا مال اور تمھاری اولاد (تمھارے لیے) ایک آزمائش ہے، اور یہ بھی نہ بھولو کہ اللہ ہی ہے جس کے پاس (بخشنے کے لیے) بہت بڑا اجر ہے۔

۲۹۔ مسلمانو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو (اور اس کی نافرمانیوں سے بچو) تو وہ تمھارے لیے (حق و باطل میں) امتیاز کرنے والی ایک قوت پیدا کردے گا اور تم سے تمھاری برائیاں دور کردے گا اور بخش دے گا۔ اللہ تو بہت بڑا فضل کرنے والا ہے۔

۳۸۔ (اے پیغمبر!) جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے تم ان سے کہہ دو کہ اگر وہ (اب بھی) باز آجائیں تو جو کچھ گزر چکا معاف کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ پھر (ظلم و جنگ کی طرف) لوٹے تو (اس بارے میں) پچھلوں کا طور طریقہ اور ان کا نتیجہ گزر چکا ہے (اور وہی انھیں بھی پیش آکر رہے گا۔)

۳۹۔ اور (مسلمانو!) اب تمھارے لیے صرف یہی چارہ رہ گیا ہے کہ ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ ظلم و فساد باقی نہ رہے اور دین کا سارا معاملہ اللہ ہی کے لیے ہو جائے (یعنی دین کا معاملہ خدا و انسان کا باہمی معاملہ ہو جائے، انسان

اس میں مداخلت نہ کر سکے)۔ پھر اگر ایسا ہو کہ وہ (جنگ سے) باز آجائیں اور جو وہ کرتے ہیں اللہ کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔

۴۰۔ اور اگر (صلح اور درگزر کی اس آخری دعوت سے بھی) روگردانی کریں تو یاد رکھو! اللہ تمہارا رفیق و کارساز ہے اور جس کا رفیق اللہ ہو تو کیا ہی اچھا رفیق ہے اور کیا ہی اچھا مددگار۔

۵۳۔ (اور) یہ بات اس لیے ہوئی کہ اللہ کا مقررہ قانون ہے کہ جو نعمت وہ کسی گروہ کو عطا فرماتا ہے، اسے پھر کبھی نہیں بدلتا۔ جب تک کہ خود اس گروہ کے مقابل اپنی حالت نہ بدل لے۔ اور اس لیے بھی کہ وہ سب کی سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔

سورہ ۹: التوبہ

(تعداد آیات ۱۲۹)

ایک طرح سے اس سورے میں پچھلے سورے کے موضوع کا بیان جاری رکھا گیا ہے۔ اس سورہ میں دشمنوں کے ساتھ صلح ناموں کا ذکر ہے۔ اگر دشمن ان صلح ناموں کی خلاف ورزی کرے تو مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے۔ جب مشرکین مکہ نے مسلمانوں کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کی خلاف ورزی کی تو ایسی ہی صورت حال پیش آئی تھی۔ اس کے باوجود قرآن حکیم مسلمانوں کو فوری انتقامی کارروائی کی ہدایت نہیں کرتا، بلکہ دشمنوں کو مزید چار ماہ کی مہلت دینے کی سفارش کرتا ہے، تاکہ دشمن دھوکہ دہی اور غداری سے باز آجائیں اور معاہدے کی شرائط پوری کریں۔ ساتھ ہی ہوشیار رہنے کی ہدایت کرتا ہے، تاکہ دشمن اُن کی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر کوئی کارروائی نہ کر سکے۔ لیکن اس مدت میں اگر دشمن اپنا رویہ درست نہ کرے تو اُن سے فیصلہ کُن جنگ کرنا چاہیے اور کوئی چیز نیک کام میں مانع نہیں ہونا چاہیے۔

یہ بات بہت ہی وضاحت سے کہہ دی گئی ہے کہ اللہ سے وفاداری سب سے مقدم ہے اور "تمہارے والدین، بیٹوں، بھائیوں اور رشتہ داروں" کی محبت

"دولت جو تم نے کمائی ہے" یا " تجارت میں نقصان کا خطرہ، یا جن مکانوں میں تم خوش حال زندگی گزار رہے ہو" یا " زمین جس کو تم پٹے ہوئے ہو" ان میں سے کوئی بھی چیز مسلمانوں کو اتنی عزیز نہیں ہو سکتی جتنی کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ اللہ تعالیٰ پر اپنا ایمان مستحکم رکھنے کے لیے مسلمانوں کو ہمیشہ جدوجہد کرتے رہنا چاہیے۔ کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ " اللہ غداری کرنے والوں کی رہنمائی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ کو آگاہ کرتا ہے کہ جو منافق ہیں وہ اللہ پر اور حشر کے دن پر ایمان نہیں رکھتے۔ لہٰذا وہ زیادہ مستعد نہ رہیں تو بہتر ہے۔

"اگر یہ لوگ تمھارے ساتھ آ بھی جاتے تو اے محمدؐ تمھاری طاقت میں اضافہ نہ کرتے بلکہ تمھارا نقصان ہی زیادہ کرتے اور بیچ بیچ میں پھوٹ ڈالنے کو فتنے کھڑے کرتے رہتے۔ (۹ : ۴۷)

اس سورہ میں 'جزیہ' کا بیان بھی ہے۔ اسلام کو بدنام کرنے کے لیے 'جزیہ' بھی ایک بہانہ بنایا گیا ہے۔ حالاں کہ حقیقت میں جزیہ فوجی خدمات سے بری الذمہ ہونے کا معاوضہ تھا۔ کیوں کہ غیر مسلموں سے یہ امید نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ اسلام کی خاطر اپنی جان خطرے میں ڈال کر جنگ کریں گے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں فرمایا گیا ہے۔

"اُن سے بھی جنگ کرو جو اللہ پر اور روزِ حشر پر ایمان نہیں رکھتے اور اللہ نے اور اُس کے رسول نے جس چیز کو حرام کیا اُسے حرام نہیں جانتے اور سچے دین کو قبول نہیں کرتے اُن سے بھی جنگ کرو یہاں تک کہ اپنی جان و مال کی حفاظت کے لیے تم کو اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اور اپنی بڑائی چھوڑ دیں۔" (۹ : ۲۹)

سورہ ۹

۲۰۔ جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا تو یقیناً اللہ کے نزدیک ان کا بہت بڑا درجہ ہے اور وہی ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

۲۳۔ مسلمانو! اگر تمہارے باپ اور تمہارے بھائی ایمان کے مقابلے میں کفر کو عزیز رکھیں تو انھیں اپنا رفیق اور کارساز نہ بناؤ اور جو کوئی بنائے گا تو ایسے ہی لوگ ہیں جو اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں۔

۳۸۔ مسلمانو! تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے "اللہ کی راہ میں قدم اٹھاؤ" تو تمہارے پاؤں بوجھل ہو کر زمین پکڑ لیتے ہیں۔ کیا آخرت چھوڑ کر صرف دنیا کی زندگی ہی پر ریجھ گئے ہو؟ (اگر ایسا ہے تو یاد رکھو!) دنیا کی زندگی کی متاع تو آخرت کے مقابلے میں اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ تھوڑا سا فائدہ اٹھا لینا۔

۴۱۔ (مسلمانو!) ساز و سامان کے بوجھ سے ہلکے ہو یا بوجھل جس حال میں ہو نکل کھڑے ہو (کہ دفاع کے لیے تمھیں بلایا جا رہا ہے) اور اپنے مال سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ اگر تم (اپنا نفع نقصان) جانتے ہو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

۵۱۔ کہہ دو۔ ہمیں کچھ پیش نہیں آسکتا مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لیے (اپنی کتاب میں) لکھ دیا ہے۔ وہی ہمارا کارساز ہے اور مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر (ہر طرح کا) بھروسہ رکھیں (اس کے سوا بھروسے کا سہارا کوئی نہیں)۔

۶۷۔ منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک دوسرے کے ہم جنس، برائی کا حکم دیتے ہیں، اچھی باتوں سے روکتے ہیں اور (راہ حق میں خرچ کرنے سے) اپنی مٹھیاں بند رکھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ بھی اللہ کے حضور بھلا دیئے گئے (یعنی جو اس کی طرف سے غافل ہو جاتا ہے اس کے قوانین فضل سعادت بھی اسے بھلا کر چھوڑ دیتے ہیں) بلاشبہ یہ منافق ہی ہیں جو (دائرۂ حق سے) باہر ہو گئے ہیں۔

۷۱۔ اور جو مرد اور عورتیں مومن ہیں تو سب ایک دوسرے کے کارساز و رفیق ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم رکھتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ سو یہی لوگ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحمت فرمائے گا۔ یقیناً اللہ سب پر غالب اور اپنے تمام کاموں میں حکمت رکھنے والا ہے۔

۷۲۔ مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے اللہ کی طرف سے (نعیم ابدی کے) باغوں کا وعدہ ہے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی (اور اس لیے کبھی خشک ہونے والے نہیں) وہ ہمیشہ اُن میں رہیں گے۔ نیز ان کے لیے ہمیشگی کے باغوں میں پاک مسکن ہوں گے اور ان سب سے بڑھ کر (نعمت یہ کہ) اللہ کی خوشنودیوں کا ان پر نزول ہوگا یہی بڑی کامیابی ہے۔

۹۷۔ اعرابی کفر اور نفاق میں سب سے زیادہ سخت ہیں اور اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کی نسبت سمجھا جائے دین کے ان حکموں کی انھیں خبر نہیں جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کیے ہیں (کیوں کہ آبادیوں میں نہ رہنے کی وجہ سے تعلیم و تربیت کا انھیں موقع حاصل نہیں) اور اللہ (سب کا حال) جاننے والا (اپنے تمام کاموں میں) حکمت رکھنے والا ہے۔

۱۰۴۔ کیا انھیں معلوم نہیں کہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور جو کچھ بطور خیرات کے نکالیں اسے منظور کر لیتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی ہے زیادہ سے زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور بڑی ہی رحمت والا ہے۔

۱۰۵۔ اور (اے پیغمبر!) تم کہو! عمل کیے جاؤ، اب اللہ دیکھے گا کہ تمہارے عمل کیسے ہوتے ہیں اور اللہ کا رسول بھی دیکھے گا اور مسلمان بھی دیکھیں گے اور (پھر) تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے جس کے علم سے نہ تو کوئی ظاہر بات پوشیدہ ہے نہ کوئی چھپی بات۔ پس وہ تمھیں جتلائے گا کہ جو کچھ کرتے رہے ہو اس کی حقیقت کیا تھی۔

۱۰۹۔ کیا وہ شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی خوشنودی پر رکھی (جو کبھی ہلنے والی نہیں) یا وہ جس نے ایک کھائی کے گرتے ہوئے کنارے پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھی اور وہ مع اپنے مکین کے آتش دوزخ (کے گڑھے) میں جا گری؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ انھیں (کامیابی و سعادت کی) راہ نہیں دکھاتا جو ظلم کا شیوہ اختیار کرتے ہیں۔

۱۱۲۔ (ان لوگوں کے اوصاف اور اعمال کا یہ حال ہے کہ:) (اپنی لغزشوں اور خطاؤں سے) توبہ کرنے والے، عبادت میں سرگرم رہنے والے، اللہ کی حمد و ثنا کرتے

والے، سیر و سیاحت کرنے والے، رکوع و سجود میں جھکنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ کی ٹھہرائی ہوئی حد بندیوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (اے پیغمبر!) یہی سچے مومن ہیں) اور مومنوں کو (کامیابی و سعادت کی) خوشخبری دے دو۔

سورہ ۱۰: یونس

(تعداد آیات ۱۰۹)

اس سورہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں سے خطاب کیا گیا ہے۔ جو آپ پر تہمتیں لگاتے تھے اور پوچھتے تھے کہ آخر اللہ نے اُن میں سے آپ ہی کو خبردار کرنے والا بنا کر کیوں نہیں دکھاتے؟ اللہ تعالیٰ تصدیق فرماتا ہے کہ یقیناً آپ معجزے کیوں نہیں دکھاتے؟ اللہ تعالیٰ تصدیق فرماتا ہے کہ یقیناً آپ ہی اس کے رسول ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ صادق اور امین کی حیثیت سے جانتے تھے۔ مکے کے لوگ آپ کے کردار سے بہ خوبی واقف تھے۔ آپ کی زندگی کے تمام حالات سے واقف تھے۔ آپ نے نہ کسی کو دھوکا دیا اور نہ ہی امانت میں خیانت کی۔

اہل مکہ اپنے بتوں کی پرستش سے دست بردار ہونے کے لیے راضی نہیں تھے۔ اس لیے وہ ہمیشہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی رسالت کے ثبوت میں اللہ کی نشانیوں کا تقاضہ کرتے۔ مثلاً وہ آپ سے مستقبل کی پیشین گوئی کا مطالبہ کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب ہمیشہ ایک ہی ہوتا "غیب کا حال صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ حالاں کہ ہر طرف اللہ کی نشانیاں موجود ہیں۔ سورج ہے جو اللہ کی قدرت کا "درخشاں افق" رہے! چاند ہے جو حسین و جمیل چاندنی پھیلاتا ہے۔ بارش ہے جو انسانی زندگی کی بقا کے لیے درختوں کو سیراب کرتی ہے۔ رات اور دن کی تبدیلی اللہ کے حسن انتظام کو ظاہر کرتی ہے۔ زمین و آسمان پر پائی جانے والی ہر چیز، مخلوق کی پیدائش اور موت اور روز حشر مُردوں کا دوبارہ اُٹھایا جانا، یہ تمام نشانیاں اللہ کی قدرت کا بیّن ثبوت ہیں۔ کون ہے جو تم کو رزق

چھپا کرتا ہے، اور کون ساری کائنات کا انتظام سنبھالے ہوئے ہے۔ وہ لوگ جو شرک کی باتیں کرتے ہیں وہ گناہِ عظیم کے مرتکب ہیں اور حقیقت سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ ایسے لوگ صرف اپنے قیاس سے کام لیتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔

قرآنِ حکیم کے برحق ہونے کے متعلق اللہ تعالیٰ خود اعلان فرماتا ہے "یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اور سوائے اللہ کے کوئی ایسی کتاب پیش نہیں کر سکتا" "اور حقیقت میں" یہ کتاب پہلے نازل کی ہوئی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اُن کا مفہوم واضح کرتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کو للکارا گیا کہ وہ کم از کم ایک آیت ہی ایسی لکھ کر بتا دیں۔ اگر وہ دوسروں کی مدد بھی حاصل کریں تب بھی ایسا کلام تخلیق نہیں کر سکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ منکروں کے تمسخر و تہمتوں کو نظر انداز کر دیں اور اُن سے کہہ دیں کہ :

"مجھ کو تو اپنا کام کیے جانا ہے۔ تم بھی اپنا کام کرو۔ میں جو بھی عمل کرتا ہوں اس کی تم پر تو کوئی ذمہ داری نہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کی جواب دہی مجھ پر نہیں ہے۔" (۱۰ : ۴۱)

مخالفوں کو اس دنیا میں چند روز آرام ہے۔ لیکن بالآخر سب کو اللہ ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

"تب ہم اُن کو اُن کے کفر کے سبب سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔" (۱۰ : ۷۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے قصوں کے ذریعے منکروں کی بربادی اور انجامِ بد کی خبر دی گئی ہے۔ خیر کی شر پر فتح کو ایک بار پھر برحق اور یقینی قرار دیا گیا ہے۔

سورہ ۱۰

۱۵۔ جب انھیں ہماری صاف صاف باتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ "اس کے بجائے کوئی اور قرآن لاؤ یا اس

میں کچھ ترمیم کرو۔ اے نبیؐ، ان سے کہو "میرا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اس میں کوئی تغیر و تبدل کر لوں۔ میں تو بس اس وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

۱۶۔ اور کہو اگر اللہ کی مشیت یہی ہوتی تو میں یہ قرآن تمھیں کبھی نہ سناتا اور اللہ تمھیں اس کی خبر تک نہ دیتا۔ آخر اس سے پہلے میں ایک عمر تمھارے درمیان گزار چکا ہوں، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

۱۹۔ ابتداً سارے انسان ایک ہی امت تھے، بعد میں انھوں نے مختلف عقیدے اور مسلک بنا لیے، اور اگر تیرے رب کی طرف سے پہلے ہی ایک بات طے نہ کر لی گئی ہوتی تو جس چیز میں وہ باہم اختلاف کر رہے ہیں اس کا فیصلہ کر دیا جاتا۔

۲۱۔ لوگوں کا حال یہ ہے کہ مصیبت کے بعد جب ہم ان کو رحمت کا مزا چکھاتے ہیں تو فوراً ہی وہ ہماری نشانیوں کے معاملہ میں چال بازیاں شروع کر دیتے ہیں۔ ان سے کہو "اللہ اپنی چال میں تم سے زیادہ تیز ہے اس کے فرشتے تمھاری سب مکاریوں کو قلم بند کر رہے ہیں۔

۲۲۔ وہ اللہ ہی ہے جو تم کو خشکی اور تری میں چلاتا ہے۔ چنانچہ جب تم کشتیوں میں سوار ہو کر باد موافق پر فرحاں و شاداں سفر کر رہے ہوتے ہو اور پھر یکایک باد مخالف کا زور ہوتا ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے ہیں، اس وقت سب اپنے دین کو اللہ ہی کے لیے خالص کر کے اس سے دعائیں مانگتے ہیں کہ "اگر تو نے ہم کو اس بلا سے نجات دے دی تو ہم شکر گزار بندے بنیں گے۔"

۲۳۔ مگر جب وہ ان کو بچا لیتا ہے تو پھر وہی لوگ حق سے منحرف ہو کر زمین میں بغاوت کرنے لگتے ہیں۔ لوگو، تمھاری یہ بغاوت تمھارے ہی خلاف پڑ رہی ہے۔ دنیا کی زندگی کے چند روزہ مزے ہیں (لوٹ لو) پھر ہماری طرف تمھیں پلٹ کر آنا ہے، اس وقت ہم تمھیں بتا دیں گے کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔"

۲۴۔ دنیا کی یہ زندگی (جس کے نشے میں مست ہو کر تم ہماری نشانیوں سے غفلت برت رہے ہو) اس کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا تو زمین کی پیداوار، جسے آدمی اور جانور سب کھاتے ہیں، خوب گھنی ہو گئی۔ پھر عین اس وقت جب کہ زمین اپنی بہار پر تھی اور کھیتیاں بنی سنوری کھڑی تھیں اور ان کے مالک سمجھ رہے تھے کہ اب ہم ان سے فائدہ اٹھانے پر قادر ہیں، یکایک رات کو یا دن کو ہمارا حکم آ گیا اور ہم نے اسے ایسا غارت کر کے رکھ دیا گویا کل وہاں کچھ تھا ہی نہیں۔ اس طرح ہم نشانیاں کھول کھول کر پیش کرتے ہیں، اُن لوگوں کے لیے جو سوچنے سمجھنے والے ہیں۔

۲۵۔ (تم اس ناپائیدار زندگی کے فریب میں مبتلا ہو رہے ہو) اور اللہ تمہیں دارالسلام کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ (ہدایت اُس کے اختیار میں ہے) جس کو وہ چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھا دیتا ہے۔

۲۶۔ جن لوگوں نے بھلائی کا طریقہ اختیار کیا ان کے لیے بھلائی ہے اور مزید فضل۔ ان کے چہروں پر روسیاہی اور ذلت نہ چھائے گی۔ وہ جنت کے مستحق ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

۲۷۔ اور جن لوگوں نے برائیاں کمائیں اُن کی برائی جیسی ہے ویسا ہی وہ بدلہ پائیں گے ذلت ان پر مسلط ہو گی، کوئی اللہ سے اُن کو بچانے والا نہ ہو گا، اُن کے چہروں پر ایسی تاریکی چھائی ہوئی ہو گی جیسے رات کے سیاہ پردے ان پر پڑے ہوئے ہوں، وہ دوزخ کے مستحق ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

۳۰۔ اُس وقت ہر شخص اپنے کیے کا مزا چکھ رہا ہو گا، سب اپنے حقیقی مالک کی طرف پھیر دیے جائیں گے اور وہ سارے جھوٹ جو انھوں نے گھڑ رکھے تھے گم ہو جائیں گے۔

۳۱۔ ان سے پوچھو، کون تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ سماعت اور بینائی کی قوتیں کس کے اختیار میں ہیں؟ کون بے جان میں سے جاندار کو اور جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے؟ کون اس نظم عالم کی تدبیر کر رہا ہے؟ وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ۔ کہو، پھر تم (حقیقت کے خلاف چلنے سے) پرہیز نہیں کرتے؟

٣٢۔ تب تو یہی اللہ تمہارا حقیقی رب ہے۔ پھر حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا باقی رہ گیا؟ آخر یہ تم کدھر پھرائے جا رہے ہو؟

٣٣۔ اے نبی! دیکھو! اس طرح نافرمانی اختیار کرنے والوں پر تمہارے رب کی بات صادق آگئی کہ وہ مان کر نہ دیں گے

٣٧۔ اور یہ قرآن وہ چیز نہیں ہے جو اللہ کی وحی و تعلیم کے بغیر تصنیف کر لیا جائے بلکہ یہ تو جو کچھ پہلے آ چکا تھا اس کی تصدیق اور الکتاب کی تفصیل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فرماں روائے کائنات کی طرف سے ہے

٣٨۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اسے خود تصنیف کر لیا ہے؟ کہو، "اگر تم اپنے اس الزام میں سچے ہو تو ایک سورۃ اس جیسی تصنیف کر لاؤ اور ایک خدا کو چھوڑ کر جس جس کو بلا سکتے ہو مدد کے لیے بلا لو"۔

٤١۔ اگر یہ تجھے جھٹلاتے ہیں تو کہہ دے کہ "میرا عمل میرے لیے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لیے، جو کچھ میں کرتا ہوں اس کی ذمہ داری سے تم بری ہو اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کی ذمہ داری سے میں بری ہوں۔

٤٢۔ ان میں بہت سے لوگ ہیں جو تیری باتیں سنتے ہیں، مگر کیا تو بہروں کو سنائے گا خواہ وہ کچھ نہ سمجھتے ہوں؟

٤٣۔ ان میں بہت سے لوگ ہیں جو تجھے دیکھتے ہیں، مگر کیا تو اندھوں کو راہ بتائے گا خواہ انھیں کچھ نہ سوجھتا ہو؟

٤٤۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا، لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔

٤٧۔ ہر اُمّت کے لیے ایک رسول ہے۔ پھر جب کسی اُمّت کے پاس اس کا رسول آ جاتا ہے تو اس کا فیصلہ پورے انصاف کے ساتھ چکا دیا جاتا ہے اور اس پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جاتا۔

٥٦۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور اسی کی طرف تم سب کو پلٹنا ہے۔

٥٧۔ لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آگئی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو دلوں کے امراض کی شفا ہے اور جو اسے قبول کر لیں ان کے لیے رہنمائی اور رحمت ہے۔

۵۸۔ اے نبیؐ، کہو کہ یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ یہ چیز اس نے بھیجی، اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہیے، یہ اُن سب چیزوں سے بہتر ہے جنہیں لوگ سمیٹ رہے ہیں۔

۶۱۔ اے نبیؐ، تم جس حال میں بھی ہوتے ہو اور قرآن میں سے جو کچھ بھی سناتے ہو، اور لوگو، تم بھی جو کچھ کرتے ہو اُس سب کے دوران میں ہم تم کو دیکھتے رہتے ہیں۔ کوئی ذرہ برابر چیز آسمان اور زمین میں ایسی نہیں ہے، نہ چھوٹی نہ بڑی جو تیرے رب کی نظر سے پوشیدہ ہو اور ایک صاف دفتر میں درج نہ ہو۔

۹۹۔ اگر تیرے رب کی مشیت یہ ہوتی (کہ زمین میں سب مومن و فرماں بردار ہی ہوں) تو سارے اہلِ زمین ایمان لے آئے ہوتے۔ پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں؟ کوئی متنفس اللہ کے اذن کے بغیر ایمان نہیں لا سکتا۔

۱۰۴۔ اے نبیؐ، کہہ دو کہ "لوگو، اگر تم ابھی تک میرے دین کے متعلق کسی شک میں ہو تو سن لو کہ تم اللہ کے سوا جن کے بندگی کرتے ہو میں ان کی بندگی نہیں کرتا بلکہ صرف اسی خدا کی بندگی کرتا ہوں جس کے قبضے میں تمہاری موت ہے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔

۱۰۸۔ اور جو گمراہ رہے اس کی گمراہی اسی کے لیے تباہ کن ہے اور میں تمہارے اوپر کوئی حوالہ دار نہیں ہوں۔

۱۰۹۔ اور اے نبیؐ، تم اس ہدایت کی پیروی کیے جاؤ جو تمہاری طرف بذریعہ وحی بھیجی جا رہی ہے اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

سورہ ۱۱ : ہود

(تعداد آیات ۱۲۳)

اس سورہ میں پھر اللہ کے تئیں انسان کی احسان فراموشی اور ناشکرے پن کا اظہار کیا گیا ہے۔ حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت شعیبؑ اور حضرت موسیٰؑ اور دیگر کئی پیغمبر ایک کے بعد ایک مبعوث ہوئے اور اللہ کے پاکیزہ راستے کی طرف رہنمائی کرتے رہے۔ لیکن منکروں نے اس راستے کو رد

کر دیا، اور ہر زمانے میں اُن کے انکار کے سبب سے اُن پر خدا کا قہر نازل ہوتا رہا۔

ابتدا میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ قرآنی آیات دو اقسام پر مشتمل ہیں۔ ایک "محکمات" یعنی ایسی آیات جن میں واضح اور غیر مبہم احکامات ہیں۔ دوسری "متشابہات" یعنی ایسی آیات جن میں مدعا کے اظہار کے لیے تمثیلی اور استعاراتی انداز اپنایا گیا ہے۔ ان کے آپسی رشتے اور ایک دوسرے پر انحصار کی وضاحت کی گئی ہے۔ ایمان والوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ "سوائے اللہ کے کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اس بات پر ایمان لائیں کہ محمدؐ اس کے رسول ہیں" اور خوشخبری دینے اور کفر و برائی سے ڈرانے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ لہٰذا وہ نیکیوں کو اپنائیں اور گناہوں سے دور رہیں۔ ایمان والوں سے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ سے معافی طلب کریں اور اس کے حضور گناہوں سے توبہ کریں۔

قرآن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اس امر کو بھی واضح کر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ:

> "ایک خاص مدت تک تم کو اچھا سامان زندگی دے گا اور نیک لوگوں کو اپنے فضل سے نوازے گا۔ لیکن اگر تم منہ پھیرتے ہو تو میں تمھارے حق میں ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔"
>
> (۱۱ : ۳)

قرآن مجید میں گزرے ہوئے پیغمبروں کی زندگی کے قصوں کو پھر دہرایا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہوتا ہے:

> "اور اے محمدؐ! یہ پیغمبروں کے قصے ہم تمھیں اس لیے سناتے ہیں کہ تمھارے دل کو مضبوط کریں۔ ان کے اندر تم کو حقیقت کا علم ملا اور ایمان لانے والوں کو نصیحت اور بیداری نصیب ہوئی۔" (۱۱ : ۱۲۰)

سورہ ۱۱

۱۔ ال ر۔ فرمان ہے، جس کی آیتیں پختہ اور مفصل ارشاد ہوئی ہیں، ایک دانا اور

۲۔ با خبر ہستی کی طرف سے کہ تم نہ بندگی کرو مگر صرف اللہ کی۔ میں اس کی طرف سے تم کو خبردار کرنے والا بھی ہوں اور بشارت دینے والا بھی۔

۳۔ اور یہ کہ تم اپنے رب سے معافی چاہو اور اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ ایک مدتِ خاص تک تم کو اچھا سامان زندگی دے گا اور ہر صاحبِ فضل کو اس کا فضل عطا کرے گا۔ لیکن اگر تم منہ پھیرتے ہو تو میں تمھارے حق میں ایک بڑے ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ تم سب کو اللہ کی طرف پلٹنا ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

۹۔ اگر کبھی ہم انسان کو اپنی رحمت سے نوازنے کے بعد پھر اس سے محروم کر دیتے ہیں تو وہ مایوس ہوتا ہے اور ناشکری کرنے لگتا ہے۔

۱۰۔ اور اگر اس مصیبت کے بعد جو اس پر آئی تھی ہم اسے نعمت کا مزا چکھاتے ہیں تو کہتا ہے میرے تو سارے دلدر دور ہو گئے

۱۱۔ پھر وہ پھولا نہیں سماتا اور اکڑنے لگتا ہے۔ اس عیب سے پاک اگر کوئی ہے، تو بس وہ لوگ جو صبر کرنے والے اور نیکوکار ہیں اور وہی ہیں جن کے لیے درگزر بھی ہے اور بڑا اجر بھی۔

۱۵۔ جو لوگ بس اس دنیا کی زندگی اور اس کی خوشنمائیوں کے طالب ہوتے ہیں ان کی کارگزاری کا سارا پھل ہم یہیں ان کو دے دیتے ہیں اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ مگر آخرت میں ایسے لوگوں کے لیے آگ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

۱۱۷۔ تباہ کر دے حالانکہ ان کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں۔ بیشک تیرا رب اگر چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک گروہ بنا سکتا تھا، مگر اب تو وہ مختلف طریقوں ہی پر چلتے رہیں گے۔

۱۲۱۔ رہے وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے، تو ان سے کہہ دو کہ تم اپنے طریقے پر کام کرتے رہو اور ہم اپنے طریقے پر کیے جاتے ہیں۔

۱۲۲۔ انجام کار کا تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی منتظر ہیں۔

۱۲۳۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ چھپا ہوا ہے سب اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے

اور سارا معاملہ اسی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ پس اے نبیؐ تو اس کی بندگی کر اور اسی پر بھروسہ رکھ، جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو تیرا رب اس سے بے خبر نہیں ہے۔

سورہ ۱۲ یوسف

(تعداد آیات ۱۱۱)

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ حضرت یوسفؑ حضرت یعقوبؑ کے بارہویں بیٹے تھے۔ اس کو سب سے خوبصورت قصہ کہا گیا ہے۔ یہ قصہ انسانی رشتوں اور تعلقات پر بھرپور روشنی ڈالتا ہے۔ ایک ضعیف باپ کی اپنے بیٹوں سے محبت حضرت یوسفؑ سے اُن کا زیادہ التفات کیوں کہ وہ بھائیوں میں سب سے زیادہ معصوم اور نیک تھے۔ اس التفات کی وجہ سے بھائیوں کا حسد اُن کی حضرت یوسفؑ کے خلاف سازشیں اور بالآخر ان کی ایک غلام کی حیثیت سے نیلامی اور ان کی گمشدگی کے صدمے کی وجہ سے حضرت یعقوبؑ کی بے چینی۔

مصر کے ایک تاجر نے حضرت یوسفؑ کو خرید کر دربار میں پیش کیا یہاں ملکۂ مصر حضرت زلیخا اُن کے حُسن سے متاثر ہوئیں۔ لیکن یوسف علیہ السلام گناہ کی ترغیب سے اپنا دامن بچا کر نکل گئے۔ لیکن انھیں ملکۂ مصر کو گناہ پر ورغلانے کے جھوٹے الزام میں جیل بھیج دیا گیا۔ جیل کی سختیوں کے باوجود حضرت یوسف اپنے ایمان اور سچائی پر ثابت قدم رہے۔ اُن کے راسخ عقیدے اور نیک کردار سے دوسرے قیدی بھی بے حد متاثر ہوئے۔ اُن میں سے ایک قیدی رہا ہو کر حاکم مصر کے ساقی (پیالہ بردار) کا دوست بن جاتا ہے اور اس کے ذریعہ بادشاہ تک حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق صحیح واقعات پہنچتا ہے یہ بات بھی حاکم مصر تک پہنچائی جاتی ہے کہ حضرت یوسفؑ خوابوں کی صحیح تعبیر بتاتے ہیں اور مستقبل کے حالات کی پیشین گوئی بھی کر سکتے ہیں چنانچہ بادشاہ حضرت یوسفؑ کو دربار میں طلب کرتا ہے اور اپنے خواب کی تعبیر پوچھتا ہے حضرت یوسفؑ اس شرط پر جواب دینے کے لیے راضی ہوتے ہیں کہ اُن پر جو الزامات لگائے

ہیں۔ وہ سرِ عام واپس لے جاتے ہیں۔ بادشاہ اُن کی صاف گوئی اور راست بازی سے بے حد متاثر ہوتا ہے اور انھیں عزیزِ مصر (وزیر) بنا دیتا ہے۔ اس دوران کنعان میں قحط سے متاثر ہو کر حضرت یوسفؑ کے بھائی اناج کی تلاش میں مصر پہنچتے ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام سے مدد کے طلب گار ہوتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ اُن کو پہچان لیتے ہیں، لیکن وہ لوگ ان سے نا آشنا رہتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ اُن سے اپنے سگے بھائی بن یمین (بنجامن) کو ساتھ لانے کا مطالبہ کرتے ہیں اور جب وہ لوگ بن یمین کے ساتھ دوبارہ حاضر ہوتے ہیں تو حضرت یوسف علیہ السلام بن یمین کو اپنے پاس رکھ لیتے ہیں اور دوسرے بھائیوں کو دھوکہ دہی کے الزام میں سزا کا حکم سناتے ہیں، لیکن بعد میں اُن کی منتوں کو قبول کر کے انھیں معاف کر دیتے ہیں۔ اور اُن کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے ہیں، اور کنعان سے حضرت یعقوبؑ کو بھی بلا لیتے ہیں اور اس طرح پورا خاندان ایک بار پھر یکجا ہو جاتا ہے۔ یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو بچانا چاہتا ہے اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

سورہ ۱۲

۵۶۔ اس طرح ہم نے اس سرزمین میں یوسفؑ کے لیے اقتدار کی راہ ہموار کی۔ وہ مختار تھا کہ اس میں جہاں چاہے اپنی جگہ بنائے۔ ہم اپنی رحمت سے جس کو چاہتے ہیں نوازتے ہیں، نیک لوگوں کا اجر ہمارے ہاں مارا نہیں جاتا۔

۵۷۔ اور آخرت کا اجر ان لوگوں کے لیے زیادہ بہتر ہے جو ایمان لے آئے اور خدا ترسی کے ساتھ کام کرتے رہے۔

۱۰۵۔ زمین اور آسمانوں میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر سے یہ لوگ گزرتے رہتے ہیں اور ذرا توجہ نہیں کرتے۔

۱۰۶۔ ان میں سے اکثر اللہ کو مانتے ہیں مگر اس طرح کہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

۱۰۷۔ کیا یہ مطمئن ہیں کہ خدا کے عذاب کی کوئی بلا انھیں دبوچ نہ لے گی یا بے خبری میں قیامت کی گھڑی اچانک ان پر نہ آجائے گی؟

۱۰۹۔ اے نبیؐ، تم سے پہلے ہم نے جو پیغمبر بھیجے تھے وہ سب بھی انسان ہی تھے اور انہی بستیوں کے رہنے والوں میں سے تھے اور اُنہی کی طرف ہم وحی بھیجتے رہے ہیں۔ پھر کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ اُن قوموں کا انجام انھیں نظر نہ آیا جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں؟ یقیناً آخرت کا گھر اُن لوگوں کے لیے اور زیادہ بہتر ہے جنھوں نے (پیغمبروں کی بات مان کر) تقویٰ کی روش اختیار کی۔

۱۱۱۔ اگلے لوگوں کے ان قصوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے۔ یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جارہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں انہی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت۔

سورہ ۱۳: الرعد

(تعداد آیات ۴۳)

اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت کے گن گائے گئے ہیں یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ ساری کائنات میں پھیلی ہوئی نشانیاں اللہ کے وجود کا ثبوت فراہم کر رہی ہیں۔ جو لوگ اُس کے رسول کے ذریعے لائے گئے احکامات کی پابندی کریں گے۔ ان کو یقیناً "اچھا اجر" ملے گا۔ لیکن جو انکار کریں گے، ان کے لیے "بھیانک عذاب" ہے۔ قرآن حکیم کی یہ آیت بہت واضح ہے کہ جو لوگ "اپنے رب کی رضا کے لیے صبر سے کام لیتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں، ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے علانیہ یا پوشیدہ خرچ کرتے ہیں اور برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں، آخرت کا گھر انہی لوگوں کے لیے ہے یعنی ایسے باغ جو اُن کی ابدی قیام گاہ ہوں گے۔" (۱۳ : ۲۲)

اس گھر کا بہت ہی خوبصورت نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس کے اطراف "دائمی نعمتوں کے باغات ہوں گے۔ اس کے دروازے نیک اور صالح لوگوں کے لیے کھلے ہوں گے اور" ان کے آباو اجداد اور اُن کی بیویوں اور اولاد میں سے جو بھی صالح ہوں گے" وہ بھی اُن کے ساتھ یہاں رہیں گے۔ فرشتے یہ کہ کر اُن کا استقبال کریں گے کہ :

"تم پر سلامتی ہے۔ تم نے دُنیا میں جس طرح صبر سے کام لیا اُس کی بدولت آج تم اس کے مستحق ہوئے ہو۔ بس کیا ہی خوب ہے یہ آخرت کا گھر"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بار پھر تسلی دی گئی ہے کہ آپ کافروں کی پروا نہ کریں اور نہ ہی اُن کی سازشوں سے پریشان ہوں۔

"تم سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کا مذاق اُڑایا جا چکا ہے۔ مگر میں نے ہمیشہ منکرین کو ڈھیل دی اور آخر کار ان کو پکڑ لیا پھر دیکھ لو کہ میری سزا کیسی سخت تھی" (۳۲ : ۱۳)

اس معاملے میں رسول اللہ کے کردار کی صراحت بھی کر دی گئی ہے :

"اے محمدؐ تمھارا کام صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔ اور حساب لینا ہمارا کام ہے" (۴۰ : ۱۳)

آپ کو کہا گیا کہ مخالفوں کی سازشوں سے نہ گھبرائیں :

"ان سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں وہ بھی بڑی بڑی چالیں چل چکے ہیں مگر اصل فیصلہ کن چال تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ دشمنوں کی چال کو ناکام کر دیتا ہے" (۴۲ : ۱۳)

سورہ ۱۳۵

۱۱۔ ہر شخص کے آگے اور پیچھے اُس کے مقرر کیے ہوئے نگراں لگے ہوئے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی اور

جب اللہ کسی قوم کی شامت لانے کا فیصلہ کرے تو پھر وہ کسی کے ٹالے نہیں ٹل سکتی اور نہ اللہ کے مقابلے میں ایسی قوم کا کوئی حامی و مددگار ہو سکتا ہے۔

۱۴۔ اسی کو پکارنا برحق ہے۔ رہیں وہ دوسری ہستیاں جنھیں اس کو چھوڑ کر یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ ان کی دعاؤں کا کوئی جواب نہیں دے سکتیں۔ انھیں پکارنا تو ایسا ہے جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر اس سے درخواست کرے کہ تو میرے منہ تک پہنچ جا، حالاں کہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں۔ بس اسی طرح کافروں کی دعائیں بھی کچھ نہیں ہیں۔

۳۸۔ تم سے پہلے بھی ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ان کو ہم نے بیوی بچوں والا ہی بنایا تھا اور کسی رسول کی بھی یہ طاقت نہ تھی کہ اللہ کے اذن کے بغیر کوئی نشانی خود لا دکھاتا۔ ہر دور کے لیے ایک کتاب ہے۔

۳۹۔ اللہ جو کچھ چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے، ام الکتاب اسی کے پاس ہے۔

سورہ ۱۴: ابراہیم

(تعداد آیات ۵۲)

اس سورہ میں قرآن حکیم کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اندھیروں میں بھٹکنے والوں کے لیے روشنی مہیا کرتی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں سیدھا راستہ بتانے کے لیے نبی بھیجے ہیں۔ ہر قوم کو انبیا نے ان ہی کی زبان میں پیغامِ حق پہنچایا تاکہ وہ سمجھ سکیں۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ کوئی خاص زبان اللہ کو زیادہ عزیز نہیں ہے۔ نہ کوئی زبان اللہ تعالیٰ کی زبان ہے۔ وہ ہر زبان پر قادر ہے اور ضرورت کے اعتبار سے زبانوں کو استعمال کرتا ہے۔

ایک بار پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے حوالے سے واضح کیا گیا ہے کہ کس طرح انھوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد کے سہارے فرعون کی طاقت کا مقابلہ کیا اور بدی سے لڑتے رہے اور آخر کار مصر کا شہنشاہ اور اس کے سردار اپنے

انجام کو پہنچے۔ لوگوں کو اس کے پہلے گزرنے والی نسلوں کے انجام سے بھی آگاہ کیا گیا۔

"لوگو! کیا تمھیں اُن قوموں کے حالات نہیں معلوم جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں۔ قوم نوحؑ، عاد، ثمود اور اُن کے بعد آنے والی بہت سی قومیں جن کا شمار اللہ ہی کو معلوم ہے۔ وہ اُن کے رسول جب اُن کے پاس صاف صاف باتیں اور کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تو انھوں نے اپنے مُنہ میں ہاتھ دبا لیے اور کہا کہ "جس پیغام کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو اس کو ہم نہیں مانتے اور جس چیز کی تم ہمیں دعوت دیتے ہو اس کی طرف سے ہم سخت خلجان آمیز شک میں پڑے ہوتے ہیں۔ (۹ : ۷)

منکروں سے پوچھا گیا کہ کس بات پر شک کرتے ہو:

"کیا خدا کے بارے میں شک ہے جو زمین اور آسمان کا خالق ہے؟"

منکروں نے رسولوں کا مذاق بھی اڑایا اور کہا "تم کچھ بھی نہیں ہو مگر ویسے ہی انسان جیسے ہم ہیں"۔ اللہ کے انبیا نے جواب دیا:

"واقعی ہم کچھ نہیں ہیں مگر تم ہی جیسے انسان لیکن اللہ نے ہم پر اپنا فضل کیا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے نوازتا ہے"۔ (۱۱ : ۱۴)

اللہ تعالیٰ پر ایمان مستحکم ہونا چاہیے۔

سورہ ۱۴

۱۔ الٓر۔ اے محمدؐ! یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمھاری طرف نازل کیا ہے۔

۴۔ ہم نے اپنا پیغام دینے کے لیے جب کبھی کوئی رسول بھیجا ہے اس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا ہے تاکہ وہ اُنھیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے۔ پھر اللہ جسے چاہتا ہے بھٹکا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے، وہ بالادست اور حکیم ہے۔

۲۳۔ بخلاف اس کے جو لوگ دنیا میں ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک عمل

کیے ہیں وہ ایسے باغوں میں داخل کیے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ وہاں وہ اپنے رب کے اذن سے ہمیشہ رہیں گے، اور وہاں ان کا استقبال سلامتی کی مبارک باد سے ہوگا۔

۲۴۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کلمۂ طیبہ کی کس چیز سے مثال دی ہے؟ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اچھی ذات کا درخت جس کی جڑ زمین میں گہری جمی ہوئی ہے اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔

۲۵۔ ہر آن وہ اپنے رب کے حکم سے اپنے پھل دے رہا ہے۔ یہ مثالیں اللہ اس لیے دیتا ہے کہ لوگ ان سے سبق لیں۔

۲۶۔ اور کلمۂ خبیثہ کی مثال ایک بدذات درخت کی سی ہے جو زمین کی سطح سے اکھاڑ پھینکا جاتا ہے، اُس کے لیے کوئی استحکام نہیں ہے۔

۳۲۔ اللہ وہی تو ہے جس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے تمہاری رزق رسانی کے لیے طرح طرح کے پھل پیدا کیے۔ جس نے کشتی کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور دریاؤں کو تمہارے لیے مسخر کیا۔

۳۳۔ جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ لگاتار چلے جا رہے ہیں اور رات اور دن کو تمہارے لیے مسخر کیا۔

۳۴۔ جس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

۴۸۔ ڈراؤ انھیں اس دن سے جب کہ زمین اور آسمان بدل کر کچھ سے کچھ کر دیے جائیں گے۔

۴۹۔ اور سب کے سب اللہ واحد قہار کے سامنے بے نقاب حاضر ہو جائیں گے۔

۵۰۔ اس روز تم مجرموں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ تارکول کے لباس پہنے ہوئے ہوں گے اور آگ کے شعلے ان کے چہروں پر چھائے جا رہے ہوں گے۔

۵۱۔ یہ اس لیے ہوگا کہ اللہ ہر نفس کو اس کے کیے کا بدلہ دے۔ اللہ کو حساب لینے کچھ دیر نہیں لگتی۔

۵۲۔ یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لیے اور یہ بھیجا گیا ہے اس لیے کہ اُن کو اس کے ذریعہ سے خبردار کر دیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں خدا بس ایک ہی ہے اور جو عقل رکھتے ہیں وہ ہوش میں آجائیں۔

سورہ ۱۵: الحجر

(تعداد آیات ۹۹)

اس سورہ میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ منکروں کو دنیا کے عیش و آرام میں مگن رہنے دیں کیوں کہ یہ تو ایک جال ہے، دھوکہ ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی ازلی حقیقت ہے۔ یہ لوگ تو شیطان کے بہکانے میں آگئے ہیں۔ جس نے اپنے تکبر کے باعث اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور مخلوق خدا کو بہکاتا رہتا ہے۔ اُس کو بھی موقع دیا گیا تھا۔ لیکن اپنے غرور میں اُس نے غلط راستے کا انتخاب اور انتقام کا راستہ اختیار کیا اور لوگوں کو بہکا کر صراطِ مستقیم سے دور لے جانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔

ایک بار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے آئے اور اُن کی ضعیف العمری کے باوجود بیٹے کی پیدائش کی بشارت دی۔ فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ کو یہ خبر بھی دی کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے گناہوں کا پیمانہ لبریز ہوگیا ہے۔ اس لیے اُن لوگوں پر سخت قہر نازل ہونے والا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن پر اولوں کی بارش کر دی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو بھی معاف نہیں کیا گیا کیوں کہ وہ بھی سیدھے راستے سے ہٹ گئی تھیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیبؑ کی قوم بنی مدیان کو بھی تباہ و برباد کر دیا کیوں کہ انھوں نے حضرت شعیبؑ کے خلاف فتنہ پردازی اور بغاوت کی تھی۔ یہ تمام لوگ بھی دنیا کے عیش و آرام میں اتنے مگن ہوگئے تھے کہ اللہ کو بھول گئے تھے۔ لہٰذا مسلمان منکروں کے دنیاوی عیش و آرام سے متاثر نہ ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے کہ وہ منکروں کی تہمتوں اور زبان
درازیوں سے پریشان نہ ہوں اور دین کی تبلیغ میں مصروف رہیں کیوں کہ بہت جلد
کامیابی کا دن آنے والا ہے۔

سورہ ۱۵

۱۰۔ اے نبیؐ! ہم تم سے پہلے بہت سی گزری ہوئی قوموں میں رسول بھیج چکے ہیں۔
۱۱۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان کے پاس کوئی رسول آیا ہو اور انھوں نے اس کا
مذاق نہ اڑایا ہو۔
پہلے جو لوگ تم میں سے ہو گزرے ہیں ان کو بھی ہم نے دیکھ رکھا ہے اور بعد
کے آنے والے بھی ہماری نگاہ میں ہیں۔ یقیناً تمھارا رب ان سب کو اکٹھا کرے
گا۔ وہ حکیم بھی ہے اور علیم بھی۔
پھر یاد کرو اس موقع کو جب تمھارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں
سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے ایک بشر پیدا کر رہا ہوں۔ جب
میں اسے پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح سے کچھ پھونک دوں تو تم
سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔
۳۰۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے کہ اس نے سجدہ کرنے
والوں کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔
۳۲۔ رب نے پوچھا "اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو نے سجدہ کرنے والوں کا ساتھ
نہ دیا؟" اس نے کہا "میرا یہ کام نہیں ہے کہ میں اس بشر کو سجدہ کروں جسے تو
نے سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے پیدا کیا ہے۔" رب نے فرمایا "اچھا
تو نکل جا یہاں سے کیونکہ تو مردود ہے اور اب روزِ جزا تک تجھ پر لعنت
ہے۔" اس نے عرض کیا "میرے رب! یہ بات ہے تو پھر مجھے اس روز تک
کے لیے مہلت دے جب کہ سب انسان دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔" فرمایا،
"اچھا، تجھے مہلت ہے اس دن تک جس کا وقت ہمیں معلوم ہے۔" وہ بولا "میرے
رب! جیسا تو نے مجھے بہکایا اسی طرح اب میں زمین میں ان کے لیے دل

فریبیاں پیدا کرکے ان سب کو بہکا دوں گا، سوائے تیرے اُن بندوں کے جنھیں تو نے ان میں سے خالص کر لیا ہو" فرمایا "یہ راستہ ہے جو سیدھا مجھ تک پہنچتا ہے۔ بیشک جو میرے حقیقی بندے ہیں ان پر تیرا بس نہ چلے گا۔ تیرا بس تو صرف اُن بھٹکے ہوئے لوگوں ہی پر چلے گا جو تیری پیروی کریں اور ان سب کے لیے جہنم کی وعید ہے۔

سورہ ۱۶ : النحل (شہد کی مکھیاں)

اس سورہ میں ابتدا ہی میں یاد دہانی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام اپنے فرشتوں کے ذریعے "جس بندے پر چاہتا ہے" نازل فرما دیتا ہے" اس پیغام کے ساتھ کہ "سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے"۔ اُس نے انسان کو ایک "ذرا سی بوند" سے پیدا کیا، مگر یہ قابلِ رحم انسان بہت جلد مغرور ہو جاتا ہے اور اپنے خالق کی قدرت پر بھی حجت کرنے لگتا ہے۔ وہ اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا اقرار نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے جانور پیدا کیے جو انسانوں کے لیے پوشاک بھی مہیا کرتے ہیں اور خوراک بھی اور سامان کا بوجھ ڈھونے کے کام بھی آتے ہیں۔ انسان کے لیے پینے کا پانی اور بارش جو نباتات کو سیراب کرکے غلّہ، زیتون، کھجور اور انگور اور کئی دوسرے پھل مہیا کرتی ہے۔ انسان کی ضرورت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے رات اور دن بنائے، سورج، چاند اور ستارے سب اللہ کی نشانیاں ہیں۔ مگر کافروں نے ان نشانیوں کو خدا سمجھ لیا ہے اور اُن کی پوجا میں لگ گئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "اللہ اگر چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہیں کرتے" لیکن وہ اللہ کے رسولوں کا لایا ہوا پیغام نہیں سنتے۔ حالاں کہ انبیا نے صاف پیغام پہنچایا "نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے"۔ وہ معجزے دیکھنا چاہتے ہیں یا جادوئی کرشمے تاکہ ایمان لائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ حق کو پہنچانے کے لیے ایسے طریقے استعمال نہیں کرتا ہے۔ اس کے پیغام کو تبلیغ کے ذریعے ہی عام کرنا پڑتا ہے اور یہی وہ کام ہے جو اللہ نے پیغمبروں کو سونپا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا پیغام سمجھانے میں بہت صبر اور برداشت

سے کام لیتا ہے اور منکروں کو کافی مہلت عطا فرماتا ہے۔

"اگر اللہ لوگوں کو اُن کی زیادتی پر فوراً ہی پکڑ لیا کرتا تو روئے زمین پر کسی متنفس کو نہ چھوڑتا۔ لیکن وہ سب کو ایک مقررہ وقت تک مہلت دیتا ہے۔ پھر جب وہ وقت آجاتا ہے تو پھر اس سے کوئی ایک پل بھر بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتا تب گناہ گاروں کو سزا دینے میں دیر نہیں ہوگی۔"

(۶۱ : ۱۶)

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو حکم دیتا ہے کہ انصاف کرو، ایک دوسرے سے بھلائی کرو اور اپنے رشتے داروں پر مہربانی کرو۔ اور شرمناک حرکتوں سے باز آؤ۔ شر پسندی چھوڑ دو اور تفرقہ مت پھیلاؤ۔ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک جیسا بنا دیتا۔ لیکن وہ قادرِ مطلق لوگوں کو عمل کی آزادی عطا کرتا ہے لیکن روزِ حشر ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا ہے کہ

"اے نبیؐ، اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے پر جو بہترین ہو، تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ کون اس راہ سے بھٹک گیا ہے اور کون راہِ راست پر ہے۔" (۱۲۵ : ۱۶)

رسول اللہ سے فرمایا گیا کہ اگر وہ لوگ آپ کی بات نہیں مانتے ہیں تو آپ رنجیدہ نہ ہوں اور نہ ہی اُن کی سازشوں سے کسی اندیشے میں مبتلا ہوں اور صبر کریں کیونکہ اللہ سب سے بڑا محافظ ہے اور اس کی مرضی کے خلاف، کوئی سازش کامیاب نہیں ہو سکتی۔

سورہ ۱۶

۴۔ اس اللہ نے انسان کو ایک ذرا سی بوند سے پیدا کیا اور دیکھتے دیکھتے صریحاً وہ ایک جھگڑالو ہستی بن گیا۔

وہ تمہارے کھلے سے بھی واقف ہے اور چھپے سے بھی۔

۴۱۔ جو لوگ ظلم سہنے کے بعد اللہ کی خاطر ہجرت کر گئے ہیں اُن کو ہم دنیا ہی میں

اچھا ٹھکانا دیں گے اور آخرت کا اجر تو بہت بڑا ہے۔

۴۲۔ کاش جان لیں وہ مظلوم جنھوں نے صبر کیا ہے اور جو اپنے رب کے بھروسے پر کام کر رہے ہیں کہ کیسا اچھا انجام ان کا منتظر ہے۔

۴۹۔ سب کے سب اسی طرح اظہار عجز کر رہے ہیں۔ زمین اور آسمانوں میں جس قدر جاندار مخلوقات ہیں اور جتنے ملائکہ سب اللہ کے آگے سربسجود ہیں۔ وہ ہرگز سرکشی نہیں کرتے۔

۶۳۔ خدا کی قسم، اے نبیؐ، تم سے پہلے بھی بہت سی قوموں میں ہم رسول بھیج چکے ہیں (اور پہلے بھی یہی ہوتا رہا ہے کہ) شیطان نے ان کے برے کرتوت انھیں خوشنما بنا کر دکھائے (اور رسولوں کی بات انھوں نے مان کر نہ دی)۔ وہی شیطان آج ان لوگوں کا بھی سرپرست بنا ہوا ہے اور یہ دردناک سزا کے مستحق بن رہے ہیں۔

۶۴ ہم نے یہ کتاب تم پر اس لیے نازل کی ہے کہ تم ان اختلافات کی حقیقت ان پر کھول دو جن میں یہ پڑے ہوئے ہیں۔ یہ کتاب رہنمائی اور رحمت بن کر اتری ہے ان لوگوں کے لیے جو اسے مان لیں۔

۷۲۔ اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمھارے لیے تمھاری ہم جنس بیویاں بنائیں اور اسی نے ان بیویوں سے تمھیں بیٹے پوتے عطا کیے اور اچھی اچھی چیزیں تمھیں کھانے کو دیں۔ پھر کیا یہ لوگ (یہ سب کچھ دیکھتے اور جانتے ہوئے بھی) باطل کو مانتے ہیں اور اللہ کے احسان کا انکار کرتے ہیں۔

۷۷۔ اور زمین و آسمان کے پوشیدہ حقائق کا علم تو اللہ ہی کو ہے اور قیامت کے برپا ہونے کا معاملہ کچھ دیر نہ لے گا مگر بس اتنی کہ جس میں آدمی کی پلک جھپک جائے بلکہ اس سے بھی کچھ کم۔

۷۸۔ اللہ نے تم کو تمھاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حالت میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ اس نے تمھیں کان دیے، آنکھیں دیں اور سوچنے والے دل دیے اس لیے کہ تم شکر گزار بنو۔

۷۹۔ کیا ان لوگوں نے کبھی پرندوں کو نہیں دیکھا کہ فضائے آسمانی میں کس طرح

مسخر ہیں، اللہ کے سوا کس نے ان کو تھام رکھا ہے؟ اس میں بہت نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔

۹۳۔ اگر اللہ کی مشیت یہ ہوتی (کہ تم میں کوئی اختلاف نہ ہو) تو وہ تم سب کو ایک ہی اُمت بنا دیتا، مگر وہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں ڈالتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہ راست دکھا دیتا ہے، اور ضرور تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس ہو کر رہے گی۔

۹۶۔ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ خرچ ہو جانے والا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہی باقی رہنے والا ہے، اور ہم ضرور صبر سے کام لینے والوں کو اُن کے بہترین اعمال کے مطابق اجر دیں گے۔

۹۷۔ جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر اُن کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔

۱۰۱۔ جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت نازل کرتے ہیں ـــــ اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا نازل کرے ـــــ تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ تم یہ قرآن خود گھڑتے ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ حقیقت سے ناواقف ہیں۔

۱۰۲۔ ان سے کہو کہ اسے تو روح القدس نے ٹھیک ٹھیک میرے رب کی طرف سے بتدریج نازل کیا ہے تاکہ ایمان لانے والوں کے ایمان کو پختہ کرے اور فرماں برداروں کو زندگی کے معاملات میں سیدھی راہ بتائے اور انہیں فلاح وسعادت کی خوشخبری دے۔

۱۰۶۔ جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو) تب تو خیر، مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کر لیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے سب لوگوں کے لیے بڑا عذاب ہے۔

۱۰۷۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا اور

اللہ کا قاعدہ ہے کہ وہ ان لوگوں کو راہِ نجات نہیں دکھاتا جو اس کی نعمت کا کفران کریں۔

۱۱۱۔ دانِ سب کا فیصلہ اُس دن ہوگا، جب کہ ہر متنفس اپنے ہی بچاؤ کی فکر میں لگا ہوا ہوگا اور ہر ایک کو اس کے کیے کا بدلہ پورا پورا دیا جائے گا اور کسی پر ذرہ برابر ظلم نہ ہونے پائے گا۔

۱۲۵۔ اے نبی! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو۔ تمھارا رب ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور کون راہِ راست پر ہے۔

۱۲۸۔ اللہ اُن لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ سے کام لیتے ہیں اور احسان پر عمل کرتے ہیں۔

سورہ ۱۷: بنو اسرائیل

(تعداد آیات ۱۱۱)

اس سورہ کی ابتدا معراج کے واقعے سے ہوتی ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا۔ اس میں حضورِ اکرم کے مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک سفر اور وہاں سے آسمانوں کی سیر کو بیان کیا گیا ہے۔ اس واقعے سے انسان کو اللہ کی تلاش میں داخلی سفر کی طرف رغبت ملتی ہے۔

قرآن حکیم میں یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ ہر شخص اپنے اچھے یا بُرے اعمال کا خود ذمہ دار ہے اور اللہ کے حکم سے فرشتے نیکیوں اور گناہوں کا حساب لکھتے ہیں کسی بھی فرد کو دوسرے شخص کے اعمال کا بار اُٹھانے کی اجازت نہیں ہوگی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو سزا دے گا، جن میں کوئی رسول نہ بھیجا گیا ہو یا جنھیں قبل از وقت انتباہ نہ دیا گیا ہو۔ اس کے بعد والدین کے ساتھ سلوک کے احکامات بیان کیے گئے ہیں۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اُنھیں جھڑک کر جواب نہ دو اور اُن کا ادب و احترام کرو۔ اپنے رشتہ داروں اور محتاجوں سے مہربانی سے پیش

اڑاؤ۔ دولت کا بے جا اصراف نہ کرو اور مفلسی کے ڈر سے بچوں کی جان نہ لو۔ زنا سے بچو اور معقول و منصفانہ وجہ کے بغیر کسی کو قتل نہ کرو۔ یتیموں کا مال غصب نہ کرو۔ اپنا ہر وعدہ پورا کرو۔ ناپ تول میں محتاط اور ایماندار رہو۔ اور جس چیز کا علم نہ ہو اُس کے پیچھے نہ پڑو۔ تکبر نہ کرو۔ کیوں کہ یہ اللہ کو پسند نہیں ہے۔

ایمان والوں سے کہا گیا ہے کہ پابندی سے پانچ وقت کی نماز پڑھیں۔ قرآن کی تلاوت کرو۔ کیوں کہ یہ ماننے والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا۔

"کہہ دو کہ ہر شخص اپنے طریقے پر عمل کر رہا ہے۔ اب یہ تمھارا رب ہی جانتا ہے کہ سیدھی راہ پر کون ہے۔"

سیدھی راہ دکھانے کے لیے قرآن مجید بہترین رہنما ہے۔ دوسری کوئی چیز اس کی ہمسری نہیں کر سکتی۔

"کہہ دو (اے محمدؐ) کہ انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لا سکیں گے چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔" (۸۸ : ۱۷)

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے اور اللہ سب سے اعلا و ارفع ہے۔ وہ ساری کائنات کا خالق ہے اور ہر چیز اس کی حمد و ثنا کرتی ہے۔

"(اے محمدؐ) ان سے کہو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر۔ جس نام سے بھی پکارو اس کے لیے سب اچھے ہی نام ہیں اور اپنی نماز نہ بہت زیادہ بلند آواز سے پڑھو نہ دھیمی آواز سے۔ ان دونوں کے درمیان اوسط درجے کا لہجہ اختیار کرو۔" (۱۰۹ : ۱۷)

سورہ ۱۷

۱۔ پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے دور کی اُس مسجد تک جس کے ماحول کو اس نے برکت دی ہے تاکہ اُسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے۔ حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا۔

۱۳۔ ہر انسان کا شگون ہم نے اُس کے اپنے گلے میں لٹکا رکھا ہے اور قیامت کے روز ہم ایک نوشتہ اس کے لیے نکالیں گے جسے وہ کھلی کتاب کی طرح پائے گا۔

۱۴۔ پڑھ اپنا نامۂ اعمال، آج اپنا حساب لگانے کے لیے تو خود ہی کافی ہے۔

۱۵۔ جو کوئی راہِ راست اختیار کرے اس کی راست روی اُس کے اپنے ہی لیے مفید ہے اور جو گمراہ ہو اس کی گمراہی کا وبال اُسی پر ہے۔ کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھائے گا۔ اور ہم عذاب دینے والے نہیں ہیں جب تک کہ (لوگوں کو حق و باطل کا فرق سمجھانے کے لیے) ایک پیغام بر نہ بھیج دیں۔

۱۹۔ اور جو آخرت کا خواہشمند ہو اور اس کے لیے سعی کرے جیسی کہ اس کے لیے سعی کرنی چاہیے، اور ہو وہ مومن، تو ایسے ہر شخص کی سعی مشکور ہوگی۔

۲۰۔ ان کو بھی اور اُن کو بھی، (دونوں فریقوں کو) ہم (دنیا میں سامانِ زیست) دیے جا رہے ہیں، یہ تیرے رب کا عطیہ ہے، اور تیرے رب کی عطا کو روکنے والا کوئی نہیں ہے۔

۲۳۔ تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ: تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اس کی۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو۔ اگر تمھارے پاس اُن میں سے کوئی ایک یا دونوں، بوڑھے ہو کر رہیں تو انھیں اُف تک نہ کہو، نہ انھیں جھڑک کر جواب دو، بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو۔

۲۴۔ اور نرمی اور رحم کے ساتھ اُن کے سامنے جھک کر رہو، اور دُعا کیا کرو کہ پروردگار! اُن پر رحم فرما جس طرح انھوں نے رحمت و شفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔

۲۵۔ تمھارا رب خوب جانتا ہے کہ تمھارے دلوں میں کیا ہے۔ اگر تم صالح بن کر رہو تو وہ ایسے سب لوگوں کے لیے درگزر کرنے والا ہے جو اپنے قصور پر متنبہ ہو کر بندگی کے رویے کی طرف پلٹ آئیں۔

۲۶۔ رشتہ دار کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق۔ فضول خرچی نہ کرو۔

۲۷۔ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔

۳۱۔ اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو۔ ہم انھیں بھی رزق دیں گے اور تمھیں بھی۔ درحقیقت اُن کا قتل ایک بڑی خطا ہے۔

۳۲۔ زنا کے قریب نہ پھٹکو۔ وہ بہت بُرا فعل ہے اور بڑا ہی بُرا راستہ۔

۳۳۔ قتلِ نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو شخص مظلومانہ قتل کیا گیا ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کے مطالبے کا حق عطا کیا ہے، پس چاہیے کہ وہ قتل میں حد سے نہ گزرے۔

۳۴۔ اس کی مدد کی جائے گی۔ مالِ یتیم کے پاس نہ پھٹکو مگر احسن طریقے سے یہاں تک کہ وہ اپنے شباب کو پہنچ جائے۔ عہد کی پابندی کرو، بے شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہو گی۔

۳۵۔ پیمانے سے دو تو پورا بھر کر دو، اور تولو تو ٹھیک ترازو سے تولو۔ یہ اچھا طریقہ ہے اور بلحاظ انجام بھی یہی بہتر ہے۔

۳۶۔ کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمھیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی بازپرس ہونی ہے۔

۳۷۔ زمین میں اکڑ کر نہ چلو، تم نہ زمین کو پھاڑ سکتے ہو، نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتے ہو۔

۵۳۔ اور اے نبیؐ میرے بندوں (یعنی مومن بندوں) سے کہہ دو کہ زبان سے وہ بات نکالا کریں جو بہترین ہو۔ دراصل یہ شیطان ہے جو انسانوں کے درمیان فساد ڈلوانے کی کوشش کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

۷۰۔ یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انھیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔

۸۰۔ اور دُعا کرو کہ پروردگار! مجھ کو جہاں بھی تو لے جا سچائی کے ساتھ لے جا اور جہاں سے بھی نکال سچائی کے ساتھ نکال اور اپنی طرف سے ایک اقتدار کو

میرا مددگار بنا دے۔

۸۱۔ اور اعلان کر دو کہ "حق آگیا اور باطل مٹ گیا، باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔"

۸۲۔ ہم اس قرآن کے سلسلۂ تنزیل میں وہ کچھ نازل کر رہے ہیں جو ماننے والوں کے لیے تو شفا اور رحمت ہے، مگر ظالموں کے لیے خسارے کے سوا اور کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا۔

۸۳۔ انسان کا حال یہ ہے کہ جب ہم اس کو نعمت عطا کرتے ہیں تو وہ اینٹھتا اور پیٹھ موڑ لیتا ہے، اور جب ذرا مصیبت سے دوچار ہوتا ہے تو مایوس ہونے لگتا ہے۔

۸۴۔ اے نبیؐ، ان لوگوں سے کہہ دو کہ "ہر ایک اپنے طریقے پر عمل کر رہا ہے، اب یہ تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ سیدھی راہ پر کون ہے۔"

۸۸۔ کہہ دو کہ اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لا سکیں گے، چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔

۸۹۔ ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا مگر اکثر لوگ انکار ہی پر جمے رہے۔

۹۰۔ اور انھوں نے کہا "ہم تیری بات نہ مانیں گے جب تک کہ تو ہمارے لیے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کر دے۔

۹۱۔ یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اس میں نہریں رواں کر دے۔

۹۲۔ یا تو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دے جیسا کہ تیرا دعوا ہے۔ یا خدا اور فرشتوں کو رو در رو ہمارے سامنے لے آئے۔

۹۳۔ یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر بن جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور تیرے چڑھنے کا بھی ہم یقین نہ کریں گے جب تک کہ تو ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اتار لائے جسے ہم پڑھیں ـــــ اے نبیؐ، ان سے کہو "پاک ہے میرا پروردگار! کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا اور

بھی کچھ ہوں۔

۹۴۔ لوگوں کے سامنے جب کبھی ہدایت آئی تو اس پر ایمان لانے سے اُن کو کسی چیز نے نہیں روکا مگر اُن کے اسی قول نے کہ کیا اللہ نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیج دیا۔

۹۵۔ ان سے کہو اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور آسمان سے کسی فرشتے ہی کو اُن کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجتے۔

۹۶۔ اے نبیؐ ان سے کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان بس ایک اللہ کی گواہی کافی ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

۱۱۰۔ اے نبیؐ، ان سے کہو "اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، جس نام سے بھی پکارو اس کے لیے سب اچھے ہی نام ہیں"۔ اور اپنی نماز نہ بہت زیادہ بلند آواز سے پڑھو اور نہ بہت پست آواز سے۔ ان دونوں کے درمیان اوسط درجے کا لہجہ اختیار کرو۔

سورہ کہف

(تعداد آیات ۱۱۰)

اس سورہ میں کئی زمانے پہلے کے اُن لوگوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ایک غار میں ایک دراز مدت تک موت کی نیند سُلا دیا اور پھر جِلا اٹھایا۔ اصحاب کہف کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اُن کا حال مٹھی بھر مسلمانوں کے حال سے بہتر نہیں تھا اور ان کی قوم کے مظالم بھی قریش مکہ کے مظالم کی طرح سخت تھے لیکن وہ اپنے ایمان سے نہیں پھرے۔

"ہم اُن کا اصل قصہ تمہیں سناتے ہیں۔ وہ چند نوجوان تھے جو اپنے رب پر ایمان لے آئے تھے اور ہم نے ان کو ہدایت میں ترقی بخشی تھی"

(۱۸ : ۱۵)

ایک حکایت بھی بیان کی گئی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے مال و دولت تو اللہ جس کو چاہے بخش دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ دو شخص تھے۔ ان میں سے ایک کے پاس انگور کے دو باغ تھے اور ان کے گرد کھجور کے

درختوں کی باڑھ لگی ہوئی تھی اور بیچ میں کاشت کی زمین تھی۔ کھیتوں کی آبپاری کے لیے نہر جاری تھی۔ اس شخص کو خوب نفع حاصل ہوا۔ اس نے کہا کہ یہ دولت کبھی ختم نہ ہوگی۔ دوسرا آدمی غریب تھا۔ اس نے کہا کہ ممکن ہے، اللہ تعالیٰ مجھ کو تم سے بھی بہتر کوئی چیز عطا کردے۔ اس پر پہلے شخص نے اور دیگر دوستوں نے غریب آدمی کا مذاق اُڑایا۔ تب پہلے شخص کے باغوں پر اللہ تعالیٰ نے گاروں کی بارش کردی اور ان کو ریتیلی زمین میں تبدیل کردیا۔ تب اللہ پر ایمان رکھنے والے غریب کو اس شخص پر ترس آیا۔ پس معلوم ہوا کہ کارسازی کا اختیار تو اللہ ہی کو ہے انعام وہی بہتر ہے جو وہ بخشے اور انجام وہی اچھا ہے جو وہ دکھائے۔

"تمہارے مال و دولت اور اولاد محض دنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے۔ اصل میں باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں اور ان ہی سے اچھی اُمیدیں وابستہ کی جاسکتی ہیں۔" (۴۶ : ۱۸)

اس بات کو حضرت موسیٰؑ کے ایک قصے کے ذریعے واضح کیا گیا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت موسیٰؑ اپنے ملازم کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے ان کے پاس ایک مچھلی تھی۔ آگے جاکر حضرت موسیٰؑ نے کہا "لاؤ ہمارا ناشتہ" تو نوکر نے جواب دیا کہ مچھلی تو عجیب طریقے سے نکل کر دریا میں چلی گئی۔ تب حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ انھیں اسی بات کا انتظار تھا اور اسی راستے سے واپس ہوئے۔ واپسی میں ان کی ملاقات حضرت خضرؑ سے ہوئی جن کو اللہ نے خاص علم سے نوازا تھا۔ تب حضرت موسیٰؑ نے ان سے پوچھا "کیا آپ کے ساتھ چل سکتا ہوں تاکہ آپ مجھے بھی اس دانش کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے۔" حضرت خضرؑ نے جواب دیا، "آپ میرے ساتھ صبر نہیں کرسکتے اور جس چیز کی آپ کو خبر نہ ہو اس کے متعلق سوالات نہ کریں گے۔" تب حضرت موسیٰؑ نے کہا "انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔" حضرت خضرؑ اس شرط پر تیار ہوگئے کہ حضرت موسیٰؑ ان سے کوئی سوال نہ کریں گے۔ دونوں ساتھ روانہ ہوئے اور ایک کشتی میں سوار ہوگئے۔ حضرت خضرؑ نے کشتی میں سوراخ ڈال دیا۔ تب موسیٰ علیہ السلام خاموش نہ رہ سکے اور کہا آپ نے

کشتی میں شگاف ڈال دیا تاکہ سب کشتی والوں کو ڈبو دیں، یہ تو آپ نے ایک سخت حرکت کر ڈالی" اس پر حضرت خضرؑ نے کہا کہ دیکھا آپ صبر نہیں کر سکتے۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ پھر دونوں آگے بڑھے اور انھیں ایک لڑکا ملا۔ حضرت خضرؑ نے اس لڑکے کو قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے بے چین ہو کر کہا کہ "آپ نے ایک بے گناہ کی جان لے لی حالانکہ اس نے کسی کا خون نہیں کیا تھا۔ حضرت خضرؑ نے کہا کہ "آپ صبر نہیں کر سکتے" حضرت موسیٰؑ نے پھر اپنی غلطی تسلیم کر لی اور دونوں آگے ایک بستی میں پہنچے اور وہاں لوگوں سے کھانا مانگا لیکن ان لوگوں نے ان دونوں کی ضیافت سے انکار کر دیا۔ وہاں ان کو ایک دیوار نظر آئی جو گرنا چاہتی تھی حضرت خضرؑ نے اس دیوار کو درست کر کے دوبارہ بحال کر دیا۔ تب موسیٰؑ نے کہا "اگر آپ چاہتے تو اس کام کی اجرت لے سکتے تھے" "بس میرا تمھارا ساتھ ختم ہوا اب میں تمھیں ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں۔ اس کشتی کا معاملہ یہ ہے کہ وہ چند غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں محنت مزدوری کرتے تھے۔ میں نے چاہا کہ اُسے عیب دار کر دوں کیونکہ آگے ایک ایسے بادشاہ کا علاقہ تھا جو ہر کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔ رہا وہ لڑکا تو اس کے والدین مومن تھے۔ ہمیں معلوم ہوا کہ یہ لڑکا اپنی سرکشی اور کفر سے اُن کو تنگ کرے گا۔ اس لیے ہم نے چاہا کہ اللہ اس کے بدلے انھیں ایسی اولاد دے جو اخلاق میں بھی اس سے بہتر ہو اور اس سے صلہ رحمی بھی زیادہ متوقع ہو۔ وہ دیوار دو یتیم بچوں کی ہے۔ اس دیوار کے نیچے ان بچوں کے لیے ایک خزانہ دفن ہے اور اُن کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔ لہٰذا تمھارے رب نے چاہا کہ یہ بچے بالغ ہوں اور اپنا خزانہ نکال لیں۔

اس کے بعد ذوالقرنین کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ ذوالقرنین کے معنی ہیں "دو سینگوں والا" وہ ایک بہت ہی طاقتور بادشاہ تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سکندر اعظم کی طرف اشارہ ہے۔ اس نے لوگوں کو یاجوج و ماجوج سے بچانے کے لیے ایک دیوار تعمیر کی تھی۔ جس پر کوئی چڑھ نہیں سکتا تھا اس کی یہ وضاحت بھی کر دی گئی کہ:

"یہ میرے رب کی رحمت ہے۔ مگر جب میرے رب کے وعدے

کا وقت آئے گا تو وہ اسے پیوند خاک کر دے گا۔" (۱۸ : ۹۸)

کوئی بھی شخص حتیٰ کہ خدا کے محبوب بندے بھی لوگوں کو مصیبتوں سے نہیں بچا سکتے۔ اللہ تنہا ہی محافظ ہے۔ لیکن جو لوگ ایمان نہیں لاتے اور اس کے پیغمبروں کا مذاق اُڑاتے ہیں اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جب کہ ایمان لانے والے اور نیک لوگوں کا ٹھکانا جنّت ہے۔ حضرت محمدؐ سے فرمایا گیا کہ:

"اے محمدؐ کہو کہ میں تو ایک انسان ہوں تمھارے جیسا مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے کہ تمھارا خدا بس ایک ہی خدا ہے۔ پس جو اپنے رب کی ملاقات کا اُمیدوار ہو اُسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔" (۱۸ : ۱۱۰)

سورہ ۱۸

۷۔ تعلیم پر ایمان نہ لائے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ جو کچھ سروسامان بھی زمین پر ہے اِس کو ہم نے زمین کی زینت بنایا ہے تاکہ اِن لوگوں کو آزمائیں اِن میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

۲۳۔ اور دیکھو! کسی چیز کے بارے میں کبھی یہ نہ کہا کرو کہ میں کل یہ کام کر دوں گا۔

۲۴۔ (تم کچھ نہیں کر سکتے) اِلّا یہ کہ اللہ چاہے۔ اگر بھولے سے ایسی بات زبان سے نکل جائے تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو اور کہو "اُمید ہے کہ میرا رب اس معاملے میں رُشد سے قریب تر بات کی طرف میری رہنمائی فرما دے گا۔

۲۷۔ اے نبیؐ تمھارے رب کی کتاب میں سے جو کچھ تم پر وحی کیا گیا ہے اسے (جوں کا توں) سُنا دو، کوئی اُس کے فرمودات کو بدل دینے کا مجاز نہیں ہے (اور اگر تم کسی کی خاطر اس میں ردّ و بدل کرو گے تو) اُس سے بچ کر بھاگنے کے لیے کوئی جائے پناہ نہ پاؤ گے۔

۴۶۔ یہ مال اور یہ اولاد محض دنیوی زندگی کی ایک ہنگامی آرائش ہے۔ اصل میں تو باقی رہ جانے والی نیکیاں ہی تیرے رب کے نزدیک نتیجے کے لحاظ سے بہتر ہیں اور اُنھی سے اچھی اُمیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں۔

۴۸۔ اور ہم تمام انسانوں کو اس طرح گھیر کر جمع کریں گے کہ (اگلوں پچھلوں میں سے) ایک بھی نہ چھوٹے گا' اور سب کے سب تمہارے رب کے حضور صف در صف پیش کیے جائیں گے ——— لو دیکھ لو، آ گئے نا تم ہمارے پاس اسی طرح جیسا ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔ تم نے تو یہ سمجھا تھا کہ ہم نے تمہارے لیے کوئی وعدے کا وقت مقرر ہی نہیں کیا ہے۔

۴۹۔ اور نامۂ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا۔ اس وقت تم دیکھو گے کہ مجرم لوگ اپنی کتاب زندگی کے اندراجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ "ہائے ہماری کم بختی! یہ کیسی کتاب ہے کہ ہماری کوئی چھوٹی بڑی حرکت ایسی نہیں رہی جو اس میں درج نہ ہو گئی ہو۔ جو جو کچھ انھوں نے کیا تھا وہ سب اپنے سامنے حاضر پائیں گے اور تیرا رب کسی پر ذرا ظلم نہ کرے گا۔

۵۰۔ یاد کرو، جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تو انھوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہ کیا وہ جنوں میں سے تھا اس لیے اپنے رب کے حکم کی اطاعت سے نکل گیا۔ اب کیا تم مجھے چھوڑ کر اس کو اور اس کی ذریت کو اپنا سرپرست بناتے ہو حالاں کہ وہ تمہارے دشمن ہیں؟ بڑا ہی بُرا بدل ہے جسے ظالم لوگ اختیار کر رہے ہیں۔

۵۶۔ رسولوں کو ہم اس کام کے سوا اور کسی غرض کے لیے نہیں بھیجتے کہ وہ بشارت اور تنبیہ کی خدمت انجام دے دیں۔ مگر کافروں کا یہ حال ہے کہ وہ باطل کے ہتھیار لے کر حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں اور انھوں نے میری آیات کو اور ان تنبیہات کو جو انھیں کی گئیں مذاق بنا لیا ہے۔

۱۱۰۔ اے نبیؐ! کہو کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے، پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔

سورہ مریم

(تعداد آیات ۹۸)

اس سورہ میں چند پیغمبروں کی زندگی کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ اس کی ابتدا حضرت ذکریا علیہ السلام کی ایک بیٹے کے لیے دُعا سے ہوتی ہے۔ حضرت ذکریا کافی ضعیف ہو چکے تھے اور ان کی بیوی بھی بانجھ تھیں۔ اس لیے اس خواہش کا پورا ہونا ناممکن تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعا قبول فرمائی اور اُن کو ایک بیٹا عطا کیا گیا جس کا نام حضرت یحییٰ تھا۔ اسی طرح حضرت مریم کو فرشتوں نے ایک بیٹے کی بشارت دی تو وہ کانپ گئیں اور کہا کہ "اس کے قبل میں مرجاتی تو اچھا تھا کیونکہ انھیں کسی مرد نے چھوا تک نہیں تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کو تسلی دی اور عیسیٰؑ نے پیدائش کے فوراً بعد ہی جھولے میں سے کہا۔

"میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اُس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا اور بابرکت کیا جہاں بھی میں رہوں، اور نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا۔ جب تک میں زندہ رہوں۔

اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا۔ اور مجھ کو جبار اور شقی نہیں بنایا۔ سلام ہے مجھ پر جب کہ میں پیدا ہوا، اور جب کہ زندہ کرکے اُٹھایا جاؤں گا" (۱۹: ۳۰-۳۳)

قرآن مجید اس دعوے کو رد کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے تھے۔ وہ بھی دوسرے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہی تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک حق پرست پیغمبر تھے۔ انھوں نے اپنے والد سے منتیں کیں کہ وہ بُت پرستی چھوڑ دیں لیکن اُن کے والد نہیں مانے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ اُن کے والد کو معاف کردے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان میں پیغمبروں کا ایک سلسلہ قائم کیا۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد اُن کے بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام پیغمبر ہوئے اور اُن کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام منصب رسالت پر فائز ہوئے۔

یہ لوگ اللہ کے پیغام کو عام کر سکیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے جن کو اللہ کی راہ میں قربان کرنے پر حضرت ابراہیم تیار ہو گئے تھے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت سے سرفراز فرمایا اور اپنے دین کی اشاعت کا کام انھیں سونپ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سینائی کے پہاڑ پر بلایا اور اپنے کرم سے نوازا اور نبوت عطا کی اور اُن کے بھائی ہارون علیہ السلام کو بھی نبی بنایا گیا لیکن ان انبیا کے وصال کے بعد لوگ دوبارہ فسق و فجور اور گناہوں میں پڑ گئے اور اپنے گناہوں کی وجہ سے تباہ اور برباد کر دیے گئے۔ بجز اُن چند لوگوں کے جو راہ راست پر چلتے رہے اور اللہ پر ایمان کامل رکھتے تھے۔

سورہ ۱۹

۶۶۔ انسان کہتا ہے کہ کیا واقعی جب میں مر چکوں گا تو پھر زندہ کر کے نکال لایا جاؤں گا۔

۶۷۔ کیا انسان کو یاد نہیں آتا کہ ہم پہلے اس کو پیدا کر چکے ہیں جب کہ وہ کچھ بھی نہیں تھا۔

۹۵۔ قیامت کے روز سب فرداً فرداً اس کے سامنے حاضر ہوں گے اور اپنا حساب دیں گے۔

۹۶۔ یقیناً جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور عمل صالح کر رہے ہیں، عنقریب رحمان اُن کے دلوں میں محبت پیدا کر دے گا۔

۹۷۔ پس اے محمدؐ اس کلام کو ہم نے آسان کر کے تمھاری زبان میں اسی لیے نازل کیا ہے کہ تم پرہیزگاروں کو خوشخبری دے دو اور ہٹ دھرم لوگوں کو ڈرا دو۔

سورہ طٰہٰ

(تعداد آیات ۱۳۵)

سورہ کے آغاز میں ہی یاد دہانی کی گئی ہے کہ قرآن حکیم نوع انسانی کو بھلائی اور نیکی کی طرف بلانے والی نصیحتوں پر مشتمل کتاب ہے۔ اگر مخالفین حضور اکرم کو اپنے مذاق کا نشانہ بناتے ہیں اور اللہ کے الہام کی مخالفت کرتے ہیں

تو اس سے آپ کو رنجیدہ نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ اس حقیقت سے آپ کا حوصلہ بڑھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اور زمین و آسمان پر اور ان کے درمیان جتنی چیزیں ہیں اُن پر اللہ تعالیٰ کو مکمل قدرت حاصل ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ کس طرح آگ لینے کے لیے نکلے اور پیغمبری سے سرفراز کیے گئے ہے

خدا کی دین کا موسیٰؑ سے پوچھیے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری مل جائے

یعنی اللہ تعالیٰ کسی جشن میں دھوم دھام کے ساتھ سب کے سامنے نبوت عطا نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ اپنا عصا زمین پر پھینک دیں۔ آپ نے اپنا عصا پھینک دیا تو وہ ایک سانپ کی شکل میں تبدیل ہوگیا تب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب اس سانپ کو پکڑ لیں اور خوف نہ کریں۔

"ہم اس سانپ کو دوبارہ لاٹھی بنادیں گے جیسی کہ وہ پہلے تھی"۔ آپ نے سانپ کو پکڑ لیا اور وہ پھر لاٹھی میں تبدیل ہوگیا اور حضرت موسیٰؑ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ تب حضرت موسیٰؑ پر وحی نازل کی گئی۔ اور توحید اور آخرت کے پیغام کی اشاعت کا حکم دیا گیا اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ وہ فرعون کے مقابلے کے لیے تیار ہوجائیں جس نے ظلم و ستم کی انتہا کردی تھی اور اخلاقی قدروں کو پامال کر دیا تھا حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اُن کے بھائی حضرت ہارونؑ کو بھی منصب نبوت سے سرفراز فرمایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی درخواست قبول فرمائی۔ دراصل حضرت موسیٰؑ کو اس الوہی مشن (دینی تحریک) کے لیے پہلے ہی سے تربیت دی گئی کہ ان کی والدہ محترمہ نے اُن کی پرورش فرعون کے محل میں کی تھی اور وہاں مہیا تمام چیزوں کی اُنھیں تعلیم دی گئی تھی۔ وہ مدیان کے لوگوں میں بھی اپنا وقت گزارتے تھے اور اس طرح اُن کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

چنانچہ خدا کے احکامات کے مطابق حضرت موسیٰؑ اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کے ساتھ فرعون کے دربار میں پہنچے اور اس کو بنی اسرائیل پر مزید ظلم و ستم جاری رکھنے سے منع فرمایا اور یہ مطالبہ بھی کیا کہ بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے

باب سوم

واقعاتِ انبیاءِ کرام

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جو پیغمبر گزرے ہیں ان کے واقعات قرآن حکیم میں بیان کیے گئے ہیں جو کہ اس کتاب کے تقریباً ایک چوتھائی حصہ پر مشتمل ہیں جملہ ۴۰ واقعات بیان کیے گئے ہیں جن میں سے چودہ کا سرسری حوالہ دیا گیا ہے یہ ۲۶ واقعات بھی بہت زیادہ تفصیلی نہیں ہیں۔ حضرت محمدؐ سے منسوب ایک روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے کم و بیش ۱۲۴۰۰۰ پیغمبر دنیا کے مختلف علاقوں میں مبعوث فرمائے۔ اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ:

"اے نبیؐ تم سے پہلے ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں جن میں سے بعض کے حالات ہم نے تم کو بتائے اور بعض کے نہیں بتائے" (۴۰ : ۷۸)

قرآن کریم کی ایک اور آیت میں اس بارے میں ذکر ہے کہ زمین کا ایسا کوئی حصہ نہیں ہے جہاں خدا نے پیغمبر نہ بھیجے ہوں۔ ان پیغمبروں نے عوام کو ان کی اپنی زبان میں پیغام حق پہنچایا۔ ان پیغمبروں کے واقعات قرآن کریم کا ایک حصہ ہیں۔

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اور اے نبیؐ یہ پیغمبروں کے قصے جو ہم تمہیں سناتے ہیں یہ وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعہ ہم تمہارے دل کو مضبوط کرتے ہیں۔ ان کے اندر تم کو حقیقت کا علم ملا اور ایمان لانے والوں کو نصیحت اور بیداری نصیب ہوئی ہے رہے وہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے تو ان سے کہدو کہ تم اپنے طریقہ پر کام کرتے

رہو اور ہم اپنے طریقے پر کام کیے جاتے ہیں۔ انجام کا تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی منتظر ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ چھپا ہوا ہے سب اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے اور سارا معاملہ اسی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ پس اے نبیؐ تو اس کی بندگی کر اور اسی پر بھروسہ رکھ۔ جو کچھ تم کر رہے ہو تیرا رب اس سے بے خبر نہیں ہے۔"

(۱۱: ۱۲۰ - ۱۲۳)

حضرت آدمؑ خدا کے بھیجے ہوئے پہلے پیغمبر تھے۔ حضرت آدمؑ کی تخلیق، جنّت میں حضرت آدمؑ اور حضرت حوّا کی زندگی، شیطان کے بہکاوے میں آکر غلطی کرنا اور خدا کا عتاب ہونا، خدا کا معاف فرمانا اور دوبارہ زندگی کی بحالی کے لیے زمین پر بھیجا جانا اور آخر میں حضرت آدمؑ کو زمین پر خدا کا نائب بنایا جانا قرآن میں کئی جگہوں پر بیان کیا گیا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ حضرت آدمؑ کو جنّت سے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انھیں نہ صرف معاف کیا بلکہ زمین پر اپنا نائب بھی مقرر فرمایا چنانچہ یہ بات واضح ہے کہ اسلام اس عیسائی نظریہ کو رد کرتا ہے جس کے مطابق انسانی زندگی کی ابتدا ہی گناہ سے ہوتی ہے اور اس گناہ کے کفارہ کے لیے ہی نوعِ انسانی میں سے حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ اسلامی عقیدے کے اعتبار سے انسانی زندگی کی ابتدا گناہ آلود نہیں ہے اور نہ ہی اسے کسی نجات دہندہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلامی تعلیمات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ انسان کو دنیا اور بعد آخرت جنّت میں بھی خوشی اور کامرانی میسّر ہوگی اگر وہ خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں اور گمراہی کے راستے سے پرہیز کریں۔ حضرت آدمؑ کے واقعہ سے منسلک ان کے دو لڑکوں ہابیل اور قابیل کے قتل کے تعلق سے بہت ہی واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے کسی بھی انسان کا بلا وجہ قتل ناقابلِ معافی گناہ ہے اور ایک معصوم و بے گناہ کا قتل تمام انسانیت کے قتل کے مساوی ہے۔

خدا کی وحدانیت کی تبلیغ کے لیے حضرت نوحؑ کی جدوجہد کا ذکر قرآن میں کئی سورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ واضح اخلاقی اصول ہے کہ جو بھی خدا کی عظمت سے انکار کرے گا وہ تباہ ہو جائے گا اور انھیں کوئی بھی تباہ نہیں کر سکتا جنھیں اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت اور امان میں رکھے۔

قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی جدِّ امجد کہا گیا ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ کو خصوصی جگہ حاصل ہے اور ان کے ماننے والوں کے دلوں میں بھی ان کی عظمت و عقیدت ہے۔ حضرت ابراہیمؑ خانۂ کعبہ کے معمار اور جھوٹے خداؤں کی مورتیوں کو توڑنے والے پہلے انسان ہیں۔ حضرت ابراہیم کی خدا سے محبت و عقیدت کی دلیل حضرت اسماعیلؑ کی اللہ کی راہ میں قربانی ہے۔ ان کی اس عقیدت اور جذبۂ زہد و ریاضت نے آنے والی نسلوں کے جذبۂ ایمان کو متحرک رکھا ہوا ہے اور آج بھی لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جانور کی قربانی دے کر عید الاضحیٰ مناتے ہیں۔

حضرت لوطؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ و حضرت شعیبؑ کے واقعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ حق کو باطل پر، خیر کو شر پر اور صحیح برتاؤ کو غلط برتاؤ پر فوقیت حاصل رہی ہے۔

قرآن میں ایک مکمل سورہ حضرت یوسفؑ کے واقعات کے لیے وقف ہے جس میں درج ہے کہ انسان کو اپنی معصومیت ثابت کرنے کے لیے جو مصائب جھیلنے پڑتے ہیں، انھیں اللہ کی مدد سے انسان صبر سے برداشت کر لیتا ہے۔ سورہ یوسف میں اس کا تفصیلی بیان ہے جس میں صلہ رحمی اور اخوت کی فضیلت کو واضح کیا گیا ہے۔

تمام پیغمبروں میں حضرت موسیٰؑ کی زندگی کے واقعات کا ذکر قرآن حکیم میں سب سے زیادہ بیان فرمایا گیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے ساتھ مقابلے کا حوالہ کئی سورتوں میں درج ہے۔ آپ کی زندگی کے ایسے واقعات بیان فرمائے گئے ہیں جو آپ کی اسلامی تحریک اور تبلیغ پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس راستہ میں دشمنوں نے کافی پریشانیاں اور دشواریاں پیدا کیں۔ یہی نہیں بلکہ ان کے اپنے پیروؤں نے بھی خود بے وفائی کی۔ ان کی زندگی کے واقعات سے کئی سبق سیکھے جا سکتے ہیں، خاص کر (۱) باطل کبھی حق پر فتح نہیں پا سکتا (۲) ظلم ہمیشہ کے لیے غالب نہیں رہتا (۳) ہر کسی کو فنا ہونا ہے چاہے وہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو (۴) فتح اور کامرانی اسی کو ملتی ہے جس پر خدا مہربان ہو (۵) اللہ سے بڑھ کر قدرت والا کوئی نہیں۔

قرآن حکیم میں حضرت داؤدؑ کے عروج کی بہت واضح تصویر کشی کی گئی ہے۔ خاص کر طالوت اور جالوت کی لڑائی اور جالوت کا حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں مارا جانا۔ حضرت داؤدؑ کے

واقعاتِ زندگی سے ایک بات واضح ہو جاتی ہے کہ انصاف ایمان کا جز ہے اور اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور ناانصافی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

قرآن میں بیان ہے کہ حضرت داؤدؑ کے فرزند حضرت سلیمانؑ ایک دانشمند بادشاہ تھے انھوں نے سبا کی طاقتور ملک کو ماتحت کرنے کی کوشش کی اور ساتھ ہی اسے اللہ کے نیک راستے کی طرف دعوت دی۔ اسی طرح حضرت زکریاؑ اور ان کے فرزند حضرت یحییٰؑ کی خدا سے بے پایاں محبت وعقیدت اس بات کی مظہر ہے کہ ایمان ایک ایسی قوت ہے جو پہاڑوں کو بھی تسخیر کر لیتی ہے۔ حضرت ایوبؑ کی زندگی صبر واطاعت کا مجسم نمونہ ہے۔ صبر چونکہ ایمان کا ضروری جز ہے۔ عجلت اور بے صبری پاکیزہ راستہ نہیں ہے۔

حضرت عیسیٰؑ اور ان کی دینی تحریک کے متعلق بھی قرآن کریم میں کئی حوالے ملتے ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کے واقعات انجیل کے قصوں سے مختلف ہیں اگرچہ کہ دونوں میں بڑی حد تک حالاتِ زندگی ملتے جلتے ہیں۔ قرآن اس بات کی تردید کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے بیٹے تھے اور کفارہ کے طور پر ان کو صلیب پر چڑھایا گیا۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کی طرح حضرت عیسیٰؑ بھی خدا کے نبی تھے۔ خدا کی ذات لاشریک ہے اور اس کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک کرنا ناقابلِ معافی گناہ ہے۔ قرآن حکیم میں حضرت عیسیٰؑ خود اس بات کی تردید کرتے ہیں اور غلط راستہ اختیار کرنے پر اپنے پیروؤں کو متنبہ کرتے ہیں۔ حضرت یوسفؑ کے مکمل حالات ایک ہی سورہ میں بیان کیے گئے ہیں۔ باقی تمام انبیائے کرام کی زندگی کے واقعات مختلف سورتوں میں منتشر قصوں کی صورت میں ملتے ہیں۔ قرآنی طرزِ پیش کش سے انحراف کیے بغیر میں نے ان تمام قصوں کو مربوط انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ ہر پیغمبر کے سوانحی حالات یکجا ہو جائیں۔

مختلف عقیدوں اور مذاہب کے ماننے والوں کو ایک سوال ہمیشہ پریشان کرتا رہا ہے کہ قرآن کریم میں ان کے پیغمبروں کے بارے میں کوئی ذکر نہیں ہے اس کا جواب بہت ہی واضح ہے کہ قرآن کے مخاطب عرب ہیں اور قرآن میں ان ہی پیغمبروں کی زندگی سے مثالیں پیش کی گئی ہیں جن سے عرب واقف تھے۔ عربوں نے ہندستان، چین، جنوب مشرق ایشیا، افریقہ اور دوسرے دور دراز مقامات کے بارے میں کبھی کچھ سُنا

ہی نہ تھا۔ دوسرے علاقے کے پیغمبروں کے بارے میں بتانا کچھ زیادہ سود مند نہیں ہوتا۔ پھر بھی ان پر یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ ایسی کوئی زمین یا نسل کا خطہ نہیں جہاں پر خدا نے پیغمبر نہ بھیجے ہوں یہ پیغمبر لوگوں کو اُن کی اپنی زبان میں پیغامِ الٰہی پہنچاتے رہے ہیں۔ اسی لیے قرآن میں بیان ہے کہ

"کچھ نبیوں کے بارے میں ہم نے تمھیں بتایا اور کچھ کے بارے میں نہیں۔"

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن دوسرے علاقوں اور قوموں کے پیغمبروں کے وجود کو تسلیم کرتا ہے گو کہ ان کا ذکر قصص القرآن میں نہیں ملتا اگر ان سبھی کے واقعات کو قرآن میں بیان کیا جاتا تو قرآن تاریخِ عالم کی ایک کتاب بن جاتا نہ کہ ایک آسمانی صحیفہ جو مادی اعتبار سے سود مند اور روحانی اعتبار سے بلند مراتب عطا کرنے والی ہدایات پر مشتمل ہے۔ درج ذیل خاکہ میں پیغمبروں کے جو نام انجیل میں دیے گئے ہیں ان کے مماثل قرآن میں جو نام ہیں پیش ہیں۔

انجیل	قرآن
آدم	حضرت آدم علیہ السلام
نوح	حضرت نوح علیہ السلام
ہود	حضرت ہود علیہ السلام
صالح	حضرت صالح علیہ السلام
ابراہم	حضرت ابراہیم علیہ السلام
لوٹ	حضرت لوط علیہ السلام
شعیب	حضرت شعیب علیہ السلام
جیکب	حضرت یعقوب علیہ السلام
جوزف	حضرت یوسف علیہ السلام
موسس	حضرت موسیٰ علیہ السلام
جوناح	حضرت یونس علیہ السلام
جوب	حضرت ایوب علیہ السلام
ڈیوڈ	حضرت داؤد علیہ السلام

سالومن	حضرت سلیمان علیہ السلام
زکریاہ	حضرت زکریا علیہ السلام
جان	حضرت یحییٰ علیہ السلام
جیسس	حضرت عیسیٰ علیہ السلام

قصہ حضرت آدم علیہ السلام

انسان کی تخلیق کا ذکر قرآن حکیم میں کئی جگہ پر کیا گیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام خدا کے پہلے بندہ تھے۔ اس کے بعد حضرت آدمؑ کی پسلی سے حضرت حوا پیدا ہوئیں اور دونوں جنت میں رہنے لگے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات کہا ہے اور زمین پر اپنا نائب بنا کر بھیجا۔ حضرت آدمؑ کے جسم میں روح پھونکنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت آدم کو سجدہ کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ انھوں نے عرض کیا کیا آپ زمین میں کسی ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے گا۔ آپ کی حمد و ثنا کے ساتھ تسبیح اور تقدیس تو ہم کر ہی رہے ہیں۔ فرمایا، میں جانتا ہوں جو کچھ تم نہیں جانتے۔"

(۲ : ۳۰)

قرآن میں بیان ہے:

"سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ پوچھا "تجھے کس چیز نے سجدہ کرنے سے روکا جبکہ میں نے تجھ کو حکم دیا تھا؟" بولا، میں اس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے۔"

[۷ : ۱۲]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"تو یہاں سے نیچے اتر، تجھے حق نہیں ہے کہ یہاں بڑائی کا گھمنڈ کرے۔

نکل جا کر درحقیقت تو ان لوگوں میں سے ہے جو خود اپنی ذلت چاہتے ہیں۔"

[۷ : ۱۳]

شیطان نے اللہ تعالیٰ سے عذر کیا کہ:

"مجھے اس دن تک مہلت دے جبکہ یہ سب دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔"

[۷ : ۱۴]

اللہ تعالیٰ نے مہلت دے دی تب شیطان بولا:

"جس طرح تو نے مجھے گمراہی میں مبتلا کیا میں اب تیری اس سیدھی راہ پر ان انسانوں کی گھات میں لگا رہوں گا، آگے اور پیچھے، دائیں اور بائیں ہر طرف سے ان کو گھیروں گا اور ان میں سے تو اکثر کو شکر گزار نہ پائے گا۔"

[۷ : ۱۶-۱۷]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا "نکل جا یہاں سے ذلیل ٹھکرایا ہوا۔

"ان میں سے جو تیری پیروی کریں گے، تجھ سمیت ان سب سے جہنم کو بھروں گا۔"

[۷ : ۱۸]

اللہ نے حضرت آدمؑ سے فرمایا:

"تم اور تمہاری بیوی، دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ مگر اس درخت کا رخ نہ کرنا، ورنہ ظالموں میں شمار ہو گے۔"

[۲ : ۳۵]

حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ جنت میں خوش و خرم رہنے لگے لیکن شیطان نے انھیں بہکایا اور غلط راستے کی ترغیب دینے لگا کہ وہ ان کی شرم گاہیں جو ایک دوسرے سے چھپائی گئی تھیں ان کے سامنے کھول دے۔ اس نے کہا کہ خدا نے تم کو اس شجر ممنوعہ سے دور رہنے کے لیے اس لیے کہا کہ وہ نہیں چاہتا کہ تم فرشتے بن جاؤ جو کہ لافانی ہیں۔ اس نے قسم کھا کر ان سے کہا کہ میں تمہارا سچا رفیق ہوں۔ اس نے مکاری اور فریب سے انھیں ورغلایا اور انھوں نے ممنوعہ پھل کھا لیے۔ پھل کا مزہ چکھتے ہی ان کے ستر ایک دوسرے کے سامنے کھل گئے اور اپنے جسم کو پتوں سے چھپانے لگے۔ اس تغیر پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"کیا میں نے تمھیں اس درخت سے منع کیا تھا اور نہ کہا تھا کہ شیطان تمھارا کھلا دشمن ہے؟" [۷: ۲۰-۲۲]

حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے لگے۔

"اے اللہ! ہم نے اپنے اوپر ستم کیا۔ اب اگر تو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم تباہ ہو جائیں گے۔" [۷: ۲۳]

اللہ تعالیٰ نے اُن پر رحم کیا اور انھیں معاف کیا، لیکن انھیں نیچے زمین پر رہنے کے لیے بھیج دیا اور کہا کہ تمھارے اور شیطان کے بیچ دائمی دشمنی و عداوت رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ و حضرت حواؑ کو اور اُن کی آنے والی نسلوں کو بھی تاکید کی کہ لباس سے وہ قابلِ شرم حصوں کو ڈھانکے لیکن سب سے بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔

"اے بنی آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تمھیں پھر سے اسی طرح فتنے میں مبتلا کر دے جس طرح اس نے تمھارے والدین کو جنت سے نکلوایا تھا اور ان کے لباس ان پر سے اتروا دیے تھے تاکہ ان کی شرمگاہیں ایک دوسرے کے سامنے کھولے۔" [۷: ۲۷]

اے نبیؐ ان سے کہو:

"میرے رب نے تو راستی و انصاف کا حکم دیا ہے اور اس کا حکم تو یہ ہے کہ ہر عبادت میں اپنا رخ ٹھیک رکھو اور اسی کو پکارو اپنے دین کو اسی کے لیے خالص رکھ کر جس طرح اس نے تمھیں اب پیدا کیا ہے۔ اسی طرح تم پھر پیدا کیے جاؤ گے۔ ایک گروہ کو تو اس نے سیدھا راستہ دکھا دیا ہے، مگر دوسرے گروہ پر گمراہی چسپاں ہو کر رہ گئی ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم سیدھی راہ پر ہیں۔" [۷: ۲۹-۳۰]

حضرت آدمؑ کے دو بیٹے ہابیل اور قابیل کے بارے میں قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ دونوں بھائیوں نے قربانی کی جس میں سے ہابیل کی قبول ہوئی اور قابیل کی قبول نہیں ہوئی۔

قابیل نے اپنے بھائی سے کہا

"میں تجھے مار ڈالوں گا۔ اس نے جواب دیا اللہ تو متقیوں ہی کی نذریں قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اور دوزخی بن کر رہے۔"

[۵ : ۲۷-۲۹]

ہابیل کے ان الفاظ نے قابیل پر کوئی اثر نہیں کیا اور اس نے اپنے بھائی کو بلا وجہ قتل کر دیا اور ان لوگوں میں شامل ہو گیا جو نقصان اٹھانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک پرندہ بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اسے بتائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے یہ دیکھ کر بولا افسوس مجھ پر میں اس پرندے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپانے کی تدبیر نکال لیتا اور وہ اپنے کیے پر بہت پچھتایا۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔" [۵ : ۳۲]

قصہ حضرت نوح علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا۔ حضرت نوحؑ نے لوگوں کو بتایا کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے جو ہر چیز کا خالق ہے اور اس کے حکم کی نافرمانی کرنے والوں پر قہر و عتاب نازل ہوگا۔ جس پر قوم کے سردار کہنے لگے۔

"ہماری نظر میں تم اس کے سوا کچھ نہیں ہو کہ بس ایک انسان ہو ہم جیسے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری قوم میں سے بس ان لوگوں نے جو ہمارے یہاں

اراذل تھے بے سوچے سمجھے تمھاری پیروی اختیار کر لی ہے اور ہم کوئی چیز بھی ایسی نہیں پاتے جس میں تم ہم لوگوں سے کچھ بڑھے ہوئے ہو، بلکہ ہم تو تمھیں جھوٹا سمجھتے ہیں؟ (۱۱ : ۲۷)

حضرت نوحؑ نے لوگوں سے التماس کیا کہ انھیں غلط نہ سمجھیں،

" ذرا سوچو تو سہی کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک کھلی شہادت پر قائم تھا اور پھر اس نے مجھ کو اپنی خاص رحمت سے بھی نوازا، مگر وہ تم کو نظر نہ آئی آخر ہمارے پاس کیا ذریعہ ہے کہ تم ماننا نہ چاہو اور ہم اس کو زبردستی تمھارے سر تھوپ دیں اور اے برادرانِ قوم میں اس کام پر تم سے کوئی مال نہیں مانگتا میرا اجر تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور میں ان لوگوں کو دھکے دینے سے بھی رہا جنھوں نے میری بات مانی ہے اور آپ ہی اپنے رب کے حضور جانے والے ہیں، مگر میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت برت رہے ہو اور اے برادرانِ قوم اگر میں ان لوگوں کو دھتکار دوں تو خدا کی پکڑ سے کون مجھے بچانے آئے گا؟ تم لوگوں کی سمجھ میں کیا اتنی بات بھی نہیں آتی؟ اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، نہ میرا دعوا ہے کہ میں فرشتہ ہوں اور یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ جن لوگوں کو تمھاری آنکھیں حقارت سے دیکھتی ہیں انھیں اللہ نے کوئی بھلائی نہ دی۔ ان کے نفس کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اگر میں ایسا کہوں تو ظالم ہوں گا؟" (۱۱ : ۲۸-۳۱)

یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور حضرت نوحؑ سے کہا،

" تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت کر لیا، اب تو بس وہ عذاب لے آؤ جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو اگر سچے ہو؟" (۱۱ : ۳۲)

حضرت نوحؑ نے کہا کہ وہ اللہ اگر عذاب لانا چاہے تو کوئی روک نہ سکے گا۔ حضرت نوحؑ نے پھر قوم سے التماس کیا کہ وہ اپنی ہٹ دھرمی اور روش سے باز آجائیں لیکن انھوں نے حضرت نوحؑ کی بات کو نہیں مانا۔ مایوس ہو کر حضرت نوحؑ نے خدا سے کہا،

"اے میرے رب، میں نے اپنی قوم کے لوگوں کو شب و روز پکارا مگر میری پکار نے ان کے فرار ہی میں اضافہ کیا اور جب میں نے اُن کو بلایا تاکہ تو انھیں معاف کر دے۔ انھوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑوں سے منہ ڈھانک لیے اور اپنی روش پر اڑ گئے اور بڑا تکبر کیا۔ پھر میں نے ان کو ہانکے پکارے دعوت دی۔ پھر میں نے علانیہ بھی ان کو تبلیغ کی اور چپکے چپکے بھی سمجھایا۔ میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو، بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا تمھیں مال اور اولاد سے نوازے گا۔ تمھارے لیے باغ پیدا کرے گا اور تمھارے لیے نہریں جاری کر دے گا۔ تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کے لیے تم کسی وقار کی توقع نہیں رکھتے حالانکہ اس نے طرح طرح سے تمھیں بنایا ہے کیا دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہ برتہ بنائے اور ان میں چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا؟ اور اللہ نے تم کو زمین سے عجیب طرح اگایا، پھر وہ تمھیں اسی زمین میں واپس لے جائے گا اور اس سے یکایک تم کو نکال کھڑا کرے گا اور اللہ نے زمین کو تمھارے لیے فرش کی طرح بچھا دیا تاکہ تم اس کے اندر کھلے راستوں میں چلو۔ نوحؑ نے کہا، میرے رب! انھوں نے میری بات رد کر دی اور ان کی پیروی کی جو مال اور اولاد پا کر اور زیادہ نامراد ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے بڑا بھاری مکر کا جال پھیلا رکھا ہے۔ انھوں نے کہا ہرگز نہ چھوڑو اپنے معبودوں کو اور نہ چھوڑو ودّ اور سواع کو اور نہ یغوث اور یعوق اور نسر کو۔"

(۷۱: ۵ - ۲۳)

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ سے فرمایا۔ رنجیدہ مت ہو اور ہماری نگرانی میں ہماری وحی کے مطابق کشتی بنانی شروع کر دو اور جب حضرت نوحؑ نے کشتی بنانی شروع کی تو اس قوم کے سرداروں نے ان کا مذاق اڑایا اس پر حضرت نوحؑ نے کہا کہ عنقریب تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے گا اور کس پر وہ بلا ٹوٹ پڑتی ہے جو ٹالے نہ ٹلے گی۔

اور پھر اللہ کے حکم سے تنور سے پانی اُبل پڑا اور ساری زمین پر طوفان آگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا (نر اور مادہ) کشتی میں رکھ لو۔ اپنے گھر والوں کو بھی۔ سوائے ان اشخاص کے جن کی نشاندہی پہلے ہی کی جاچکی ہے اس میں سوار کر دو اور ان لوگوں کو بھی بٹھالو جو ایمان لائے ہیں۔ حضرت نوحؑ کے بیٹے نے کشتی میں سوار ہونے سے انکار کیا۔ حضرت نوحؑ نے کہا بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہو جا کافروں کے ساتھ نہ رہ لیکن اس نے کہا میں ابھی ایک پہاڑ پر چڑھا جاتا ہوں جو مجھے پانی سے بچائے گا۔ حضرت نوحؑ نے کہا۔

"آج کوئی چیز اللہ کے حکم سے بچانے والی نہیں ہے سوائے اس کے کہ اللہ ہی کسی پر رحم فرمائے۔" (۴۳ : ۱۱)

اتنے میں ایک موج حضرت نوحؑ کے بیٹے اور نافرمانوں کو لے ڈوبی حضرت نوحؑ دیکھتے رہے کہ ان کا بیٹا ڈوب گیا۔ ان لمحات میں انھوں نے خدا سے التجا کی کہ اُن کے بیٹے کو بچالے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ وہ تمہارے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔ اس کے اعمال بُرے تھے لہٰذا تم اس بات کی مجھ سے درخواست نہ کرو جس کی حقیقت کو تم نہیں جانتے ورنہ تم بھی جاہلوں اور دانستہ گنہگاروں میں شمار کیے جاؤ گے۔ حضرت نوحؑ نے کہا کہ اے اللہ تو مجھے معاف فرما اگر تو نے معاف نہ کیا اور رحم نہ کیا تو میں برباد ہو جاؤں گا اور پھر ان پر برکتیں نازل ہوئیں۔

"اے نوح، اُتر جا ہماری طرف سے سلامتی اور برکتیں ہیں تجھ پر اور اُن گروہوں پر جو تیرے ساتھ ہیں اور کچھ گروہ ایسے بھی ہیں جن کو ہم کچھ مدت سامان زندگی بخشیں گے پھر اُنھیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔"

(۴۸ : ۱۱)

طوفان آیا اور سبھی منکروں اور بے ایمانوں کو لے ڈوبا۔ حضرت نوحؑ نے اللہ سے دُعا کی:

"میرے رب ان کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی نسل سے جو بھی پیدا ہوگا بدکار اور سخت کافر ہوگا۔ میرے رب مجھے اور میرے والدین کو اور ہر اس

شخص کو جو میرے گھر مومن کی حیثیت سے داخل ہوا اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو معاف فرمادے اور ظالموں کے لیے ہلاکت کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ کر۔"

(۷۱ : ۲۶ - ۲۸)

حضرت نوحؑ اور ان کے ساتھی کشتی نوح سے بحفاظت کنارے پر پہنچ گئے۔ خدا نے ان کو اپنی حفاظت اور فضل میں رکھا اور برکتیں اور رحمتیں عطا فرمائیں۔

قصہ حضرت ہود علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے حضرت ہودؑ کو اپنا پیغمبر بنا کر قوم عاد کی طرف بھیجا (قبیلہ عاد کے لوگ محنتی اور جفاکش تھے) انھوں نے قوم سے کہا۔

"اے برادران قوم اللہ کی بندگی کرو تمھارا کوئی خدا اس کے سوا نہیں ہے تم نے محض جھوٹ گھڑ رکھے ہیں۔ اے برادران قوم اس کام پر میں تم سے کوئی اجر نہیں چاہتا۔ میرا اجر تو اس کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ کیا تم عقل سے ذرا کام نہیں لیتے" اور اے میری قوم کے لوگوں اپنے رب سے معافی چاہو پھر اس کی طرف پلٹو۔ وہ تم پر آسمان کے دہانے کھول دے گا اور تمھاری موجودہ قوت پر مزید قوت کا اضافہ کرے گا۔ مجرم بن کر بندگی سے منہ نہ پھیرو۔"

(۱۱ : ۵۰-۵۲)

عاد کے سرداروں نے الزام لگایا کہ:

"ہم تو تمھیں بے عقلی میں مبتلا سمجھتے ہیں اور ہمیں گمان ہے کہ تم جھوٹے ہو۔"

(۷ : ۶۶)

حضرت ہودؑ نے انھیں یقین دلایا کہ:

"میں بے عقلی میں مبتلا نہیں ہوں بلکہ میں رب العالمین کا رسول ہوں تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمھارا ایسا خیرخواہ ہوں جس پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔ کیا تمھیں اس بات پر تعجب ہوا کہ تمھارے پاس

تمھاری اپنی قوم کے ایک آدمی کے ذریعہ تمھارے رب کی یاد دہانی آئی تاکہ وہ تمھیں خبردار کرے؟ بھول نہ جاؤ کہ تمھارے رب نے نوحؑ کی قوم کے بعد تم کو اس کا جانشین بنایا اور تمھیں خوب تنومند کیا۔ پس اللہ کی قدرت کے کرشموں کو یاد رکھو۔ امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔

(۷ : ۶۸ - ۶۹)

لیکن وہ اپنی جگہ اڑے رہے اور حضرت ہودؑ سے کہنے لگے۔

"تُو تمھارے پاس کوئی صریحا شہادت لے کر نہیں آیا ہے اور تیرے کہنے سے ہم اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے اور تجھ پر ہم ایمان لانے والے نہیں ہیں ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ تیرے اوپر ہمارے معبودوں میں سے کسی کی مار پڑ گئی ہے۔

(۱۱ : ۵۳ - ۵۴)

حضرت ہودؑ نے جواب دیا:

"میں اللہ کی شہادت پیش کرتا ہوں اور تم گواہ رہو کہ یہ جو اللہ کے سوا دوسروں کو تم نے خدائی میں شریک ٹھہرا رکھا ہے اس سے میں بیزار ہوں۔ تم سب کے سب مل کر میرے خلاف اپنی کرنی میں کسر نہ اٹھا رکھو اور مجھے ذرا مہلت نہ دو۔ میرا بھروسہ اللہ پر ہے جو میرا رب بھی ہے اور تمھارا رب بھی۔ کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی چوٹی اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ بیشک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔ اگر تم منہ پھیرتے ہو تو پھیرلو۔ جو پیغام دے کر میں تمھارے پاس بھیجا گیا تھا وہ میں تم کو پہنچا چکا ہوں۔ اب میرا رب تمھاری جگہ دوسری قوم کو اٹھائے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ یقیناً میرا رب ہر چیز پر نگراں ہے۔

(۱۱ : ۵۴ - ۵۷)

حضرت ہودؑ نے قوم کے سرداروں کو یاد دہانی کرائی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے انھیں زمین پر قبضہ دیا جس پر انھوں نے گھر بنائے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور رحمتیں بھول کر غلط راستے اپنالیے۔ بالآخر ان کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا اور وہ ریت اور دھول کے طوفان سے کچل دیئے گئے۔ قہرِ الٰہی سات رات اور آٹھ دن تک چلتا رہا اور قوم عاد فنا ہو گئی۔ ان کے قلعے نما مکانات نیست و نابود ہو گئے۔

قصہ حضرت صالح علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کی بھلائی کی خاطر حضرت صالح علیہ السلام کو اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا۔ حضرت صالحؑ نے قوم ثمود سے کہا" ایمان لاؤ خدا کی ذات وحدہٗ لاشریک پر اور بندگی کرو اس پروردگار کی۔ اس کے سوا تمھارا کوئی خدا نہیں ہے۔ حضرت صالحؑ نے کہا کہ تمھارے پاس تمھارے رب نے یہ اونٹنی بھیجی ہے جو تمھارے لیے ایک نشانی ہے۔ اس زمانے میں پانی کی قلت ہوئی تھی اور مالدار و صاحب حیثیت لوگ کمزور طبقے کے لوگوں اور مویشیوں کو پانی اور چارہ حاصل کرنے سے باز رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

حضرت صالحؑ چاہتے تھے کہ اونٹنی کو کھلا چھوڑ دو تاکہ وہ خدا کی زمین پر چرتی پھرے اور یہ بھی آزمایا جائے کہ خود پسند اور مغرور لوگ کیا کرتے ہیں۔ حضرت صالحؑ نے خبردار کیا کہ اس اونٹنی کو کسی بُرے ارادے سے ہاتھ نہ لگانا ورنہ خدا تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔ یاد کرو وہ وقت جب اللہ نے قوم عاد کے بعد تمھیں ان کا جانشین بنایا اور تم کو زمین میں یہ منزلت بخشی کہ آج تم اس کے ہموار میدانوں میں عالیشان محل بناتے اور اس کے پہاڑوں کو مکانوں کی شکل میں تراشتے ہو۔ پس اس کی قدرت کے کرشموں سے غافل نہ ہو جاؤ اور زمین میں فساد نہ برپا کرو لیکن قوم ثمود کے سرداروں نے ان کا مضحکہ اُڑایا اور اپنی قوم سے کہا کہ حضرت صالحؑ کی باتوں پر یقین مت کرنا۔ ان میں سے بہتوں نے اپنے سرداروں کی پیروی کی۔ کچھ لوگوں نے نہیں سُنا اور حضرت صالحؑ کی پکار پر لبیک کہا۔ قوم ثمود نے سرکشی کی اور اونٹنی کو قتل کر دیا اور حضرت صالحؑ کو چیلنج دیا کہ لے آؤ وہ عذاب جس کی تم دھمکی دیا کرتے ہو۔ حضرت صالحؑ نے اُن کے انجام پر افسوس کیا اور اپنے ساتھیوں (پیروکاروں) کے ہمراہ اہلِ ثمود کو چھوڑ کر چل پڑے اور اس کے بعد ایک خوفناک زلزلہ آیا جس سے سب کچھ تباہ ہو گیا اور قوم ثمود اپنے محلوں سمیت دفن ہو گئی۔

قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت نوحؑ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی منتخب کیا حضرت ابراہیمؑ نے ابتدا میں اپنے ہی ملک (عراق) میں تبلیغ کی۔ اس کے بعد شام فلسطین اور مصر گئے اور آخر میں عرب میں کارِ نبوت جاری رکھا۔ اس دوران حضرت ابراہیمؑ کے علاوہ حضرت لوطؑ، حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ نے بھی مختلف علاقوں میں کارِ رسالت انجام دیا۔ یہ سبھی پیغمبران حضرت ابراہیمؑ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت لوطؑ ان کے بھانجے تھے جو کہ قوم اُردن کے بیچ رہتے تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کے دو فرزند حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ تھے۔ چھوٹے فرزند حضرت اسحاقؑ نے شام اور فلسطین میں دعوتِ حق دی۔ حضرت اسماعیلؑ جو کہ حضرت ابراہیم کے بڑے فرزند تھے انھوں نے تعمیر کعبہ میں اپنے والد محترم کی مدد کی خانۂ کعبہ جو کہ اسلامی دنیا کا مرکز ہے۔ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ سے دو سلسلوں کی بنیاد پڑی۔ بنی اسماعیل اور بنی اسرائیل قبیلہ قریش جس سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق تھا وہ بنی اسماعیل سلسلے سے ملتا تھا۔ حضرت یعقوبؑ حضرت اسحاقؑ کے فرزند اور حضرت ابراہیمؑ کے پوتے تھے۔ اسی لیے حضرت ابراہیم کو سامی نسل کے پدر کہا جاتا ہے جس سے نہ صرف یہودی اور عیسائی بلکہ مسلمان بھی پیدا ہوئے وہ ایک مشترک کڑی ہے جو ان تینوں کو جوڑتی ہے حضرت ابراہیم کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کو پیغمبری عطا فرمائی اور ان کے جانشینوں کو کلی طور پر قرآن کریم میں اولادِ اسرائیل کہا گیا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے خدا کی وحدانیت کی تبلیغ کی اور لوگوں کو اس کی بندگی کی دعوت دی۔ حضرت ابراہیم نے خدا سے دُعا کی کہ اے پروردگار اس جگہ کو (کعبہ) امن کا شہر بنا اور بت پرستی سے پاک رکھ۔

حضرت ابراہیمؑ نے لوگوں سے پوچھا "یہ کیا ہے جس کی تم عبادت کرتے ہو؟" لوگوں نے جواب دیا۔

"وہ کچھ بُت ہیں جن کی ہم پوجا کرتے ہیں۔ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے پایا ہے۔" (٢٦: ٧٣-٧٤)

حضرت ابراہیمؑ نے پوچھا:

"کیا یہ تمھاری سنتے ہیں، جب تم انھیں پکارتے ہو یا تمھیں کچھ نفع نقصان پہنچاتے ہیں۔" (٢٦: ٧٣)

حضرت ابراہیمؑ نے ان لوگوں کو یاد دہانی کرائی کہ خدا واحد ہے اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور موت و زندگی اور زندگی بعد موت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ آذر سے کہا کہ وہ مورتیوں کی پوجا ترک کر دے۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ انھوں نے اپنے مشاہدہ و تجربہ سے سیکھا ہے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ نے انھیں آسمانوں و زمین پر اپنی سلطنت بتلائی تاکہ وہ اس کی ذات پر ایمان لے آئے۔

قرآن حکیم بیان کرتا ہے کہ:

"جب رات اس پر طاری ہوئی تو اس نے ایک تارا دیکھا۔ کہا یہ میرا رب ہے مگر جب وہ ڈوب گیا تو بولا ڈوب جانے والوں کا میں گرویدہ نہیں ہوں۔ پھر جب چاند چمکتا نظر آیا تو کہا یہ ہے میرا رب مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی ہوتی تو میں بھی گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا ہوتا۔ پھر جب سورج کی روشنی دیکھا تو کہا یہ ہے میرا رب یہ سب سے بڑا ہے مگر جب وہ بھی ڈوبا تو حضرت ابراہیمؑ پکار اٹھے۔ اے برادرانِ قوم! میں ان سب سے بیزار ہوں جنھیں تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔ میں نے تو یکسو ہو کر اپنا رُخ اس ہستی کی طرف کر لیا جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔" (٦: ٧٦-٧٩)

لوگوں نے ان کی تضحیک کی اور انھیں دعوتِ حق سے باز رہنے کی تاکید کی یہاں تک کہ ان پر پتھر برسائے لوگوں نے انھیں ڈرایا کہ مورتیاں انھیں تباہ کر دیں گی اور تمھارا خدا تمھیں نہیں بچائے گا۔ اس پر حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا۔

"آخر میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈروں جبکہ تم اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو خدائی میں شریک بناتے ہوئے نہیں ڈرتے جن کے لیے اس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی ہے۔"

(۶ : ۸۰)

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے باپ آذر سے کہا کہ وہ مورتیاں کیسی ہیں جس کے تم لوگ گرویدہ ہو رہے ہو۔ آذر نے کہا کہ ہم ان مورتیوں کی پوجا کرتے ہیں جو ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا "پھر یقیناً تم اور تمہارے باپ دادا صریحاً طور پر گمراہ ہیں۔

ابتدا میں حضرت ابراہیمؑ نے عراق کے بادشاہ نمرود سے کہا تھا کہ یہ مت بھول، اللہ ہی نے تجھے بادشاہت اور شان و شوکت بخشی لیکن نمرود نے اس بات کی تردید کی اور کہا کہ موت اور زندگی اس کے بس میں ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس سے کہا "اللہ تعالیٰ نے حکم دیا سورج کو مشرق سے نکلنے کا۔ کیا تم اسے مغرب سے نکال سکتے ہو؟" اس پر نمرود لاجواب ہو گیا اور انتقاماً اس نے حکم دیا کہ حضرت ابراہیم کو زندہ جلا دیا جائے۔ حضرت ابراہیمؑ نے ساری صعوبتیں برداشت کیں اور یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہے۔ ایک روز حضرت ابراہیمؑ نے معبد میں رکھی ہوئی سبھی مورتیوں کو توڑ دیا سوائے ایک بڑے بُت کے۔ جیسے ہی لوگوں کو اس بات کا علم ہوا وہ معبد کی طرف دوڑ پڑے اور جب یہ دیکھا تو کہنے لگے۔

"ہمارے خداؤں کا یہ حال کس نے کر دیا؟ بڑا ہی ظالم تھا وہ۔"

(۲۱ : ۵۹)

ان لوگوں کو کسی نے بتایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے ایسا کیا ہے۔ "پکڑ لاؤ" سبھی نے مطالبہ کیا تاکہ سب لوگ دیکھ لیں کہ ہم اس کی کیسی خبر لیتے ہیں۔ جب حضرت ابراہیم کو سامنے لایا گیا اور پوچھا گیا کہ "کس نے یہ حرکت کی ہمارے بتوں کے ساتھ" حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا "میں نے نہیں بلکہ اس بڑے بُت نے۔ تم اس بڑے بُت سے پوچھتے کیوں نہیں۔ لوگ کہنے لگے مورتیاں (بُت) بولتیں نہیں۔ اس پر حضرت ابراہیمؑ نے کہا۔

"پھر کہا تم اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کو پوج رہے ہو جو نہ تمہیں نفع پہنچانے پر قادر ہیں نہ نقصان، تُف ہے تم پر اور تمہارے ان معبودوں پر جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر پوجا کر رہے ہو۔"

(۲۱ : ۶۶)

حضرت ابراہیمؑ نے اُنھیں کہا کہ تم لوگ مورتیاں اپنے ہی ہاتھ سے بناتے ہو اور اُن کی پوجا کرتے ہو۔ انھوں نے لوگوں سے کہا اور التجا کی کہ وہ ایک خدا کی عبادت کریں جو ہر چیز کا خالق ہے۔ ان الفاظ پر وہ بھڑک اُٹھے اور فیصلہ کیا کہ حضرت ابراہیمؑ کو آگ کے شعلوں کی نذر کر دیا جائے لیکن شان کریمی ہے کہ وہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے اور اُنھیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت ابراہیمؑ نے خدا سے دُعا کی کہ اللہ اُنھیں اولاد عطا فرمائے اور وہ نیک بندوں میں سے ہو۔

حضرت ابراہیمؑ کی دُعا مقبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ایک سعادت مند بیٹے حضرت اسماعیلؑ سے نوازا۔ جب حضرت اسماعیلؑ دوڑ دھوپ کرنے کی عمر کو پہنچے تو حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے سے کہا کہ بیٹا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ گویا تم کو ذبح کر رہا ہوں تو تم سوچو کہ تمھارا کیا خیال ہے۔ انھوں نے کہا کہ ابا جو آپ کو حکم ہوا ہے وہی کیجیے خدا نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں سے پائیے گا۔ پھر جب حضرت ابراہیمؑ نے اُنھیں لٹا دیا اور بس اب اُنھیں قربان کرنے والے ہی تھے کہ آواز آئی۔

"اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا۔"

(۳۷ : ۱۰۵)

اللہ تعالیٰ نے صرف ان کی آزمائش کی تھی اور فرمان الٰہی ہے کہ ابراہیمؑ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔

"ہم نے ایک بڑی قربانی فدیے میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا اور اس کی تعریف و توصیف ہمیشہ کے لیے بعد کی نسلوں میں چھوڑ دی۔ سلام ہے ابراہیم پر۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے نوازا اپنے سعادت مند بندوں کو اور فرمایا ہم نے اُسے اسحاقؑ کی بشارت دی۔ ایک نبی صالحین میں سے اور اسے اور اسحاقؑ کو برکت دی اب

ان دونوں کی ذریت میں سے کوئی محسن ہے اور کوئی اپنے نفس پر صریح ظلم کرنے والا ہے۔ (۱۱۳-۱۱۰ : ۳۷)

قرآن حکیم اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ

"ابراہیم نہ یہودی تھا نہ عیسائی بلکہ وہ ایک مسلم یکسو تھا اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ تھا۔ ابراہیمؑ سے نسبت رکھنے والے کا سب سے زیادہ حق اگر کسی کو پہنچتا ہے تو وہ ان لوگوں کو پہنچتا ہے جنھوں نے اس کی پیروی کی اور اب یہ نبیؐ اور اس کے ماننے والے اس نسبت کے زیادہ حقدار ہیں۔ اللہ صرف ان ہی کا حامی و مددگار ہے جو ایمان رکھتے ہوں۔"

(۶۸-۶۷ : ۳)

اللہ تعالیٰ نے خانہ کعبہ کو جو کہ مقدس مرکز اور جائے عبادت ہے حضرت خدا سے فرمایا کہ اس جگہ کو جائے نماز بنالو۔ اور حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ کو اللہ تعالیٰ نے جو فرمان دیا تھا وہ پورا ہوا اور خانہ کعبہ مسلمانانِ عالم کی عبادت کا مرکز بنا۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ:

"اے رب ان لوگوں میں خود ان ہی کی قوم سے ایک رسول اٹھائیو، جو اُنھیں تیری آیات سنائے، انہیں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔"

(۱۲۹ : ۲)

فرمانِ الٰہی ہے:

"یہودی کہتے ہیں یہودی ہو تو راہ راست پاؤ گے۔ عیسائی کہتے ہیں، عیسائی ہو تو ہدایت ملے گی۔ ان سے کہو نہیں بلکہ سب کو چھوڑ کر ابراہیمؑ کا طریقہ اور ابراہیم مشرکوں میں سے نہ تھا۔ مسلمانو! کہو کہ "ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور جو ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھی۔ ہم ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے مسلم ہیں۔" (۱۳۶-۱۳۵ : ۲)

قصہ حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوطؑ ان لوگوں کے لیے پیغامِ الٰہی لائے تھے جو عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت رانی کرتے تھے۔ خدا نے انھیں (حضرت لوطؑ) اپنا رسول منتخب کیا تاکہ وہ بتائیں قوم کو کہ وہ اس بدفعلی سے باز رہیں اور خدا تعالیٰ سے ڈریں۔ حضرت لوطؑ نے کہا:

"کیا تمھارا یہی چلن ہے کہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس شہوت رانی کے لیے جاتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ سخت جہالت کا کام کرتے ہو؟"

(۲۷ : ۵۵)

لیکن بجائے اُن کی نصیحت پر عمل کرنے کے لوگوں نے ان کی تضحیک کی اور اُن کو اور اُن کے افرادِ خاندان کو ذلیل کیا اور بستی سے نکال باہر کیا اور کہا "نکال دو لوط کے گھر والوں کو اپنی بستی سے۔ یہ بڑے پاک باز بنتے ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے ان کی بیوی کے سوائے سبھی گھر والوں کو بچا لیا۔ ان کی بیوی پیچھے رہ کر گمراہ لوگوں کے ساتھ ہوگئی تھی۔ پتھر اور آگ برسنے لگے اور ساری بستی و قوم نیست و نابود ہوگئی۔

قرآنِ حکیم میں یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ:

"آج تم شب و روز اُن کے اُجڑے دیار سے گزرتے ہو، کیا تم کو عقل نہیں آتی!"

(۱۳۸-۱۳۷ : ۳۷)

قصہ حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیب علیہ السلام مدین کی طرف بھیجے گئے۔ خدا کے پیغمبر تھے۔ قومِ مدین میں زیادہ تر تجارت پیشہ لوگ تھے۔ وہ لوگ جس بستی میں آباد تھے اس کے اطراف گھنے جنگلات تھے۔ حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم سے کہا:

"اللہ کی بندگی کرو اور روزِ آخر کے اُمیدوار رہو اور زمین میں مفسد بن کر

زیادتیاں نہ کرتے پھرو۔" (۲۶ : ۳۶)

ان کی اس دعوت کو ماننے کے بجائے لوگوں نے الزام لگایا کہ تم جھوٹے ہو۔ حضرت شعیبؑ نے کہا کہ خدا سے ڈرو جس نے انھیں اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے اور کہا کہ ناپ تول اور تجارت میں دھوکہ دہی اور بے ایمانی کی روش کو ترک کرو۔

"اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ پیمانہ ٹھیک بھرو اور کسی کو گھاٹا نہ دو۔ صحیح ترازو سے تولو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو۔ زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔" (۱۸۳-۱۸۱-۱۷۹ : ۲۶)

لوگوں نے انھیں دھمکیاں دیں اور انھیں ایک سحر زدہ آدمی قرار دیا اور کہا:

"کیا تیری نماز تجھے یہ سکھاتی ہے کہ ہم ان سارے معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے باپ دادا کرتے تھے۔ یا یہ کہ ہم کو اپنے مال میں اپنے منشا کے مطابق تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو۔ بس تو ہی ایک عالی ظرف اور راست باز آدمی رہ گیا ہے۔" (۱۱ : ۸۷)

قوم نے حضرت شعیبؑ سے کہا کہ اپنے اس نئے خیال سے باز آجاؤ اور جیسا ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں ویسا ہی کرو۔ قوم مدین حضرت شعیبؑ کی شرافت کی قائل تھی۔ حضرت شعیبؑ نے کہا کہ وہ نہیں چاہتے کہ تم سے (قوم مدین سے) مقابلہ آرائی کریں۔ لیکن انھوں نے وہ نہیں کیا جو لوگوں نے اُن سے چاہا تھا۔ حضرت شعیبؑ نے کہا:

"میں تو اصلاح کرنا چاہتا ہوں جہاں تک بھی میرا بس چلے اور یہ جو کچھ میں کرنا چاہتا ہوں اس کا سارا انحصار اللہ کی توفیق پر ہے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اے برادرانِ قوم میرے خلاف تمھاری ہٹ دھرمی کہیں یہ نوبت نہ پہنچادے کہ آخرکار تم پر بھی وہی عذاب آکر رہے جو نوحؑ یا ہودؑ یا صالحؑ کی قوم پر آیا تھا اور لوطؑ کی قوم تو تم سے کچھ زیادہ دور بھی نہیں ہے۔" (۱۱ : ۸۹)

اس درخواست کا قوم مدین پر کچھ اثر نہیں ہوا اور وہ لوگ کہنے لگے:

"تو ہمارے درمیان ایک بے زور آدمی ہے تیری برادری نہ ہوتی تو ہم کبھی کا تجھے سنگسار کر چکے ہوتے۔" (۱۱ : ۹۱)

حضرت شعیبؑ نے انھیں واضح کر دیا کہ

"اے میری قوم کے لوگو تم اپنے طریقہ پر کام کیے جاؤ اور میں اپنے طریقہ پر کرتا رہوں گا، جلدی ہی تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر ذلت کا عذاب آتا ہے اور کون جھوٹا ہے۔" (۱۱ : ۹۳)

اس قوم کے سرداروں نے حضرت شعیبؑ کو دھمکی دی کہ :

"ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے۔" (۷ : ۸۸)

حضرت شعیبؑ نے کہا ہر چیز اللہ کے قبضہ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس پر قوم کے لوگوں نے ان کا مذاق اڑایا اور کہا :

"اگر تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دے۔" (۲۶ : ۱۸۷)

حضرت شعیبؑ نے کہا کہ :

"تم بھی انتظار کرو اور میں بھی تمھارے ساتھ چشم براہ ہوں۔" (۱۱ : ۹۳)

اس کے بعد حضرت شعیبؑ نے اپنے پیروؤں کے ساتھ وہ بستی چھوڑ دی۔ ایک رات ایک دھماکہ نے بستی کو الٹ پلٹ کر دیا اور دوسری صبح بستی ایسی لگنے لگی کہ جیسے پہلے کوئی بسا ہی نہ ہو۔

قصہ حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسفؑ حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹوں میں سے ایک تھے۔ حضرت یوسفؑ نے ایک دن اپنے والد حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ انھوں نے خواب میں گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو انھیں سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ حضرت یعقوبؑ سمجھ گئے کہ حضرت یوسفؑ پر خدا مہربان ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کیونکہ وہ بہت شریف اور رحم دل ہیں۔ اپنے سبھی بھائیوں میں لائق و فائق ہونے کی وجہ

سے اور ان کے رتبہ کو جانتے ہوئے حضرت یعقوبؑ بھی حضرت یوسفؑ کے تعلق سے بہت محتاط ہو گئے اور حضرت یوسف سے کہا کہ وہ اس خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کریں جو ان سے جلتے ہیں اور انھیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ انھوں نے حضرت یوسفؑ سے کہا،

"ایسا ہی ہوگا جیسا کہ تو نے خواب میں دیکھا ہے، تیرا رب تجھے اپنے کام کے لیے منتخب کرے گا اور تجھے باتوں کی تہہ تک پہنچنا سکھائے گا اور تیرے اوپر اور آلِ یعقوب پر اپنی نعمت اسی طرح پوری کرے گا جس طرح اس سے پہلے وہ تیرے بزرگوں ابراہیم اور اسحاقؑ پر کر چکا ہے۔ یقیناً تیرا رب علیم اور حکیم ہے۔"

(۱۲ : ۶)

حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے یہ دیکھ کر ان کے دوسرے بیٹے حضرت یوسفؑ سے حسد کرتے تھے اور ان کو نقصان پہنچانے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ وہ یا تو حضرت یوسفؑ کو قتل کر دیں گے یا دور دراز جگہ پر لے جا کر چھوڑ دیں گے تاکہ حضرت یعقوبؑ ان لوگوں سے لگاؤ بڑھائیں۔ ان میں سے ایک بھائی نے کہا کہ ہم حضرت یوسفؑ کو قتل نہیں کریں گے بلکہ اس نے یہ مشورہ دیا کہ ہم انھیں کسی کنویں میں ڈال دیں گے اور پھر کوئی قافلہ انھیں اپنے ساتھ کسی دور دراز مقام پر لے جائے گا۔ اس پر سبھی بھائی تیار ہو گئے۔ انھوں نے حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ وہ حضرت یوسفؑ کو بھی ان کے ساتھ کھیلنے کے لیے بھیجیں۔ انھوں نے یقین دلایا کہ وہ اُن کا خیال رکھیں گے اور بحفاظت واپس لے آئیں گے۔ اُن کی اس بات سے حضرت یعقوب مطمئن نہیں ہوئے اور کہا کہ مجھے خدشہ ہے کہ تم ان کا خیال نہیں رکھ سکو گے اور کوئی جنگلی بھیڑیا حضرت یوسفؑ کو ہلاک نہ کر دے۔ لیکن سبھی بھائیوں نے حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ آپ پریشان مت ہوں۔ وہ گیارہ ہیں جو ان کے محافظ رہیں گے اور اگر بھیڑیا آ بھی جائے تو ہم اس کا مقابلہ کریں گے اور ہمیں ہلاک کرنے کے بعد ہی وہ حضرت یوسفؑ کو نقصان پہنچا سکے گا۔

اور پھر وہ حضرت یوسفؑ کو اپنے ساتھ لے کر گھر سے نکل پڑے اور کافی

دور آنے کے بعد ایک کنویں میں اُنھیں دھکیل دیا اور روتے ہوئے واپس آئے اور حضرت یعقوبؑ سے چلا کر بین کرنے لگے اور کہا کہ جب وہ دور تھے تو ایک بھیڑیا آیا اور حضرت یوسفؑ کو بے دبوچا اور ہم نے انھیں بہت تلاش کیا لیکن ناکام ہوئے اہم بس ان کا خون آلود کرتا پا سکے۔ یہ کرتا جب انھوں نے حضرت یعقوبؑ کو دیا تو انھوں نے اس پر یقین نہیں کیا اور ان کے بیان پر بھی بھروسا نہیں کیا مایوسی کے عالم میں بھی وہ اللہ تعالیٰ سے پُر اُمید تھے اور اُنھیں یقین تھا کہ حضرت یوسفؑ کو کچھ نہیں ہوا اور وہ خیریت سے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کرنے والا ہے۔

اسی دوران ایک قافلہ کا گزر اس کنویں کے پاس سے ہوا جب قافلہ کے لوگوں نے اس علاقہ میں پڑاؤ ڈالا اور پانی لینے کے لیے کنویں میں ایک شخص نے ڈول ڈالا اور پانی لینے لگا تو دیکھا کہ ایک بہت ہی خوبصورت بچہ کنویں سے باہر آنے کی جدوجہد کر رہا ہے۔ اس شخص نے حضرت یوسفؑ کو کنویں سے باہر نکالا انھیں اپنے ساتھ اپنے سامان میں چھپا لیا اور جب وہ مصر پہنچا تو اس نے حضرت یوسفؑ کو چند درہم کے عوض مصر کے ایک شخص کو جو کہ بادشاہ کے دربار میں اعلا عہدہ پر فائز تھا بیچ دیا۔ وہ حضرت یوسفؑ کو اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی زلیخا سے کہا (زلیخا بہت ہی خوبصورت اور جاذب تھی) کہ وہ حضرت یوسفؑ کا اچھا خیال رکھا کریں۔ چوں کہ ان کو کوئی اولاد نہیں تھی، اس نے کہا کہ ہم حضرت یوسفؑ کو گود لے لیں گے۔ اور پھر ان کی پرورش اچھی طرح سے ہونے لگی۔ اُن کو دنیا کے معاملات کی بہترین تربیت دی گئی۔ خدا تعالیٰ کو کچھ اور ہی مقصود تھا جس کا علم کسی کو نہ تھا حضرت یوسفؑ کو دین و دنیا کی عقل و فہم و فراست کی تربیت دراصل اُنھیں خدا کے پیغمبر بنانے کے لیے تھی۔

زلیخا حضرت یوسفؑ کی طرف دل کی گہرائی سے راغب ہو گئی لیکن حضرت یوسفؑ نے فاصلہ برابر قائم رکھا اور کسی بھی وقت کوئی ہمت افزا ردِعمل ظاہر نہیں کیا۔ ایک وقت زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو اپنے کمرے میں بلایا جب کہ اس کا شوہر گھر سے باہر تھا۔ جیسے ہی حضرت یوسفؑ کمرے میں داخل ہوئے

اس نے دروازہ مقفل کر دیا اور کہا "اب آؤ میرے پاس میرے عزیز" اس پہل پر وہ پیچھے ہٹ گئے اور کہا "خدا معاف فرمانے والا ہے میرے مالک بہت فیاض ہیں اور میں ان سے دغابازی نہیں کر سکتا۔ جو گناہ کرتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتے"۔ اتنا کہہ کر وہ دروازہ کی طرف لپکے اور دروازہ کھولنے کی کوشش کرنے لگے۔ زلیخا نے انھیں پکڑنے کی کوشش کی اور اس کش مکش میں ان کے دامن کا پچھلا حصہ پھٹ گیا۔ حضرت یوسفؑ کسی طرح دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے اور جیسے ہی زلیخا نے دیکھا کہ اس کا شوہر باہر کھڑا ہے وہ چیخی۔

"کیا سزا ہے اس شخص کی جو تیری گھر والی پر نیت خراب کرے؟
اس کے سوا اور کیا سزا ہو سکتی ہے کہ وہ قید کیا جائے یا اُسے سخت عذاب دیا جائے؟"

(۱۲ : ۲۸)

حضرت یوسفؑ نے اس الزام کی تردید کی اور کہا کہ زلیخا نے انھیں اغوا کیا۔ ایک نامور عورت کو بلایا گیا کہ وہ اس مسئلہ کو حل کرے۔ اس نے کہا کہ اگر حضرت یوسفؑ کا کُرتا آگے سے پھٹا ہو تو وہ قصور وار ہیں اور اگر پیچھے سے پھٹا ہو تو زلیخا جواب دہ ہے۔ زلیخا کے شوہر نے دیکھا کہ کُرتا پیچھے سے پھٹا ہوا ہے اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم غلطی پر ہو اور کہا کہ وہ حضرت یوسفؑ سے معافی مانگے کیوں کہ حضرت یوسفؑ نہیں بلکہ وہ خود گناہ کی طرف راغب تھیں۔

اس واقعہ کی خبر جنگل کی آگ کی طرح سارے شہر میں پھیل گئی اور خاص کر عورتیں زلیخا کے تعلق سے باتیں کرنے لگیں کہ وہ کس طرح گمراہ ہو گئی ہے اور جب زلیخا نے لوگوں کی باتوں کے متعلق سُنا تو غصہ میں آکر اس نے سبھی معزز عورتوں کو محل میں ضیافت کے لیے دعوت دی اور جب سبھی عورتیں کھانے کے لیے بیٹھیں تو اس نے ہر ایک کے ہاتھ ایک ایک چھری تھما دی اور حضرت یوسفؑ کو بلایا کہ سب کے سامنے آئے۔ جیسے ہی حضرت یوسفؑ آئے ان کی خوبصورتی کو دیکھ کر سب کے ہوش اُڑ گئے اور کسی کی نظریں ان کے چہرے سے نہیں ہٹیں اور اُن ہی کی چھریوں سے جو ان کے ہاتھ میں تھیں اُن کی انگلیاں کٹ گئیں۔ وہ عورتیں قائل ہو گئیں

اور اقرار کیا کہ :

"ماشاء اللہ یہ شخص انسان نہیں ہے یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔" (۱۲ : ۳۱)

زلیخا نے کہا:

"یہ وہ شخص ہے جس کے معاملہ میں تم مجھ پر باتیں بناتی تھیں۔ بے شک میں نے اُسے رجھانے کی کوشش کی تھی مگر یہ بچ نکلا۔ اگر یہ میرا کہنا نہ مانے گا تو قید کیا جائے گا اور بہت ذلیل وخوار ہو گا۔" (۱۲ : ۳۲)

حضرت یوسفؑ نے خدا سے دُعا کی :

"اے میرے رب! قید مجھے منظور ہے بہ نسبت اس کے کہ میں وہ کام کروں جو یہ لوگ مجھ سے چاہتے ہیں۔ اگر تو نے ان کی چالوں کو مجھ سے دفع نہ کیا تو میں ان کے دام میں پھنس جاؤں گا اور جاہلوں میں شامل رہوں گا۔" (۱۲ : ۳۳)

اپنی بیوی کے کہنے پر مالک نے حضرت یوسفؑ کو جیل میں ڈال دیا کیونکہ وہ اپنی بیوی کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ قید میں ان کے ساتھ دو اور نوجوان بھی تھے جو کہ ان کے دوست بن گئے۔ ایک روز ان میں سے ایک نوجوان نے کہا کہ اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ انگور پیس کر شراب بنا رہا ہے۔ دوسرے قیدی نے اپنا خواب سنایا کہ وہ اپنے سر پر رکھ کر روٹیاں لے جا رہا ہے اور اس کے سر پر پرندوں کا جھنڈ چونچیں مار رہا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے ان کے خوابوں کی تعبیر بتلائی کہ پہلے خواب والا شخص اپنے مالک کے لیے شراب بھرے گا (ساقی) اور دوسرا شخص نان بائی جس کے سر پر پرندے چونچیں ماریں گے۔

حضرت یوسفؑ نے پہلے قیدی سے جو دربار میں ساقی ہونے والا تھا کہا کہ تم جب دربار میں ملازمت پر جاؤ گے تو مجھے بھول نہیں جانا۔ لیکن رہائی کے بعد جب وہ دربار میں ساقی بن گیا تو وہ حضرت یوسفؑ کے بارے میں بادشاہ سے ذکر کرنا بھول گیا اور حضرت یوسفؑ جیل میں حسرت و یاس میں رہنے لگے۔ ایک روز بادشاہ نے اپنے مشیروں سے کہا کہ اس نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ سات دُبلی گائیں سات موٹی گائیں کھا گئیں اور اس نے دیکھا کہ سات بالی ہری اور سات بالی سوکھی ہوئی ہیں۔ اس نے مشیروں سے کہا کہ وہ اس خواب کی تعبیر بتائیں۔ اس

پر سبھی نے کہا کہ ہم نہیں جانتے اس کی تعبیر کیا ہے۔ اس پر وہاں موجود ساقی نے اپنے رفیق قیدی حضرت یوسفؑ کے بارے میں کہا کہ انھیں اس معاملہ میں قدرت حاصل ہے۔ وہ رفیق قیدی حضرت یوسفؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور خواب کی تعبیر دریافت کی تو حضرت یوسفؑ نے اس کو خواب کی تعبیر بتادی۔ پھر وہ بادشاہ کے پاس پہنچا اور پورا واقعہ بتایا تو بادشاہ نے ساقی کو یہ پیغام دے کر جیل بھیجا کہ حضرت یوسفؑ کو رہا کیا جائے اور ساقی سے کہا کہ وہ انھیں یہاں لے آئے۔ حضرت یوسفؑ نے بادشاہ کے سامنے جانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک کہ ان پر لگائے گئے الزام (کہ انھوں نے زلیخا کو ورغلایا) کی تحقیقات نہیں کرائی جائے گی وہ دربار میں حاضر نہیں ہوں گے۔ بادشاہ اس پر راضی ہوگیا اور تحقیقات کا حکم صادر کیا جس میں الزامات بے بنیاد ثابت ہوئے اور زلیخا نے قبول کیا کہ حضرت یوسفؑ بے قصور ہیں اور اسی نے اُن کو ورغلانے کی کوشش کی تھی بادشاہ نے حضرت یوسفؑ کو انعام سے نوازا۔ حضرت یوسفؑ خوش تھے کہ ان کی بے گناہی ثابت ہوگئی اور اب ہر کوئی جان گیا کہ انھوں نے اپنے مالک سے غداری نہیں کی انھوں نے لوگوں کو خبردار کیا اور کہا کہ "میں اپنے آپ کی تعریف نہیں کروں گا کہ میں بے قصور رہا، کوئی بھی آدمی بہکاوے میں آکر گناہ کر سکتا ہے۔ یہ خدا کی مرضی تھی کہ میں نے اس کو برداشت کرلیا اور گنہگار نہیں رہا۔ حضرت یوسف نے کہا کہ خدا ان پر بہت مہربان رہا ہے۔ پھر حضرت یوسفؑ بادشاہ کے سامنے حاضر ہوئے جو کہ ان کی ایمان داری اور اخلاص سے بہت متاثر ہوا اور اعلان کیا کہ وہ اس کے خاص وزیروں میں سے ایک ہوں گے۔ حضرت یوسفؑ نے بادشاہ سے کہا کہ وہ انھیں شاہی گودام کا مکمل اختیارات دے دے تاکہ وہ لوگوں کی ضروریات کا خیال رکھ سکیں اور یہ خبر دور دراز تک ہر خاص و عام کو معلوم ہوگئی اور لوگ ان کے پاس اناج کی ضروریات کے لیے آنے لگے۔ ان کے بھائی بھی ان لوگوں میں شامل تھے جو اناج لینے کے لیے حضرت یوسفؑ کے پاس آئے انھوں نے حضرت یوسفؑ کو پہچانا نہیں لیکن حضرت یوسفؑ نے انھیں پہچان لیا اور کہا کہ وہ ان کے چھوٹے بھائی بن یمین کو ساتھ لے آئیں جو کہ حضرت یوسفؑ کے حقیقی بھائی تھے

انھوں نے کہا اب وہ انھیں پوری ضرورت کی چیزیں دیں گے اور یہ بھی واضح کر دیا کہ اگر وہ بھائی کو نہیں لائیں گے تو اناج وغیرہ نہیں دیا جائے گا۔ انھوں نے حضرت یوسفؑ سے وعدہ کیا کہ وہ اپنے بھائی بن یمین کو لے آئیں گے۔ اس تلقین پر حضرت یوسفؑ نے ان کا پیسا بطور ضمانت رکھ لیا تاکہ آیندہ انھیں اناج دے سکیں۔ سبھی بھائی گھر واپس آ گئے اور اپنے والد کو پوری روداد سنائی۔ انھوں نے اپنے والد حضرت یعقوبؑ سے التجا کرنا شروع کی کہ وہ اب کی بار ان کے ساتھ بن یمین کو بھیجیں نہیں تو وہ سب بھوکے مر جائیں گے۔ انھوں نے قسم کھائی کہ وہ بن یمین کا خیال رکھیں گے۔

حضرت یعقوب نے ان کی اس قسم کو نہیں مانا اور کہا کہ میں تم پر کیسے یقین اور بھروسہ کروں جب کہ تم نے اس کے بھائی حضرت یوسفؑ کے ساتھ کیا کیا۔ سبھی بھائی اصرار اور التجا کرنے لگے کہ وہ بن یمین کو ان کے ساتھ بھیجیں تاکہ وہ زائد غلہ حاصل کر سکے جو کہ ان کے گزارے کے لیے ضروری ہے۔ حضرت یعقوبؑ ہچکچاتے ہوئے انھیں ساتھ لے جانے کی اجازت دی وہ ایک شرط پر کہ وہ خدا کی قسم کھائیں کہ بن یمین کو بخیر و خوبی واپس لے آئیں گے تاوقتیکہ کہ ہر یا عذاب بھی کو ختم نہ کر دے۔ سبھی بھائیوں نے فوراً عہد کر لیا اور قسم کھائی۔ حضرت یعقوبؑ نے انھیں ہدایت دی کہ وہ شہر میں ایک دروازہ سے داخل نہ ہوں بلکہ ہر کوئی الگ الگ دروازے سے داخل ہو۔ انھوں نے ویسا ہی کیا ہر کوئی الگ دروازے سے شہر میں داخل ہوا اور سیدھا حضرت یوسفؑ کے پاس پہنچا۔

حضرت یوسفؑ اپنے چھوٹے بھائی بن یمین کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے انھیں اپنے پاس بلوایا اور کہا کہ وہ ان کے وہی بھائی ہیں جو گم ہو گئے تھے جو کہ بن یمین کے حقیقی بھائی ہیں اور بقیہ سب سوتیلے بھائی ہیں۔ انھوں نے بن یمین سے کہا کہ وہ جان بوجھ کر بادشاہ کا پیالہ ان کے شتر کے بوجھ میں ڈال دیں گے تاکہ بن یمین اپنے بھائی کے پاس رہ سکیں اور پھر حضرت یوسفؑ نے خادموں سے کہا کہ ہر کسی کے سامان کی تلاشی لی جائے چوں کہ بادشاہ کا قیمتی پیالہ گم ہو گیا ہے اور اس پانے والے کو انعام کا بھی اعلان کر دیا گیا جو بھی اس پیالہ کو واپس

لائے گا اسے ایک اونٹ برابر اناج دیا جائے گا۔ اس پر سبھی بھائیوں کی بھی تلاشی ہوئی وہ لوگ پریشان ہونے لگے اور کہنے لگے کہ وہ چور نہیں ہیں اور نہ وہ کوئی غلط ارادہ سے آئے ہیں۔ وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ جو بھی خاطی ہوگا اسے سخت سزا دی جائے۔ ان سبھی کی تلاشی لی گئی اور بن یمین کے شتر سے وہ پیالہ دستیاب ہوا۔ اس پر سبھی بھائیوں نے وزیر (حضرت یوسفؑ) سے کہا کہ ہمیں حیرت نہیں ہوئی کیونکہ اس کا بھائی یوسف بھی چور تھا۔ انھیں یہ خبر نہیں تھی کہ وہ جن سے مخاطب ہیں ان ہی کی برائی کر رہے ہیں یعنی حضرت یوسف کی۔ سبھی بھائی اس چوری کے واقعہ سے پریشان تھے کہ اب وہ اپنے والد کو کیا منھ دکھائیں گے۔ انھوں نے ان سے قسم لی تھی کہ وہ ہر حال میں بن یمین کو واپس لے آئیں گے۔ انھوں نے التجا کی کہ بن یمین کو رہا کر دیا جائے۔

"اے سردار ذی اقتدار اس کا باپ بہت بوڑھا آدمی ہے اس کی جگہ آپ ہم میں سے کسی کو رکھ لیجیے ہم آپ کو بڑا ہی نیک انسان پاتے ہیں۔"

(۱۲ : ۷۸)

حضرت یوسفؑ نے انکار کر دیا اور کہا:

"پناہ بخدا، دوسرے کسی شخص کو ہم کیسے رکھ سکتے ہیں؟ جس کے پاس ہم نے اپنا مال پایا ہے اس کو چھوڑ کر دوسرے کو رکھیں گے تو ہم ظالم ہوں گے۔"

(۱۲ : ۷۹)

سبھی بھائی اناج لے کر گھر واپس لوٹے لیکن بن یمین ان کے ساتھ نہیں تھے۔ انھوں نے اپنے والد حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ ان کے چھوٹے بھائی بن یمین نے چوری کی۔ اس پر حضرت یعقوبؑ کو یقین نہیں آیا اور انھوں نے ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ تمہارے دل میں گناہ اور برائی ہے اور یہ ساری پریشانی اسی وجہ سے ہے اب بھی انھوں نے ایسا ہی کیا بن یمین کے ساتھ جیسا کہ پہلے حضرت یوسفؑ کے ساتھ کیا تھا۔ حضرت یعقوب نے ان سبھی کی کوتاہیوں پر سرزنش کی اور کہا کہ وہ اس سانحہ کو بھی خدا کی مرضی سے صبر کر لیں گے اور انھیں خدا کی ذات پر پورا یقین تھا کہ وہ ان کے دونوں بیٹوں کو پھر سے ملا دے گا اور سبھی

خاندان کے لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں گے۔ دن رات آنسو بہانے سے ان کی بینائی جاتی رہی۔ انھوں نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تمھیں خبر نہیں ہے کہ خدا نے حضرت یوسفؑ کو کن صلاحیتوں اور علم سے نوازا۔ حضرت یعقوبؑ نے کہا جاؤ اور حضرت یوسفؑ اور بن یمین کو تلاش کرو۔ خدا کی پناہ میں وہ محفوظ ہیں۔

پھر سبھی بھائی واپس شہر میں آئے اور انھوں نے بادشاہ کے وزیر سے اپنے باپ کی صحت کے بارے میں بتایا کہ وہ اپنے بیٹوں کے غم میں بہت نڈھال ہیں اور دن رات آنسو بہانے سے ان کی بینائی جاتی رہی ہے۔

تب حضرت یوسفؑ نے اپنی شناخت کروائی اور بن یمین کو اپنے پاس رکھنے کی وجہ بھی بتلائی۔ سبھی بھائی اپنے پچھلے برتاؤ پر شرمندہ ہوئے اور حضرت یوسفؑ سے معافی مانگنے لگے۔ اس پر حضرت یوسفؑ نے انھیں گلے سے لگایا اور کہا۔

"آج تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تمھیں معاف کرے، وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔" (۱۲ : ۹۲)

حضرت یوسفؑ نے ان سے کہا کہ وہ اپنے والد کے بارے میں پریشان مت ہوں۔ "میرا یہ کرتا لے جاؤ اور ان کی آنکھوں پر رکھو ان کی بینائی لوٹ آئے گی۔" اور پھر تم سبھی ماں باپ کے ساتھ میرے پاس واپس آؤ اور پھر سے ہم لوگ یکجا رہیں گے۔

سبھی بھائی واپس گھر گئے اور پھر سے ماں باپ کے ساتھ مصر واپس آئے جہاں حضرت یوسفؑ بغل گیر ہوئے اور خوش آمدید کہا۔ انھوں نے کہا کہ اب وہ ان کے ساتھ چین و سکون سے رہیں۔ اپنے والد و والدہ کو وہ تخت شاہی پر لے آئے اور پھر سبھی خدا کے حضور سجدہ میں گر گئے۔ حضرت یوسفؑ نے اپنے والد کو اس خواب کی تعبیر کے بارے میں یاد دلایا جو انھوں نے کافی عرصہ پہلے دیکھا تھا اور کس طرح سے یہ خواب پورا ہوا اور پھر حضرت یوسفؑ نے ہاتھ اٹھا کر خدا سے دعا مانگی کہ خدا تو نے مجھے اقتدار دیا اور مجھے تعبیر کا علم سکھایا۔ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو میری رہنمائی فرما اور مجھے نیک راستے پر چلا اور

مجھے سکون کی موت آئے اور میں نیک بندوں میں رہوں۔ وہ اس بات سے باخبر تھے کہ ان کی زندگی میں جو واقعات سے وہ گزر رہے ہیں وہ دراصل خدا کی مرضی ہے اور خدا کے منصوبوں کا ایک حصہ ہے۔ انھوں نے اپنے والد سے کہا،

"یہ تعبیر ہے میرے اس خواب کی جو میں نے پہلے دیکھا تھا، میرے رب نے اسے حقیقت بنا دیا۔ اس کا احسان ہے کہ مجھے قید خانے سے نکالا اور آپ لوگوں کو صحرا سے لاکر مجھ سے ملایا حالانکہ شیطان میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال چکا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ میرا رب غیر محسوس تدبیروں سے اپنی مشیت پوری کرتا ہے۔ بے شک وہ علیم اور حکیم ہے۔"

(۱۲ : ۱۰۰)

قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت یوسفؑ کے تقریباً سو سال بعد مصر کے حکمرانوں نے ایک حکم نامہ جاری کیا کہ اسرائیل والدین کو اگر لڑکا پیدا ہوگا تو اُسے ختم کر دیا جائے۔ لڑکیوں کو اس حکم سے مستثنیٰ رکھا گیا تاکہ وہ قوم مصر اور فرعون کے ساتھیوں کی خدمت کریں۔ یہ حکم بنی اسرائیل پر قہر بن کر نازل ہوا۔ اس اذیت ناک دور میں حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کو حکم الٰہی ہوا کہ اس بچے کو ندی میں نہ ڈالا جائے بلکہ دودھ پلایا جائے تاوقتیکہ انھیں یہ محسوس ہو کہ ان کی جان پر آفت آگئی ہے۔ تقریباً تین مہینے تک حضرت موسیٰؑ کی پرورش ان کی والدہ نے کی اور پھر اس کے بعد ان کی والدہ نے حضرت موسیٰؑ کو ایک صندوق میں رکھ کر ندی میں بہا دیا۔ خدا نے حضرت موسیٰؑ کی والدہ سے وعدہ کیا کہ ان کا لڑکا سلامت رہے گا اور وہ بحفاظت انھیں مل جائے گا، اور وہ اللہ کے نبیوں میں سے ایک نبی ہوگا۔ صندوق دریائے نیل میں بہتے ہوئے بادشاہ فرعون کے محل کے قریب کنارے سے آلگا۔ فرعون کا ایک غلام اس راستے سے گزر رہا تھا اس نے وہ صندوق اُٹھایا اور بچہ کو ملکہ کے پاس لے گیا۔ فرعون کو اس کی

اطلاع ہوگئی۔ اس نے حکم دیا کہ بچے کو ختم کر دیا جائے لیکن ملکہ جو کہ لاولد تھی بچے کی طرف راغب ہوگئی اور کہا کہ خدا نے اس بچے کو بہت خوبصورت بنایا ہے اور سنبھالنے والا اس سے پیار کرتا رہے گا۔ ملکہ نے فرعون سے درخواست کی کہ اس بچے کو معاف کر دیں، ہم اسے گود لے لیتے ہیں اور ہم اس کی پرورش اسی محل میں کریں گے اور کسی کو خبر بھی نہ ہوگی کہ یہ اسرائیلی ہے۔ یہ ہم میں سے ہی ہوگا اور درحقیقت ہماری طرف اسرائیلیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے کارآمد ثابت ہوگا۔ فرعون راضی ہوگیا اور اجازت دے دی۔ ملکہ بچے کی پرورش ایسی کرنے لگی جیسے کوئی اپنی اولاد کی پرورش کرتا ہے لیکن بچہ بے چین ہی رہا اور چیخنے اور رونے لگا اور کسی دایا کا دودھ نہ پیا۔

حضرت موسیٰؑ کی والدہ نے اپنی دس سالہ بیٹی سے کہا کہ وہ اپنے بھائی کو دیکھے کہ وہ صندوق کدھر پہنچا ہے۔ کمسن لڑکی نے ویسا ہی کیا جیسا کہ والدہ نے کہا تھا۔ وہ محل کے اندر داخل ہوئی اور کسی طرح ملکہ کے قریب پہنچ کر ملکہ کا اعتماد حاصل کر لیا۔ بچہ بھوک سے کمزور ہونے لگا۔ لڑکی نے ملکہ سے کہا کہ وہ ایک دودھ پلانے والی عورت کو جانتی ہے شاید وہ پیار و محبت سے دودھ پلائے اور بچے کی پرورش کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "ہم نے موسیٰؑ کو پھر سے اس کی ماں کو دے دیا تاکہ وہ اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھ سکے اور کوئی غم نہ کرے اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔"

پھر حضرت موسیٰؑ کی فرعون کے گھر میں ملکہ کی زیر نگرانی بہترین طریقہ پر پرورش ہونے لگی۔ یہیں پر وہ جوان ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں علم عطا کیا۔ ایک دفعہ وہ شہر میں گھومنے نکلے تو دیکھا کہ دو لوگ لڑ رہے ہیں ایک اسرائیلی اور دوسرا دشمن قوم کا۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰؑ سے مدد مانگی۔ حضرت موسیٰؑ اس کی مدد کو گئے اور دوسرے آدمی کو دھکا دیا اس پر وہ وہیں ختم ہوگیا۔ اس قتل پر حضرت موسیٰؑ بہت نادم ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے معافی کی درخواست کرنے لگے اور کہا کہ میں اب کبھی گناہ کرنے والے کی مدد کو نہیں آؤں گا۔ دوسری صبح وہ شخص جس کی حضرت موسیٰؑ نے مدد کی تھی پھر سے ان کو مدد کے لیے پکارا۔ حضرت موسیٰؑ سمجھ گئے

کہ یہ ظالم آدمی ہے وہ اس پر ہی ہاتھ چلانے کے لیے گئے۔ اس شخص نے چلا کر کہا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو جس طرح تم نے کل اس آدمی کو کیا۔ کیا تم اس ملک میں جبار بن کر رہنا چاہتے ہو۔ حضرت موسیٰؑ نے خدا سے دُعا کی "اے میرے رب مجھے اس طرح کے لوگوں سے بچا جو گناہ کرتے ہیں" اتنے میں ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ سرداران فرعون تمھیں پھانسی پر لٹکانے کے لیے مشورہ کر رہے ہیں۔ تم یہاں سے بھاگ نکلو۔

حضرت موسیٰ مصر کو چھوڑ کر مدین کی طرف چل پڑے اور دُعا کرنے لگے کہ پروردگار عالم ان کی رہنمائی فرمائے اور انھیں نیک راستے پر چلائے۔ مدین پہنچے پر دیکھا کہ لوگ کنویں سے اپنے جانوروں کے لیے پانی لے رہے ہیں اور قریب ہی دو عورتیں اپنے جانوروں کو روک رہی ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے اُن سے پوچھا کہ تم لوگ کیوں انتظار کر رہے ہو۔ انھوں نے جواب دیا۔ ہماری یہ بدنصیبی ہے کہ جب تک چرواہے اپنے جانوروں کا پانی پلا رہے ہیں ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتے ہمارے والد بہت ضعیف ہیں اور وہ جانوروں کو پانی پلانے آنہیں سکتے۔ حضرت موسیٰؑ نے دونوں کے جانوروں کے لیے کنویں سے پانی نکال کر دیا۔ جس پر وہ دونوں خواتین ان کے شکر گزار ہوئے۔ ان میں سے ایک نے گھر جا کر اپنے والد سے حضرت موسیٰؑ کے بارے میں بتایا۔ اس پر اس خاتون کے والد نے کہا حضرت موسیٰؑ کو لے آؤ تا کہ وہ اس کام کے عوض انھیں کچھ اجرت دے۔ حضرت موسیٰؑ نے ان ضعیف بزرگ کو بتایا کہ وہ کن حالات میں مصر چھوڑ کر یہاں آئے ہیں۔

ضعیف بزرگ نے کہا، تم گھبراؤ نہیں، یہ اچھا ہوا کہ تم ان ظالم لوگوں کے درمیان سے چلے آئے۔ وہ حضرت موسیٰؑ سے بہت متاثر ہوئے اور اپنی ایک لڑکی کی شادی حضرت موسیٰؑ سے کرنے پر راضی ہوئے لیکن ایک شرط رکھی کہ حضرت موسیٰؑ آٹھ سال یا اس سے زائد یہاں بسر رہیں۔ اس پر حضرت موسیٰؑ رضامند ہو گئے اور مدین میں زندگی گزارنے لگے۔

آٹھ سال بعد حضرت موسیٰؑ نے اہل وعیال کے ساتھ مدین کو چھوڑ دیا۔ دوران سفر انھوں نے دیکھا کہ ایک آگ کوہ طور کی جانب ہے۔ انھوں نے اہل وعیال کو

وہیں قیام کرنے کو کہا اور خود اس آگ کی طرف دوڑے تاکہ معلوم کر سکیں کہ اطراف و اکناف میں کیا ہے اور کم از کم انگارے آئیں تاکہ اہل و عیال کو گرمی پہنچا سکیں۔ جب حضرت موسیٰؑ اس جگہ پر پہنچے تو وادی کے داہنے کنارے پر مبارک خطے میں ایک درخت سے پکارا گیا۔

"اے موسیٰؑ میں ہی تیرا رب ہوں، جوتیاں اتار دے۔"

پوچھا گیا "یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟"

حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا "یہ میری لاٹھی ہے اس پر ٹیک لگا کر چلتا ہوں، اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور بھی بہت سے کام ہیں جو اس سے لیتا ہوں۔"

فرمایا اللہ تعالیٰ نے "پھینک دے اس کو موسیٰؑ۔"

(۱۹ : ۲۰)

انھوں نے اس حکم پر لاٹھی پھینک دی جو سانپ بن کر دوڑ رہی تھی پھر حکم ہوا۔

"پکڑ لے اس کو اور ڈر نہیں، ہم اسے پھر ویسا ہی کر دیں گے جیسی یہ تھی۔"

(۲۱ : ۲۰)

انھوں نے ویسا ہی کیا جیسا حکم ہوا تھا۔ پھر فرمایا رب نے کہ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دبا چمکتا ہوا نکلے گا بغیر کسی تکلیف کے یہ دوسری نشانی ہے اس لیے کہ ہم تجھے اپنی بڑی نشانیاں دکھانے والے ہیں، اب تو فرعون کے پاس جا وہ سرکش ہو گیا ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے خدا سے دعا کی۔

"پروردگار! میرا سینہ کھول دے اور میرے کام کو میرے لیے آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ سلجھا دے تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے لیے اپنے کنبے سے ایک وزیر مقرر کر دے۔ ہارون جو میرا بھائی ہے اس کے ذریعے سے میرا ہاتھ مضبوط کر اور اس کو میرے کام میں شریک کر دے تاکہ ہم خوب تیری پاکی بیان کریں اور خوب تیرا چرچا کریں تو ہمیشہ ہمارے حال

پر نگراں رہا ہے۔" (۲۵۔۳۵ : ۲۰)

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حکم دیا کہ

"جا، تو اور تیرا بھائی میری نشانیوں کے ساتھ اور دیکھو تم میری یاد میں تقصیر نہ کرنا جاؤ تم دونوں فرعون کے پاس کہ وہ سرکش ہوگیا ہے۔ اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنا شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔"

(۴۳۔۴۴ : ۲۰)

حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ نے خدا سے کہا کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ فرعون ہمیں تشدد کا نشانہ بنائے گا (جیسا کہ حضرت موسیٰؑ قتل کے الزام میں مطلوب تھے) خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

"ڈرو مت، میں تمہارے ساتھ ہوں سب کچھ سن رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔ جاؤ اس کے پاس اور کہو کہ ہم تیرے رب کے فرستادے ہیں، بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کے لیے چھوڑ دے اور ان کو تکلیف نہ دے۔"

(۴۶۔۴۷ : ۲۰)

حضرت موسیٰؑ، ہارونؑ کے ساتھ کتاب الٰہی لے کر مصر کی طرف نکلے "کتاب الٰہی انسان کے لیے مشعل راہ اور رہبر و امت پر کرم ہے"۔ انھوں نے قوم سے کہا کہ اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے نشانیاں بتلائیں لیکن لوگوں نے انکار کیا اور کہا کہ یہ سب جھوٹ ہے اور جادو ہے اور ان کا مذاق اڑایا۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کی راہ میں گائے کی قربانی کرو۔ لوگوں نے طنز کرتے ہوئے پوچھا کس طرح کی گائے؟ حضرت موسیٰؑ نے کہا نہ تو زیادہ عمر کی اور نہ زیادہ چھوٹی گائے اللہ کی راہ میں قربان کرو گائے بس بیچ کی عمر کی ہو۔ لوگوں نے پوچھا کس رنگ کی ہو؟ حضرت موسیٰؑ نے کہا گہرے پیلے رنگ کی اور چمکدار ہو۔ اس پر لوگوں نے کہا، اے موسیٰ گائیں تو طرح طرح کی ہوتی ہیں اس پر حضرت موسیٰؑ نے خلاصہ کیا کہ گائے ایسی ہو جسے کبھی ہل جوتنے کے لیے کھیت میں استعمال نہ کیا گیا ہو اور ساتھ ہی ساتھ صحیح اور سالم ہو۔ اس پر لوگ سمجھ گئے کہ حضرت موسیٰ چاہتے ہیں کہ سونے کی گائے جس کی ان کے باپ پوجا کیا کرتے تھے اسے ختم کر دیا جائے۔ لوگوں نے حضرت موسیٰؑ

سے کہا کہ تم پہلے فرعون کے پاس پہنچو اور اگر وہ راضی ہو گیا تو وہ بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ وہ اپنی بڑائی اور جہالت چھوڑ کر خدا کے سامنے جھک جائے اللہ جو کہ سارے عالم کا حاکم ہے۔

فرعون غصہ میں آگیا اور حضرت موسیٰؑ سے کہا کون ہے تمہارا رب جس کے تم پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتے ہو؟ حضرت موسیٰؑ نے جواب دیا۔

"ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی ساخت بخشی پھر اس کو راستہ بتایا"۔ (۲۰ : ۵۰)

فرعون نے پوچھا کہ پچھلی جو نسلیں گزری ہیں ان کی کیا حالت تھی۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ اس کا علم صرف خدا ہی کو ہے۔ انھوں نے پھر فرعون سے کہا کہ دیکھو خدا کی قدرت کی کھلی روشن نشانیاں بارش، ہوا، جانور، نباتات یہ سبھی خدا کی عظمت کی دلیلیں ہیں عقل رکھنے والوں کے لیے۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے پوچھا کیا تمہارے پاس پیغمبر ہونے کا کوئی ثبوت ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنا عصا پھینکا جو اژدہا بن گیا اور پھر انھوں نے چوغے کے جیب میں سے باہر ہاتھ نکالا تو آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ فرعون کے سرداروں نے کہا کہ یہ جادوگر سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ ان لوگوں نے فرعون سے کہا کہ شہر کے بڑے جادوگروں کو بلا کر مقابلہ کراؤ حضرت موسیٰؑ ان سے مقابلے پے تیار ہو گئے جس کے لیے تہوار کا دن مقرر ہوا۔ دو بڑے جادوگر حضرت موسیٰؑ سے مقابلے کے لیے آئے انھوں نے لاٹھی اور رسی حضرت موسیٰؑ کی طرف پھینکی جو سانپ بن کر ان کے گرد لپٹ گئی اور انھیں گھیرے میں لے لیا۔ حضرت موسیٰؑ نے خدا سے مدد کی دعا کی خدا نے فرمایا ہمت نہیں ہارو اور حکم ہوا۔

"پھینک جو تیرے ہاتھ میں ہے ابھی ان کی ساری بناوٹی چیزوں کو نگلے جاتا ہے یہ جو کچھ بنا کر لائے ہیں۔ یہ تو جادوگر کا فریب ہے اور جادوگر کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا خواہ وہ کسی شان سے آئے"۔

(۲۰ : ۶۹)

حضرت موسیٰؑ نے جیسے ہی عصا کو زمین پر پھینکا وہ ایک بڑا اژدہا بن گیا اور سبھی سانپوں کو نگل گیا۔ سارے جادوگر سجدے میں گر گئے اور پکار اٹھے مان لیا ہم نے

ہارونؑ اور موسیٰؑ کے رب کو۔ فرعون نے کہا، تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمھیں اس کی اجازت دیتا؟ اب میں تمھارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹواتا ہوں اور کھجور کے تنوں پر تم کو سُولی دیتا ہوں۔ ان جادوگروں نے بےخوف ہو کر فرعون سے کہا کہ وہ جو چاہے کرے لیکن وہ حضرت موسیٰؑ کے بتلائے ہوئے نیک راہ سے نہیں ہٹیں گے۔ ان لوگوں نے تسلیم کر لیا کہ اس کا خدا فرعون سے اعلا ہے وہ جادوگر لوگ خدا سے گناہوں کی معافی مانگنے لگے جو گناہ فرعون نے انھیں کرنے پر مجبور کیا تھا۔

اس پر فرعون آگ بگولہ ہوگیا اور فیصلہ کیا حضرت موسیٰؑ کی تعلیمات کے ہر نشان کو مٹا دے۔ اس نے اعلان کیا۔

> ”لوگو! کیا مصر کی بادشاہی میری نہیں ہے؟ اور یہ نہریں میرے نیچے نہیں بہہ رہی ہیں؟ کیا تم لوگوں کو نظر نہیں آتا؟ میں بہتر ہوں یا یہ شخص جو ذلیل وحقیر ہے۔ وہ اپنی بات بھی کھول کر بیان نہیں کر سکتا؟ کیوں نہ اس پر سونے کے کنگن اتارے گئے؟ یا فرشتوں کا ایک دستہ اس کی اردلی میں نہ آیا؟“
>
> (۴۳: ۵۱-۵۳)

حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ اگر وہ ان کی دعوتِ حق کو نہیں مانے گا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خدائی قہر تمھارا انتظار کر رہا ہے۔ پھر بھی فرعون نے اس بات پر کوئی دھیان نہ دیا۔ پس اس قوم کو قحط اور دوسری بیماریوں نے آگھیرا۔ تب لوگ حضرت موسیٰؑ سے درخواست کرنے لگے کہ اس خدائی قہر کو ٹلوائے اور جیسے ہی انھیں بلا سے نجات مل گئی پھر سے وہ فرعون کی پرستش کرنے لگے۔

فرعون کے دو سردار بہت سرکش ہو گئے تھے جن میں سے ایک قارون تھا اور دوسرا ہامان۔ یہ لوگ دولت اور حکومت کے نشے میں اندھے ہو چکے تھے۔

وقت گزرنے کے ساتھ فرعون کا رویہ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ بد سے بدتر ہوتا گیا۔ اس نے انھیں عام مجمع میں ذلیل کیا اور ان کے ماننے والوں (پیروؤں) کو سخت اذیتیں پہنچائیں۔ فرعون نے اعلان کیا کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اس نے اہلِ دربار سے کہا کہ میرے لیے ایک اونچی عمارت بنواؤ تاکہ اوپر جا کر میں موسیٰ کے خدا

کو دیکھ سکوں۔ اس نے سواروں کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل پر رحم اور مہربانی مت کرو اور انھیں مصر سے نکال باہر کرو۔ اور پھر اس نے ظلم کی حد کر دی جس کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ کے ماننے والوں نے ڈر کر انھیں چھوڑ دیا اور چند ماننے والے ان کے ساتھ رہے۔ لیکن اس سے حضرت موسیٰؑ پست ہمت نہیں ہوئے اور اپنی راہ پر قائم رہے پھر خدا نے ان کی مدد فرمائی اور حکم ہوا کہ اب راتوں رات میرے بندوں کو لے کر چل پڑو، اور ان کے لیے سمندر میں سے سوکھی سڑک بنا لے۔ تجھے کسی کے تعاقب کا ذرا خوف نہ ہو اور نہ (سمندر کے بیچ سے گزرتے ہوئے) ڈر لگے۔ حضرت موسیٰؑ اپنے پیروؤں کے ساتھ دریا کے پار پہنچ گئے۔ پیچھے سے فرعون اپنا لشکر لے کر پہنچا اور پھر سمندر ان پر چھا گیا ایسا کہ چھا جانے کا حق تھا پھر بنی اسرائیل ایک محفوظ مقام پر قیام پذیر ہوئے جہاں ہر چیز کی فراغت تھی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت موسیٰؑ خدا سے ملنے چلے اور چلتے وقت اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا:

"میرے پیچھے تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا اور ٹھیک کام کرتے رہنا اور بگاڑ پیدا کرنے والوں کے طریقہ پر نہ چلنا۔ پھر موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے تیس روز کے لئے (کوہ سینا) پر طلب کیا اور بعد میں دس دن کا اور اضافہ کر دیا، اس طرح اس کے رب کی مقرر کردہ مدت چالیس دن ہو گئی۔"

"جب وہ ہمارے مقرر کیے ہوئے وقت پر پہنچا اور اس کے رب نے اس سے کلام کیا تو اس نے التجا کی کہ اے رب، مجھے یارائے نظر دے کہ میں تجھے دیکھوں، فرمایا "تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں ذرا سامنے کے پہاڑ کی طرف دیکھ، اگر وہ اپنی جگہ قائم رہ جائے تو البتہ تو مجھے دیکھ سکے گا۔" چنانچہ اس کے رب نے جب پہاڑ پر تجلی کی تو اسے ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰؑ غش کھا کر گر پڑا اور جب ہوش آیا تو بولا "پاک ہے تیری ذات، میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلا ایمان لانے والا ہوں۔" (۷ : ۱۴۳)

پھر خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے دریافت فرمایا "کیا چیز تمھیں اپنی قوم سے پہلے لے آئی؟" موسیٰؑ نے عرض کیا وہ بس میرے پیچھے آ ہی رہے ہیں، میں جلدی کر کے تیرے حضور آ گیا ہوں، اے میرے رب، تاکہ تو مجھ سے خوش ہو جائے فرمایا اللہ تعالیٰ

نے لوسو، ہم نے تمہارے پیچھے تمہاری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا اور سامری نے انھیں گمراہ کیا۔ اس پر حضرت موسیٰؑ بہت رنجیدہ ہو گئے اور خدا سے دعا کی کہ اے پروردگار میرے ماننے والوں کو معاف فرما اور اُن کی گمراہی کی وجہ سے ان پر قہر نہ نازل فرما۔ خدا تعالیٰ نے ان کی دُعا قبول فرمائی اور انھیں تختیاں دیں جن کی تحریر میں ہدایت اور رحمت تھی دنیا اور آخرت کے لیے۔

حضرت موسیٰؑ جب قوم کی طرف واپس ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ سامری کی پیروی میں لوگ ایک زیورات سے بنائے گئے بچھڑے کی مورت کی پوجا کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ رنجیدہ ہو گئے اور انھوں نے قوم سے کہا "تم نے مجھ سے کیوں وعدہ خلافی کی۔" انھوں نے جواب دیا کہ سامری نے ہم سے کہا ہے کہ زیورات کے بوجھ سے ہم لد گئے تھے اور ہم نے بس ان کو پھینک دیا آگ میں اور پھر اسی طرح سامری نے بھی (آگ میں) کچھ ڈالا اور ان کے لیے بچھڑے کی مورت بنا کر نکال لایا جس میں سے بیل کی سی آواز نکلتی تھی۔ وہ لوگ گمراہ ہو گئے تھے اور اس زیورات سے بنے بچھڑے کی پوجا کرنے لگے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ ہی حضرت موسیٰؑ کا خدا ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے قوم سے کہا "کیا تمھیں نظر نہ آتا تھا کہ وہ نہ ان سے بولتا ہے نہ کسی معاملہ میں ان کی رہنمائی کرتا ہے اور نہ ان کے نفع و نقصان کا کچھ اختیار رکھتا ہے؟" ہارون پہلے ہی ان سے کہہ چکے تھے کہ لوگو، تم اس کی وجہ سے فتنے میں پڑ گئے ہو، تمہارا رب تو رحمٰن ہے۔ پس تم میری پیروی کرو اور میری بات مانو، مگر انھوں نے ان سے کہہ دیا ہم تو اسی کی پرستش کرتے رہیں گے جب تک موسیٰؑ ہمارے پاس واپس نہ آ جائے۔

حضرت موسیٰؑ نے وہ تختیاں پھینک دیں اور کہا کہ تم اس کے اہل نہیں ہو اور پھر انھوں نے ہارونؑ کے بال پکڑ کر کہا، تم نے حکم کی نافرمانی کیوں کی اور لوگوں کو گمراہی پر جانے سے کیوں نہیں روکا۔ ہارون نے جواب دیا کہ مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ "تو آکر کہے گا کہ تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈال دی اور میری بات کا پاس نہ کیا۔"

حضرت موسیٰؑ نے خدا سے دُعا کی "اے پروردگار تو ہارونؑ کو معاف فرما" اور پھر سامری سے کہا "اب زندگی بھر تجھے یہی پکارتے رہنا ہے۔ " مجھے نہ چھونا" اور دوزخ تیری منزل ہوگی اور پھر انھوں نے بچھڑے کی مورت کو ہاتھ میں لے کر آگ میں پھینک دیا۔ جو کہ فوراً راکھ میں تبدیل ہو گئی۔ حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے کہا کہ خدا نے انھیں (حضرت موسیٰؑ کو) اپنا پیغمبر منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"اے موسیٰؑ! میں نے تمام لوگوں پر ترجیح دے کر تجھ کو منتخب کیا کہ میری پیغمبری کرے اور مجھ سے ہم کلام ہو پس جو کچھ میں تجھے دوں اسے لے اور شکر بجا لا۔" (۷ : ۱۴۴)

حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا بنی اسرائیل کی بھلائی کے لیے اور تختیوں پر آیتیں کندہ کیں اس کی وحدانیت کی اور نیک راہ پر چلنے کے ہدایت اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

"ہم نے موسیٰؑ کو ہر شعبۂ زندگی کے متعلق نصیحت اور ہر پہلو کے متعلق واضح ہدایت تختیوں پر لکھ کر دے دی اور اس سے کہا ان ہدایات کو مضبوط ہاتھوں سے سنبھال اور اپنی قوم کو حکم دے کہ ان کی بہترین مفہوم کی پیروی کرے۔ (۷ : ۱۴۵)

حضرت موسیٰؑ نے قوم کو متنبہ کیا کہ اگر کوئی خدا کی نشانیوں کو جھٹلائے گا تو وہ تباہ ہو جائے گا اور اسے کوئی نہیں بچا سکے گا۔ انھوں نے لوگوں سے کہا "خیال کرو خدا نے تم پر پیغمبر بھیجے جو کہ تمھاری رہنمائی کرتے اور تم کو وہ کچھ دیا جو دنیا میں کسی کو نہ دیا تھا۔ خدا نے فلسطین انھیں دیا۔ پھر حضرت موسیٰؑ نے اپنے پیروؤں سے کہا کہ اس مقدس سرزمین میں داخل ہو۔ وہ لوگ ہچکچائے کہ ہم لوگ کس طرح داخل ہو سکتے ہیں جبکہ اس پر طاقتور لوگ قابض ہیں۔ ہم وہاں ہرگز داخل نہیں ہو سکتے جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائے۔ ان لوگوں میں سے دو بہادر شخص ایسے تھے جنھیں اللہ نے اپنی نعمت سے نوازا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے خدا سے رہنمائی کی درخواست کی۔ فرمان الٰہی ہوا۔

"وہ ملک چالیس سال تک ان پر حرام ہے یہ زمین میں مارے مارے

پھریں گے۔ ان نافرمانوں کی حالت پر ہرگز ترس نہ کھاؤ۔" (۵ : ۲۶)
بنی اسرائیل بارہ قبیلوں میں تقسیم ہو گئے۔

"جب موسیٰ سے اس کی قوم نے پانی مانگا تو ہم نے اس کو اشارہ کیا کہ فلاں چٹان پر اپنی لاٹھی مارو۔ چنانچہ اس چٹان سے یکایک بارہ چشمے پھوٹ نکلے اور ہر گروہ نے اپنے پانی لینے کی جگہ متعین کر لی۔ ہم نے ان پر بادل کا سایہ کیا اور ان پر من اور سلویٰ اتارا۔ کھاؤ پاک چیزیں جو ہم نے تم کو بخشیں مگر اس کے بعد انھوں نے جو کچھ کیا تو ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ آپ اپنے اوپر ظلم کرتے رہے۔" (۷ : ۱۶۰)

قصہ حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس علیہ السلام ایک سادگی پسند آدمی تھے جو سمندر کے قریب آباد ایک بڑی بستی میں رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنا نبی بنا کر بھیجا کہ وہ خدا کی وحدانیت کی تبلیغ کریں۔ حضرت یونسؑ نے جب اپنی قوم کو دعوت حق دی تو لوگوں نے ان پر فقرے کسے اور ان کی بات پر کوئی دھیان نہ دیا۔ اس پر حضرت یونسؑ غصہ ہوئے اور صبر کا دامن چھوڑ دیا۔ وہ اپنی قوم سے اس قدر عاجز آچکے تھے کہ انھوں نے اس بستی کو چھوڑ دیا اور سمندری کشتی پر سوار ہو گئے۔ جب کشتی گہرے پانی میں پہنچی تو طوفان میں گھر گئی اور حضرت یونسؑ کشتی کے اوپر سے سمندر میں جا گرے اور انھیں ایک بڑی مچھلی نے نگل لیا۔ وہ مچھلی کے پیٹ میں پہنچ گئے اور متعجب تھے کہ خدا نے انھیں کیوں سزا دی جبکہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنا پیغمبر مقرر کیا۔ ان سے کہاں غلطی سرزد ہوئی؟ تب انھیں احساس ہوا کہ انھوں نے غصے سے کام لیا جبکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی کہ وہ صبر و تحمل سے کام لیں۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انھیں معاف کر دے اور انھیں ایک موقع دے کہ وہ اپنے آپ کو نبوت کے اہل ثابت کر سکیں۔

"آخرکار اس کے رب نے اسے برگزیدہ فرما لیا اور اسے صالح بندوں

میں شامل کر دیا۔ (۵۰ : ۶۸)

اللہ تعالیٰ نے اُن کی دُعا قبول فرمائی اور معجزاتی طریقہ سے ان کو مچھلی کے پیٹ سے بیماری اور نقاہت کے عالم میں ایک سوکھے کنارے پر نکال دیا کدو کے درخت کے نیچے وہ آرام کر کے صحت یاب ہوئے اور قریبی بستی میں چلے گئے۔ جہاں پر انھوں نے پھر سے تحریک رسالت شروع کی اور اب کی بار بہت ہی صبر و تحمل سے دعوتِ حق کا کام انجام دیا۔ لوگوں نے انھیں پریشان کیا، طنز کیا لیکن وہ بندوں کو نیک راہ پر لانے کے کام میں لگے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یونسؑ سے فرمایا۔

"اگر تیرے رب کی مشیت یہ ہوتی کہ زمین میں سب مومن و فرمانبردار ہی ہوں، تو سارے اہل زمین ایمان لے آئے ہوتے۔ پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں۔ کوئی متنفس اللہ کے اذن کے بغیر ایمان نہیں لا سکتا اور اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے وہ ان پر گندگی ڈال دیتا ہے۔" (۱۰ : ۹۹ - ۱۰۰)

قصہ حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام کئی پریشانیوں اور آزمائشوں سے گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنا نبی بنا کر بھیجا تا کہ وہ اپنی قوم کے لوگوں کو یہ بتائیں کہ نہ صرف خدا ایک ہے اور ہر چیز پر قادر ہے بلکہ یہ ثابت کر دیں کہ اہل ایمان اور خدا کے نیک بندے اپنی راہ پر ڈگمگاتے نہیں ہیں اور دشواریوں کا مقابلہ کرتے ہوئے راہِ حق پر قائم رہتے ہیں۔ انھیں حکم ہوا کہ کانٹوں کا بنڈل بنا کر مارو اور کسی صورت میں اپنی قسم سے پیچھے نہ ہٹو۔ وہ اپنے خالق سے کیے عہد پر قائم رہے۔ انھوں نے کئی تکالیف اور مصیبتوں پر صبر کیا اور خدا کی بندگی میں کوئی کوتاہی نہیں برتی۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کے خاندان والوں کو پریشانیوں اور آزمائشوں سے نجات دی۔ جب وہ پیاس سے قریب المرگ تھے انھیں اللہ تعالیٰ

کا حکم ہوا کہ زمین کو کھودو اور وہاں سے کھودتے پر ٹھنڈے پانی کا چشمہ اُبل پڑا۔

قصّہ حضرت داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد علیہ السلام ایک چرواہے تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اپنا نبی مقرر کیا بلکہ انھیں قوم کا بادشاہ بھی بنا دیا۔ ان کا بادشاہ بن جانا بھی حیرت انگیز تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل کے سردار پیغمبر شموئیل کے پاس پہنچے اور مطالبہ کیا کہ وہ کسی کو بادشاہ مقرر کریں جو کہ بنی اسرائیل کی قیادت سنبھالے اور خدا کی راہ میں جہاد کرے۔ حضرت شموئیل نے کہا کہ وہ اس بات سے متفق نہیں ہیں کہ وہ جالوت سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں جو کہ ہمارا طاقتور حریف ہے لوگوں نے کہا کہ ہم کیوں مقابلہ نہیں کر سکتے جبکہ اس نے ہمارے لوگوں کو گھروں سے نکال باہر کیا اور والدین کو اولاد سے جُدا کیا۔

حضرت شموئیل نے حکمِ الٰہی پر طالوت کو بادشاہ مقرر کیا۔ اس پر سردارانِ قوم خوش نہیں ہوئے تب حضرت شموئیل نے کہا کہ طالوت کے عہد میں تمھیں وہ صندوق مل جائے گا جس میں آلِ موسیٰؑ اور آلِ ہارونؑ کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں جو کہ رب کی طرف سے تمھارے لیے سکونِ قلب کا سامان ہے۔ بالآخر سردارانِ قوم مطمئن ہو گئے اور طالوت کی فوج میں شریک ہو گئے۔

طالوت نے اپنی فوج کو خبردار کیا کہ احکامِ الٰہی ہے کہ قریبی ندی کا پانی نہ پینا جہاں پر وہ خیمہ زن ہیں لیکن باوجود اس حکم کے کئی فوجیوں نے اس ندی کے پانی سے پیاس بجھائی اور جب ان کے پیٹ بھر گئے تو وہ جالوت اور اس کی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکے۔

طالوت اور اس کے کچھ ساتھی رہ گئے جنھوں نے جالوت کے خلاف نبرد آزما ہونے کا فیصلہ کیا تھا حضرت داؤدؑ جو کہ ناتجربہ کار نوجوان تھے انھوں نے جالوت کے خلاف لڑائی میں طالوت کا ساتھ دیا۔ انھوں نے جالوت کو

چیلنج کیا جس پر اس نے ان کی جسارت کا مذاق اُڑایا لیکن حضرت داؤدؑ نے جالوت کو ختم کیا اور اس کی فوج کو شکست دی۔ اس کارنامہ پر انھیں بنی اسرائیل کا بادشاہ بنایا گیا۔ حضرت داؤدؑ کی بادشاہت کا دور ایک شاندار عہد تھا عدل و انصاف کا پہاڑوں نے انھیں سراہا صبح و شام پرندوں نے اپنی اڑانوں میں ان کی عظمت کے گیت گائے۔ ان کا دور حکومت بہت شاندار رہا اور عقل و فہم کی وجہ سے ان کی حکومت ایک طاقتور حکومت بن گئی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور نازل فرمائی اور حضرت داؤدؑ کو ہدایت الٰہی ملی کر وہ انصاف کے پلڑے برابر رکھیں۔ قرآن حکیم میں بیان ہے کہ۔

"اے داؤد ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہٰذا تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کر اور خواہش نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں یقیناً ان کے لئے سخت سزا ہے کہ وہ یوم الحساب کو بھول گئے۔ (۳۸ : ۲۶)

ایک روز دو دراندازان کی عبادت گاہ کے احاطہ کی اونچی دیواریں چڑھ کر اندر گھس آئے یہ دیکھ کر حضرت داؤدؑ ششدر رہ گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بازپرس کرتے دونوں درخواست کرنے لگے کہ وہ انصاف مانگنے کی خاطر آئے ہیں کہ دونوں بھائیوں کے بیچ جھگڑا ہو گیا اور ایک نے دوسرے کو زخمی کر دیا۔ وہ چاہتے تھے کہ حضرت داؤدؑ فیصلہ کریں کہ کون غلطی پر ہے۔ ایک بھائی کے پاس ننانوے بھیڑیں تھیں اور دوسرے کے پاس صرف ایک۔ پہلے والا چاہتا ہے کہ دوسرا اپنی ایک بھیڑ اس کے حوالے کر دے لیکن جب دوسرے نے انکار کیا تو اس نے اسے مارا پیٹا۔

حضرت داؤدؑ نے زخمی سے کہا کہ یہ دنیا کا وطیرہ ہے کہ طاقتور کمزور پر ظلم کرتا ہے۔ ظالم بے شک غلطی پر ہے اور خدا اس کو سزا دے گا۔ انھوں نے کہا کہ صرف اہل ایمان صراط مستقیم پر ہیں جو کہ وہ اللہ کے غضب سے

ڈرتے ہیں اور انصاف کرتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک شخص کی بھیڑوں کا ریوڑ رات میں پھرنے لگا اور کسی کے کھیت میں ساری فصل کھا گیا۔ کھیت کے مالک حضرت داؤدؑ کے پاس انصاف کے لیے پہنچا۔ اس وقت حضرت داؤدؑ کے ساتھ ان کے فرزند حضرت سلیمانؑ بھی موجود تھے۔ حضرت داؤدؑ نے فیصلہ دیا کہ ریوڑ کا مالک تاوان کے طور پر بھیڑیں کھیت کے مالک کو دے دے جس کا نقصان ہوا ہے۔ حضرت سلیمانؑ اپنے والد کے اس فیصلہ سے متفق نہیں ہوئے اور کہا کہ تاوان برابر نہیں ہے صرف ایک سال کی فصل کے نقصان کے لیے سارا ریوڑ ہمیشہ کے لیے حوالہ کر دینا مناسب نہیں ہے اس کے بجائے کھیت کے مالک کو بھیڑیں نقصان پورا بھرپائی ہونے تک دی جائیں اور جیسے ہی نقصان کی بھرپائی مکمل ہو بھیڑیں مالک کو واپس لوٹا دی جائیں۔ حضرت داؤدؑ نے حضرت سلیمانؑ کے فیصلہ کی تائید کی جو کہ قرآنی احکامات کے عین مطابق تھا یعنی مسئلہ کے مکمل جائزہ کے بعد فیصلہ کرنا۔

قصہ حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمانؑ، حضرت داؤدؑ کے چھوٹے فرزند تھے اور وہ اپنے والد کے جانشین ہوئے کچھ مورخین کے مطابق یہ زمانہ ۹۷۵ قبل مسیح کا تھا حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے تقریباً ایک ہزار سال قبل۔ حضرت داؤدؑ کی طرح اللہ نے حضرت سلیمانؑ کو اپنا نبی منتخب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں پرندوں سے گفتگو کرنے کا علم عطا کیا اور اپنے فضل سے انھیں ہر چیز عطا کی ساتھ میں انھیں بے حساب دولت سے بھی نوازا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ہوا مسخر کر دیا جو ان کے حکم سے نرمی کے ساتھ چلتی تھی جدھر وہ چاہتے اور شیاطین کو مسخر کر دیا۔ حضرت سلیمانؑ کی فوج میں انسان کے علاوہ جن اور پرندے بھی شامل تھے۔ انھوں نے اپنی قوم سے کہا۔
"لوگو۔ ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں اور ہمیں ہر طرح کی چیزیں دی گئی

ہیں یہ اللہ کا نمایاں فضل ہے۔

ایک مرتبہ حضرت سلیمانؑ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا، اے چیونٹیو اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت سلیمانؑ اور ان کا لشکر تمھیں کچل ڈالے اور انھیں خبر بھی نہ ہو حضرت سلیمانؑ اس کی بات پر مسکرائے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائی "اے میرے رب مجھے قابو میں رکھ کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے اور ایسا عمل صالح کروں جو تجھے پسند آئے اور اپنی رحمت سے مجھ کو اپنے صالح بندوں میں داخل کر۔"

ایک وقت حضرت سلیمانؑ نے پرندوں کا جائزہ لیا اور کہا کیا بات ہے کہ میں فلاں ہُدہُد کو نہیں دیکھ رہا ہوں؟ کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟ میں اسے سخت سزا دوں گا اسے ذبح کر دوں گا، ورنہ اُسے میرے سامنے معقول وجہ کرنی ہوگی۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ ہُدہُد نے آکر کہا، میں نے وہ معلومات حاصل کی ہیں جو آپ کے علم میں نہیں ہیں۔ میں سبا کے متعلق یقینی اطلاع لے کر آیا ہوں، میں نے وہاں ایک عورت دیکھی جو اس قوم کی حکمراں ہے۔ اس کو ہر طرح کا سروسامان بخشا گیا ہے اور اس کا تخت بڑا عظیم الشان ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کے بجائے سورج کے آگے سجدہ کرتی ہے۔"

حضرت سلیمانؑ نے فوراً ہُدہُد کے ساتھ ایک خط ملکہ سبا کو بھیجا جس میں انھوں نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو جو کہ ہر چیز کا خالق ہے اور دوسری سبھی عبادتیں ترک کر دو۔ خط ملنے پر ملکہ نے اپنے رفقا سے مشورہ کیا اور کہا، اے سرداران قوم، اس معاملے میں مجھے مشورہ دو، میں کسی معاملے کا فیصلہ تمھارے بغیر نہیں کرتی ہوں، وہ کہنے لگے ہم طاقتور اور لڑنے والے لوگ ہیں۔ آگے فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ آپ خود دیکھ لیں کہ آپ کو کیا حکم دینا ہے۔ ملکہ نے کہا کہ جب بادشاہ کسی ملک میں گھس آتے ہیں تو اسے خراب اور اس کے عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ یہی کچھ وہ کیا کرتے ہیں۔ میں ان لوگوں کو ایک تحفہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں کہ میرے ایلچی کیا جواب لے کر پلٹتے ہیں۔

جب قاصد حضرت سلیمانؑ کے ہاں پہنچا تو انھوں نے کہا "کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ جو کچھ خدا نے مجھے دے رکھا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے جو تمھیں دیا ہے۔ تمھارا تحفہ تم ہی کو مبارک رہے۔ اے سفیر واپس جا اپنے بھیجنے والوں کی طرف ہم ان پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا مقابلہ وہ نہ کر سکیں گے اور ہم انھیں ایسی ذلت کے ساتھ وہاں سے نکالیں گے کہ وہ خوار ہو کر رہ جائیں گے۔"

حضرت سلیمانؑ نے اہلِ دربار سے کہا "تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لاتا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ میرے پاس مطیع ہو کر حاضر ہوں؟ جنوں میں سے ایک قوی ہیکل جن نے کہا "میں اسے حاضر کردوں گا قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اُٹھیں اور پھر پلک جھپکتے ہی حضرت سلیمانؑ کے سامنے حاضر تھا۔ اس پر حضرت سلیمانؑ نے خدا کے حضور اپنا سر جھکا دیا اور پکار اُٹھے "یہ میرے رب کا فضل ہے!"

اس دوران ملکہ نے فیصلہ کیا کہ حضرت سلیمانؑ سے ملاقات کرے گی۔ ملکہ جب حاضر ہوئی تو اس سے کہا گیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ وہ کہنے لگی یہ تو گویا وہی ہے پھر حضرت سلیمانؑ نے ملکہ سے کہا کہ محل میں آئے داخلہ پر ملکہ نے دیکھا تو سمجھی کہ پانی کی موج ہے اور اترنے کے لیے اس نے اپنے پائنچے اٹھا لیے۔ حضرت سلیمانؑ نے کہا "یہ شیشے کا چکنا فرش ہے اور اس میں صرف عکس دکھائی دیتا ہے۔ یہ جیسا دکھتا ہے حقیقت میں ویسا نہیں ہے۔ اس لیے کہ صرف ایک ہی حقیقت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ باقی سب چیزیں جھوٹ و فریب ہے۔ ملکہ پکار اُٹھی "اے میرے رب (آج تک) میں اپنے نفس پر بڑا ظلم کرتی رہی۔ اور اب میں نے سلیمانؑ کے ساتھ اللہ رب العالمین کی اطاعت قبول کرلی۔

حضرت سلیمانؑ کے بارے میں قرآن حکیم میں بیان ہے کہ:

"یقیناً اس کے لیے ہمارے ہاں تقرب کا مقام اور بہتر انجام ہے۔" (۳۸ : ۴۰)

قصہ حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام کو ضعیف العمری میں اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی بنایا۔ ان کی بیوی جو لاولد تھیں اور عمر کے اس حصہ کو پہنچ چکی تھیں جہاں پر وہ تولد کرنے کے قابل نہیں تھیں۔ ایک روز کعبہ میں عبادت کرتے وقت حضرت زکریاؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے میرے رب مجھے اولاد عطا فرما، میں ایک ضعیف اور ناتواں آدمی ہوں، میرے سر کے بال سفید ہو گئے ہیں اور اب میری بیوی بھی اولاد کے بغیر اداس رہتی ہے۔ ہم دونوں کی دلی آرزو ہے کہ ہماری کوئی اولاد ہو۔ اگر میں اولاد کے بغیر مر جاؤں تو مجھے خدشہ ہے کہ میرے عزیز و اقارب میری موت کے بعد اس مقصد اور دین کو دھکا پہنچائیں گے جس کے لیے میں تمام زندگی کام کرتا رہا ہوں۔

جب حضرت زکریاؑ کی دعا ختم ہوئی تو اوپر سے ایک فرشتہ اترا اور کہا اے زکریاؑ خدا نے تمھاری دعا قبول فرمائی، تمھیں جلد ہی ایک لڑکے سے نوازا جائے گا جسے یحییٰ کے نام سے پکارا جائے گا اور وہ انسانوں میں شہزادہ ہوگا اپنی پاکیزگی اور نیک سیرت میں اور وہ اللہ کا نبی ہوگا۔

حضرت زکریاؑ خدا کے حضور سجدہ میں گر گئے اور خدا کا شکر بجا لائے کہ اللہ انھیں ایک لڑکے سے نواز رہا ہے (حضرت زکریاؑ ضعیف ہو چکے تھے اور ان کی بیوی بانجھ تھیں)۔ انھوں نے اعلان کیا کہ "خدا وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے اور وہی ہوگا جو وہ چاہے گا۔" پھر حضرت زکریاؑ نے خدا سے پوچھا کہ اب میں کیا کروں، خدا نے فرمایا، تین روز تک کسی سے بات چیت مت کرنا اور جو بھی کہنا ہے اشاروں میں بتانا۔

حضرت زکریاؑ خدا کے حکم پر کاربند رہے اور اس خوشی کے دن کے منتظر رہے پھر جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا حضرت زکریاؑ کی بیوی کو ایک خوبصورت لڑکا پیدا ہوا۔ حضرت زکریاؑ اور ان کی بیوی اپنے بچے (یحییٰؑ) پر جاں نثار تھے۔ اس

بچہ کی پیدائش سے حضرت زکریاؑ اوران کی بیوی بہت مسرور ہوئے جب حضرت یحییٰؑ چھوٹے ہی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نوازا اور ایک کتاب دی اور فرمایا: تھامو اپنی پوری مضبوطی سے! حضرت یحییٰؑ ایک راست باز منکسر المزاج اور با اخلاق آدمی بنے۔ وہ خدا کی ہر مخلوق سے محبت وشفقت سے پیش آتے تھے خاص طور سے جانوروں کے ساتھ قرآن کریم میں ان کے بارے میں ہے کہ:

"ہم نے اسے بچپن ہی میں "حکم" سے نوازا اور اپنی طرف سے اس کو نرم دلی اور پاکیزگی عطا کی۔ اور وہ بڑا پرہیزگار اور اپنے والدین کا حق شناس تھا وہ جبار نہ تھا اور نہ نافرمان۔ سلام اس پر جس روز کہ وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ مرے اور جس روز وہ زندہ کرکے اٹھایا جائے!"

(۱۹ : ۱۳-۱۴ ، ۱۵)

قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

عمران کی بیوی جب حاملہ تھیں تو انھوں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ ہونے والے بچّے کو وہ اللہ کی نذر کردیں گی لیکن جب لڑکی تولد ہوئی تو وہ رنجیدہ ہوگئیں اور کہا، مالک میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوگئی ہے، میں نے اس کا نام مریم رکھ دیا ہے اور میں اسے اور اس کی آیندہ نسل کو شیطان مردود کے فتنے سے تیری پناہ میں دیتی ہوں، آخر کار اس کے رب نے اس لڑکی کو بخوشی قبول فرمالیا۔ اسے بڑی اچھی لڑکی بناکر اٹھایا اور زکریاؑ کو اس کا سرپرست بنادیا۔

زکریا جب بھی اس کے محراب میں جاتے تو اس کے پاس کچھ نہ کچھ کھانے کا سامان پاتے۔ زکریا پوچھتے "مریم، یہ تیرے پاس کہاں سے آیا ہے؟" وہ کہتیں اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

فرشتوں نے مریم سے آکر کہا،

"اے مریم! اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا اور پاکیزگی عطا کی اور تمام دنیا کی عورتوں پر تجھ کو ترجیح دے کر اپنی خدمت کے لیے چن لیا۔ اے مریم اپنے رب کی تابع فرمان بن کر رہ اس کے آگے سربسجود ہو اور جو بندے اس

کے حضور جھکنے والے ہیں ان کے ساتھ تو بھی جھک جا۔"

(۳: ۴۲، ۴۳)

نہ صرف یہ کہ حضرت مریم کی ضرورتیں پوری ہوتی تھیں بلکہ ان کی خدمت میں فرشتے بھی حاضر رہا کرتے تھے فرشتوں نے انھیں آگاہ کیا کہ اللہ نے دنیا کی عورتوں میں تمھیں افضل بنا دیا ہے۔ ایک روز فرشتوں نے کہا:

"اے مریم اللہ تجھے اپنے فرمان کی خوشخبری دیتا ہے اس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا، دنیا و آخرت میں معزز ہوگا، اللہ کے مقرب بندوں میں شمار کیا جائے گا، لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کرے گا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی، وہ ایک مرد صالح ہوگا۔" (۳: ۴۵)

یہ سن کر حضرت مریم حیران ہوئیں اور کہا کہ "اے پروردگار! میرے ہاں بچہ کہاں سے ہوگا، مجھے تو کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔" جواب ملا "ایسا ہی ہوگا" اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو بس کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔

لیکن وہ دنیا کا سامنا کیسے کریں گی؟ آواز آئی تمھارا بیٹا ہماری ذمہ داری ہے ہم اسے حکمت، تورات، انجیل اور علم و فہم سکھائیں گے اور وہ ہمارا نبی ہوگا۔ اور حضرت مریم کو یقین دلایا گیا کہ وہ تمام انسانوں کے لیے خدا کی رحمت کی نشانی ہوگا۔

پھر جب مریم کو بچے کا حمل رہ گیا تو وہ ایک دور دراز کے مقام پر چلی گئیں جب زچگی کی تکلیف ہونے لگی تو وہ چیخ کر خدا سے فریاد کرنے لگیں۔ تب کھجور کے درخت کے اوپر سے آواز آئی، غم نہ کر تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ رواں کر دیا ہے اور تو ذرا اس درخت کے تنے کو ہلا تیرے اوپر تر و تازہ کھجوریں ٹپک پڑیں گی اور خدا کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو اور کوئی شخص تم پر اگر الزام لگائے تو اسے کہہ دے میں نے اللہ کے لیے روزہ کی نذر مانی ہے اور کسی سے نہ بولوں گی۔

پھر ان کے بچے کا نام عیسیٰ رکھا گیا جنھیں لے کر وہ گھر چلیں۔ لوگ کہنے لگے

اے مریم یہ تو نے بڑا پاپ کر ڈالا۔ اے ہارون کی بہن، نہ تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی کوئی بدکار عورت تھی۔

بچہ جھولی میں سے بول اٹھا،

"میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا اور بابرکت کیا جہاں بھی میں رہوں، اور نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا اور مجھ کو جبار اور شقی نہیں بنایا۔ سلام ہے مجھ پر کہ جب میں پیدا ہوا اور جبکہ میں مروں اور جبکہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں"۔ (۱۹ : ۳۰-۳۳)

اور جب حضرت عیسیٰؑ جوان ہوئے تو انھوں نے لوگوں سے کہا:

"میں تم لوگوں کے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ تم پر بعض ان باتوں کی حیثیت کھول دوں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی میرا رب بھی ہے اور تمھارا رب بھی اسی کی تم عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے"۔

(۴۳ : ۶۳-۶۴)

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو مُردے کو زندہ کرنے کے معجزہ سے نوازا تھا تاکہ وہ لوگوں کو دعوتِ حق پر راضی کر لیں اور لوگوں کو نیک راہ پر لے آئیں۔ انھوں نے قوم سے کہا:

"میں تمھارے رب کی طرف سے تمھارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں تمھارے سامنے مٹی سے پرندے کی صورت کا ایک مجسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں، وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور اللہ ہی کے اذن سے مردے کو زندہ کرتا ہوں"۔ (۳ : ۴۹)

حضرت عیسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نشانیاں لوگوں کو بتلائیں جس سے بیماروں کو شفا ہوئی اور انھیں نئی زندگی ملی انھوں نے اندھوں کو روشنی دلوائی، مٹی سے پرندے بنائے اور ان میں جان ڈالی۔ ان واضح نشانیوں کے باوجود اسرائیلی

قوم ان کا مذاق اڑاتی اور انھیں جادوگر ہونے کا الزام لگاتی تھی۔ حواریوں نے حضرت عیسیٰؑ سے کہا کہ کیا تمہارا خدا ہم پر آسمانوں سے کھانے کا ایک خوان اتار سکتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ آگے بھی اچھی زندگی ہے۔ یہ ان کی شک اور لذت پسند طبیعت کو ظاہر کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے انھیں خبردار کیا کہ اللہ سے ڈرو اور اس دنیا کی لذت میں مت غرق ہو جاؤ۔ حواری احتجاج کرنے لگے کہ وہ خوان منگواؤ آسمانوں سے تاکہ وہ جان سکیں کہ حضرت عیسیٰؑ واقعی سچے ہیں اور پھر حضرت عیسیٰؑ نے خدا سے دعا کی۔

"خدایا ہمارے رب، ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کر جو ہمارے لیے اور ہمارے اگلے پچھلوں کے لیے خوشی کا موقع قرار پائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو، ہم کو رزق دے اور تو بہترین رزاق ہے۔" (۵ : ۱۱۳)

خدا نے ان کی دعا قبول فرمائی ساتھ ہی خبردار بھی کیا کہ جو بھی کفر کرے گا میں اسے ایسی سزا دوں گا جو میں نے کسی کو نہ دی ہوگی۔

قرآن کریم میں بیان ہے کہ:

"اے اہل کتاب، اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور ان لوگوں کے تخیلات کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ کیا اور سواء السبیل سے بھٹک گئے۔" (۵ : ۷۷)

حضرت عیسیٰؑ کے انصاریوں کے گروہوں میں سے صرف ایک گروہ نے ان کی پیروی کی اور دوسرے گمراہ ہو گئے۔ خدا نے پہلے گروہ کو فتح و کامرانی عطا فرمائی اور ایمان نہ لانے والوں اور گمراہوں نے سزائیں جھیلیں۔ قرآن کریم توحید فی التثلیث کے نظریے کی توثیق نہیں کرتا، حضرت عیسیٰؑ نے خود ایک آیت میں اس کی تردید کی ہے اور اپنے پیروؤں سے کہا کہ خدا کے ساتھ کسی کو مت ٹھہراؤ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عیسیٰ ابن مریم اللہ کا رسول اور ایک فرمان تھا جو اللہ نے مریم کی طرف بھیجا اور ایک روح تھی اللہ کی طرف سے۔

قرآن کریم میں بیان ہے کہ:

"کہو وہ اللہ ہے یکتا، اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج

ہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔" (۱۱۲: ۱ - ۴)

قرآن کریم اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ حضرت عیسیٰؑ کو قتل کیا گیا یا صلیب پر۔ قرآن میں بیان ہے کہ مسیح کو نہ قتل کیا گیا اور نہ صلیب پر چڑھایا گیا:

"فی الواقع نہ اس کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان کے لیے مشتبہ کر دیا گیا اور جن لوگوں نے اس کے بارے میں اختلاف کیا ہے وہ بھی دراصل شک میں مبتلا ہیں۔ ان کے پاس اس معاملہ میں کوئی علم نہیں ہے محض گمان ہی کی پیروی ہے انھوں نے مسیح کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اللہ زبردست طاقت رکھنے والا ہے۔" (۴: ۱۵۷ - ۱۵۸)

چوتھا باب

ترتیب قرآن کریم

قرآن پاک حضرت محمد مصطفےؐ پر بتدریج حصوں میں نازل ہوا۔ موقع اور حالات کے مطابق آپؐ پر وحی نازل ہوتی اور آپ صحابہ کرام کو سناتے جو کر اس کو حفظ کر لیتے اور دوسروں تک پہنچاتے تے۔ حضور اکرمؐ پر پہلی وحی ۶۱۰ عیسوی میں نازل ہوئی جب آپ کی عمر ۴۰ سال سے کچھ زیادہ تھی۔ اس کے بعد وقفہ وقفہ سے وحی نازل ہوتی رہی کبھی مختصر اور کبھی مفصل یہ سلسلہ آپؐ کی وفات تک جاری رہا۔ آپؐ کی وفات ۶۳۲ عیسوی میں ہوئی۔ قرآن کریم وحی کے ذریعہ نازل ہوتا رہا۔ قرآن کریم کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک حصہ میں وہ آیات شامل ہیں جو مکہ شریف میں آپؐ پر اتریں اور دوسرے حصہ میں وہ آیات ہیں جو ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آپؐ پر نازل ہوئیں۔ روایت کے مطابق آپؐ نے خود وحی کو مختلف سورتوں میں تقسیم کیا۔ اس طرح قرآن کریم میں جملہ ۱۱۴ سورہ ہیں۔ ہر سورہ میں ۳ سے ۱۵ آیتیں اور بعض سورتوں میں ۲۰۰ سے بھی زائد آیتیں ہیں۔ سورتوں کی ترتیب میں آیات کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے سوائے پہلے سورہ کے پہلا سورہ "الفاتحہ" سات آیتوں پر مشتمل ایک دعا ہے۔ دوسرا سورہ "البقرہ" سب سے طویل سورہ ہے اور اس کے بعد کے سورتوں میں آیات کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے یہ ترتیب تقریباً قرآن کریم کے آخر تک قائم رہتی ہے۔

یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ قرآن کریم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ آنحضرتؐ رمضان

کے مہینے میں نماز تراویح میں قرآن پاک تلاوت فرماتے تھے۔ اس کے لیے قرآن کو تیس پاروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر پارہ تقریباً مساوی ہے۔ تیس پارے تیس راتوں کی مناسبت سے ہیں اور اس طرح سے رمضان کے مہینے میں ایک قرآن شریف کی تلاوت ہوا کرتی۔ قرآن کریم نماز تراویح میں باواز بلند پڑھا جاتا اور سبھی مقتدی اس کو سنتے۔ اس لیے اس میں کسی قسم کی کوئی آمیزش کی گنجائش نہیں رہی اور یہ ایک واضح اور روشن حقیقت ہے کہ قرآن نسل در نسل اسی صورت میں چلا آرہا ہے اور آج تک اس میں کسی قسم کا کوئی رد و بدل نہیں ہوا۔

قرآن کریم میں جملہ ۱۱۴ سورہ ہیں اور ہر سورہ میں آیتوں کے نمبر دیئے گئے ہیں جو کہ حوالہ کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ ان سورتوں میں ۸۸ سورہ مکہ شریف میں نازل ہوئے اور ۲۶ سورہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئے۔ روایتی ترتیب میں سورہ کے نام پہلے دیئے گئے ہیں بعد میں آیتوں کی تعداد اور آخر میں زمانہ نزول۔ اس میں قطعی تاریخ نہیں دی گئی۔ ہے بلکہ صرف یہ بتایا گیا ہے کہ آیا یہ آیت مکہ شریف میں نازل ہوئی یا مدینہ منورہ میں۔ مکی سورہ یعنی ۶۱۰ء سے لے کر ۶۲۲ء تک اور مدنی سورہ یعنی ۶۲۲ء سے لے کر ۶۳۲ء تک۔

مفسرین کی رائے میں کئی سورہ ایسے ہیں جن میں مکی و مدنی آیتیں شامل ہیں لیکن زیادہ تر سورہ کسی ایک مقام پر ہی نازل ہوئے۔ مندرجہ ذیل سورہ مکہ شریف میں نازل ہوئے۔

۱، ۶، ۷، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱

۲۳، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۴، ۳۵، ۳۶

۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۵۰

۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱

۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳

۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷

۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۱، ۱۱۲

اور مدینہ منورہ میں مندرجہ ذیل سورہ نازل ہوئے۔

۲، ۳، ۴، ۵، ۸، ۹، ۲۲، ۲۴، ۳۳، ۳۷، ۳۸، ۴۰، ۴۱، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۹۸، ۱۱۰، ۱۱۳، ۱۱۴،

ہر سورہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع ہوتا ہے سوائے نویں سورہ کے ہر سورہ میں کئی آیتیں ہیں اور ہر آیت کا ایک خاص ترنم و تلفظ ہے لیکن آیات میں حروف تہجی یا الفاظ کی یکساں حد مقرر نہیں ہے۔ کوئی ایک سورہ کسی ایک ہی موضوع کے متعلق نہیں بلکہ ایک ہی سورہ میں مختلف موضوعات آتے ہیں۔ ان میں دُعا، واقعات، حکایات، ہدایتیں، احکامات وتاکید شامل ہیں اس لیے یہ ضروری نہیں کہ سورہ کا نام موضوع کے عین مطابق ہو۔ مثال کے طور پر سورہ النحل میں مکھیوں کے متعلق صرف ایک سرسری حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ سورہ البقرہ جس میں مختلف موضوعات ہیں اور اس میں بہت ہی کم اس جانور کا ذکر ہے۔ سورہ الشعراء میں صرف چوبیسویں آیت کو چھوڑ کر باقی آیتوں میں شاعروں کے متعلق کوئی حوالہ نہیں ہے۔ بعض دفعہ ایک ہی سورہ کو دو نام دیے گئے ہیں مثلاً سورہ نمبر ۹، ۴۰ اور اسم اس لیے سورہ کے نام سے اس کا موضوع ظاہر نہیں ہوتا۔ سورتوں کے ناموں کی اصلیت کلی طور پر واضح نہیں ہے گو کہ ماہرین واسکالرس نے کئی نظریات پیش کیے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ ماننا ہے کہ وہ پر اسرار علامتیں ہیں جو روحانی برکتوں پر مشتمل ہیں۔

کچھ ناقدین نے سورتوں کے ٹائیٹل اور مواد کی نامطابقت پر تنقید کی اور اپنی سمجھ کے مطابق اُسے بے جوڑ کہا ہے لیکن باریک بینی سے مشاہدہ کرنے پر سمجھ میں آتا ہے کہ ترتیب میں ایک خاص تنظیم کارفرما ہے۔ سورہ فاتحہ دُعائیہ کلمات پر مشتمل ہے۔ مفسرین دوسرے سورہ کا خلاصہ مانتے ہیں تعلیمات، احکامات اور تاکید کا جو کہ قرآن میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ اس کے بعد کے سورتوں میں اخلاقی احکامات اور تازہ واقعات وحالات کو بیان کیا گیا ہے تاکہ اہل ایمان پوری طرح سے اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو سمجھ لیں۔

آیتیں کئی طرح کی ہیں اُن میں تقریباً ۲۰۰ کھلی نصیحتوں پر مشتمل آیتیں ہیں جو کئی سورتوں میں دہرائی گئی ہیں۔ بعض جگہ سوال کے جواب اور بعض جگہ بحث و مباحثہ

اور کچھ موقعوں پر بنیادی عقائد کا خلاصہ و تشریح بیان کی گئی ہے۔ کئی آیتیں لفظ کہو سے شروع ہوتی ہیں یعنی وحی حضرت محمدؐ کو ہدایت دیتی ہیں کہ لوگوں سے کہو کہ اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے۔

قرآن کریم کے سورہ یٰسین اور سورہ رحمٰن (بالترتیب ۳۶ اور ۵۵) جو نہایت آفرین ہیں ان میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا بیان ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے دو وصف وحدت اور ذکر پر زور دیا گیا ہے۔ یہ کئی بار دوہرائی گئی ہیں اور یہ ایمان و عقیدہ کے بنیادی اصول ہیں۔ اس کے بعد اہم نکتہ حیات بعد الموت کی تفصیل پر مشتمل ہے جس میں جنت کی نعمتوں اور دوزخ کی تکالیف کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ دوسرے موضوعات میں انسان کا خدا تعالیٰ کا زمین پر نائب ہونا اس کے سماجی، معاشی، سیاسی، انتظامی مسائل و شادی بیاہ اور خاندانی مسائل اور شرعی رسم و رواج و ضابطہ حیات شامل ہیں۔ حضور اکرمؐ سے پہلے جو پیغمبر گزرے ہیں ان کے واقعات کئی سورتوں میں بیان کئے گئے ہیں اور کچھ سورتوں کے نام پیغمبروں کے نام پر ہیں۔ قرآن مجید میں بیان ہے کہ:

> "اگلے لوگوں کے ان قصّوں میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لیے عبرت ہے۔ یہ جو کچھ قرآن میں بیان کیا جا رہا ہے یہ بناوٹی باتیں نہیں ہیں۔ بلکہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہوئی ہیں ان ہی کی تصدیق ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت" (۱۲:۱۱۱)

مختلف موضوعات کی ترتیب اس طرح ہے کہ جو آیتیں کسی ایک مسئلہ پر آئی ہیں وہ کئی سورتوں میں دی گئی ہیں۔ جیسے کہ پچھلے باب میں بتایا گیا ہے اور پیغمبروں کی زندگی کے واقعات جگہ جگہ پر ضرورت کے مطابق دیئے گئے ہیں۔ ان حصّوں کو یکجا کر کے اخلاقی اور قانونی و سماجی ضابطوں کی ایک جامع تصویر حاصل کی جا سکتی ہے۔ ایک ممتاز مفسر جلال الدین سیوطی (د. ۱۵۰۵ ، ۴۴۵) نے سورتوں کو تاریخ وار سلسلے سے ترتیب دینے کی کوشش کی تھی۔ لیکن مسلمانوں نے اس ترتیب کو قبول نہیں کیا۔ اس کے بعد تھیوڈور نولڈیکی اور دوسرے مستشرقین نے سائنٹیفک طریقہ سے تو اس کو تاریخ وار ترتیب دینے کی کوشش کی لیکن اُن

کی کوشش کو بھی اہل ایمان نے قبول نہیں کیا۔ قدیم ترتیب ہی ابھی تک جاری ہے۔ کچھ ماہرین اب مانتے ہیں کہ اس ترتیب میں کسی بھی طرح کے رد و بدل سے الجھنیں پیدا ہو جائیں گی۔ اسی لیے قرآن مجید کی وہی ترتیب عالمی طور پر تسلیم شدہ ہے جو حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے سے چلی آ رہی ہے۔

نول ڈیک کے مطابق تاریخ وار تسلسل کے اعتبار سے سب سے پہلے جس وحی کا نزول ہوا وہ آیت ۲ تا ۹ پر مشتمل ہے لیکن ان آیات کو ۹۶ویں سورے میں شامل کیا گیا ہے۔ اسی طرح تاریخ وار تسلسل کے اعتبار سے ۱۱۰واں سورہ آخری سورہ ہے اسی طرح سورہ فاتحہ سے پہلے چھے سورے نازل ہو چکے تھے۔ اس لیے تاریخی تسلسل کے اعتبار سے یہ ساتواں سورہ ہے۔ لیکن قرآن مجید میں "الفاتحہ" پہلا سورہ ہے۔ سیوطی کے مطابق تاریخ نزول کے اعتبار سے "البقرہ" ۸۷واں سورہ ہے لیکن قرآن کریم کی ترتیب میں یہ دوسرا سورہ ہے۔ قرآن مجید کے کئی ترجموں میں تاریخ وار سلسلہ نزول اور قرآن حکیم کی موجودہ ترتیب کے تقابلی تختے دیئے گئے ہیں۔

کچھ ناقدین کا خیال ہے کہ قدیم روایتی ترتیب بے قاعدہ ہے جو کہ حضور اکرمؐ کی وفات کے بعد حضرت زید بن ثابتؓ کی مرتب کردہ ہے لیکن مولانا مودودیؒ بیان کرتے ہیں کہ:

> "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب عرب میں ارتداد کا طوفان اٹھا اور اس کو فرو کرنے کے لیے صحابہ کرام کو سخت خونریز لڑائیاں لڑنی پڑیں تو ان معرکوں میں ایسے صحابہ کی ایک کثیر تعداد شہید ہو گئی جن کو پورا قرآن حفظ تھا۔ اس سے حضرت عمرؓ کو خیال پیدا ہوا کہ قرآن کی حفاظت کے معاملے میں صرف ایک ہی ذریعہ پر اعتماد کر لینا مناسب نہیں ہے بلکہ الواحِ قلب کے ساتھ ساتھ صفحاتِ قرطاس پر بھی اس کو محفوظ کرنے کا انتظام کر لینا چاہیے۔ چنانچہ اس کام کی ضرورت انھوں نے حضرت ابوبکرؓ پر واضح کی اور انھوں نے کچھ تامل کے بعد اس سے اتفاق کر کے حضرت زید بن ثابت انصاری کو جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی رہ چکے تھے اس خدمت پر مامور فرمایا۔ قاعدہ یہ مقرر کیا گیا کہ ایک طرف وہ تمام لکھے ہوئے اجزا فراہم کیے جائیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

چھوڑے ہیں، دوسری طرف صحابہ کرام میں سے بھی جس جس کے پاس قرآن یا اس کا کوئی حصہ لکھا ہوا ملے، وہ ان سے لے لیا جائے اور پھر حفاظ کرام سے بھی مدد لی جائے اور ان تینوں ذرائع کو متفقہ شہادت پر کامل صحت کا اطمینان کرنے کے بعد قرآن کا ایک ایک لفظ مصحف میں ثبت کیا جائے۔ اس تجویز کے مطابق قرآن مجید کا ایک مستند نسخہ تیار کر کے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے ہاں رکھوا دیا گیا اور لوگوں کو عام اجازت دے دی گئی کہ جو چاہے اس کی نقل کرے اور جو چاہے اس سے مقابلہ کر کے اپنے نسخے کی تصحیح کرے۔"

جہاں تک سورتوں کی ترتیب کا معاملہ ہے یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ حضرت زید بن حارثؓ نے وہی ترتیب اور نظم کو برقرار رکھا جو انھوں نے حضور اکرمؐ سے سیکھا تھا۔ ایسی کئی مستند روایتیں موجود ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ حضور اکرمؐ نے صحابہ کرام کو بتلایا تھا کہ کون سی آیتوں کو کہاں رکھا جائے اور آیتوں کو ملا کر کس طرح ایک سورہ مکمل ہوتا ہے۔ حضرت محمدؐ نے اس تعلق سے تفصیلی احکامات دیے جس کو احتیاط کے ساتھ کسی انحراف کے بغیر اپنایا گیا۔ اس کے بعد صحابہ کرام نے سورتوں کو حفظ کر لیا اور اس کو وہ نماز میں قرات کرتے یا اور کسی موقع پر پڑھتے۔ قرآن مجید حضور اکرمؐ کے دورِ حیات ہی میں آپ کے احکامات پر بڑی منظم طریقہ سے مرتب کیا گیا۔ کئی سو مسلمانوں نے ایک مذہبی فریضہ سمجھ کر سورتوں کو یاد کر لیا اور اس طرح سے یہ نسل در نسل چلا آ رہا ہے۔ اسی لیے زبانی قرآن اس کی صداقت کا بین ثبوت ہے اور رہے گا۔ اگر آج بھی کوئی قرات میں کچھ غلطی کر دے تو دوسرا مسلم شخص اس کی غلطی کو فوراً لقمہ دے کر صحیح کر دیتا ہے۔

مولانا مودودیؒ نے اس بات کی وجوہات بیان کی ہیں کہ قرآن مجید کی تاریخ وار سلسلے کی ترتیب کیوں نہیں اپنائی گئی۔

تیئس سال تک قرآن کا نزول اس ترتیب سے ہوتا رہا جس ترتیب سے دعوت کا آغاز اور اس کا ارتقا ہوا۔ اب یہ ظاہر ہے کہ دعوت کی تکمیل کے بعد ان نازل شدہ اجزا کے لیے وہ ترتیب کسی طرح درست نہ ہو سکتی تھی جو صرف ارتقاء دعوت ہی کے ساتھ مناسبت رکھتی تھی۔ اب تو ان کے لیے ایک دوسری ہی ترتیب درکار تھی جو تکمیل دعوت ہی کے

کی صورت حال کے لیے زیادہ مناسب ہو کیونکہ ابتدا میں اس کے مخاطب اول وہ لوگ تھے جو اسلام سے ناآشنائے محض تھے۔ اس لیے اس وقت بالکل نقطۂ آغاز سے تعلیم و تلقین شروع کی گئی۔ مگر تکمیل دعوت کے بعد اس کے مخاطب اول وہ لوگ ہو گئے جو اس پر ایمان لا کر ایک امت بن چکے تھے اور اس کام کو جاری رکھنے کے ذمہ دار قرار پائے تھے۔ جسے پیغمبر نے نظریے اور عمل دونوں حیثیتوں سے مکمل کر کے اُن کے حوالے کیا تھا۔ اب لامحالہ مقدم چیز یہ ہو گئی کہ پہلے یہ لوگ خود اپنے فرائض سے اپنے قوانین حیات سے اور ان فتنوں سے جو پچھلے پیغمبروں کی امتوں میں رونما ہوتے رہے ہیں اچھی طرح واقف ہو لیں، پھر اسلام سے بیگانہ دنیا کے سامنے خدا کی ہدایت پیش کرنے کے لیے آگے بڑھیں۔

علاوہ بریں قرآن مجید جس طرز کی کتاب ہے اسے اگر آدمی اچھی طرح سمجھ لے تو اس پر خود ہی یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ ایک طرح کے مضامین کو یکجا کرنا اس کتاب کے مزاج ہی سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اس کے تو مزاج کا تقاضا یہی ہے کہ اس کے پڑھنے والے کے سامنے مدنی مرحلے کی باتیں مکی دور والی تعلیم کے درمیان اور مکی مرحلے کی باتیں مدنی دور والی تقریروں کے درمیان اور ابتدائی گفتگو میں آخری کی تلقینات کے بیچ میں اور آخری دور کی ہدایات آغاز کار کی تعلیمات کے پہلو میں بار بار آتی چلی جائیں تاکہ اسلام کا پورا منظر اور جامع نقشہ اس کی نگاہ میں رہے اور کسی وقت بھی وہ یک رخا نہ ہونے پائے۔

پھر اگر قرآن کو اس کی نزولی ترتیب پر مرتب کیا بھی جاتا تو وہ ترتیب بعد کے لوگوں کے لیے صرف اس صورت میں بامعنی ہو سکتی تھی جبکہ قرآن کے ساتھ اس کی تاریخ نزول اور اس کے ایک ایک جز کی کیفیت نزول و شان نزول لکھ کر دی جاتی اور وہ لازمی طور پر قرآن کا ایک ضمیمہ بن کر رہتی۔ یہ بات اس مقصد کے خلاف تھی جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کا یہ مجموعہ مرتب اور محفوظ کرایا تھا۔ وہاں تو پیش نظر چیز ہی یہ تھی کہ خالص کلام الٰہی، بغیر کسی دوسرے کلام کی آمیزش یا شمول کے اپنی مختصر صورت میں مرتب ہو، جسے بچے، جوان، بوڑھے، عورت، مرد، شہری، دیہاتی، عامی، عالم سب پڑھیں، ہر زمانے میں اور ہر جگہ، ہر حالت میں پڑھیں اور ہر مرتبہ عقل و دانش کا انسان کم از کم یہ بات ضرور جان لے کہ اس کا خدا اس سے

کیا چاہتا ہے اور کیا نہیں چاہتا۔

یہ بات ذہن نشیں کرلینا چاہیے کہ کسی مشترک موضوع سے متعلق تمام سورتوں کو یکجا کرنا قرآن مجید کے مقصد سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اسی لیے یہ ضروری ہوگیا کہ مکی سورتوں کو مدنی سورتوں کے درمیان شامل کیا جائے اسی طرح پہلے کے مکی سورتوں کو مدینہ میں نازل ہونے والی بعد کے سورتوں کے بیچ ملایا جائے تاکہ اسلام کی ایک مکمل تصویر واضح ہو۔

قرآن مجید کے آخر میں جو مختصر سورے ہیں جو مکہ شریف میں نازل ہوئے ان کی افادیت اور روحانی اہمیت کی وجہ سے مستشرقین درحقیقت بہت تعریف کرتے ہیں اور انھیں قدر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ یہ سورے قرآن کی تعلیمات و ہدایات کا ایک تعارف ہیں۔ ان سورتوں میں بنیادی عقائد پر زیادہ زور دیا گیا ہے اسی وجہ سے ان سورتوں کی آیتیں مختصر، رواں، موزوں اور پرلطف ہیں جو کہ پڑھنے والے کو سکون بخشتی ہیں۔ دوسری طرف مدنی سورے زندگی کی حقیقتوں، حکایات، احکامات اور شرعی قانون و ضوابط پر مشتمل ہیں۔ اسی لیے ان سورتوں کی زبان رواں اور نثری ہے اور انداز خطابت بھی موضوع کے اعتبار سے بدلتا ہے کسی تاریخی واقعہ کی تشریح و طلاطم میں جیسے جیسے آگے بڑھتے ہیں ویسے ویسے انداز بیان موثر ہوتا جاتا ہے کہ ان سے جو اخلاقی سبق سیکھتے ہیں ان کی اہمیت واضح ہوجائے۔

قرآن کریم کے اسلوب کے تعلق سے جارج سیلس نے معروضی انداز میں بیان کیا ہے کہ:

> ''قرآن کریم کا طرز بیان بہت ہی خوبصورت اور رواں ہے۔ خاص کر جہاں پیغمبرانہ شان اور صحیفوں کا طرز بیان اختیار کیا گیا ہے۔ یہ انداز اختصار پہ بھی مشتمل ہے اور ابہام پر بھی اور مشرقی ذوق کے اعتبار سے نمایاں تصویر کشی سے سجا ہوا ہے جن میں بلیغ فقروں نے جان ڈال دی ہے۔ خصوصاً جہاں بھی اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان ملتا ہے وہ جملے عظیم الشان بھی ہیں اور نرمی و نزاکت کی رفعتوں سے پُر بھی۔''

حیاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بتاریخ وار جائزہ

سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ۲۰ اگست ۵۷۰ء میں دوشنبہ کے روز بنو ہاشم کے خاندان میں پیدا ہوئے۔ اس خاندان کا تعلق مکہ کے قبیلہ قریش سے تھا۔ بنو ہاشم خانہ کعبہ کے نگران و متولی تھے، جو کہ ظہورِ اسلام سے پہلے بھی ایک مقدس عبادت گاہ مانی جاتی تھی۔ حضرت محمدؐ کے والد حضرت عبداللہ کا انتقال آپ کی پیدائش سے دو ماہ قبل ہی ہو چکا تھا۔ حضور اکرمؐ کی سرپرستی آپ کے دادا عبدالمطلب نے کی۔ بنو ہاشم کے سردار ہونے کی حیثیت سے عبدالمطلب کو بڑی عزت اور احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ انہوں نے آبِ زمزم کے چشمے کی صفائی کی اور اس کو بحال کیا، یہ چشمہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ سے جاری ہے۔

۵۷۶ء عربوں کے دستور کے مطابق حضرت محمدؐ کو صحرا میں بدوی دایہ حلیمہ کا دودھ پلوایا گیا۔ اس طرح عہدِ طفولیت ہی سے آپ عام آدمی کی پرمشقت و محنت کش زندگی سے روشناس ہوئے۔ جب آپ کی عمر مشکل سے چھ برس ہوگی تب آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ انتقال کر گئیں۔ قرآن بیان کرتا ہے کہ آپ ان مشکل اور دشوار گزار حالات میں یتیم کی طرح پرورش پاتے رہے۔

۵۷۸ء جب حضرت محمدؐ کی عمر آٹھ برس ہوئی تو آپ کے دادا عبدالمطلب بیاسی سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ پھر آپ کی سرپرستی کا ذمہ آپ کے چچا ابو طالب نے لیا۔ قبیلہ قریش کے دو خاندانوں بنو ہاشم اور بنو امیہ میں شدید عداوت چلی آرہی تھی جس میں بنو ہاشم کا پلڑا بھاری رہتا تھا۔ لیکن عبدالمطلب کے انتقال کے بعد بنو امیہ نے سبقت حاصل کر لی اور بنو ہاشم پیچھے رہ گئے۔

۵۸۰ء سے ۵۸۲ء حضرت محمدؐ نے باضابطہ طور پر کسی مدرسہ یا درسگاہ میں تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ جب آپ چھوٹے تھے تب ہی سے گلہ بانی کرتے تھے۔ جب آپ کی عمر بارہ برس ہوئی تو آپ اپنے چچا کے ہمراہ مکہ شریف سے تجارتی قافلوں کے

ہمراہ باہر جانے لگے خاص کر ملک شام کو۔ ان ہی تجارتی قافلوں کے سفر کے ۵۸۳ء
دوران ایک وقت آپ نے بصرہ میں قیام فرمایا جہاں پر ایک عیسائی راہب سے ۶۰۰ء
نے سب سے پہلے آپ کی روح مبارک کو پہچان لیا اور سمجھ گیا کہ آپ ہی نبی آخر الزماں ہیں۔

حضرت محمدؐ ایک نیک اور دیانتدار تاجر تھے اسی لیے آپ کو "الامین" کہا گیا اور تمام لوگوں میں قابل اعتماد سمجھا گیا۔ آپ کی ایمانداری کی شہرت سے متاثر ہو کر ایک مالدار بیوہ خاتون حضرت خدیجہؓ نے اپنا کاروبار سنبھالنے کی دعوت دی اور آپ سے شادی کی بھی خواہش ظاہر کی۔ اس وقت آپ کی عمر پچیس سال اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی۔ ان کے بطن سے چار لڑکیاں اور دو لڑکے پیدا ہوئے لیکن دونوں لڑکے عہد طفولی ہی میں انتقال کر گئے۔

حضور اکرمؐ کی زندگی کا ایک اہم واقعہ جنگ فجار کا ہے۔ جس میں آپ کی ۵۸۰ء
وابستگی قبیلہ قریش سے تھی۔ قبیلہ قریش اور قبیلہ ہوازن کے بیچ ایک سالانہ سے
تہوار کے موقع پر عکاظ کے مقام پر لڑائی چھڑ گئی (عکاظ مکہ شریف کے مضافات ۵۸۵ء
میں واقع ہے)۔ اس لڑائی کو جنگ فجار کہا جاتا ہے۔ اس طویل جنگ میں کافی جانی ومالی نقصان ہوا۔ بالآخر قبیلہ قریش کی فتح ہوئی اور حضرت محمدؐ کے چچا زبیر کی ایما پر ایک معاہدہ طے پایا جسے حلف الفضول کہتے ہیں۔ اس معاہدہ کا مقصد مستقبل میں جنگوں کو روکنا تھا۔ اس کے بعد قریش نے ایک انجمن بنائی تاکہ امن وامان قائم رہے اور غریبوں کی مدد ہو اور زائرین مکہ کو پریشانی نہ ہو۔ آپ نے ان سب معاملات میں بہت ہی دلچسپی سے کام کیا ——— اس

لڑائی میں شامل قبیلہ قریش میں کعبہ شریف کی تعمیر کے دوران حجر اسود نصب ۶۰۵ء
کرنے پر آپس میں ایک تنازعہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس پر حضرت محمدؐ سے معاملہ کو سے
سلجھانے کی درخواست کی گئی۔ آپ نے ایک چادر کے بیچ پتھر رکھ کر سرداران ۶۱۰ء
قریش سے کہا کہ چادروں کے کونوں کو پکڑ کر اٹھاؤ تاکہ سب سرداران قریش اس کام میں برابر شریک رہیں۔ یہ آپکے فہم وفراست اور منصفانہ صلاحیتوں کا

مظاہر وحی

حضرت محمدؐ نے شام، یمن اور بحرین کے تجارتی سفر جاری رکھے لیکن آپ خلوت میں قدرت الٰہیہ پر غور فرماتے اکثر آپ غارِ حرا کی پہاڑیوں پر جاتے اور قدرت کے رموز و حقائق کے بارے میں غور فرماتے اور تحمید و تقدیس خداوندی میں مصروف رہتے۔

ایک وقت رمضان کے مہینے میں جب آپ غارِ حرا میں غور و فکر میں مشغول تھے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے پہلی وحی نازل ہوئی جو کہ حضرت جبرئیلؑ آپ کی خدمت میں لے آئے تھے۔ آپ خوفزدہ ہو گئے اور جب گھر واپس ہوئے تو حضرت خدیجہؓ نے آپ کو یقین دلایا کہ آپ کو نبی مقرر کیا گیا ہے اور انھوں نے کہا کہ وہ آپ پر پہلے ایمان لانے والوں میں ہیں۔ اس کے فوراً بعد حضرت علیؓ جو کہ آپ کے چچا زاد بھائی تھے۔ کم عمری میں ایمان لے آئے۔ اس کے بعد حضرت زیدؓ جو آپ کے آزاد کردہ غلام اور پھر حضرت ابوبکرؓ جو آپ کے عزیز دوست تھے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ شروع میں تبلیغ دوستوں اور رشتہ داروں تک ہی محدود رہی پھر آہستہ آہستہ پھیلتی گئی۔ ابتدائی تین سالوں میں آپ کے کل تیس پیروؤں نے اسلام قبول کیا۔

قریش مکہ خانہ کعبہ کے نگراں تھے ان لوگوں نے اس میں بت رکھ چھوڑے تھے۔ ابو سفیان قبیلہ قریش کے سردار تھے اور یہ لوگ حضور اکرمؐ کے پیام حق کے مخالف تھے اور آپ کا تمسخر اڑاتے آپ کی نبوت کا مذاق اڑاتے جب آپ ان کے بتوں کو ماننے سے انکار کرتے اور خدا کی وحدانیت پر اصرار فرماتے تو وہ لوگ بھڑک اٹھتے تھے۔

۶۱۳ء تین سال کے وقفہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ سے ارشاد فرمایا کہ پیغام حق کی تبلیغ علی الاعلان کریں۔

"پس جو حکم تم کو خدا کی طرف سے ملا ہے وہ (لوگوں) کو سنا دو اور مشرکوں کا ذرا خیال نہ کرو" (سورہ حجر ۱۵: ۹۴) "اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو بھی سنا دو اور جو مومن تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان سے تواضع سے پیش آؤ (سورہ شعراء ۲۶: ۲۱۴-۲۱۵) "اور کہہ دو کہ میں تو علانیہ ڈر سنانے والا ہوں (سورہ حجر ۸۹)۔

پھر آپ نے کھلے عام دعوتِ حق دی اس پر اہلِ مکہ آپ کے شدید مخالف ہوگئے اور آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو پریشان کرنے لگے۔ آپ کو جسمانی تکلیفیں دینا شروع کردیں کافروں نے آپ پر ایک بار قاتلانہ حملہ بھی کیا آپ کے پرانے ساتھی اور نگراں حضرت حارثؓ نے آپ کو بچانے کی کوشش کی اور اس کوشش میں شہید ہوئے۔ حضرت حارثؓ آپ کے ابتدائی پیروؤں میں سے تھے۔ قریش مکہ نے خانہ کعبہ میں آپ کو اور صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھنے سے روک دیا اور راستہ میں پتھر برسائے اور کچرا پھینکا اور سڑکوں پر پھرنے والے لڑکوں کو بھڑکایا گیا اور ان کے ذریعہ صحابہ کرامؓ کو ستایا گیا اور انھیں گالیاں دی گئیں۔ صحابہ کرامؓ میں سے بعض کو بہت بے دردی سے مارا اور تکلیفیں پہنچائی گئی اور تپتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا اور بعض صحابہ کرامؓ پر بڑی بے رحمی سے چٹانوں کے تودے رکھ دیئے جاتے یا ان کی گردنوں میں پھندے ڈال دیئے گئے جس کی وجہ سے کئی مسلمان شہید ہوگئے۔

ان مصائب اور پریشانیوں سے تنگ آکر پندرہ مسلمان آپ کی ہدایت پر ملک حبش ہجرت کر گئے۔ جہاں پر ایک منصف عیسائی بادشاہ کی حکومت تھی۔ اس نے انھیں پناہ دی۔ یہ اسلام کی راہ میں پہلی ہجرت تھی۔ جسے اسلام میں پسند فرمایا گیا۔

پہلی ہجرت کے دو برس بعد تقریباً ایک سو مسلمانوں کا ایک قافلہ حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفرؓ کی قیادت میں حبش کے لیے روانہ ہوا۔ قریش مکہ نے ایک طاقتور وفد شاہ حبش کے پاس اس درخواست کے ساتھ بھیجا کہ مکہ سے آنے والے مہاجروں کو سہارا نہ دیا جائے۔ اس وفد کے الزامات کے جواب میں حضرت جعفرؓ نے شاہ حبش کے سامنے وضاحت کی کہ:

"اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے بت پرست تھے مردہ خور تھے بدکار تھے قطع رحمی اور پڑوسیوں سے بدمعاملگی کرتے تھے۔ ہم میں جو طاقتور ہوتا وہ کمزور کا حق دبا لیتا تھا یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ نے ہم میں ایک رسول بھیجا

جس کے حسب نسب اور صدق و امانت سے ہم واقف تھے۔ اس نے ہم کو موحد بنا کر بت پرستی سے روکا، راست گفتاری، امانت اور صلہ رحمی کا حکم دیا، ہمسایوں کے ساتھ نیک برتاؤ کی تعلیم دی، بدکاری، دروغ گوئی اور یتیموں کا مال کھانے سے منع کیا، قتل و غارت سے باز رکھا اور عبادت الٰہی کا حکم دیا۔ ہم اس رسول پر ایمان لائے اور اس کی فرمانبرداری کی۔ اس لیے ہماری قوم ہم سے ناراض ہو گئی۔ ہم کو انواع و اقسام کی اذیتیں پہنچائیں یہاں تک کہ ہم مجبور ہو کر اپنے وطن سے نکل آئے اور آپ کے ملک میں پناہ گزیں ہوئے۔ ہم کو یقین ہے کہ آپ کے ملک میں ہم کو ستایا نہیں جائے گا۔"

اس درخواست پر شاہ حبش نجاشی نے انھیں اپنے ملک سے باہر نکالنے سے انکار کر دیا اور اہل مکہ کا وفد ناکام و نامراد واپس چلا گیا۔ مسلمانوں کی ہجرت کے باوجود آپ کی تبلیغ دین کی تحریک جاری رہی اور آہستہ آہستہ مضبوط ہوتی گئی۔ آپ کے چچا حضرت امیر حمزہؓ مسلمان ہو کر آپ کے ساتھ آملے جس کی وجہ سے اسلام کو بڑی تقویت ملی۔ حضرت امیر حمزہؓ کی بہادری کی سارے عربستان میں شہرت تھی۔ حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے ایک نئی طاقت اور قوت ملی۔ حضرت عمرؓ دوسرے خلیفہ ہوئے۔ اب حضور اکرمؐ کے ساتھ نہ صرف قبیلہ قریش کے بلکہ دوسرے قبائل کے لوگ بھی آتے گئے۔ اس تبدیلی سے قریش مکہ پریشان ہوئے تھے اور انھوں نے حضرت محمدؐ سے صلح کی کوشش کی اور کہا کہ وہ لوگ آپ کے ماننے والوں کو پریشان نہیں کریں گے۔ بشرطیکہ آپ ان کے بتوں لات، عزیٰ اور منات کی شفاعت کو مان لیں۔ حضرت محمدؐ نے اس شرط کو رد کر دیا اور اسی وقت شیطانی آیات کا قصہ رونما ہوا۔ قریش مکہ اور جاہلوں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مفاہمت کی کوشش سمجھا لیکن انھیں بعد میں پتا چل گیا کہ ان کے اس خیال کی کوئی بنیادی وقعت ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد ان کا رویہ مسلمانوں کے ساتھ مزید سخت ہو گیا۔ ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ ابو طالب اور ان کے خاندان کا مقابلہ کیا جائے چنانچہ حضورؐ کے قبیلہ اور مسلمانوں کو وادی میں

پناہ لینی پڑی۔ وہاں پر یہ لوگ پریشانیوں اور دشواریوں سے دوچار تھے ان کے بچوں اور عورتوں کو مہینوں تک پتّوں اور گندے پانی پر گزارا کرنا پڑا۔

اسی دوران حضرت خدیجہؓ انتقال فرما گئیں اور پھر ابوطالب کا بھی انتقال ہوگیا۔ ان سانحات کا حضرت محمدؐ کو شدید احساس ہوا اور آپ قدرے مایوس اور رنجیدہ ہوگئے آنے والے سال اور بھی آزمائشوں سے پُر تھے آپ کے دشمن اور بھی سخت اور انتہا پسند ہوگئے اور آپ کا سر طلب کرنے لگے۔ آپ طائف کی طرف دین کی دعوت دینے گئے طائف مکّہ شریف کے بعد عرب کا بڑا شہر ہے لیکن یہاں پر بھی لوگوں نے آپ کا مذاق اُڑایا، پتھر برسائے اور آپ کو شہر سے نکال باہر کیا۔ آپ پھر سے مکّہ تشریف لائے اور پھر سے دعوتِ حق کا کام جاری کیا۔ آپ نے اہلِ مکّہ میں تبلیغ کرنے کے بجائے ساری توجہ زائرینِ مکّہ پر مرکوز کردی۔

۶۲۰ء حج کے دوران یثرب سے قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے بارہ آدمی آپ کے پاس تشریف لائے اور مسلمان ہوگئے۔ ان لوگوں کو اُن مسلمانوں نے راضی کیا جو اس سے پہلے ایمان لاچکے تھے۔ اپنے دورۂ مکّہ کے دوران ان بارہ آدمیوں نے حضرت محمدؐ سے بیعت کی۔ جسے بیعت عقبہ اولیٰ کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے آپ کو یقین دلایا کہ وہ آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا رہیں گے اور اس کی تبلیغ کریں گے انھوں نے عہد کیا کہ وہ ہر مشکل اور دشواریوں میں آپ کا ساتھ دیں گے۔ حضرت محمدؐ نے ان کے عہد کو قبول فرمایا اور انھیں یثرب روانہ کیا اور ساتھ میں کچھ صحابہ کرام کو بھی بھجوایا تاکہ وہ وہاں تبلیغ کا کام کریں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو آپ کی حفاظت کا یقین دیا اور ایک شب عرش پر بلوایا جسے قرآن میں معراج کہا گیا ہے۔ کچھ مفسرین کے مطابق یہ واقعہ آپ کی یثرب ہجرت سے تقریباً ڈیڑھ برس پہلے وقوع پذیر ہوا۔

۶۲۱ء بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد آپ کی خدمت میں ستّر لوگوں نے حاضر ہوکر

اسلام قبول کیا اسے بیعت عقبہ ثانی کہتے ہیں ان لوگوں نے اپنی وفاداری کا عہد کیا اور آپ کو یثرب آنے کی دعوت دی، تاکہ آپ کھل کر تبلیغ دین کر سکیں۔ ان لوگوں نے آپ کی حفاظت کا وعدہ کیا ان مخلصانہ وبے ساختہ وعدوں کے نتیجے میں آپ نے کچھ صحابہ کرام کو یثرب روانہ کرنے پر آمادگی ظاہر کر دی تاکہ وہاں ہجرت کے لیے راہ ہموار ہو سکے۔

جب قریش مکہ کو اس بات کا پتا چلا تو وہ مضطرب ہو گئے اور ان کی مخالفت نے شدت اختیار کی ان کے سرداران ابوجہل، ابولہب اور ابوسفیان نے حضرت محمدؐ کے تبلیغی مشن میں مزاحمت کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلے میں دشمنانِ اسلام آپ کو حراست میں لے کر آپ کا کام تمام کر کے اپنے ناپاک منصوبوں کو عملی جامہ پہنانا چاہتے تھے۔ ان لوگوں نے یثرب میں ایک پیغام عبداللہ بن اُبی کے نام روانہ کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ماننے والوں کو یثرب سے نکال باہر کیا جائے۔ اس سازش پر فیصلے کے لیے ان سرداروں کا ایک اجلاس دارالندوہ میں منعقد ہوا جس میں طے کیا گیا کہ ہر قبیلہ کا ایک آدمی آپ پر ٹوٹ پڑے گا اور اگر ضروری ہوا تو بے خبری اور نیند میں آپ کو ختم کر دے گا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سازش کی وقت پر خبر ہو گئی اور آپ نے اس سازش کو ناکام بنا دیا۔ آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ خاموشی سے کوہ ثور کی طرف چلے گئے۔ اہل مکہ نے اس علاقہ کی تلاشی لی لیکن ان کو کامیابی نہیں ملی حضرت محمدؐ اور حضرت ابوبکرؓ کچھ دن غار ثور میں چھپے رہے اور پھر طویل اور تھکا دینے والے سفر پر روانہ ہوئے۔ بیس ستمبر کو آپ قبا پہنچے یہاں پر آپ نے اسلام کی پہلی مسجد کی بنیاد رکھی پھر یہاں سے روانہ ہو کر آپ چوبیس ستمبر کو یثرب میں داخل ہوئے۔ اسی تاریخ سے اسلامی کیلنڈر شروع ہوا، جس کو ہجری کیلنڈر کہتے ہیں۔

چند صحابہ کرام آپ سے پہلے تشریف لا چکے تھے اور چند بعد میں تشریف لائے۔ تقریباً تیرہ سال تک قریش مکہ کے ہاتھوں پریشان رہنے کے بعد

بالآخر انھیں تھوڑا آرام و سکون نصیب ہوا اور وہ آزادی اور دوستانہ ماحول میں رہنے لگے۔ اس واقعہ کو تاریخ اسلام میں کافی اہمیت حاصل ہے۔ ہجرت کے معنی بھاگنے کے نہیں ہیں اس کا ترجمہ ہوتا ہے "روانہ ہونا یا اپنے گھر یا مکانات سے علاحدہ ہونا!"

آپ جب یثرب (مدینہ منورہ) پہنچے تو فرمایا "نہ میں امیر بننے کا خواہشمند ہوں نہ ہی مجھے حکومت یا اقتدار کی آرزو ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور اس کے حکم سے میں تمھارے لیے ایک خوشخبری لایا ہوں، میں تمھیں میرے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں، اگر تم میری نصیحت مان لوگے تو خدا تم پر مہربان ہوگا اس روئے زمین پر بھی اور موت کے بعد بھی اور اگر تم اس کو ماننے سے انکار کروگے تو میں صبر کرلوں گا، اور فیصلہ خدا کے اوپر چھوڑ دوں گا کہ وہ مجھ میں اور تم میں فیصلہ کردے۔ اس کے نتیجے میں ان لوگوں نے گمراہی کو ترک کر دیا اور شراب و رنگ رلیوں اور دھوکہ و فریب کی زندگی کو ترک کر دیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی صورت میں انھیں اطاعت، روزہ، زکوٰۃ اور زہد کی تعلیم دی اور ان سے کہا کہ لالچ، تہمت، جھوٹ اور بے حیائی سے دور رہو جو کہ معاشرہ میں سرایت کر گئی ہیں۔ مکے سے ہجرت کرنے والے مہاجریوں اور مدینہ کے انصار کے بیچ بھائی چارہ اور اتحاد پیدا ہوا۔ مذہبی رشتہ قبائلی بندھن سے زیادہ موثر ثابت ہوا۔ قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے بیچ برسوں سے جاری روایتی دشمنی ختم ہوئی اور دونوں گروہ اسلام کے پرچم تلے آ گئے۔ مدینہ کے لوگوں کو انصار کہا جانے لگا اور مکے سے ہجرت کرنے والوں کو مہاجر جو کہ پینتالیس افراد تھے۔ یہ لوگ ساتھ کام کرتے اور ایک دوسرے کی مدد بھی کرتے۔ یثرب کی مسجد تعمیر کرنے میں ہر ایک نے حصہ لیا اور خود نبی کریمؐ نے اینٹیں اٹھائیں۔ یہ تعمیر نہایت سادہ اور نمود و نمائش سے مبرا ڈھانچے پر مشتمل تھی۔ جو کھجور کے درختوں کے تنوں سے بنائی گئی تھی اور کھجور ہی کی پتیوں سے اس کی چھت

بنائی گئی تھی۔ مسجد سے متصل کچھ کمرے تعمیر کیے گئے تھے جن میں نبی کریمؐ
اپنی ازدواج مطہرات کے ساتھ رہتے تھے۔ مہاجرین اور انصار نے مل کر
اس شہر کا نام مدینۃ النبی (پیغمبر کا شہر) اور عرف عام میں مدینہ رکھا۔

مدینہ منورہ میں قیام کے بعد آپ نے یہودیوں اور مشرکین سے کہا کہ
وہ آپ کے ساتھ تعاون کریں تاکہ ایک خوشحال ریاست قائم کی جا سکے جس
میں سب کو برابری کا درجہ حاصل ہو اور قانون کے مطابق سب کو مساوی
حقوق حاصل ہوں بشرطیکہ ہر کوئی اپنا فرض سمجھ کر شہر کی حفاظت کرے۔ آپ
نے ان نکات کو اس دستاویز میں شامل کیا جسے "میثاق مدینہ" کہتے ہیں۔
یہ معاہدہ مسلمانوں، یہودیوں اور کافروں کو ایک ریاست اور ایک قوم میں
جوڑتا ہے۔ گو کہ یہودی اور کفار اس معاہدہ کے فریقین تھے لیکن انھوں
نے اس معاہدہ کی شرائط کی پابندی نہیں کی ان لوگوں نے قریش سے
ہاتھ ملا لیا اور نبی کریمؐ اور مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے منافقین سے ساز باز
کی اُن کے سرغنے عبداللہ بن اُبی نے بھی مسلمانوں سے غداری اور بے وفائی
کی وہ یہودیوں سے کافی قریب تھا اس نے کئی مرتبہ اُنھیں فائدہ
پہنچایا۔ باوجود معاہدہ کے یہودیوں اور منافقوں نے مسلمانوں کو پریشان
کرنا شروع کر دیا۔ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک غیر متنازعہ رہنما کی
شکل میں اُبھرتے دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔

۶۲۳ء یہودیوں کے ایک طاقتور سردار کرز بن جابر فاہری نے مدینہ
کے مضافات میں ڈاکے مارے اور پھلوں سے لدے درختوں کو تباہ کیا
اور بھیڑ کے ریوڑوں کو جو کہ مسلمانوں کی ملکیت تھے، ہتھیا لیا۔ اس کے
بعد یہودیوں اور منافقوں نے کفار مکہ سے ربط قائم کیا اور وعدہ کیا کہ
اگر اہل مکہ مسلمانوں پر حملہ کریں گے۔ تو وہ ان کا ہر طرح ساتھ دیں گے۔ پہلے
ہی قریش مکہ نے عبداللہ بن اُبی کو خبردار کیا تھا کہ تم نے ہمارے آدمی کو پناہ
دے رکھی ہے تم یا تو آپ کو قتل کر دو یا مدینہ سے نکال باہر کرو اور انکار
کی صورت میں ہم قسم کھا کر کہتے ہیں تم پر حملہ کر دیں گے تمھارے آدمیوں کو

ختم کر دیں گے اور تمھاری عورتوں پر قابض ہو کر متصرف ہو جائیں گے۔ عبداللہ بن اُبی نے انھیں یقین دلایا کہ وہ محمدؐ کا رفیق نہیں ہے۔ حضرت محمدؐ نے دشمن کی حرکات پر نظر رکھنے کے لیے ناظرین کے وفود روانہ کیے ان میں سے ایک وفد حضرت عبداللہؓ کی قیادت میں نخلہ کو روانہ کیا جو کہ مکہ شریف اور طائف کے درمیان ہے۔ ان کے ہاتھ ایک مُہر بند لفافہ دیا اور حکم دیا کہ وہ اُسے نخلہ پہنچنے کے دو روز بعد کھولیں۔ لیکن راستہ میں ایک جاسوس ٹولہ پر حضرت عبداللہؓ کو شک گزرا اور انھوں نے بغیر مدت ختم ہوئے۔ ان میں ایک شخص کو قتل کر دیا۔ ایسا کر کے انھوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کی۔ اس پر آپ برہم ہوئے اس کے فوراً بعد ابوسفیان اپنے قافلہ کے ساتھ نخلہ سے گزرا اُسے اس واقعہ کی اطلاع ملی یہ اطلاع پہلے ہی مکہ میں ابوجہل کو پہنچ چکی تھی۔ اس پر ابوجہل ایک ہزار سپاہیوں کا لشکر لے کر مدینہ کی طرف آیا کہ اپنے ہم دم کی موت کا بدلہ لے سکے۔ اس کے لشکر کی آمد کی خبر سن کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دفاع کے لیے لشکر اسلام کو منظم کیا جس میں صرف تین سو تیرہ معمولی ہتھیار رکھنے والے افراد شامل تھے اور ساتھ میں دو گھوڑے اور ستّر اونٹ تھے۔ آپ کی ہدایت پر یہ لوگ بدر کے مقام پر خیمہ زن ہوئے جو کہ مدینہ منورہ سے اسّی میل کی دوری پر واقع ہے۔ دونوں کے بیچ گھمسان کی لڑائی ہوئی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا فرمائی۔

"الٰہی اگر تو نے اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو زمین میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔"

کئی دشواریوں کا مقابلہ کرتے ہوئے لشکر اسلام اہلِ مکہ کو پچھاڑنے میں کامیاب ہوا۔ کفارِ مکہ کے ستّر فوجی مارے گئے جن میں کٹّر سرداروں کے ساتھ ابوجہل بھی شامل تھا۔ جنگ بدر میں صرف پندرہ مسلمان شہید ہوئے۔ کفارِ مکہ کے کئی لوگ حراست میں لے لیے گئے۔ جن میں حضرت محمدؐ کے داماد ابوالعاص آپ کے چچا عباس، حضرت علیؓ کا بھائی

عقیل، حضرت ابوبکرؓ کے فرزند اور حضرت عمرؓ کے چچا بھی شامل تھے۔

ولیم مویئر جو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک پر معاندانہ روش رکھتا ہے رقمطراز ہے۔

• حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق قیدیوں کو اہل مدینہ کے تصرف میں دیا گیا جن سے بہت اچھا سلوک کیا گیا۔ اس نے لکھا کہ جس کسی نے دیکھا اس نے تصدیق کی کہ مدینہ کے لوگوں نے ہمیں سوار کیا اور خود پیدل چلے۔ انھوں نے ہمیں گیہوں کی روٹی مہیا کی جبکہ وہاں اس کی قلت تھی اور خود کھجور پر اکتفا کیا کچھ متمول قیدیوں نے تاوان بھرا جس پر انھیں آزاد کر دیا گیا اور دوسرے قیدیوں سے کہا گیا کہ وہ مدینہ کے دس دس بچوں کو تعلیم دیں یہی ان کا تاوان تھا!!

جنگ بدر کے کچھ عرصہ بعد حضرت علیؓ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے شادی کی جن سے دو فرزند حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ پیدا ہوئے۔

۶۲۴ء یہودیوں کا حضور اکرمؐ کے ساتھ معاہدہ ہونے کے باوجود ان لوگوں نے مدینہ کے دفاع کرنے میں مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا۔ مورخ ابن اسد کے مطابق ان کے طاقتور قبیلہ قینقاع نے جنگ بدر کے وقت دغابازی کی کوشش کی۔ ان کے تعلقات اس وقت مزید ابتر ہو گئے جب ایک یہودی دکاندار نے ایک مسلم پردہ نشین خاتون کو چھیڑا۔ اس خاتون نے مدد کے لیے چیخ پکار شروع کی۔ ایک مسلم نوجوان مدد کے لیے آن پہنچا اور اس جھڑپ میں وہ یہودی مارا گیا۔ قریب کھڑے ہوئے یہودیوں نے اس مسلم نوجوان کو قتل کر دیا۔ آپ کو جب اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو آپ نے بنی قینقاع کے سرداروں سے اعتراض کیا جس سے ان یہودیوں کا تعلق تھا لیکن اس پر کچھ حاصل نہیں ہوا۔ دونوں فریقین کے مابین جھگڑا ہو گیا۔ مسلمانوں نے ان یہودیوں کے فوجی ٹھکانوں کا محاصرہ کر لیا اور رسد کو روک دیا پندرہ روز بعد یہودیوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالہ

کر دیا اور امن کی التجا کی حضرت محمد صلی اللہ علیہ نے حکم دیا کہ وہ مدینہ کو چھوڑ دیں اور مال و متاع سمیت وہاں سے چلے جائیں۔

ابھی آپ نے یہودیوں کی سرکشی کو پوری طرح ختم کیا بھی نہیں تھا کہ آپ کو پتا چلا کہ قریش کے ہزاروں سپاہی مدینہ کی طرف بڑھے چلے جا رہے ہیں۔ یہ لوگ مدینہ کے شمال میں واقع مقام اُحد کی پہاڑیوں پر خیمہ زن ہوئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے یہودی قبیلوں سے مدد کے لیے کہا۔ لیکن انھوں نے انکار کر دیا کیونکہ اُن لوگوں کی ساری ہمدردیاں اہلِ مکہ اور ابو سفیان کے ساتھ تھیں۔

اسی طرح منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبی نے ابتداً جو تین سو فوجی مسلمانوں کو مہیا کیے تھے اُنھیں عین وقت پر واپس لے لیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف سات سو ہی افراد کو منظم کر پائے۔ جن میں سے صرف سو افراد نے زرہ بکتر پہنا۔ لشکرِ اسلام میں صرف دو گھوڑے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کو اپنی فوج کی صف بندی اور درجہ بندی میں دشواریاں درپیش تھیں۔ صحابہ کرامؓ اور نو اہلِ ایمان کے مابین جنگی حکمتِ عملی پر تضاد تھا جسے آپ نے ختم کیا۔ اس کے بعد یہودیوں اور منافقین کی بے وفائی نے قریش کے لیے پانچویں ستون کا کردار ادا کیا۔ لشکرِ اسلام دشمن کے لشکر کا صرف ایک تہائی تھا لیکن آپ کی بے مثال قیادت نے آپ کے ساتھیوں کو متحرک رکھا۔ آپ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ پہاڑیوں کے دامن میں پھیل جائیں اور مورچے سنبھال لیں۔ پچاس افراد پر مشتمل تیر اندازوں کے دستے کو جس کی قیادت حضرت عبداللہ بن جبیرؓ فرما رہے تھے۔ پشت کی گھاٹی پر دشمن کی حرکات پر نظر رکھنے کی غرض سے تعینات فرما دیا تھا۔ مقابلہ میں قریشِ مکہ کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ مسلمانوں کے سخت دفاع سے دشمنوں کی صفوں میں ابتری پھیل گئی۔ اس وقت کچھ مسلمانوں نے بجائے اپنے آپ کو مضبوط کرنے کے مال جمع کرنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر پچاس تیر انداز جو پیچھے تعینات تھے وہ بھی اس گروہ میں شامل

ہو گئے۔ مکہ کے سپہ سالار خالد بن ولید نے موقع کا فائدہ اُٹھا کر پیچھے سے دھاوا بول دیا۔ مسلمان حیران و ششدر رہ گئے۔ اس کی وجہ سے بھگدڑ مچ گئی اور مکہ والوں کا لشکر آگے بڑھنے لگا۔ اسی دوران ایک افواہ اُڑی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے، جس سے لشکرِ اسلام میں اور بھی ابتری پھیل گئی۔ حضرت عمرؓ نے اسی لیے تلوار پھینک دی کہ جب آپ ہی نہیں رہے تو جنگ جاری رکھنے کا کوئی مطلب نہیں۔ حالانکہ یہ خبر غلط تھی۔ حضرت محمدؐ صرف زخمی ہوئے تھے لیکن اس سے اہلِ ایمان کے جذبہ و جوش کو ضرب لگی۔ قریش کا لشکر آگے بڑھتا رہا۔ باوجود مسلمانوں کی مدافعت کو انھیں شکست ہوئی۔ لشکرِ قریش اس قدر تھک چکا تھا کہ وہ مدینہ میں داخل نہیں ہو سکا اور یہ کہہ کر مکہ واپس چلا گیا کہ وہ آیندہ سال مدینہ کو فتح کرنے پھر آئیں گے۔

۶۲۶ء قریشِ مکہ کی جنگ میں فتح اور عبداللہ بن اُبی کی دغابازی سے محرک ہو کر یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر نے حضرت محمدؐ کو ختم کرنے کی ایک سازش تیار کی۔ وہ لوگ اپنی جگہ اٹل تھے کہ وہ اپنے قریبی قبیلہ بنی قینقاع کے جلاوطنی کا بدلہ لیں گے۔ مسلمانوں کو جب اس سازش کی خبر ہوئی تو انھوں نے یہودیوں کے خیموں کا محاصرہ کر لیا، جو سات دن تک جاری رہا۔ بالآخر یہودیوں نے خود کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بھی بنی قینقاع کی طرح شہر بدر کر دیا۔ لیکن انھیں اپنے ہتھیاروں کے علاوہ ساز و سامان لے جانے کی اجازت تھی۔ ان لوگوں نے مدینہ کو چھوڑ دیا اور خیبر میں پناہ لی۔

۶۲۷ء بنو نضیر کی درگت کے واقعہ نے یہودیوں کو مشتعل کر دیا اور وہ لوگ مسلمانوں پر آخری اور فیصلہ کن حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ ان لوگوں نے مکہ والوں سے ربط قائم کیا۔ کئی سفیروں کو دوسرے بڑے قبائل میں بھیجا۔ اس پر بنو غطفان اور بنو اسد نے فوراً آمادگی ظاہر کی۔ اس طرح سے ایک متحدہ محاذ تیار ہوا۔ جس میں دس ہزار فوجی تھے، جنھوں نے

مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس فوج کی قیادت ابوسفیان کر رہا تھا لیکن مسلمان پوری طرح سے مستعد و تیار تھے کہ دشمن کے حملہ کو پسپا کر دیں جسے الاحزاب کہا گیا ہے یعنی متحد مسلمانوں نے گہری خندقیں بنائی شمال کی طرف ڈھلان پر جو شہر کے لیے کھلا راستہ تھا۔ یہ مشورہ حضرت سلمان فارسیؓ نے دیا تھا جو کہ ایرانی النسل صحابی تھے اور انھوں نے ساسانی حکومتوں و حاکموں کی حکمت عملی کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ اس سے مکہ والے پوری طرح سے لاچار ہو گئے۔ وہ لوگ کوئی دوسرا راستہ بھی استعمال نہیں کر سکتے تھے چونکہ ایک طرف لاوے کے بڑے بڑے تودے بکھرے پڑے تھے۔ چھوٹی موٹی نوک جھونک کے بعد قریش مکہ نے مورچہ چھوڑ دیا اور غزوہ خندق کا خاتمہ ہوا اس کے ساتھ ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پوزیشن ہمیشہ سے زیادہ مضبوط ہو گئی۔

بنو قریظہ کی جانب سے حملہ آور دستوں کو وقتاً فوقتاً دی جانے والی مدد نے مسلمانوں کو مشتعل کر دیا۔ جیسے ہی شہر مدینہ پر حملہ کا مسئلہ نپٹا مسلمانوں نے بنو قریظہ کے قبیلوں پر حملہ کیا اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ یہودیوں نے مقابلہ کیا لیکن بالآخر انھیں شکست ہوئی۔ انھوں نے مسلمانوں سے درخواست کی کہ ان کا فیصلہ سردار سعد ابن معاذ سے کرایا جائے جو کہ اوس کا سردار تھا اور ان لوگوں کا رفیق تھا۔ نبی کریمؐ نے ان کی درخواست کو قبول کیا۔ سردار نے قدیم روایات اور ہدایات کے مطابق ایک صلح نامہ تیار کیا جس میں یہ شرائط بھی شامل تھیں کہ اہل مکہ مدینہ سے واپس مکہ آسکتے ہیں لیکن مسلمان مکہ سے واپس نہیں جا سکتے۔

دوسرے قبائل کو اس بات کا اختیار ہوگا کہ وہ معاہدہ کے دونوں فریقین میں سے کسی بھی ایک کا حلیف بن سکتے ہیں۔

یہ شرائط کئی صحابہ کرامؓ کو ناگوار گزریں۔ ان کے خیال میں اس طرح مسلمان اپنے آپ کو کافروں کے حوالے کر رہے تھے۔ سب سے زیادہ تکلیف

بات یہ تھی کہ مسلمان زیارت کیے بغیر ہی واپس لوٹے۔ نبی کریمؐ نے لوگوں کو آگاہ کیا کہ یہ معاہدہ دراصل فتح مبین ہے اور بعد کے آنے والے واقعات نے آپؐ کو سچ کر دیا۔ اس سے آپؐ کو مطلوبہ اطمینان و سکون میسر آیا کہ آپ تبلیغ دین کا کام جاری رکھیں۔ آپؐ کی مدینہ واپسی پر آپؐ نے سفیروں کے ہاتھ مختلف سلاطین کے نام دعوتی خطوط روانہ کیے۔ جن میں یونان کا بادشاہ ہرکیولیس ایران کا بادشاہ خسرو پرویز، مصر کا بادشاہ اور حبش کا بادشاہ اور امامہ اور شام کے سرداران تھے۔ ان کو دعوت حق دی گئی کہ وہ دائرہ اسلام میں آجائیں۔

۶۲۹ ان حاکموں میں سے ایک چھوٹا حاکم جسے خط بھیجا گیا تھا وہ شرجیل تھا جو قیصر روم کی طرف سے اس علاقہ کا صوبہ دار تھا۔ اس نے خط کا جواب دینے کے بجائے قاصد کو اذیتیں پہنچائیں اور شہید کر دیا یہ سن کر نبی کریمؐ کو دھکا پہنچا اور صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے کہا کہ اس کا بدلہ لیا جائے۔ ایک لشکر تین ہزار افراد پر مشتمل حضرت زید بن حارثؓ کی قیادت میں بھیجا گیا جس میں کئی نامور اور جنگجو اور بہادر صحابہ کرامؓ شامل تھے جیسے حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفرؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ وغیرہ۔ ان لوگوں نے لمبا سفر طے کرتے ہوئے مقام موتہ میں رومی سپاہیوں سے مقابلہ کیا اس میں حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ شدید زخمی ہوئے۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے قیادت سنبھالی اور بڑی مہارت سے جنگ بندی ہوئی جب لشکر اسلام مدینہ پہنچا تو مدینہ میں مایوسی پھیل گئی۔ کئی صحابہ کرامؓ ان سپاہیوں کو بھگوڑے کہنے لگے لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سپاہیوں اور بہادروں کی ستائش کی اور کہا کہ یہی حقیقت میں جنگجو اور دلیر ہیں۔

مدینہ منورہ سے آٹھ میل دور مقام خیبر میں اس دوران یہودیوں نے جو کہ آپؐ کے کھلے دشمن تھے آپؐ کے خلاف ایک سازش شروع کر دی ان لوگوں نے پڑوسی قبائل سے رابطہ قائم کیا اور شہر مدینہ پر حملہ کرنے کا

قصد کیا۔ یہودیوں کے سردار اسیر بن رازم نے بنو غطفان سے مشتعل لوگوں کو اور اکسایا جس پر انھوں نے ایک چرواہے اور بیس اونٹوں کو ختم کر دیا جو کہ حضور اکرم کی ملکیت تھے۔ اس سے بدتر ظلم یہ کیا کہ چرواہے کی بیوی کو قید میں ڈال دیا۔ یہ جنگِ خیبر کی شروعات کا اشارہ تھا۔ جنگ شروع ہوئی اور غیض و غضب کے ساتھ کئی دن چلتی رہی اور آخر میں مسلمانوں نے فیصلہ کن دھاوا بول دیا۔ یہودیوں اور ان کے حواریوں کے اوپر مسلمان غالب ہو گئے۔ پھر ایک معاہدہ پر دستخط ہوئے جس کی رو سے مسلمانوں نے یہودیوں کو ان کی زمین اور مال و متاع رکھنے کی اجازت دے دی لیکن انھیں ہتھیار مسلمانوں کے پاس جمع کروانا ضروری تھا اور یہودیوں کو لگان کے طور پر پیداوار کا نصف حصہ مسلمانوں کو دینا طے پایا۔ اس کے کچھ مہینے بعد جیسا کہ صلح حدیبیہ میں طے پایا تھا حضور اکرم نے اپنے دو ہزار ساتھیوں کے ہمراہ عمرہ کے لیے مکہ تشریف لے گئے۔ قریش مکہ ان سے کوئی واسطہ نہ رکھنا چاہتے تھے اس لیے وہ اپنے گھر چھوڑ کر پہاڑیوں پر خیمہ زن ہو گئے اور وہاں سے دیکھنے لگے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں نے تین روزہ قیام کے دوران مذہبی فریضہ ادا کیا اور مدینہ واپس لوٹ گئے۔

بنو خزاعہ جو کہ مسلمانوں کے حلیف تھے ان پر بنو بکر نے حملہ کر دیا جو کہ قریش مکہ کے حلیف تھے۔ صلح حدیبیہ کی رو سے وہ ایک دوسرے پر حملہ آور نہیں ہو سکتے تھے۔ اس پر بنو خزاعہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حفاظت کی مانگ کی۔ آپ نے ایک سفیر قریش مکہ کے پاس بھیجا کہ مندرجہ ذیل شرائط میں سے کسی ایک کو قبول کیا جائے۔

۱۔ کہ بنو خزاعہ کے قتل کا تاوان دیا جائے۔
۲۔ قریش بنو بکر سے تعلقات ختم کر دے۔
۳۔ معاہدہ حدیبیہ کی منسوخی۔

قریش مکہ نے معاہدہ کی منسوخی کی شرط کو قبول کیا جو کہ جنگ کا اشارہ تھا۔ حضور اکرم ؐ مکہ کی طرف دس ہزار افراد کا لشکر لے کر چلے اور مکہ سے قریب خیمہ زن ہوئے۔ قریش مکہ نے کچھ جاسوس بھیجے جن میں ابوسفیان بھی شامل تھا تاکہ وہ معلوم کر سکیں کہ لشکرِ اسلام کی تعداد کتنی ہے۔ ابوسفیان پکڑا گیا لیکن نبی کریم ؐ نے آزاد کر دیا۔ وہ واپس ہوا اور اہل مکہ سے کہا کہ ہتھیار ڈال دو۔ اور پھر نبی کریم ؐ مکہ مکرمہ میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے۔

آپ نے خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے کے بعد فرمایا: "اللہ ایک ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد کی اور سارے گروہوں کو شکست دی۔ کسی شخص کو جو خدا اور رسول پر ایمان لایا ہے جائز نہیں کہ مکہ میں خونریزی کرے بھی سرسبز درخت کو کاٹنا بھی جائز نہیں ہے۔ میں نے زمانہ جاہلیت کی تمام رسوں کو پاؤں سے مسل دیا ہے مگر مجاورت کعبہ اور حاجیوں کو آب زمزم پلانے کا انتظام باقی رکھا جائے گا۔ اے گروہ تم کو اللہ نے جاہلیت کے تکبر اور آباء پر فخر کرنے سے منع فرمادیا ہے۔ کل آدمی آدم سے اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے"!

"اے گروہ قریش تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا۔ قریش مکہ نے کہا ہم آپ سے بھلائی کی توقع رکھتے ہیں کیونکہ آپ ہمارے بزرگ بھائی اور بزرگ بھائی کے بیٹے ہیں"!

آپ نے یہ جواب سن کر فرمایا۔ اچھا میں بھی تم سے وہی کہتا ہوں۔ جو یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ آج تم پر کوئی ملامت نہیں جاؤ تم سب لوگ آزاد ہو۔ اللہ مہربان اور رحیم ہے۔

آپ نے ان فتوحات لاثانی کے باوجود کسی کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دی کہ کوئی کسی کے گھر کو غارت کرے اور عورتوں کو ستائے۔ آپ نے فرمایا کہ مسلمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں چاہے وہ ماضی میں کچھ ہی

رہے ہوں۔ آپ نے منادی کرادی جس کی رو سے سب کو معافی ہو گئی سوائے چار افراد کے جو غداری کے مرتکب ہوئے تھے۔

۶۳۰ء ابھی بھی آپ کی پریشانیوں کا خاتمہ نہیں ہوا تھا۔ باغی قبیلہ ہوازن اور ثقیف نے مقام حنین پر مسلمانوں پر حملہ کیا۔ حنین مکہ معظمہ سے تقریباً دس میل کی دوری پر ہے۔ مسلمانوں نے جوابی حملہ کیا اور دشمنوں کو شکست دی جو کہ کافروں کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی اور پھر سارے عرب میں اسلام پھیل گیا۔

عرب سے باہر روم کے بادشاہ نے اچانک فیصلہ کیا کہ ایک طاقتور لشکر عرب پر حملہ آور ہو۔ اس کے مقابلے کے لئے نبی کریمؐ نے جلد ہی تیس ہزار سپاہیوں اور دس ہزار گھوڑوں پر مشتمل لشکر منظم کیا۔ باوجود نجد اور حجاز میں زبردست قحط کے آپ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ تبوک مدینہ اور دمشق کے بیچ واقع ہے۔ رومی لشکر جھلسا دینے والی گرمی کی تاب نہ لاکر واپس لوٹ گیا۔ حضرت محمدؐ تبوک میں تقریباً ایک مہینہ رکے رہے اور پھر مدینہ واپس تشریف لے گئے۔ اس سے نبی کریمؐ کی پوزیشن میں اور اضافہ ہوا اور مختلف قبائل کے وفود یمن جیسے دور دراز علاقوں سے مدینہ منورہ آنے لگے اور آپ کو عقیدت پیش کر کے مشرف بہ اسلام ہونے لگے۔

۶۳۱ء نبی کریمؐ کو اپنی حیات طیبہ کے بارے میں الہام ہو چکا تھا اس لیے آپ نے خانہ کعبہ میں حج کا فیصلہ کیا۔ جسے تاریخ اسلام میں حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔ اس موقعہ پر آپ کے ساتھ تقریباً ایک لاکھ سے زائد لوگوں نے فریضہ حج ادا کیا۔ ارکان حج مکمل کرنے کے بعد آپ نے جبل العرفات کی پہاڑی پر چڑھ کر، مارچ ۶۳۲ء کو مجمع سے خطاب فرمایا اور اخوت و بھائی چارگی پر زور دیا۔ آپ نے پھر مومنین کو وحی سنائی جو کہ مومنین کے لیے ایک اعلان تھا۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

پھر نبی کریمؐ مدینہ تشریف لے گئے راستہ میں ایک مقام پر قیام کیا جسے غدیر خم کہتے ہیں یہاں پر آپ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا۔

"اے لوگو! میں بہرحال ایک انسان ہوں۔ شاید جلد ہی میرے پاس خدا کا بلاوا لے کر قاصد آپہنچے اور میں لبیک کہوں میں ذمہ داری کے دو بوجھ تمہارے اندر چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں سے ایک خدا کی کتاب ہے جس میں ضابطۂ حیات اور روشنی و حکمت ہے۔ سو خدا کی کتاب کو تھام لو اور اسی سے رہنمائی حاصل کرو۔ پھر فرمایا اور دوسرے میرے گھر کے لوگ ہیں اپنے گھر کے لوگوں کے بارے میں میں تمہیں خدا ہی کی یاد دلاتا ہوں۔"

حضرت محمدؐ نے اپنی حیات طیبہ کے بقیہ دن مدینہ منورہ میں گزارے باوجود تھکان اور کمزوری کے آپ امت کی اصلاح فرماتے رہے۔ آپ نے ریاست کے معاملات کو سلجھایا، قبیلوں کے درمیان عداوت کو دور کیا اور ریاست کو ایک استحکام اور پائیداری عطا فرمائی۔ آپ نوجوانوں پر خاص کر زیادہ توجہ فرماتے اور ان کی قرآنی تعلیمات یا دوسری تعلیمات کا خاص خیال رکھتے۔ آپ اکثر قبرستان تشریف لے جاتے اور خدا تعالیٰ سے ان شہداء کے لیے دعائے مغفرت فرماتے جنھوں نے اسلام کی راہ میں شہادت پائی۔ ایک روز واپسی پر آپ بیمار ہوئے تب بھی آپ نے اپنا کام جاری رکھا اور مسجد میں نماز کی امامت بھی جاری رکھی جب آپ کی حالت زیادہ خراب ہوئی تو آپ بستر علالت پر آرام فرمانے لگے۔ اس وقت آپ کی خدمت میں آپ کی سب سے چھوٹی زوجہ حضرت عائشہؓ موجود رہتی تھیں۔ انھوں نے آپ کی بہتر طور پر تیمارداری کی اور خیال رکھا۔ آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ کچھ دینار جو رکھے ہیں وہ غریبوں میں تقسیم کر دیں۔

آپ ۸ جون ۶۳۲ء کو دوپہر میں اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ ۶۳۲ء

پھر نبی کریمؐ مدینہ تشریف لے گئے راستہ میں ایک مقام پر قیام کیا جسے غدیر خم کہتے ہیں یہاں پر آپ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا۔

"اے لوگو! میں بہرحال ایک انسان ہوں۔ شاید جلد ہی میرے پاس خدا کا بلاوا لے کر قاصد آ پہنچے اور میں لبیک کہوں میں ذمہ داری کے دو بوجھ تمہارے اندر چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں سے ایک خدا کی کتاب ہے جس میں ضابطہ حیات اور روشنی و حکمت ہے۔ سو خدا کی کتاب کو تھام لو اور اسی سے رہنمائی حاصل کرو۔ پھر فرمایا اور دوسرے میرے گھر کے لوگ ہیں۔ اپنے گھر کے لوگوں کے بارے میں میں تمہیں خدا ہی کی یاد دلاتا ہوں؟"

حضرت محمدؐ نے اپنی حیات طیبہ کے بقیہ دن مدینہ منورہ میں گزارے باوجود تھکان اور کمزوری کے آپؐ امت کی اصلاح فرماتے رہے۔ آپؐ نے ریاست کے معاملات کو سنبھالا، قبیلوں کے درمیان عداوت کو دور کیا اور ریاست کو ایک استحکام اور پائیداری عطا فرمائی۔ آپ نوجوانوں پر خاص کر زیادہ توجہ فرماتے اور ان کی قرآنی تعلیمات یا دوسری تعلیمات کا خاص خیال رکھتے۔ آپؐ اکثر قبرستان تشریف لے جاتے اور خدا تعالیٰ سے ان شہداء کے لیے دعائے مغفرت فرماتے جنھوں نے اسلام کی راہ میں شہادت پائی۔ ایک روز واپسی پر آپؐ بیمار ہوئے تب بھی آپؐ نے اپنا کام جاری رکھا اور مسجد میں نماز کی امامت بھی جاری رکھی جب آپؐ کی حالت زیادہ خراب ہوئی تو آپؐ بستر علالت پر آرام فرمانے لگے۔ اس وقت آپؐ کی خدمت میں آپؐ کی سب سے چھوٹی زوجہ حضرت عائشہؓ موجود رہتی تھیں۔ انھوں نے آپؐ کی بہتر طور پر تیمارداری کی اور خیال رکھا۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ کچھ دینار جو رکھے ہیں وہ غریبوں میں تقسیم کر دیں۔

۶۳۲ء آپؐ ۸ رجون ۶۳۲ء کو دوپہر میں اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔